پارہ ۱۰

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

مواهب الرحمن
تفسیر

المشتہر

مع جالب البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الهندیہ ترجمۂ عالمگیریہ وعین الهدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین چھپی

بحسن وخوبی

سنہ ۱۹۴۰ء

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل ۲ جلدیں ۳ ملے،
تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمّیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۳،
تفسیر سورۂ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۵،
پنجسورہ مترجم - با ترجمۂ اُردو - ۲،

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۷،
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۱۲،

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمّیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُوات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لیے بلا جلد مجلد ۱۰،

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدیں ہر حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمٰعین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۱۵،
تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - ۱۲،
ترجمۂ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری، یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں - للعہ،
ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا - ۳،

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں جدید الطبع ۱۰،

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - ۸،
دلائل الخیرات - با ترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنیٰ معروف - ۶،
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل فی ذخیرۃ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ - ۵،

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمۂ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۱۶،
راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱،
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۵،
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالۂ بے نمازان - ۱،
ترجمۂ فتاوی عالمگیری - اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کامل ۱۰۰،
کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو ما لا بدمنہ از مولوی محمد نور الدین - ۴،
ہزار مسئلہ - مشتمل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۲،
شرع محمدی - منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۱۲،

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ

اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ

شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

چیز سو اللہ کیواسطے اسمین سے پانچواں حصّہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ

اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ ہوا

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

بھڑین دو فوجین اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

اس آیت کریمہ کی تفسیر مین مقامات و فوائد ہین لہذا اوّل جو مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر لکھا ہو لاتا ہون تاکہ فوائد کے سمجھنے مین دقت نہو۔
اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے تفصیل اس غنیمت کی بیان فرمائی جو اس اُمّت کے لئے مخصوص حلال فرمائی ہے۔ بقولہ۔ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّمَا غَنِمْتُمْ اور جان لو تم یہ بات کہ وہ چیز جو غنیمت حاصل کی تم نے یعنی کافرون سے اس کو بقہر و غلبہ لیا مِّنْ شَيْءٍ
کوئی چیز ہو چھوٹی یا بڑی حتی کہ سوئی تک۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ تو حکم اس کا یہ ہو کہ اُسکا پانچوان حصّہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہو اُسکی
بابت جو چاہے حکم فرمادیگا۔ وَلِلرَّسُوْلِ یعنی محمد صلعم کے واسطے۔ وَلِذِي الْقُرْبٰى اور قرابت دارون کے واسطے
یعنی بنوہاشم و بنوالمطلب کے قرابتی آنحضرت صلعم کے وَالْيَتٰمٰى اور یتیمون کے واسطے یعنی مسلمانون کے ایسے لڑکے جن کے
باپ مرگئے ہین اور وے فقیر محتاج ہین وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینون کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے محتاج لوگون کے واسطے
وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے جو کوئی اپنے سفر مین منقطع ہو کہ اُسکے پاس کچھ راہ خرچ نہو اگرچہ اُسکے
گھر مین اُسکا مال موجود ہو حاصل یہ ہو کہ مال غنیمت مین سے پانچوین حصّہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قرابتی و یتیم و مسکین و مسافر مستحق
ہین چنانچہ ہر ایک قسم کو پانچوین کا پانچوان حصّہ آنحضرت صلعم بانٹتے تھے اور غنیمت کے باقی چار پانچوین حصّہ غنیمت حاصل کرنیوالون
یعنی غازیون کو ملین گے اور اُن مین پیادہ و سوار کا حصّہ جیسا کہ فقہ مین مفصل مذکور ہو لگایا جاویگا ف۔ اسمین چند مقامات ہین اوّل
یہ کہ قولہ انما بحرف ان و ما موصولہ ہو اور قیاس یہ تھا کہ جدا کر کے انّ ما لکھا جائے لیکن مصحف امام مین اسی طرح موصول پایا گیا ہے۔ دوم
یہ کہ غنیمت و فیٔ مین بعض کے نزدیک فرق ہو اور بعض کے نزدیک نہین ہے۔ قرطبی نے اتفاق ذکر کیا کہ قولہ انما غنمتم سے وہ مال کفار
مراد ہے کہ مسلمانون نے قہر و غلبہ سے فتح پا کر حاصل کیا ہو اور لغت اس تخصیص کو مقتضی نہین و لیکن عرف شرع مین اسی قسم کے
مال کو غنیمت کہتے ہین۔ قال الحافظ رح پس غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے بایجاف الخیل والرکاب لیا گیا ہو اور فیٔ وہ ہے جو
کافرون سے سوائے اس طور مذکور کے حاصل ہوا ہو جیسے اموال صلح یا وہ اموال جسکو کوئی ذمی کافر لاوارث چھوڑ مرا ہو اور اموال جزیہ و خراج
وغیرہ بھی ایک جماعت علماء سلف و خلف کا قول ہو اور بعضے علماء غنیمت و فیٔ مین کچھ فرق نہین کرتے اسی واسطے قولہ تعالیٰ ما افاء اللہ

علیٰ رسوله من اهل القریٰ فللّٰه وللرسول ولذی القربیٰ الآیۃ میں قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اسی آیۃ الانفال سے منسوخ ہے کیونکہ فی ؤ غنیمت میں فرق نہیں اور غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تقسیم فرمایا کہ پانچ حصہ کرکے چار حصہ مجاہدین کو اور ایک حصہ آنحضرت صلعم و چاروں اصناف باقیہ مذکورہ کو دیا جاوے۔ قال الحافظ یہ قول بعید ہے کیونکہ یہ آیت بعد واقعہ بدر کے نازل ہوئی قلت ابن عبد البر نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ فافہم۔ اور آیۃ الفیٔ واقعہ بنی النضیر میں اتری اور علماء متفق ہیں کہ بنی النضیر کا واقعہ بعد بدر کے ہوا ہے لہٰذا نسخ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ حکم جو یہاں مذکور ہے فیٔ کا نہیں بلکہ غنیمت کا ہے اور جن علماء کے نزدیک یہ سب امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہے اُن کے نزدیک آیۃ الفیٔ میں اور یہاں کے پانچ حصہ کرنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ امام کو اختیار ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فیٔ و غنیمت سب آنحضرت صلعم کے واسطے ہے اور وہ غازیوں میں مقسومہ نہیں ہے اور یہی اختیار آپکے بعد مسلمانوں کے امام کو ہے اور رد کیا اور دی رحمہ اللہ نے اسکو بہت سے مالکیہ سے نقل کیا اور حجت اُن کی فتح مکہ و حنین کا واقعہ ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا اور مال غنیمت بطور احسان اُنھیں لوگوں کو پھیر دیا نہ بانٹا نہ فی کیا۔ قرطبی نے فرمایا کہ علماء میں فتح مکہ کی بابت اختلاف ہے کہ بزور شمشیر تھا یا بصلح پس اس سے حجت نہیں ہو سکتی۔ اور رہا حنین تو آپ نے انصار کو فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ دنیا لیجاویں اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھروں کو لیجاؤ پس ایسا فرمانا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا لہٰذا یہ حجت بھی ساقط ہے پس جمہور کا قول اصح ہے کہ غنیمت کے چار پانچویں حصہ غازیوں میں مقسومہ ہوتے ہیں چنانچہ ابن المنذر و ابن عبد البر و الداودی و المازری و قاضی عیاض و ابن العربی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ سوم یہ کہ قولہ من شیٔ بیان ماموصولہ بطور تاکید ہے حتیٰ کہ سوئی و ڈورے تک پانچ حصہ کرنے میں شامل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ چہارم یہ کہ پانچ حصہ کرنے کے بعد پانچویں حصہ میں جو تفصیل مذکور ہے بقولہ فان للّٰه خمسه الخ اسمیں بھی مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس پانچویں میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بھی نکالا جاوے اور وہ خانہ کعبہ میں صرف کیا جائے چنانچہ ابو العالیہ رح نے مرسل روایت کی جسمیں ہے کہ غنیمت میں سے آنحضرت صلعم ایک لپ بھر لیکر خانہ کعبہ کے واسطے قرار دیتے اور وہی سہم اللہ تعالیٰ ہے۔ و علیٰ ہذا یہ حصہ دیگر حصص کے مساوی نہ ہوگا لہٰذا صحیح جمہور علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام یہاں تبرک کیواسطے آیا ہے۔ اور حصہ قرار دینا آنحضرت صلعم سے شروع ہوگا چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جو غنیمت آتی اس کو آپ پانچ حصہ کرکے پانچویں کے پھر پانچ حصہ فرماتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی واعلموا انما غنمتم الخ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام آسمان و زمین ہے پس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کا حصہ ایک ہی ہے اور ایسا ہی ابراہیم نخعی و حسن بصری و شعبی و ایک جماعت علماء کا قول ہے عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے غنیمت کو پوچھا تو فرمایا کہ اُس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور باقی چار پانچویں حصہ اہل لشکر کے واسطے ہیں الحدیث رواہ البیہقی باسناد صحیح پنجم یہ کہ حصۂ رسول میں اختلاف ہے پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت میں ہے کہ جو حصہ اللہ و رسول کے واسطے ہو وہ آنحضرت صلعم کے قرابتیوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے پانچویں حصہ میں سے کچھ نہیں لیا۔ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی کہ جو حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا وہ اُس کے نبیؐ کا ہے۔ اور جو حصہ نبی صلعم کا تھا وہ آپ کی ازواج کے واسطے ہے اور امام احمد نے عبادہ ابن صامت و ابو الدرداء و حارث ابن معاویہ الکندی رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی آڑ میں نماز پڑھی اور سلام پھیر کر چٹکی سے اُس کے کچھ بال نوچے اور فرمایا

کہ یہ بھی تمھارے مال غنیمت سے ہے اور اسمین میرا سوائے پانچوین حصّہ کے کچھ حق نہین ہے وہ پانچوان بھی تمھین پر پھیرا گیا پس تم لوگ سوئی
وڈورا اور اس سے بڑا و چھوٹا جو کچھ ہو غنیمت کے ڈھیر مین ڈالدو کہ غلول مت کرو کیونکہ غلول اپنے کرنیوالون پر دنیا و آخرت مین
عار و آگ ہے اور اللہ کی راہ مین کافرون سے خواہ قریب ہون یا دور رہون جہاد کرو اور کسی ملامت کرنیوالے کی بات کو اللہ تعالےٰ
کی راہ مین پرواہ مت کرو اور جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین اُن کو حضر و سفر مین ٹھیک قائم رکھو۔ اور راہ الٰہی مین جہاد کرو
کیونکہ جنت کے دروازون مین سے وہ بڑا دروازہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہم وغم دور کرتا ہے۔ **قال الحافظ** رح ہذا حدیث حسن
عظیم وقد روی الامام احمد وابو داؤد والنسائی بنحوہ اور ابو داؤد ونسائی نے عمرو بن عنبسہ کی حدیث مین بھی حصّہ آنحضرت صلعم کا قوم
پر پھیرا جانا مرفوعاً روایت کیا ہے اور نبی صلعم کو اختیار تھا کہ مال غنیمت سے کوئی غلام یا باندی یا گھوڑا یا تلوار وغیرہ اپنے واسطے چھانٹ لین
کما نص علیہ محمد بن سیرین و عامر الشعبی وتبعہما اکثر العلماء۔ چنانچہ ذو الفقار کو آپ نے غنائم بدر مین سے چھانٹ لیا تھا۔ **قال الحافظ**
یہ بات تو چند جید احادیث سے ثابت ہے لہذا اکثر علماء نے اُس کو آنحضرت صلعم کے خصائص سے قرار دیا ہے اور بعضون نے کہا
کہ حصّہ خمس مین امام کو مسلمانون کی مصلحت دیکھکر مال فئ کے مانند تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ اور ہمارے شیخ تقی الدین رح
نے کہا کہ یہی امام مالک و اکثر علمائے سلف کا قول اور یہی سب اقوال مین اصح ہے واللہ اعلم۔ مترجم یہ کہ جو حصّہ آنحضرت صلعم کیواسطے
تھا وہ آپ کی وفات کے بعد اب کیا ہوگا۔ **قال الحافظ** رح اسمین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جو آپ کے بعد متولی خلافت ہو
اُسکو ملیگا اور یہی حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما و قتادہ رح ایک جماعت سے مروی ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور
بعض نے کہا کہ مسلمانون کی مصلحتون مین صرف کیا جائے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ باقی چارون اقسام یعنی ذوی القربیٰ ویتامیٰ و
مساکین وابن السبیل پر پھیر دیا جائے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلعم اور ذوی القربیٰ
کے دونون حصّے یتامیٰ اور مساکین وابن السبیل پر لوٹا کر تقسیم کردیئے جائینگے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ علماء عراق مین سے ایک
جماعت کا یہی قول ہے قلت اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے اور واضح ہو کہ یہان ایک ضعیف قول یہ ہے کہ پورا پانچوان حصّہ ذوی القربیٰ
کا ہے جیسا کہ ابن جریر رح نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن الحسین بن علی سے روایت کیا اور حسن بن محمد بن علی سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپکے حصّہ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ مین اختلاف کیا اور آخر
اُن لوگون کی رائے اس امر پر متفق ہوئی کہ یہ دونون حصّہ فی سبیل اللہ تعالیٰ گھوڑے اور لڑائی کے سامان خریدنے مین صرف کئے
جاوین پس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین یہی ہوتا رہا اعمش نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت کیا اور کہا کہ مین نے ابراہیم
سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ اسمین کیا کہتے تھے تو کہا کہ وہ اس اہتمام مین زیادہ تشدد کرتے تھے۔ **قال ابن کثیر** رح اور یہی علماء مین سے
بڑے گروہ کا قول ہے۔ مترجم یہ کہ قولہ ذوی القربیٰ سے کیا مراد ہے پس اوپر اشارہ گذرا کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ کی قرابت
والے لئے جاوینگے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال مین رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت مراد ہین مگر اُن مین سے عبد شمس و نوفل کی اولاد کو
نہ دیا جاویگا بلکہ ہاشم اور مطلب کی اولاد اسکی مستحق ہے اگرچہ یہ چارون عبد مناف کے بیٹے ہین لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب
زمانہ جاہلیت و اسلام مین آپس مین متفق و ہمدرد رہے چنانچہ فتح خیبر کے پانچوین حصّہ مین سے آنحضرت صلعم نے بنو ہاشم و بنو المطلب
کو حصّہ دیا اور جبیر بن مطعم جو نوفل کی اولاد سے تھے اور عثمان بن عفان جو عبد شمس کی اولاد سے تھے دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس گئے جبیر نے روایت کی کہ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپنے بنو مطلب کو دیا اور ہم کو چھوڑا حالانکہ ہم اور وہ آپکے ساتھ برابر ہین فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب دونون ایک ہی ہین والحدیث فی صحیح مسلم اور یہی جمہور علما کا قول ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ وہ فقط بنی ہاشم ہین اور بعض نے کہا کہ وہ سب قریش والے ہین۔ بنجدہ حروری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ذوی القربیٰ کون لوگ ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہم کہتے ہین کہ وے ہمین ہین ولیکن ہماری قوم نے انکار کیا اور کہا کہ سب قریش قرابتی ہین۔ والحدیث رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وعن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے لوگون کے ہاتھون کی دھوون سے تمھارے منہ پھیر دئے کیونکہ پانچوین حصہ مین سے جو پانچوان تم کو ملتا ہے وہ تمھارے لئے کافی ہے رواہ ابن ابی حاتم وقال الحافظ حدیث حسن الاسناد وعلی ہذا یہ انھین لوگون کے واسطے ہوگا جن کو زکوۃ وصدقہ حلال نہین ہے۔ فافہم اور پہلے معلوم ہوچکا کہ ابوحنیفہ رح کے نزدیک آنحضرت صلعم کا حصہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ آپکی وفات کے بعد ساقط ہوکر باقیون کی طرف پھیر دیا گیا کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے غنیمت کو اسی طرح بانٹا ہے وفی الکمالین ظاہر یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے اس بنا پر دیا کہ زکوۃ کے مانند اسکا بھی مصرف ہے پس ایک ہی صنف کو دینا جائز ہے خصوصاً اس حالت مین کہ ذوی القربیٰ کو انھون نے توانگر دیکھا اور یہی امام مالک رح کا قول ہے کہ امام مختار ہے جسکو چاہے دیوے فافہم ہشتم یہ کہ قولہ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل بعض نے کہا اہل قرابت ہی مین سے ایسے لوگ مراد ہین اور یہ عطف لغرض تخصیص ہے اور جمہور کے نزدیک جملہ مسلمانون مین سے مقصود ہین پھر واضح ہو کہ یتامیٰ مین فقیر و توانگر دونون داخل ہین یا فقط فقیر مخصوص ہین اسمین علماء کے بھی دو مختلف قول ہین۔ کما ذکرہ ابن کثیر رح پس حاصل یہ ہوا کہ جو غنیمت حاصل ہو اس کے پانچ حصہ کرکے چار حصہ مجاہدین کو بانٹ دئے جاوین اور ایک حصہ مین پھر پانچ حصہ کئے جاوین اگرچہ امام ابوحنیفہ رح کے قول پر اُس مین سے دو حصہ پھر یتامیٰ ومساکین وابن السبیل تین ٹکڑے کر دئے جاوینگے لیکن چونکہ نزول آیت کے وقت رسول صلعم حیات تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے پانچوان حصہ ان پانچ جگہ تقسیم ہونے کے واسطے حکم دیا۔ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یہ عطف ہے اسم اللہ تعالیٰ پر اے وبما انزلنا یعنی اور اُس چیز پر جو ہم نے نازل فرمائی اپنے بندہ یعنی محمد صلعم پر اور وہ مدد ملائکہ ودیگر معجزات وآیات تھے۔ يَوْمَ الْفُرْقَانِ بروز فرقان یعنی حق و باطل مین فرق کر دینے والے دن اور وہ روز بدر تھا۔ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ جسدن بھڑ گئی تھین دونون جماعتین مسلمانون وکافرون کی۔ جملہ شرطیہ کی جزا محذوف ہے جسپر ماقبل دلالت کرتا ہے اے ان کنتم آمنتم الخ فاعلموا ذلک یعنی اگر تم اسی طرح ایمان لائے ہو تو غنیمت کا یہ حکم جان رکھو وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اسی مین سے یہ بات بھی ہے کہ تمھارے تھوڑے ہونے اور دشمن کے بہت ہونے کے باوجود تم کو فتح دی ف بیضاوی رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم آمنتم باللہ الخ کی جزا بدلالت قولہ واعلموا انما غنمتم کے یون مقدر کی کہ ان کنتم آمنتم باللہ وبما انزلہ یوم الفرقان فاعلموا ان الخمس لہولاء فسلموا الیہم یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور روز فرقان کی آیات منزلہ پر ایمان لائے ہو تو جان لو کہ غنیمت مین سے پانچوان حصہ ان لوگون کا ہے جو مذکور ہوئے پس اسپر عمل کرو کیونکہ علمی حکم سے مجرد جان لینا مقصود نہین بلکہ اسپر عمل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور کئی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ وجماعت علماء تابعین سے حاکم وغیرہ نے روایت کیا کہ یوم الفرقان روز بدر ہے جسمین اللہ تعالیٰ نے حق و باطل مین فرق کر دیا اور یہ پہلا معرکہ جہاد ہے جسمین رسول اللہ صلعم ہجرت کے دوسرے سال بروز جمعہ

لہ یعنی اگر ایک ہی کو دیدین ۱۲م

سترہوین رمضان کو بنا بر قول صحیح کے تین سو تیرہ ۳۱۳ مومنون کی جماعت کے ساتھ کافرون سے جو ایک ہزار کے قریب تھے بدون کسی عہد و قرار داد کے بلکہ بدون اطلاع از جنگ کے بھڑے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و قدرت کاملہ سے کافرون کے ستر سے زیادہ سرکش سردار مارے گئے جنمین عتبہ بن ربیعہ سب کا سردار و ابوجہل وغیرہ تھے اور اسی قدر قید ہوے و کافرون نے شکست فاش کھائی اور مال غنیمت ہاتھ آیا اور اسمین اختلاف ہوا اور قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الانفال۔ نازل ہوا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت یعنی قولہ واعلموا انما غنمتم۔ اسی غنیمت کی تقسیم کے بارے مین ہے بالجملہ یوم بدر مین عجیب وقائع قدرت ظاہر ہوے کہ اہل ایمان کے واسطے موجب مزید تنویر و ثبات ایقان ہین لہذا اس حکم کی تعمیل کرنے اور برابر بکمال الیقین ثابت رہنے کیواسطے اس دن کا انعام یاد دلایا۔ بقولہ

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اتر گیا

مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

تم سے اور آپس مین اگر تم وعدہ کرتے تو نہ پہونچتے وعدے پر لیکن اللہ کو ہے کر ڈالنا ایک کام

مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

جو ہو چکا تھا تا مرے جو مرتا ہے سوجھ کر اور جیوے جو جیتا ہے سوجھ کر اور اللہ سنتا ہے جانتا

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اذ ظرف زمان بدل از یوم الفرقان ہے اور وہ ظرف نزول آیات تھا یعنی جبکہ تم لوگ عدوۃ الدنیا مین تھے۔ عدوہ بحرکات ثلثہ کنارہ وادی و قراۃ مشہورہ بالضم اور قراۃ ابن کثیر و ابو عمرو و یعقوب بالکسر ہے۔ و دنیا تانیث ادنیٰ۔ عدوۃ الدنیا کنارہ وادی جو مدینہ سے نزدیک تھا بہ نسبت دوسرے کنارہ وادی کے۔ وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ اور کافر لوگ عدوہ قصویٰ مین تھے یعنی دوسرے کنارہ وادی مین جو مدینہ سے بہ نسبت عدوہ دنیا کے دور تھا۔ قصویٰ تانیث اقصیٰ اور کبھی بقاعدہ قیاس کے اسم و صفت مین تفرقہ کرنے کو قصیا بمانند دنیا و علیا بولتے ہین ولیکن خلاف قیاس قصویٰ بدون تبدیل واو بالف کے اصل پر کثیر الاستعمال ہے۔ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ جملہ حال از ظرف ہے اور رکب اسم جمع راکب یا جمع یا بمعنی مرکوب ہے اور مراد قافلہ کے اونٹ یا سوار ہین جو ابوسفیان کے ساتھ چالیس تھے۔ اسفل ای فی مکان اسفل منکم منصوب بظرفیت اور بجائے خبر کے واقع ہے یعنی درحالیکہ اونٹ یا اسکے سوار تمھاری جگہ سے تین میل نیچے کنارہ سمندر کی طرف تھے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دشمن قوی اور قافلہ سے قوی پشت تھے اور بے کھٹکے لڑائی پر حریص تھے اور مسلمانون کی شان بظاہر ایسی ضعیف تھی کہ عادت کی راہ سے اُن کا بچنا دشوار تھا پھر غالب ہو جانا تو بہت ہی بعید تھا اور یہی بات اُن کے ٹھکانے بیان کرنے مین ہے کیونکہ عدوۃ الدنیا کی زمین بالکل ریگ نرم بے پانی تھی جسمین پاؤن گھسے جاتے تھے بخلاف عدوۃ القصویٰ کے۔ وعلیٰ ہذا مشرکین پانی پر قابض تھے اور مسلمان اپنے پروردگار سے مستغیث جیسا کہ قولہ اذ تستغیثون ربکم الآیہ کی تفسیر مین گذر چکا ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ میعاد وعدہ گاہ و وقت وعدہ یعنی اگر تم اور مشرکین کسی مقام یا کسی وقت پر لڑائی کا وعدہ کرتے تو ایسی حالت مین وعدہ گاہ سے اختلاف کرتے کیونکہ اُن کی کثرت و اپنی قلت سے تمکو اُن سے ہیبت بیٹھ جاتی اور فتح سے مایوس ہوتے پس اس کلام سے انکو یقین دلایا کہ فتح و نصرت اُن کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِن جمع بینکم علی تلک الحالۃ من غیر میعاد ولیکن تم کو بدون میعاد کے ایسی حالت

پرآپس ہین بھڑوادیا۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کردے جو اُسکے علم مین ہوچکا ہے یا مفعول ہونے کے لائق ہے اور وہ اہل ایمان کی نصرت وفتح اور اہل کفر کی ذلت وخواری ہو۔ عمیر بن اسحاق نے کہا کہ ملک شام سے ابوسفیان قافلہ لیے آتا تھا اور مکہ سے ابوجہل وغیرہ اس کو بچانے کے واسطے نکلے تھے اور مقام بدر مین صحابہ رسول اللہ صلعم سے مڈھ بھیڑ ہوگئی حالانکہ نہ یہ اُنکو دیکھتے تھے اور نہ وہ اُن کو یہانتک کہ دونون طرف کے پانی لانیوالون سے ملاقات ہوئی اور لوگ جان گئے اور قتال واقع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے واسطے ایسا کیا کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوا بینہ یعنی دلیل واضح معائنہ کرکے وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جیتا رہے جو جیا ایسی حجت سے جسکو مشاہدہ کر لیا یعنی مرنیوالے وجینیوالے دونون اس حجت کو معائنہ کرین تاکہ پھر کچھ عذر باقی نہ رہے کیونکہ واقعہ بدر بہت کھلی نشانی تھا کہ ایسی حالت مذکورہ بالا کے باوجود مسلمانون کو کھلی فتح اور کافرون کو فاش شکست ہوئی۔ قال البیضاوی رح اور شاید ہلاک ہونا کفر سے اور زندہ ہونا اسلام سے استعارہ ہو یعنی تاکہ جس سے کفر صادر ہوا اور جس سے ایمان ثابت ہوا ہر ایک دلیل روشن معائنہ کرنے کے بعد ہو وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے یعنی کافرون کی کفریہ باتون کو سنتا اور اُن کے غرور وعذاب کو جانتا ہے اور مؤمنون کے استغاثہ ودعا کرنے کو سنتا اور اُن کی نیت اور ثواب کو جانتا ہے۔ قال البیضاوی رح کفر وایمان کے اعتقادی ہونیکے باوجود یہان علیم کے ساتھ سمیع بھی شاید اسواسطے جمع فرمایا کہ ہر ایک مین قول واعتقاد کو شامل ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا تقدیر کی درگاہ مین تدبیر کچھ نہین ہے جو مشیت ازلی مین ہوچکا وہی ظاہر ہوتا ہے بعض آثار مین وارد ہے کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا کہ آدمی کے ارادے وہمتین ٹوٹ جاتی ہین جعفر رح نے فرمایا کہ جو ازل مین ہوگیا وہی اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ یہ امر الٰہی جاری ہونا اس طرح تھا کہ دونون فریق مین سے ہر ایک کے واسطے جو سابق علم غیب مین ہوچکا ہے وہ نکل جاوے پھر چونکہ مشیت پر نظر لڑانا عام مخلوق سے باہر ہے کہ وہ اس کو ادراک نہین کرسکتے لہذا صورت احکام عقلی مین اُن کو لگایا بقولہ لیہلک من ہلک آخر اول مین مقدر فرمایا اور آخر مین قہر ولطف کی نشانیان راہ مین قائم فرمائین اور آخر کار بازگشت اپنے مرجع اول کی طرف ہوجاتا ہو اور یہین ظاہر فرمایا کہ اوتعالیٰ جہل وظلم سے پاک ہو اُسنے بیان حکمت اور اثبات حجت کے واسطے دلائل ونشانیان قائم کردین تاکہ جو ہلاک ہو وہ حکم سابق کی نشانی پر مرے اور جو زندہ رہے وہ انھین نشانیون سے بتقدیر منور ہو۔ جو کوئی اپنی خواہش مین ہلاک ہوا وہ ازلی ہلاکت ہی سے مرا اور جو کوئی مشاہدہ اور معرفت سے زندہ ہوا وہ ازلی زندگی ہی سے جیا۔ دلائل وشریعت کا ظہور مقام امتحان کا ایک حکم ہے اور صورت امر پر حکم ازلی غالب ہو۔ کما قال تعالیٰ واللّٰہ غالب علی امرہ الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ خلق کے واسطے نشانیان ظاہر وقائم فرمائین پھر ایک قوم کی آنکھین کھولدین جو اسکو دیکھتی ہین اور دوسری قوم کو اُس سے اندھا کردیا پھر رسولون وایلچیون کو سچے نور وبرہان کے ساتھ بھیجا۔ لیکن اُس کا نور بندون مین سے وہی دیکھ سکتا ہے جسکو وہ چاہے پس تقدیم ان مقدمات کی اسواسطے کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ وبرہان دیکھکر مرے اور جو زندہ رہے وہ مشاہدۂ بینہ سے جیے۔ بعضون نے کہا کسی کو حیات حاصل نہین ہے مگر اُسی کو جو اُس کی یاد سے زندہ ہے اور مخلوقات تمام اپنے اپنے اسباب مین جنبش وکوشش کرتے ہین لیکن جو ان مین سے بحیات باقی زندہ ہے اُس کی جنبش بقدرت حی القیوم ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ جو شخص دوری کے میدان مین اندھون کیطرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی مردہ ہو اور جو قرب ومعرفت کے نور سے بینا ہو وہی درحقیقت زندہ ہو پھر نعمت بینائی قدرت یاد دلائی بقولہ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ

اور جب اللہ نے دکھائی تیرے خواب میں تھوڑے اور اگر تجکو بہت دکھاتا تم لوگ نامردی کرتے اور

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ

اور جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمھاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھایا ان کی آنکھوں میں

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

تا کر ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہے ہر کام کی

ع ۵ / ۱

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ یاد کر جبکہ تجکو دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ کافرون کو تیرے خواب میں قَلِيلًا تھوڑے مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں کافر لوگ تھوڑے سے دکھلائے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رضہ کو بھی خبر دی پس اسمیں ان کے قدم کی استواری تھی۔ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر کافرون کو بہت دکھلاتا تو ضرور تم نامردی کرتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ اور ضرور تم ایسی حالت میں کافرون سے قتال کرنے میں اختلاف کرتے۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ لیکن اللہ تعالیٰ نے نامردی اور آپس کے اختلاف سے تمکو سلامت رکھا کیونکہ کافر لوگ تمکو تھوڑے سے دکھلائے۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وہ بما فی القلوب اللہ تعالیٰ دلون کی باتیں جانتا ہو۔ واضح ہو کہ اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ کچھے [illegible] وغیرہ کا جو فعل آدمی سے ثابت ہوتا ہے وہ ہمیشہ بتاثیر الٰہی عز و جل ہے چنانچہ اسی بینائی سے کافرون کو انکی تعداد سے بہت [illegible] دکھلایا پس اگر انسان کے افعال اپنی قدرت سے ہوتے تو ایسا کیون ہوتا۔ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اور یاد کرو اے مومنو جب دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ تمھین ان کافرون کو۔ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا جب ملاقی ہوئے تم بہت قلیل تمھاری نظرون میں یعنی مہربانی سے لڑائی واقع ہونے سے پہلے مومنین جب کافرون کے لشکر کو دیکھتے تو وہ ان کی نظر میں تھوڑے معلوم ہوتے تاکہ یہ لوگ ان پر دلیری کریں اور عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ واللہ وے لوگ ہماری نظرون میں قلیل کر دیئے گئے یہانتک کہ میں نے اپنے برابر والے آدمی سے پوچھا کہ تمھیں ستر معلوم ہوتے ہیں اسنے کہا نہیں بلکہ سو ہیں یہانتک کہ جب لڑائی میں ہم نے ایک کافر گرفتار کر کے اس سے پوچھا تو اسنے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار تھے۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر و اسنادہ صحیح وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ اور تمکو انکی نظرون میں قلیل دکھلاتا تھا یہانتک کہ بعضے بدون لڑائی کے انکو گرفتار کر لینا آسان [illegible] تھے۔ عکرمہ رح نے فرمایا کہ ہر ایک فریق کو دوسرے پر برانگیختہ کیا بالجملہ کافرون کی نظر میں اسواسطے قلیل دکھلایا کہ وے لوگ پھر نجاویں کیونکہ ان کا قافلہ بچگیا اور ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ چنانچہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر واپس گیا اور ایسا ہی بنو عدی بھی لڑائی میں حاضر نہ ہوئے اور باقیون کو ابوجہل ہٹ کر کے لے آیا تھا پس تقلیل سے انکو طمع دلائی تاکہ واپس نہ جاویں اگر کہا جاوے کہ سورہ آل عمران میں فرمایا قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخرے کافرۃ یرونہم مثلیہم رأی العین الآیۃ۔ اس سے ثابت ہے کہ کافر لوگ مسلمانون کو اپنے سے دوچند یا مومنون سے دوچند دیکھتے

توجواب یہ ہے کہ تقلیل نظر پڑنا لڑائی سے پہلے تھا پھر جب دونون جماعتین بھڑ گئین اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مومنون کی مدد فرمائی تو مومنین کافرون کو ویسا ہی تلیل دیکھتے رہے اور کافرون کو مومنین دوچند نظر آنے لگے تاکہ رعب کھا کر شکست وخواری پاوین لیکن پہلے کافر مومنون کو بہت کم دیکھتے تھے تاکہ مغرور ہوکر لڑائی پر آمادہ ہوجاوین۔ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ پورا کردے اللہ تعالیٰ اُس امر کو جو اُسکے علم ازلی مین ہوچکا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف جملہ اُمور کا مرجع ہے پس جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندون کا چاہا جب اُسکے خلاف ہو تو پورا نہوگا اور اسمین تنبیہ ہے کہ دنیا کے جتنے کام ہین سب مین سے وہی کام کا ہے جو توشۂ آخرت ہوف۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ نظرین تقلیل طرفین اس آیت مین بڑی نشانی ہے کیونکہ اس درجہ تک عادت کی راہ سے نظر کبھی خطا نہین کرتی ہے پس باوجودیکہ سب شرطین دیکھنے کی موجود تھین لیکن دکھلائی نہ دینا صرف اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کو معطل فرمایا اور تاثیر نہین دی لہذا جو شخص کہ کلام الٰہی پر ایمان رکھتا ہے وہ یقین جان لے گا کہ دیکھنا وغیرہ جتنے افعال ہین سب اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہین کسی بندے کے اختیار مین خود نہین ہین اور علی ہذا اگر اللہ تعالےٰ چاہے کہ اُس آنکھ سے نہ زمین کی چیز نظر آوے تو ہوسکتا ہے پس قیامت مین جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ مومن بندے اس کا دیدار پاک پاوین تو اُن کی نظرون مین یہ قوت عطا فرماویگا۔ فافہم پھر نصیحت فرمائی بقولہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ

اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ شاید تم

تُفْلِحُوْنَۚ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ

مراد پاؤ اور حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اور آپس مین نہ جھگڑو پھر نامرد ہوجاؤ گے اور جاتی رہیگی تمھاری باؤ

وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَۚ

اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والون کے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کے آداب اور طریقہ شجاعت تعلیم فرمائی بقولہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا لقا بمعنی ملنا ولیکن غالب استعمال اس کا لڑائی کے بھڑنے پر ہوگیا ہے فئۃ بمعنی جماعت اور اُس کے لفظ سے اُسکا مفرد نہین آیا ہے اور جمع اُسکی فئات ہے اور مراد یہان جماعت کافرہ ہے۔ المعنی اے ایمان والو جب بھڑ جاؤ تم لڑائی مین کسی کافر گروہ سے تو ثابت قدم رہو صحیحین مین عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم بعضے غزوات مین جنمین دشمن سے مقابلہ ہوا منتظر رہے یہانتک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو لیکن جب تم اُن سے بھڑ جاؤ تو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان رکھو کہ جنت الخین تلوارون کے سایہ تلے ہے پھر کھڑے ہوکر یہ دعا مانگی۔ اللّٰهم منزل الکتاب ومجری السحاب وہازم الاحزاب اہزمہم وانصرنا علیہم۔ اور عبداللہ بن عمرو کی روایت مین ہے کہ صبر کے ساتھ ثابت رہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو پھر اگر کافر لوگ چیخین چلاوین تو بھی تم خاموش رہو رواہ عبدالرزاق۔ اور یہی اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو بہت یعنی اُس سے فتح کی دعا مانگو۔ زید بن ارقم سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین جگہ خاموشی پسند ہے ایک تلاوت قرآن کیوقت دوسرے جہاد مین صفین ملجانے کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ

اے اللہ اتارنیوالے کتاب کے بادل کے چلانیوالے اور لشکرون کے شکست دینیوالے ان کافرون کو شکست دے اور ہم کو ان پر فتح دے مترجم

رواہ الطبرانی۔ اور دوسری حدیث مرفوع مین ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا پورا بندہ وہ ہو جو جہاد مین بھڑجانے کے وقت مجھے یاد کرے یعنی میری یاد و مجھ سے دعا و استغاثہ سے یہ حالت اُس کو باز نہ رکھے۔ قتادہ و عطاء رح سے روایت ہے کہ لڑائی کے وقت خاموشی واجب ہو۔ ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے پوچھا کہ جہر سے یاد کرین فرمایا کہ ہان۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ نماز و قتال کے وقت یاد آلٰہی بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذکروا اللہ کثیرا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ شاید تم فوز عظیم حاصل کرو اگر کہا جاوے کہ اسمین ہر حالت مین ثابت قدمی کا حکم ہے اور اس سے نکلتا ہو کہ قولہ تعالیٰ الا متحرفا لقتال او متحیزا الیٰ فئۃ منسوخ ہو یعنی کسی حال مین پیٹھ پھیرنا جائز نہین ہو تو جواب دیا گیا کہ منسوخ نہین ہو بلکہ ثبات سے کوشش کیساتھ لڑنا مراد ہو بلکہ گویا یہ مقصود بدون تحرف و تحیز کے حاصل نہین ہوسکتا فافہم۔ وقال البیضاوی اسمین تنبیہ ہے کہ بندے کو کسی حال مین یاد آلٰہی سے غافل نہونا چاہیئے بلکہ سختیون و شدتون کے وقت تمام دل سے فارغ البال ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اُسی کے لطف پر بھروسا کرے کہ وہ کسی حال مین اُس سے جدا نہین ہے اور حرف لعل مین اشارہ کیا کہ باوجود ایسے افعال کے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر واجب نہین ہے لہذا عاجزی کے ساتھ نصرت و فتح کے اُمیدوار رہین اور اپنے افعال سے نظر اُٹھا کر اُسی کے افضال پر نظر رکھین۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی ہر حکم مین۔ وَلَا تَنَازَعُوا۔ اور جھگڑا مت کرو جیسے تم نے بدر مین پہلے مختلف رائین نکالین یعنی آپس مین اختلاف مت کرو۔ فَتَفْشَلُوا کہ تم نامردے ہو جاؤ۔ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ اور تمھاری قوت و دولت جاتی رہے۔ ایک قرأت مین تذہب بجزم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تفشلوا جواب نہی ہے۔ ریح جو ہوا کے معنی مین ہے یہان دولت و قوت کیواسطے استعارہ ہے کیونکہ احکام دولت ایسے جاری و نافذ ہوتے ہین جیسے ہوا چلتی و نفوذ کرتی ہو۔ قتادہ و ابن زید رح کے قول مین یہ استعارہ نہین بلکہ حقیقت مراد ہو کیونکہ نصرت ہمیشہ ایک ہوا سے ہوتی ہو چنانچہ حدیث مین ہے کہ نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور یعنی مجھے صبا سے فتح دیگئی اور دبور سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔ نعمان ابن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین رسول صلعم کے ساتھ جہاد مین حاضر ہوا ہون پس جب آپ چڑھتے[مشرقی ۱۲] دن مین قتال نہین کرتے تو ٹھہر جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب ڈھل جاوے اور ہوا چلنے لگے[مغربی ۱۲] اور نصرت نازل ہو۔ رواہ ابو داؤد۔ حاصل آنکہ جھگڑے و اختلاف سے جو بزدلی کی نشانی ہے بچو۔ وَاصْبِرُوا اور صبر کرو دشمن سے بھڑجانے کے وقت اور ہزیمت نہ اُٹھاؤ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہو اور یہی اللہ کے ساتھ ہونیکے معنی ہین بالجملہ اس آیت مین مومنون کو صبر و ثابت قدمی کا و پورے اعتقاد و یقین سے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا حکم دیا اور اس کو ان نیک لوگون نے اچھی طرح مانا قال ابن کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے حکم ماننے مین اور جانبازی کرنے مین جو ہدایت حاصل تھی وہ اگلی اُمتون مین سے کسی کو حاصل نہوئی اور نہ اُن کے بعد والون مین کسی کو حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ اُن کی آنکھون نے حضرت سید المرسلین صلعم کو اپنی آنکھون سے دیکھا پس اُن کی ارواح و قلوب کو جو نور و شرف حاصل ہوا وہ نہ کبھی ممکن تھا اور نہ کبھی ممکن ہوگا۔ لہذا اُنھون نے روم و فارس و ترک و سقلاب و بربر و حبش و سودان و قبط وغیرہ تمام جہان کے لشکرون کو تھوڑے دنون مین باوجود اپنی قلت کے مقہور کر لیا یہانتک کہ کلمہ آلٰہی بلند اور اُس کا دین تمام دینون پر مشرق و مغرب مین ظاہر ہوگیا اور ظلم و بدخصلتین مٹ کر عدل و انصاف دنیا مین پھیل گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واصبروا ان اللہ مع الصابرین۔ صبر کا پہلا مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبردستی اپنے نفس کو ثابت قدم رکھتا ہو اور یہی تکلف سے شرع پر قائم رہنے کا مقام ہو پھر جب صبر تحقیقی حاصل

ہوا تو وہ مقام تشریف ہی پس اول تو مجاہدہ ہے اور دوم مشاہدہ ہی یعنی سوزش شوق مین ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ حضرت حق تعالیٰ کو بھی نیک بندون کی طرف اشتیاق ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بلائے محبت مین صبر کرو اور اس بلا کو اچھی چیز سمجھو تاکہ میرا مشاہدہ حاصل کرو کیونکہ صابرین پر مقام صبر مین تجلی ہے اور نیز میرے ساتھ صبر کرو کیونکہ صبر کو میرا ساتھ حاصل ہے پس تمھاری مراد ملجاوے گی اور دشمن اور نفس و شیطان پر فتحمندی پاؤگے۔ واسطی رح محمد بن موسیٰ سے پوچھا گیا کہ صبر کی کیا ماہیئت ہی فرمایا کہ محنت سے پہلے محبت کی چادر اوڑھ لے پس جب محبت کے ساتھ محنت ملی تو اس کو بلا مشقت اٹھا لیگا۔ پس صابرون کے ساتھ اللہ عزوجل کی معیّت کے یہی معنی ہین قولہ تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

اور مت ہو جیسے وہ لوگ کہ نکلے اپنے گھرون سے اتراتے اور لوگون کو دکھاتے اور روکتے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو مین ہی جو کرتے ہین

اللہ تعالیٰ نے مومنون کو قتال و ذکر الٰہی کی وصیت کے بعد مشرکون کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ اور مومنو تم ان لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے نکلے واسطے بطر و ریا کے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و سدی و ضحاک وغیرہم مفسرین نے فرمایا کہ الذین خرجوا۔ سے قریش مراد ہین جو بدر مین آنحضرت صلعم سے لڑنے کو نکلے تھے۔ قال الزجاج رح نعمت مین حد سے باہر ہو جانے اور شکر چھوڑنے اور نعمت کو ناپسندیدہ امور کا وسیلہ بنانے کو بطر کہتے ہین اور قبیح بات چھپا کر ظاہر مین اچھی بات دکھلانے کو ریا کہتے ہین۔ وقال ابن کثیر رح۔ بطر بمعنی حق کو دفع کرنا اور ریاء الناس بمعنی فخر و تکبر کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ قریش والے اپنا قافلۂ تجارت بچانے کو نکلے تھے۔ بطر و ریا کے واسطے نکلنا کیونکر فرمایا جواب یہ ہے کہ باعتبار انجام کار کے ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ اے لاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم لیمنعوا عیرہم فلم یرجعوا بعد نجاتہا بطرا ورئاء الناس۔ یعنی تم ایسے لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے اپنا قافلۂ تجارت بچانے کو نکلے تھے مگر قافلہ بچ جانے کے بعد بطر و ریا کی وجہ سے واپس نہ گئے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اسی رخ پر سیدھے چلے گئے یہانتک کہ جب مقام صفراء پر پہونچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو ابوسفیان کی خبر کے لئے جاسوس بھیجا وہ چلکر بدر کے پانی پر آئے اور اُترکر تالاب سے مشک بھر کر روانہ ہوتے تھے کہ اُنھون نے دو باندیون کو باتین کرتے سُنا جو آپس مین جھگڑا کرتی تھین اور مجدی بن عمرو نے دونون کے درمیان مین فیصلہ کر دیا۔ پس دونون جاسوس روانہ ہوئے اور حضرت صلعم کو خبردار کیا اور یہان ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس تالاب پر تو نے کسی ایسے آدمی کو نہین دیکھا جس سے تو انکار کرے اُسنے کہا کہ نہین واللہ ولیکن دو مسافر اسمین سے پانی بھر لیگئے پھر ابوسفیان نے آکر اونٹون کی مینگنیان توڑین اور کہا کہ واللہ اسمین تو مدینہ کی گٹھلیان و چارہ ہے اور جلد جاکر قافلہ لیکر تین میل ساحل سمندر کی طرف ہو رہا اور اُسنے قریش کو کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ بچ گیا اب تم پھر جاؤ پس اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر پھر گیا اور ابوجہل ملعون نے کہا کہ واللہ ہم نہین لوٹین گے یہان تک کہ بدر کے تالاب پر جاکر اُترین اور تین دن مقیم رہین اور اونٹون کو ذبح کرین اور کباب و شراب اُڑاوین اور ناچ گانا سنین اور تمام عرب مین ہماری خبر مشہور ہو اور اس کے بعد سب ہم سے ہیبت کیا کرین۔ اور محمد بن اسحاق نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم

نے بدر سے قریب ہو کر علی ابن ابی طالب و سعد بن ابی وقاص و زبیر بن العوام کو مع چند اور لوگون کے جاسوس بھیجا اُنھون نے سعید بن العاص و حجاج کی اولاد کے غلامون کو پکڑا اور لائے تو آنحضرت صلعم نماز مین تھے پس لوگون نے اُن سے پوچھا تو وہ بولے کہ ہم قریش کے غلام ہین اُن کے لئے پانی لینے آئے تھے پس صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خبر کو مکر وہ جان کر مارا حتی کہ اُنھون نے کہا کہ ہم ابوسفیان کے قافلہ کے ہین تو ان کو چھوڑا پس حضرت صلعم نے نماز سے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے لوگو جب تم سے یہ سچ بولے تو تم نے مارا اور جب جھوٹ بولے تو تم نے چھوڑ او اللہ یہ لوگ قریش کے ساتھ ہین۔ تم دونون قریش کی خبر سے مجھے آگاہ کرو وہ بولے کہ وہ اس تو دہ عقنقل کے اُدھر ہین جو آپ عدوۃ القصوی پر دیکھتے ہین پھر اُن سے تعداد پوچھی اور قریش کے سردار سب پوچھے پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے سب تمھاری طرف پھینکدیئے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ صبح کو قریش والے روانہ ہو کر آگے بڑھے جب حضرت صلعم نے عقنقل کے پیچھے سے ان کو آتے دیکھا تو دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ یہ قریش والے اتراتے و فخر و تکبر کرتے چلے آتے ہین تیرے رسول کو جھٹلاتے اور لڑتے ہین اے میرے پروردگار تو ان کو کل کے روز ہلاک کر دے۔ حاصل آنکہ بطرا و رئاء الناس مفعول لہ فعل محذوف کا ہے اسے فلم یرجعوا البطرا۔ جیساکہ ابوجہل کا قول مذکور ہوا اور فخر و خیلا رأن کا اول ہین اور بر وقت مواجہہ کے ظاہر ہو چکا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بیضاوی رح نے کہا کہ

تکبر ۱۲ اترانا ۱۲

بطرا پر عطف ہے اگر وہ مصدر بجائے حال کے ہوائے باطرین الخ اور اگر مفعول لہ ہو تو بھی اسی پر عطف ہے لیکن بتقدیر آن تاکہ مصدر کی تاویل مین ہو کر اسم پر اسم کا عطف ہو۔ المعنی اور لوگون کو راہ حق سے روکتے ہین۔ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ اور اللہ تعالیٰ کا علم اُن کے اعمال کو محیط ہے۔ ایک قراۃ مین تعملون بتاء فوقانیہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب جانتا ہے اُن کو اُن کے موافق جزا دیگا لہذا بدتر بدلا اُن کو ملا کہ بدر پر ہو نچکر اُنھون نے شراب موت کے گھونٹ پیئے اور رسوائیون کا راگ سُنا اور عذاب ابدی کے کباب چکھے اور عرب مین مشہور ہو گیا کہ قتل و گرفتار و خوار ہو کر واپس ہوئے۔ قال البیضاوی رح مومنون کو منع کر دیا کہ وے اُن کی طرح بطر کرنے والے و ریاکار نہ بنین اور اخلاص و تقوی اختیار کرین کیونکہ جس چیز سے ممانعت ہو تو اس کے ضد کا حکم ہوتا ہے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارہم الخ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو منع فرمایا کہ ایسے ریاکارون کی مشابہت نہ رکھین جو اپنے گھرون اور زاویہ عبادت سے رنگے کپڑے مکاری کی وضع بنائے ہوئے نکلتے ہین اور صاحب دولت ظالمون کے نزدیک جو خیر و شر مین تمیز نہین رکھتے ہین اپنی آبرو بڑھانے پر اتراتے ہین اور مریدون کو اہل اللہ کے پاس سے بہکا کر اپنی طرف لیجاتے ہین تاکہ اپنی مکاری کے بازار گرم کرین اور اس نفاق کو خوب رواج دین اور خلق کی نظرون مین اپنی بڑائی ظاہر کرین اللہ تعالیٰ اُن کو قہر کے جنگل مین تباہ کرے پھر اُن کا حال بیان کیا کہ شیطان اُن کی نظرون مین اُن کے بد اعمالون کی زینت دکھلاتا ہے بقولہ

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جسوقت سنوارنے لگا شیطان اُن کی نظر مین اُنکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگون مین سے

وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

اور مین رفیق ہون تمھارا پھر جب سامنے ہوئین دو فوجین اولٹا پھرا اپنی ایڑیون پر اور بولا مین تمھارے ساتھ نہین

ع ۵ ۸

مِنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

مین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے مین ڈرتا ہون اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاِذْ واذکر اذ **زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ** اور یاد کر جسوقت کہ مزین کیا اُن کے لئے شیطان ابلیس نے اُن کے اعمال کو باین طور کہ مسلمانون سے لڑنے پر اُن کو شجاعت دلائی حالانکہ نکلتے وقت قبیلہ کنانہ مین سے بنی بکر بن وائل سے قریش کو خوف تھا۔ **وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ** اور کہا کہ آج کے روز لوگون مین سے کوئی تم پر غالب نہین ہے اور مین تمھارا حافظ ہون یعنی بنی بکر سے تمھارے پیچھے تمھارے اہل وعیال کی حفاظت کا ضامن ہون علماء تفسیر کے یہان دو قول ہین اول آنکہ شیطان کا زینت دینا بطریق وسوسہ تھا اور قول مذکور بھی اسی طور سے تھا۔ **قال البیضاوی** رح معنی یہ ہین کہ شیطان نے اُن کے دلون مین یہ وسوسہ وخیال ڈالدیا کہ آج تم ہرگز مغلوب نہین ہوسکتے کیونکہ تمھاری تعداد وسامان بہت کثیر ہے اور نیز ان کے وہم مین ڈالا کہ یہ اُمور بت پرستی وغیرہ جن مین وے شیطان کی اتباع کرتے تھے اُن کے واسطے مجیر یعنی حافظ ہین **وقال المترجم** اس تقدیر پر قول مجاز ہوگا یعنی اُن کے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ ایسے بھلے کام جو تم کرتے ہو یہی تمھارے حافظ ہونگے اور علیٰ ہذا کچھ بنی بکر بن وائل کے خوف سے حفاظت مخصوص نہین بلکہ علی الاطلاق ہے۔ قول دوم جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ شیطان نے یہ قول اُن سے بطور تحقیق کہا تھا اور بات یہ ہوئی کہ وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت مین جو بنی مدلج کا سردار اور کنانہ مین سے بڑا شخص تھا ظاہر ہوا اور مشرکون سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہین ہوسکتا اور مین اپنی جماعت سے تمھارے ساتھ ہون اور بنو بکر سے تمھارا مجیر ہون پس قریش جلد روانہ ہوگئے اور قریش ہر منزل مین اس کو سراقہ ہی سمجھتے تھے۔ **فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ** جب دونون گروہ یعنی فرقہ کافرہ وفرقہ مسلمہ باہم ایک دوسرے کے سامنے ہوگئے یعنی دونون گروہ صف باندھکر ملاقی ہوئے تو ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا اور اسوقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک کے حارث بن ہشام کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے کھڑا تھا۔ جبریل علیہ السلام ابلیس ملعون کی طرف بڑھے تو اُس نے حارث کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور ہر چند حارث نے کہا کہ اے سراقہ ایسی حالت مین تو ہم کو کہان چھوڑتا ہے اُس نے ایک نہ مانی اور دونگامشتی مین حارث کی چھاتی پر ایک دھکا مارکر مع ساتھیون کے بھاگا **وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ** اور یہ بکتا تھا کہ مین تم سے بری ہون مجھ سے تم سے کوئی لگاؤ نہین ہے مین تمھارا ساتھی نہین ہون **اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ** مین وہ چیز دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے ہو۔ **اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ** مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون۔ **وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابلیس کو یہ خوف ہوا کہ مین بھی مارا جاؤنگا پس اُسنے اپنی جان کے خوف سے یہ بات کہی اور صفات الٰہی سے ڈرا اور یہ خوف اسکو ایمانی خوف نہ تھا چنانچہ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ وہ جھوٹ بولا اس کو خوف الٰہی نہ تھا ولیکن جان کے خوف سے اُس نے دیکھا کہ مجھے ملائکہ سے لڑنے کی قوت نہین ہے تو یہ بات کہی۔ یعنی یہ جو اُس نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ اپنی جان مارے جانے کی وجہ سے ڈرا حالانکہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے پس یہ تو سچ بولا ولیکن خوف ایمانی اس کو نہ تھا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حارث کے سینے مین دھکا مارکر اسکو گرا کر ایسا بھاگا کہ دکھلائی نہ دیا اور سمندر مین جا گرا اور دعائین مانگنے لگا کہ پروردگار اپنا وعدہ پورا کردے جو تو نے مجھے دیا ہے۔ رواہ الواقدی۔ اور طبرانی نے رفاعہ بن رافع سے اسکے مانند روایت کیا۔ ابلیس کا

یہی حال ہے۔ کما قال تعالیٰ یعدہم ویمنیہم ومایعدہم الشیطان الاغرورا۔ پہلے اپنی پیروی کرنے والون کو غرور مین ڈالتا ہے پھر الگ ہوجاتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت مین شیطان کا حال نقل فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامران اللہ وعدکم وعدالحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الاان دعوتکم فاستجبتم لی فلاتلومونی ولوموا انفسکم الآیۃ۔ اور امام مالکؒ نے عبید اللہ بن کریز سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان نے کوئی روز ایسا نہ دیکھا جسمین وہ بہت ذلیل وحقیر وراندہ وگین ہو جیساکہ عرفہ کا روز دیکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعفو گناہ کا نزول بکثرت دیکھتا ہے سوائے روز بدر کے کہ وہ دن اُسنے عرفہ سے زیادہ سخت دیکھا الحدیث مرسل۔ بالجملہ جعلی سراقہ یعنی ابلیس تو ہاتھ چھوڑ کر بھاگا اور ابوجہل نے نکلکر لوگون کو آمادہ کیا کہ تم لوگ سراقہ کے بھاگنے سے بددل مت ہو۔ وہ درپردہ محمدؐ سے ملا ہوا تھا۔ اور ہم لوگ قسم ہے لات وعزیٰ کی کہ واپس نہ ہونگے یہان تک کہ سب کو رسیون مین باندھ لے جاوین اور ان کی شرارت کا مزہ چکھاوین۔ پس ان کو بہت قتل نہ کرنا بلکہ باندھ لینا۔ اور لوگ لڑائی مین پڑے اور لڑائی گرم ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے ریگ وکنکریان ایک مٹھی لیکر کافرون کو مارین اور فرمایا کہ شاہت الوجوہ۔ یہ چہرے خوار ہون۔ ادھر آپ کا مارنا تھا کہ کافرون کے منہ وناک وآنکھون مین ریگ وکنکریان بھر گئین۔ اور وہ تلملاتے آنکھین ملتے ہوئے بھاگے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے حملہ کرکے ان کو قتل وگرفتار کیا اور بھاگے ہوئے قریش اپنے بڈھے سردارون کو کھوکر ذلیل وخوار مکہ مین یہ بکتے ہوئے پہونچے کہ سراقہ بن مالک نے ہم لوگون کو شکست دلوائی یہ خبر اصلی سراقہ بن مالک کو پہونچی تو وہ بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ واللہ مجھے تمھارے جانے کا حال بھی معلوم نہین ہوا یہان تک کہ جب تم شکست کھاکر آئے ہو تو تمھاری شکست کی خبر البتہ مجھے پہونچی ہے۔ پھر جب قریش والے اسلام لائے اور پردہ جہالت سے نکلے ہین تب ان کو یقین ہوا کہ سراقہ نہین تھا بلکہ ہم لوگ شیطان کے متبع تھے۔ یہ قصہ بہت تفصیل کے ساتھ کتب السیر مین مذکور ہے اور اصل قصہ مختصر جیساکہ تفسیر مین ذکر ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے اور صدق نبوت واسلام کیواسطے دلیل کامل ہے کیونکہ جوامر کھلم کھلا قرآن مجید مین اور مشہور احادیث مین آیا اسمین ذرا بھی شک نہین ہوسکتا ورنہ اہل عرب پہلے ویہودی ونصرانی وغیرہ تمام جہان کے لوگ باوجود عناد کے جھوٹ ہونے کا اشتہار دیدیتے اور کیونکر جھوٹ بات اسطرح مسلم ہوسکتی ہے پس مومنین کا سلف سے اسوقت تک اجماع ہے۔ ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد البتہ اسلام کے پردے مین انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے شر وفتنہ سے اہل اسلام کو محفوظ رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس کو یہ قدرت کہان سے حاصل ہوئی کہ بشر کی صورت بنجاوے اور جب بنا تو شیطان کیون کہلایا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ قدرت دیدی ہے اور ایسی قوت عطا فرمائی ہے جیسے ملائکہ کو بھی ایسی قوت وقدرت دیدی ہے کیا یہ نہین دیکھتے کہ موم کو اپنے ہاتھ سے مختلف صورتون پر بنالیتے ہو پس اگر اسمین جان وقوت خود ہوتی کہ مختلف شکلون پر ہوجاتا تو کچھ بعید نہوتا ایسا ہی یہان کچھ بھی استبعاد نہین ہے

فی العرائس قولہ تعالیٰ واذزین لہم الشیطان اعمالہم۔ انکے بُرے اعمال کو رچاکر ان کی نظر مین اچھے پیرایہ سے دکھلاتا ہے اور وے فریب مین پڑجاتے ومغرور ہوجاتے ہین بعض نے کہا کہ کافرون کی نظر مین جیسے اعمال قبیح کو رچاتا ہے ایسے ہی خفیہ فتنہ یہ ہے کہ اہل طاعت کی نظر مین ان کے طاعات رچاتا ہے کہ تم بڑے عابد و انکی عبادت کرنے والے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو ان پر توفیق واستطاعت وغیرہ کا سرتاسر انعام کیا اسکو نہین دیکھتے پس اپنے طاعات برباد کرتے ہین۔ استادؒ نے فرمایا کہ شیطان جب انسان کے واسطے اپنے وسوسہ سے کوئی امر زینت دیتا ہے اور نفس اسکو کوئی بات اپنے

فریب سے خوبصورت کر دکھلاتا ہے تو اہل غفلت کی نظر باطنی راہ صواب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہے پس یہ غافل آدمی بھی اسی شیطان کا ہمنشین ہو جاتا ہے اور سابق تقدیر و مکر قدیم ایسی راہ سے اسکو پہونچتا ہے کہ اپنے زعم و طاقت سے اسکو دفعیہ کی مجال نہین رہتی اور اگر اللہ تعالیٰ سے بروقت یاد کے ساتھ مدد چاہتا تو اُمید تھی کہ ہلاک نہ ہوتا مگر غفلت کی بلا نے اسکو حسب تقدیر یہان ڈالا پھر شیطان نہ اُس سے اپنا وعدہ وفا کرتا ہے اور نہ نفس اُس کی تمنا پوری کرتا ہے چنانچہ اہل کفر کا قصہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ عبرت حاصل کرین بقولہ فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریء منکم انی اری مالا ترون ۔ حاصل آنکہ ان کو غفلت مین ڈالکر اس میدان بدر مین ہلاک کیا ۔ اور غلبہ کا وعدہ وہ بیچارہ کیا پورا کر سکتا ۔ اور خود اُن سے بری ہو کر چلا گیا ۔ اسمین اشارت ہے کہ اہل ارادت کے حق مین شیطان کچھ اُمیدین و خیال باطل لاکر ورطۂ غفلت مین ڈالتا ہے تاکہ محبت دنیا و ہوس مین غافل ہو کر راہ قرب و مشاہدہ سے محجوب ہو جاوین اور کرامات و آیات کچھ نہ پاوین پھر اگر مرید پر رحمت الٰہی ہوئی اور اُس کی ارادت صادقہ ہے تو دشمن شیطان اُسکے پاؤن ہاتھ ملتا بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور مرید بدون شیطانی وسواس کے مشاہدۂ جمال مین سرفراز رہتا ہے اور اگر تقدیر مین شقاوت ہے تو امتحان مین شیطان کے براے نام عداوت ہے ۔ مرید خالص کے مقابلہ مین شیطان کا نفس سے یہی کلام ہے کہ مین عجائب مکاشفہ ملکوت دیکھکر خوف کرتا ہون کہ اسی مجاہدہ مین اسیر نہو جاؤن ۔ اور نیز اسمین اشارت سے ثبوت ہے کہ ولی کے نفس کو شیطان غرہ دلاتا ہے کہ شہوات کے ساتھ اسپر غالب آویگا پھر جب دیکھا کہ وہ اپنے پروردگار سے ہر دم استعانت مانگتا ہے اور انفاس محبت کے تیر ہر دم شیطان و نفس کو جلائے دیتے ہین تو خود چھوڑ بھاگتا اور نفس کو اُس کے پنجہ مین ضیق و مجاہدہ کے ساتھ مقید چھوڑ جاتا ہے واضح ہو کہ اس آیت مین حق تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ احکام و ملکوت جو اس عالم مین ظاہر ہوتے ہین ان مین سے جس قدر شیطان کو نظر آتے ہین آدمی ان کو نہین دیکھ سکتا ۔ اور بات یہ ہے کہ اُس نے اس عالم سے پہلے عجائب ملکوت دیکھے ہین اور مومنین کے انوار بھی اس کو اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے تاکہ حسرت و لعنت مین خوار ہو اور قولہ انی اخاف اللہ ۔ اس کے معنی یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفناک ہون اور یہ بات اس نے ایسے وقت کہی جب عذاب الٰہی آنکھون دیکھ لیا پس اسکو کچھ نافع نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ سوال تھا کہ شیطان جب اللہ تعالیٰ سے خائف ہوا تو یہ ایمان ہے پس شیخ نے جواب دیا کہ ایمان تو تصدیق بالغیب ہے اور آنکھون دیکھنے کے بعد ماننا کچھ ایمان نہین چنانچہ ہر کافر مرتے دم اسلام کی حقیقت دیکھ لیتا ہے مگر کچھ فائدہ نہین ہوتا اور یہی ایمان الباس کہلاتا ہے پس ایسے ہی شیطان نے عذاب دیکھکر یہ اقرار کیا تو کیا فائدہ ہے پھر لکھا کہ اگر شیطان مین خوف الٰہی کا تحقق ہوتا یعنی خوف کافی ہوتا تو ایک دم بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ گناہون کا چھوڑنا کئی طرح پر ہوتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے حیا کر کے چھوڑا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے لوث سے دامن پاک رکھا اور از انجملہ یہ ہے کہ خوف عذاب سے چھوڑا جیسے شیطان نے بخوف ہلاک اس مقام پر کفار کا ساتھ چھوڑا پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت حق سبحانہ تعالےٰ پر توکل چھوڑنے والون اور اپنی قوت و اسباب ظاہری پر اعتماد رکھنے والون کا حال فرمایا بقولہ ۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ

جب کہنے لگے منافق لوگ اور جن کے دلون مین آزار ہے یہ لوگ مغرور ہین اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسا کرے

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○

اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ یہان سے ابتدائے کلام ہے منافقین سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام ظاہر کرتے اور کفر دل مین رکھتے تھے۔ اور یہ اہل مدینہ مین سے بعض لوگ تھے اور معنی یہ کہ یاد کر جسوقت کہ کہتے تھے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض تھا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ مغرور کیا ہے ان مسلمانون کو اُن کے دین نے مرض سے یا تو مرض شرک مراد ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یا مرض نفاق مراد ہے پس عطف تفسیری ہوگا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ جب بدر کے روز لشکر اسلام و لشکر کفر باہم نزدیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکون کی آنکھون مین مسلمانون کو قلیل دکھلایا اور اس کے برعکس بھی مسلمانون کی آنکھون مین مشرکون کو قلیل دکھلایا۔ تو بعض مشرکون نے کہا کہ ان لوگون کو ان کے دین نے غرہ مین ڈالا ہے کیونکہ انکی نظر مین بہت قلیل کچھ دیکھکر شک نہین کرتے تھے کہ عنقریب سب یہ لوگ شکست کھاکر خوار ہون گے۔ ابن جریج نے کہا کہ ایسا کہنے والے مکہ کے بعض منافق تھے جنھون نے زبان سے کلمہ پڑھا تھا اور بدر کے روز مشرکین کے ساتھ آئے تھے جب مسلمانون کی قلت دیکھی تو کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان کو مغرور کیا ہے ایسا ہی عامر شعبی و مجاہد رح و معمر و محمد ابن اسحٰق رح سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کے جواب مین فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اے من یثق بہ یغلب۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہی غالب ہوتا ہے جزائے شرط محذوف ہے بقرینہ قولہ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یہ جملہ جزائے محذوف کی تعلیل ہے یعنی وہی غالب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کے نافذ کرنے مین غالب ہے کوئی چیز اسکو مانع نہین ہوسکتی اور اپنے کام مین حکمت والا ہے پس جو اسپر توکل کرے وہ مستحق نصرت ہے اور جو نافرمانی کرے وہ لائق عذاب و خواری ہے اسمین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کا حکم ہو بندہ اُسمین اپنی رائے نہ لگائے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرکے اُسکی تعمیل مین مشغول ہوجائے جب اللہ تعالیٰ نے ان کافرون کا حال حیات بیان فرمایا تو موت کے بعد جو عذاب اُن کو پہونچیگا اُس کی تشریح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت جان لیتے ہین کافرون کے فرشتے مارتے ہین اُن کے منھ پر اور پیچھے

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ○ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

چکھو عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اُسی کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھون اور اسواسطے کہ اللہ ظلم نہین کرتا

لِّلْعَبِيْدِ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

بندون پر جیسے دستور فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی باتون سے سو پکڑا اُن کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا

اللہ نے اُن کے گناہون پر اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا یہ اسپر کہا کہ اللہ بدلنے والا نہین

نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ كَدَاْبِ

نعمت کا جو دی تھی ایک قوم کو جبتک کہ وہ نہ بدلین اپنے جیون کی بات اور اللہ سنتا ہے جانتا جیسے دستور

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ

فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر کھپا دیا ہم نے اُنکو اُن کے گناہوں پر اور

اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝

ڈبا دیا فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے۔

وَلَوْ تَرٰٓى - اے ولو رأیت کیونکہ حرف لو مضارع پر داخل ہوتا ہے تو حرف ان کے برعکس اسکو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اے ولو رأیت یا محمد - اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ حرف اذ ظرف ہے فعل تری کا اور اسکا مفعول محذوف ہے اور یتوفی بیار تحتیہ جمہور کی قرأۃ ہے اور ملائکہ اس کا فاعل ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأۃ ابن عامر کہ تتوفی بتار فوقانیہ پڑھا ہے اور یہ حال واقعہ بدر کا ہے یعنی ولو رأیت یا محمد الکفرۃ او حالھم ببدر اذ کانت الملائکۃ تتوفی الکفرۃ - يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ یہ جملہ الذین کفروا سے حال ہے اور وجوہ سے مراد چہرے اور ادبار سے مراد مقاعد ہیں بطریق کنایہ جیسا کہ سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہے - یا پشت مراد ہیں اور بیضاوی رح نے کہا کہ شاید یہ ضرب کی تعمیم ہے یعنی عموماً مارتے تھے - خواہ اگلا جسم ہو یا پچھلا - اور بعض نے کہا کہ جب مشرکین مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑتے تو ملائکہ نے اُن کے وجوہ یعنی چہروں کو مارا اور جب پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اُن کے پیچھے سے مارا - وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ یہ جملہ یضربون پر بتقدیر قول عطف ہے اے یقولون ذوقوا الخ - اور یہ بطریق تہکم کے عذاب آخرت کے کافروں کو بشارت تھی اور بعض نے کہا کہ اُن کے پاس آگ کے گُرز تھے کہ جب مارتے تھے تو آگ کی لپٹ اُٹھتی تھی اور جواب لو محذوف ہے تاکہ امر ہولناک پر دلالت کرے - والحاصل لو عاینت یا محمد حال توفی الملائکۃ ارواح الکفار حین یضربون وجوھھم وادبارھم ویقولون لھم ذوقوا عذاب الحریق لرأیت امراً ہائلاً فظیعاً - یعنی اگر معائنہ کرتا تو اے محمد ملائکہ کے کافروں کی روحوں کو وفات دینے کا حال جبکہ ملائکہ اُن کے چہروں اور مقعدوں کو مارتے اور یہ کہتے تھے کہ جلانیوالا عذاب چکھو تو البتہ تو ایک بڑا ہولناک بہت خراب حال دیکھتا - اگر کہا جائے کہ بدر میں کافروں کے مارے جانے کے وقت آنحضرت صلعم وہیں موجود تھے تو جواب یہ ہے کہ جو امر آدمی کی نظر سے پوشیدہ کیا گیا ہے وہ آدمی کو نظر نہیں آتا اگرچہ وہاں حاضر ہو اور حالت وفات بھی انھیں امور مخفیہ میں سے ہے - قال الحافظ ابن کثیر رح یہ سیاق اگرچہ بدر کے روز کافروں کی روح نکالے جانے کے حال میں ہے لیکن یہی حال ہر کافر کا ہر وقت میں ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل بدر سے مخصوص نہیں کیا اور سورۂ انعام میں قولہ تعالیٰ ولو تری اذ المجرمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الآیۃ - پہلے گذر چکا ہے حدیث براء بن عازب میں بھی آیا ہے کہ کافر کی موت کے وقت ہیبتناک صورت میں ملائکہ آکر اُس کی روح سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس خبیثہ سموم و حمیم و عذاب النار کی طرف یعنی غضب الٰہی اور عذاب دائمی کی بشارت اُسکو سناتے ہیں اور وہ نہایت خوفناک ہو کر بدن میں چھپتی پھرتی ہے چنانچہ پوری حدیث سابق میں گذر چکی فتذکر - ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ اے ذلک التعذیب بسبب ما قدمت ایدیکم - یہ عذاب پاتا بسبب ان کاموں کے ہے جن کو تمہارے ہاتھوں نے بھیج رکھا ہے اور مراد یہ کہ تم نے وہ بداعمالیاں کیں خواہ ہاتھ سے یا زبان وغیرہ سے لیکن فقط ہاتھوں سے اُسکی تعبیر اسلیے ہے کہ اکثر کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں یعنی یہ عذاب تمہارے کفر و شرک کا بدلا ہے - وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ - ظلام صیغہ مبالغہ ہے اور لفظ عبید کے لحاظ سے جو جمع عبد ہے صیغہ مبالغہ بمعنی تکثیر آیا یعنی جس کثرت سے بندہ ہیں۔

اُن کے لحاظ سے ظلم کی کثرت ہوتی اگر ظالم ہوتا لہذا اُس کی نفی کی تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین سے کسی کے واسطے ظالم نہین ہے پس اب یہ وہم وارد نہین ہوتا کہ ظلام صیغہ مبالغہ کی نفی سے بلا مبالغہ یعنی ظالم کی نفی لازم نہین آئی حالانکہ اللہ تعالیٰ ظالم بھی نہین ہے اور بعض نے کہا کہ ظلام صیغہ نسبت ہے یعنی ذی ظلم پس معنی یہ ہوئے کہ ظلم والا نہین ہے پس وہم مذکور رفع ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ وہم مذکور اس بنا پر ہے کہ ظالم و ظلام مین بحسب معنی تفاوت ہے اور صفات آلٰہی مین نقص و تغیر نہین وہ بحد کمال قدیم و بے زوال ہین پس وہان نفی صفت بہ صیغہ مبالغہ و غیر مبالغہ واحد ہے لہذا ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی ظاہر لہذا وہم ہی بر بنائے فاسد ہے فافہم (خواہ کہو کہ ظالم نہین یا ظلام نہین سب برابر ہے۱۲)
كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ اے داب ہولا، کداب آل فرعون۔ داب لغت مین کسی کام پر ہمیشگی کرنے کو کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ فلان داب فی کذا اے دادم علیہ یعنی اس کام پر اُس نے مداومت کر لی ہے پھر عادت کو داب اسواسطے کہنے لگے کہ انسان اکثر اپنی عادت پر جما رہتا ہے پس معنی یہ کہ عادت ان لوگون کی رسول کو جھٹلانے اور شرک پر ہٹ کرنے مین مانند ہے عادت آل فرعون یعنی فرعون و اُسکے تابعین کے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور عادت اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے تھے۔ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ کفر کیا اُنھون نے آیات آلٰہی سے یعنی اپنے کفر پر جمے رہے۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس گرفتار کر لیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے عذاب مین بسبب اُن کے گناہون کے یعنی بسبب اُن گناہون کے جو اُن کے کفر پر مترتب ہوئے جیسے ان مشرکین قریش کو عذاب و زبدر مین پکڑا اگرچہ ابھی تک بالکل نیست کرنے کے عذاب مین ماخوذ نہین ہوئے بلکہ بطریق عبرت عذاب دیا گیا ہے اور آئندہ اگر راہ پر نہ آئے تو فرعونیون کی طرح نیستی کے عذاب مین ماخوذ ہون گے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اللہ تعالیٰ قوی ہے یعنی جو چاہے وہ کرے اور سخت عذاب دینے والا ہے پس کافرون کو چاہیئے کہ اپنے خالق منعم کی عبادت اور فرمانبرداری سے غافل نہون کیونکہ شرک و کفر سب سے بڑا کفران نعمت ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ اے ذلک التعذیب بسبب ان اللہ۔ کافرون کو یہ عذاب دیا جانا بسبب اسکے ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ نہین بدلتا کسی نعمت کو جو کسی قوم پر انعام فرمائے یعنی اُس نعمت کو عذاب سے نہین بدلتا حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یہان تک کہ وہی لوگ بدل ڈالین وہ چیز جو اُن کے نفس مین ہے یعنی نعمت کو شکر کے عوض کفر سے بدل ڈالین جیسے کفار مکہ کو بھوک سے سیری اور خوف سے امن دیا تھا کما قال تعالیٰ اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف اور آنحضرت صلعم کو اُنکی طرف بھیجا اور اخلاق حمیدہ و عدل و ایمان پسندیدہ اُنکو دینا چاہا اور یہ بہت بڑی نعمت تھی مگر اُنھون نے بجائے شکر کے اُس سے کفر کیا بلکہ راہ آلٰہی سے لوگون کو روکا اور مومنون کو اذیت دی اور اُن سے قتال کیا اور آیات آلٰہی کو جھوٹھلایا اور اُن کو ٹھٹھے مین اُڑایا اور پروردگار تعالیٰ سے منھ موڑ کر افعال ذمیمہ پر ہٹ کی اور بتون کے آگے سر جھکایا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی زبانی باتون کو سننے والا اور اُنکے فعلون کا جاننے والا ہے پس اُنھین کی حرکتون پر اُن کو سزا دی۔ اگر کہا جائے کہ قولہ ذلک بان اللہ لم یک الخ ایک سبب عدمی ہے اور وہ ہر حال مین صادق ہے اگرچہ وے لوگ تغییر نہ دین پس موجب عذاب نہ ہوگا تو بیضاوی رح نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُن پر انعام کیا اُس کا تغییر نہ کرنا سبب نہین ہے بلکہ عرف مین جو اُس سے مراد ہوتا ہے وہ مقصود ہے یعنی عادت آلٰہی اسطرح جاری ہے کہ بندے جب اپنے حال کو متغیر کرین تو اللہ تعالیٰ انعام کو متغیر فرماتا ہے لم یک اصل مین لم یکن تھا بطریق تخفیف کے نون حذف ہوا کیونکہ وہ مشابہ بحروف لینہ ہے۔
كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان مشرکون کی عادت مشابہ ہے عادت آل فرعون

اور اُن سے اگلون کے کہ اُنھون نے اپنے پروردگار کی آیات کو جھوٹھلایا یعنی اپنے نفس کے احوال کو شکر سے کفر کی طرف بدل دیا فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس اُن کے گناہون کے عوض ہم نے اُن کو ہلاک کیا چنانچہ بعض قوم کا طبقہ لوٹ دیا اور بعض کو طوفان سے ڈبویا اور بعض کو ہوا سے تباہ کیا اور بعض کی صورتین مٹادین اور بندر و سور بناوین۔ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور فرعون اور اُس کے تابعین کو پانی مین غرق کر کے جہنم کی آگ مین پہونچایا ایسے ہی کفار قریش سے نعمت چھین کر انصار مدینہ کو عطا فرمائی اور انہین چند ضعیف کے ہاتھون زبردست مغرور قوم قریش کو عذاب بدر چکھایا۔ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اے وکل من الامم المذکورۃ کانوا ظالمین علی انفسہم بالضلال والاضلال ولم یظلمہم ربہم الکبیر المتعال۔ یعنی جن اُمتون کا ذکر ہوا ہر ایک اپنی جانون پر خود ظلم کرنیوالے تھے کہ آپ گمراہ ہوتے اور دوسرون کو بہکاتے اور روکتے تھے ورنہ اُن کے پروردگار تعالیٰ شانہ نے اُن پر کچھ ظلم نہین کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ اے بندو مین نے ظلم کرنا اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمھارے درمیان بھی حرام کردیا پس تم آپس مین کچھ ظلم مت کرو اے بندو یہ تو تمھارے ہی اعمال ہین کہ تمھارے ہی واسطے مین اُن کو احصار کرتا ہون پس جو کوئی بھلائی پاوے اُسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور جس کو برائی پہونچے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے یعنی یہ اُس کی بد اعمالیون کا نتیجہ ہو والحدیث فی صحیح مسلم ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ الخ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مقام امتحان سے خبر دی کہ اُن کو بلند مقام دکھلائے اور بعض تک پہونچایا مگر حقائق سے آگاہ نہ فرمایا اور نہ اُن کو شکر کی توفیق دی بلکہ تھوڑی مدت اس حال مین اُنکو چھوڑ کر پھر بطریق استدراج کے تھوڑا تھوڑا اُن کو محجوب و محروم کیا پس نفس کے دھوکے مین مغرور رہے مغرور رہ گئے اور یہ اُن لوگون کا حال ہے جو مشیت ازلی کے موافق درجہ معرفت سے محروم قرار پاتے ہین جیسے بلعم باعور و برصیصا و ابلیس وغیرہ اور رہے وہ بندے جو ازل مین انوار ولایت سے محض فضل کے ساتھ مخصوص ہو چکے ہین وہ ظاہری ذمائم اخلاق سے چندے ملتبس ہوتے ہین اور آخر مین عنایت ایزدی اُن کی دستگیری کر کے مقام ہدایت پر لاتی ہے جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جبتک بندہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کو پہچانتا اور اُسکا شکر ادا کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی نعمت الگ نہین فرماتا یہانتک کہ جب نعمت کو نہین پہچانتا اور اُسپر شکر نہین کرتا ہو تو سوقت اس لائق ہو جاتا ہو کہ اُس سے نعمت جدا کردیجائے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل شرک مین بدتر قوم کا حال و حکم بیان فرمایا بقولہ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ

بدتر سب جانداردن مین　اللہ کے یہان　وہ ہین　جو منکر ہوئے　پھر وہ نہین مانتے　جنسے تونے اقرار لیا ہے

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

اون مین　پھر وہ　توڑتے ہین　اپنا اقرار　ہر بار　اور　ڈر نہین رکھتے　سو اگر کبھی تو پاوے اُنکو

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ

لڑائی مین　تو ایسی سزا دے کہ دیکھکر بھاگین اُنکے پچھلے　شاید وہ عبرت پکڑین　اور اگر تجھکو ڈر ہو　ایک قوم کی

خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ع

دغا کا　تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر　اللہ کو خوش نہین آتے　دغا باز

ع ۲

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دواب جمع دابہ یعنی وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہو انسان بھی اسمین شامل ہو۔ وکفروا
بمعنی اصروا علی الکفر یعنی دواب مین سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہین جو کفر پر اڑے ہین ۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ
پس وہ ایمان نہ لاوینگے یعنی اُن سے ایمان کی توقع نہ کیجائے۔ قال البیضاوی رح شاید یہ ایک قوم خاص کا بیان حال ہے جو کفر
کی جبلت پر مخلوق ہوئے ہین پس وہ ایمان نہ لاوینگے۔ فاء واسطے عطف کے ہو اور اس تنبیہ کے ہے کہ معطوف علیہ کا تحقق مستدعی تحقق معطوف
ہے یعنی ایمان نہ لانے پر وہ شر الدواب ہونگے۔ وقال ابو السعود۔ یہ فاء تفریع ہو یعنی کفر اُن مین راسخ اور مطبوع اسطرح ہو کہ کوئی چیز
اُن کو اس سے نہین پھیر سکتی پس بطور جملہ معترضہ کے یہ حکم فرمایا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور کفروا پر عطف نہین ہو کہ صلہ مین داخل ہو جاوے
جسمین بالفعل کوئی حکم نہین ہو۔ ان لوگون کو شر الناس نہین بلکہ شر الدواب قرار دینے مین اشارہ ہو کہ جنس انسانیت سے نکل کر
جانورون کی طبیعت مین داخل ہو کر اُن سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ باوجود عقل کے متبع شہوات ہوئے بخلاف بے عقل جانورون کے۔ پھر
الذین سابق سے جملہ بدل فرمایا بقولہ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ یعنی وہ لوگ جن سے تونے اے محمد صلعم عہد باندھا تھا
قولہ منہم مین من صلہ ہو تو یہ کل لوگ مراد ہونگے یا تبعیضیہ کہ اُن کے سرگروہ مراد ہین۔ اور آثار مین مروی ہو کہ یہ آیت یہود قریظہ کے حق
مین نازل ہوئی جنسے آنحضرت صلعم نے معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے مقابلہ مین مشرکین کی مدد نکرین مگر اُنھون نے بدر کے روز ہتھیار سے
مشرکون کی مدد کی پھر کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے پھر غزوہ خندق مین دوبارہ عہد توڑا اور مشرکین کی مدد کی بلکہ کعب بن الاشرف نے مکہ
جاکر قریش سے قسم کے ساتھ عہد باندھا اور اُنکی خاطر سے اُن کے بتون کو سجدہ کیا اور گواہی دی کہ مسلمانون کی نسبت تم راہ راست
پر ہو بالجملہ مگر اُنھون نے عہد شکنی کی چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ پھر دے اپنے عہد کو
معاہدہ کی بارلیون مین سے ہر بار توڑتے ہین۔ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۔ اور وے کچھ بھی تقوی نہین رکھتے یعنی غدر کرنے مین قتل
سے نہین ڈرتے یا اُن کو یہ خوف نہین کہ اللہ تعالیٰ انپر مومنون کو فتح و نصرت عطا فرماویگا۔ قال الخطیب رح ان یہود کو شر الدواب اسواسطے
فرمایا کہ انسان مین کافر بدتر ہین اور کافرون مین سے اصرار و ہٹ کرنیوالے بدتر ہین اور اصرار والون مین سے عہد توڑنے والے بدتر
ہین پھر ان لوگون کے حق مین حکم دیا بقولہ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ اما اصل مین ان ما
ہے پس ان شرطیہ کا نون ما زائدہ مین ادغام ہو اور تثقفنہم اے تجدن ہو لا یعنی تو اُن کو پا جاوے اور اُن پر مظفر و منصور ہو فی الحرب
یعنی لڑائی مین۔ تشرید بمعنی تفریق باضطراب یعنی مضطرب کرکے متفرق و پارہ پارہ کرنا وقولہ من خلفہم اے المحاربین الذین یکونون خلفہم یعنی
ایسے لڑنے والے جو ان لوگون کے بعد پائے جاوین۔ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ فشرد بہم من خلفہم اے نکل بہم من خلفہم یعنی اُن کے
ساتھ تنکیل و عقوبت کر ان لوگون کو جو اُن کے بعد ہونے والے ہون اور یہی حسن بصری و سدی و ضحاک رح وغیرہم سے مروی ہے ومعنی
آیت یہ کہ اگر تو لڑائی مین ان لوگون پر ظفر و قابو پاوے تو ان کو قتل و عذاب کرنے مین ایسی سختی کر تا کہ ان کے سوا دیگر عرب وغیرہ کو عبرت
و خوف ہو کہ پھر کوئی اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر اسطرح عہد شکنی و غدر نکرے اور اُن کا حال اورون کے لئے عبرت ہو جاوے۔ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ لعلہم مین ضمیر جمع راجع بجانب من بحسب المعنی ہو اے لعل الذین خلفہم یتعظون بہم۔ تاکہ انسے پیچھے والے ان کے حال سے
نصیحت پکڑین۔ قال السدی رح تاکہ پچھلے لوگ ڈرین کہ اگر ہم عہد شکنی کرینگے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاویگا۔ قال ابن عطیہ رح
پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً ان لوگون کا حکم جن کی طرف سے ظہور علامات کی وجہ سے عہد مین خیانت کا خوف پایا جاوے بیان فرمایا بقولہ

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر تجکو خوف ہو کسی قوم سے جس نے تجھسے معاہدہ کیا ہو اس امر کا کہ وے عہد مین خیانت کرنا چاہتے ہین یعنی ایسے آثار و علامات پائے جاوین جنسے اُن کی طرف سے عہد شکنی کا خوف ہو۔ فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ تو پھینک مار اُنکے عہد کو اُن کی طرف بحال سوارؔ۔ نبذ پھینک دینا اور یہان مجازاً آگاہ کرنا مراد ہو کہ اب اُن کے واسطے کوئی عہد نہین ہو پس اُن کے عہد کو ایسی چیز سے مشبہ کیا جو بے رغبتی کی وجہ سے پھینک دیجاتی ہے پھر بطریق استعارہ تخئیلیہ کے اسکے واسطے پھینکنا لازم کیا اور اس کا مفعول محذوف ہو یعنی فانبذ عہدہم الیہم۔ اور قولہ علی سواء حال ہو و سواء بمعنی عدل و کبھی بمعنی وسط ہوتا ہو پس قولہ علی سواء اے مستویا انت وہم فی العلم بنقض العہد بان تعلمہم بہ لئلا یتہموک بالغدر۔ حاصل آنکہ اُن کا عہد اُن کی طرف پھینک دے اس حال سے کہ عہد ٹوٹنے مین تیرا اور اُن کا علم مساوی ہو باین طور کہ تو اُن کو عہد توڑنے سے آگاہ کر دے تاکہ تجکو غدر کے ساتھ تہمت نہ لگاوین اور بعض نے کہا کہ علی سواء کے یہ معنی کہ ادنی و اعلی سب برابر جان جاوین تاکہ کسی کو تہمت غدر کا موقع نہ ملے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ یہ جملہ نبذ عہد علی سواء کے تعلیل ہو یعنی حکم سابق اسوجہ سے کہ اللہ تعالی خیانت کرنے والون کو مطلقاً دوست نہین رکھتا پس عہد مین خیانت و غدر کرنیوالون کو بھی عذاب فرما دے گا۔ امام احمدؒ نے سلیم بن عامر سے روایت کی کہ امیر معاویہؓ ملک روم مین جاتے اور اُن سے و رومیون سے ایک مدت کے واسطے معاہدہ تھا پھر جب مدت گزرنے کو آئی تو چاہا کہ اُن سے نزدیک ہو رہین تاکہ مدت گزرتے ہی اُن پر حملہ آور ہون کہ ناگاہ گھوڑے پر ایک شخص سوار یون کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا کرو غدر نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس سے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو وہ نہ اُس کی گرہ کھولے نہ باندھے یہانتک کہ مدت گزر جاوے یا علی سواء نبذ عہد کرے پس یہ خبر معاویہؓ کو پہنچی تو وہ لوٹ آئے اور دیکھا تو یہ سوار حضرت عمرو بن عبسہؓ تھے وقد رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ سلمان فارسیؓ سے روایت ہو کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ ایک قلعہ تک پہونچے پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو مین ان لوگون کو اسی طرح بلاؤن جیسے مین نے رسول اللہ صلعم کو دعوت فرماتے دیکھا ہے پھر قلعہ کے نیچے جا کر مجوس سے فرمایا کہ مین تمہین مین کا ایک شخص ہون کہ مجھکو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت دی پس اگر تم اسلام لاؤ تو جو ہمارے واسطے ہو وہی تمہارے لیے اور جو ہم پر ہو وہی تم پر ہوگا اور اگر اس سے انکار کرتے ہو تو ذلت کے ساتھ جزیہ دو یعنی معاہدہ کر لو اور اگر تم انکار کرو تو ہم تمہارا عہد تمہاری طرف پھینک دینگے یعنی تم کو آگاہ کر دینگے اور اچانک غدر و خیانت نہ کرین گے کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنیوالون سے راضی نہین ہے۔ پس تین روز تک یہی کیا پھر چوتھے روز صبح کو لشکر اسلام سوار ہوا اور اللہ تعالی کی مدد سے وہ شہر فتح کر لیا۔ رواہ احمد۔ امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہو کہ جو قوم عہد شکنی کرے اُس کو بُری طرح قتل کرنے کا حکم دیا اور جس کی طرف سے عہد شکنی کا گمان ہو اُس کو اچھی طرح آگاہ کر دے کہ آج سے تمہارا کچھ عہد ہمارے پاس نہین ہے اہل علم نے فرمایا کہ امام المسلمین نے جن مشرکون سے عہد باندھا ہے اگر کسی کی طرف سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہون تو دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہونا احتمالی ہوگا یا قطعی ہوگا پس اگر احتمال ہو تو عہد توڑنے سے اُن کو آگاہ کر دینا واجب ہو چنانچہ قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم اعانت مشرکین کا عہد کیا پھر مشرکون کی درخواست مدد کو منظور کیا جس سے آنحضرت صلعم کو اُن کی طرف سے غدر کا خوف ہوا پس ایسی صورت مین نبذ علی السواء واجب ہو۔ اور اگر نقض عہد بطور قطعی ظاہر ہو تو نبذ عہد کی حاجت نہین چنانچہ مشرکین مکہ نے خزاعہ کے قتل کرنے مین بنو بکر کی مدد کی حالانکہ بنو خزاعہ آنحضرت صلعم کے ذمی تھے پس آپ نے

ؔ یکسان برابر آگاہ کر دے ۱۲

نبذ عہد نہین کیا بلکہ لشکر لیکر مکہ پر چڑھائی کی انتہی ملخصا پھر جب اللہ تعالی نے عہد توڑنے والون کا حال وحکم اور جن کی طرف سے آثار عہد شکنی ظاہر ہون اُن کا حکم بیان فرما دیا تو اُس کے بعد روز بدر وغیرہ سے چھوٹ بھاگنے والے کافرون کا حال جو رسول اللہ صلعم کی ایذا دہی مین بڑھ چلے تھے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ○ وَأَعِدُّوا لَهُم

اور یہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ تھکا نہ سکین گے اور سرانجام کرو اُنکی لڑائی کیلئے

مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو پیدا کرسکو زور اور گھوڑے پالنے کہ اُس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنون پر اور تمھارے دشمنون پر

وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي

اور ایک اور لوگون پر سوائے اُن کے جن کو تم نہین جانتے اللہ اُن کو جانتا ہے اور جو خرچ کروگے

سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○

اللہ کی راہ مین پورا ملے گا تم کو اور تمھارا حق نہ رہے گا

مفسر رح نے اختیار کیا کہ نزول آیت ان لوگون کے حق مین ہی جو جنگ بدر مین بھاگ بچے تھے یعنی باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ایذا مین رہے پھر بچ گئے تو اس آیت سے تسلی دیدی کہ بچ نہین سکتے اور ان کافرون کو بھی تنبیہ ہی۔ اور بیضاوی رح نے اس کو کلام سابق سے مرتبط تصور کیا چنانچہ کہا کہ کلام سابق مین عہد توڑنے کا اعلام کرنے و دشمن کو ہوشیار کرنے مین جو تحذر رہی شاید اُس کے دفع کرنے کیلئے اسکا نزول ہوا بدین معنی کہ کافر خواہ غافل ہون یا بیدار ہو جاوین وہ ہرحال قبضۂ قدرت مین مقہور ہین مشیّت الٰہی جاری ہونے سے کچھ بھی مانع نہین ہوسکتے چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا یعنی لے محمد صلعم تو مت خیال کر کافرون کو کہ سبقت کر گئے[1] یعنی چھوٹ بچے پس اب ہم کو اُن پر قدرت نہین ہی بلکہ ہرحال مین وہ ہمارے قبضۂ قدرت مین ہین۔ بمانند قولہ تعالی ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون۔ یعنی بدکار لوگ کیا یہ گمان باندھتے ہین کہ ہم سے سبقت لے گئے یعنی ہماری گرفت سے بچ رہے یہ ہرگز نہین ہی وے بہت بُرا حکم لگاتے ہین یعنی بُرا گمان وخیال باندھتے ہین۔ یہ تفسیر بنابر آنکہ تحسبن بصیغۂ خطاب بتاء فوقیہ ہو جیسا کہ جمہور کی قرأۃ ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کامل الایمان رسولون کے سردار تمام مخلوق سے افضل اور سب سے زیادہ اللہ تعالی کی صفات کے عارف تھے پھر آپ کیونکر یہ گمان کرتے تو جواب یہ ہی کہ خطاب آنحضرت صلعم کو در حقیقت انھین کافرون کو تنبیہ ہی کہ تم یہ گمان مت کرو بلکہ ایمان لاؤ اور نیک کام کرو ورنہ قبضۂ قدرت مین جسوقت مشیّت ہوگی گرفتار ہو کر عذاب پاؤگے چنانچہ قرأۃ ابن عامر وحمزہ وحفص کی بیاء تحتیہ لے لایحسبن الذین کفروا۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ مانند ابو حاتم لغوی وغیرہ ایک جماعت علماء نحو نے زعم کیا کہ لایحسبن بالیاء پڑھنا لحن ناجائز ہی ولیکن موافق قول شیخ نحاس رح وغیرہ کے یہ زعم باطل ہی کیونکہ الذین اس کا فاعل نہین بلکہ فاعل ضمیر ہے جو من خلفهم کی طرف بحسب اللفظ راجع ہی پس لایحسبن کے دونون مفعول موجود ہین لے لایحسبن من خلفهم الذین کفروا سبقوا۔ اگرچہ قرأۃ بالتاء الفوقیہ زیادہ ظاہر ہے اور خفاجی رح نے لکھا کہ زمخشری نے قرأۃ بالیاء التحتیہ کو ضعیف قرار دیا اور دو وجہ سے رد کیا گیا اول آنکہ یہ قرأت سبعہ مین سے ہے اور دوم آنکہ تقدیر کلام یہ کہ لایحسبن ہو۔ یا۔ لایحسبن قبیل المؤمنین

[1] لے یعنی پیچھے پکڑے جانے مین کامیاب نہ ہوئے

اوالرسول او حاسب او واحد- او من خلفھم- اور بعض نے کہا کہ فاعل اُسکا الذین کفروا ہے۔ اور مفعول اول بقرینہ محذوف ہے۔ ای انفسہن
الذین کفروا انفسھم سابقین مُترجم کہتا ہو کہ یہ تقدیر اظہر ہے اگرچہ بعض نحوی اپنے قواعد کی لکیر پیٹنے والے اس مین تامل کرین اور
بعض نے کہا کہ ایقاع فعل جملہ قولہ اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ پر ہے اور ظاہر یہ ہو کہ بنا بر قراۃ انھم بالفتح کے بتقدیر لانھم تعلیل
ماسبق ہو یعنی اہل کفر اپنے آپ کو سبقت کرنیوالا نہ خیال کرین اسواسطے کہ وے عاجز نہین کرسکتے اُس شخص کو جو اُن سے انتقام
لینا چاہے یا وے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہین کرسکتے اور بر تقدیر انھم بالکسر کے بھی یہی معنی ہین غیر از ینکہ تعلیل بطریق جملہ مستانفہ ہے قال
البیضاوی رح شاید اس آیت سے اس امر کا ازالہ کردیا کہ مومنین وغیرہ حکم سابق مین یہ وہم کرتے کہ بدعہدی و خیانت کے آثار جن لوگون
سے ظاہر ہون اُنکو نبذ عہد سے بیدار و ہوشیار کرنے مین انکو قوی کردینا ہوگا پس وقت لازم آوے گی۔ حاصل اُنکو تم بدعہدی
کے اتہام کو اپنے سر مت لو اور کافر خواہ بیدار ہون یا غافل ہون وہ کسی حال مین عاجز نہین کرسکتے بلکہ جو حکم تقدیر الٰہی اُنپر جاری ہوا ہے
کہ ذلیل ہو کر جزیہ دینگے یا اسلام لا وینگے وہ بہرحال اُنپر تمام ہوگا اور ظاہری اُمور تو تکالیف امتحانی ہین ورنہ تمام مخلوق قبضہ قدرت مین مسخر
و مقہور ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ برابر چار و ناچار ان پر جاری ہوتا ہے اور مفسر جلال وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ آیت ان لوگون
کے حق مین ہے جو واقعہ بدر مین کافرون مین سے بھاگ بچے تھے یعنی وہ لوگ اگرچہ اس واقعہ مین چھوٹ بچے لیکن تقدیر الٰہی انتقام
سے اپنے کو رستگار نہ شمار کرین بلکہ جو مشیت الٰہی ہے اُنپر واقع ہوگی پس دنیا مین قتل یا خوار ہونگے اور عذاب آخرت مین گرفتار
ہونگے اگر کفر ہی پر مرے۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی ہے کہ آپکے دشمن اور اللہ تعالیٰ سے کافر لوگ ضرور کفر کا کیفر پاوینگے
اور واقعہ بدر سے اُن کا چھٹکارا مشیت ہوا اور وے عاجز کرنیوالے نہین ہین پھر واضح ہو کہ نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے
ہے لیکن بندہ اپنے امکان بھر کوشش کرنے مین مامور ہے تاکہ ان اعمال کا ثواب ملے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کافر مومن
ہوجاوین یا سب کے سب ہلاک ہوجاوین اور یہان اسرار ہین جن کے زبان پر لانے کی علماء راسخین کو اجازت نہین پھر مترجم وغیرہ کس شمار
مین ہے بالجملہ بنظر انتظام ظاہر مومنون کو سامان حرب مہیا کرنے کا حکم دیا بقولہ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ اعداد کسی چیز کو حاجت
کے وقت کے لیے جمع کرنا اور ضمیر لھم بنظر سیاق کے عہد توڑنے والون کی طرف ہو یعنی عہد توڑنے والون کے لئے مہیا رکھو
مَّا اسْتَطَعْتُمْ جس کی تم کو استطاعت حاصل ہو۔ یا ضمیر مطلقاً کافرون کے لیے ہو اور یہی ارجح ہو بحسب المعنی و کلام مابعد کے
یعنی کافرون پر جہاد کیلئے مہیا رکھو جو تمھین استطاعت ہو مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ یہ ما موصولہ کا بیان ہو یعنی قوت
اور رباط الخیل سے۔ قوت ہر وہ چیز جس سے لڑائی مین تقویت ہو اسمین جملہ ہتھیار اور اُن کے استعمال مین لانے کے طریقے بھی داخل
ہین عقبہ بن عامر رض سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم نے منبر پر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ قوت تو تیر اندازی ہو اسکو تین مرتبہ فرمایا۔ کما فی الصحیحین
بعض نے کہا کہ قوت قلعہ و گڑھی ہین۔ ابن عباس رض سے ہے کہ وہ تیر اندازی و تلوار و ہتھیار ہین۔ عکرمہ و مجاہد سے ہو کہ قوت نر
گھوڑے ہین جیسے رباط الخیل مادیان ہین۔ ارجح یہ ہو کہ جہاد مین جن چیزون سے تقویت حاصل ہو وہ سب اس حکم مین داخل ہین
اور آنحضرت صلعم نے جو تیر اندازی سے تفسیر فرمائی تو اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس کے سوائے اور چیزین نہ ہون بلکہ مراد آنحضرت
صلعم کے کلام سے یہ ہو کہ اُسوقت کے مناسب یہ امر بہ نسبت دیگر اُمور کے افضل تھا چنانچہ باب حج مین فرمایا کہ الحج عرفہ یعنی حج
قیام عرفات ہو یعنی آنکہ مقصود اس رکن سے تمام ہے اور جیسے فرمایا کہ الندم توبة یعنی ندامت ہونا توبہ ہو حالانکہ دیگر شرائط بھی توبہ مین

ہین اگرچہ بذات رکن اعظم ہے ایساہی یہان بھی محمول کیا جاویگا کہ تیراندازی اسباب حرب و قوت ہین افضل ہے - بالجملہ آیت کریمہ سے
سامان حرب جمع کرنا اور تیراندازی و تلوار لگانا اور اس زمانہ مین بندوق لگانا اور گھوڑے کی سواری وغیرہ مسلمانون پر واجب ہو لیکن
بطریق فرض کفایہ ہو - وقولہ من رباط الخیل - واضح ہو کہ مرابطہ سرحد ممالک اسلام پر جو کافرون کے ملک سے ملی ہے وہان مسلمانون
کے قیام کو کہتے ہین اور بمقام رباط ہو اور رباط الخیل باپنچ سے اوپر جسقدر گھوڑے بمقابلہ دشمن کے باندھے جاتے ہین - ابن محیریز رح
نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کے مقابلہ مین صف بندی کے وقت نر گھوڑون کو پسند کرتے کیونکہ حملہ وغیرہ مین وہ اچھے
ہوتے ہین اور شبخون وغیرہ مین مادیان اچھی جانتے تھے کیونکہ ان کی ہنہناہٹ سے امن و خاموشی ہوتی ہے - بعض نے فرمایا
کہ لفظ خیل اسم جنس ہے نر و مادہ دونون کو شامل ہے پس جہاد کی نیت سے جس کا رباط ہو یعنی گھوڑا یا گھوڑی جسکو باندھے ثواب
پاوے گا - پھر جس نے قوت کی تفسیر مین کہا کہ ہر وہ چیز جس سے جہاد مین قوت ہو تو اس کے نزدیک قولہ ومن رباط الخیل بطریق
عطف خاص بر عام ہے - و ہو ظاہر - پھر تیراندازی و گھوڑون کو مہیا کرنے و کثرت ثواب ان افعال مین جو احادیث کثیرہ وارد ہین الگ
تصنیف مین جمع کرنے کے قابل ہین چنانچہ ایک جماعت علماء نے مستقل رسالہ لکھے ہین - اکثر علماء کے نزدیک تیراندازی بہ نسبت گھوڑے کی سواری
کے افضل ہو - مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بجائے تیراندازی کے بندوق قرار دیجائے گی واللہ اعلم - امام مالک رح کے نزدیک گھوڑے
کی سواری سیکھنا بہ نسبت تیراندازی کے افضل ہے ولیکن قول جمہور اقوی ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ تیراندازی سیکھو و گھوڑے
کی سواری سیکھو اور تمہارا تیراندازی سیکھنا بہ نسبت سواری سیکھنے کے بہتر ہے - رواہ احمد و اہل السنن - اور حدیث مین ہے
کہ گھوڑا ہر فجر کو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار تو مجھے جس آدمی کے خیل مین کرے مجھے اسکے نزدیک اسکے اہل و
مال سے زیادہ محبوب کر دے - رواہ النسائی و احمد وغیرہما - اور صحیح حدیث مین ہو کہ الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ
الاجر والمغنم - یعنی قیامت تک گھوڑون کی پیشانی مین بھلائی اجر و غنیمت معقود ہے - مترجم کہتا ہے کہ جب غور سے دیکھو تو فرخندہ
حال قوم مین گھوڑون کی پرداخت کرتی ہے - پھر واضح ہو کہ بخاری وغیرہ مین آیت سے ابن عباس رض کا استنباط یا بطریق منصوص
یہ بھی مذکور ہے کہ بیت المال آراستہ بھرا ہوا رکھو - اور جاننا چاہیئے کہ اسلام مین خلافت کے یہ معنی ہین کہ نبوت کی اقتدا ا
کرے اور اللہ تعالی کے ملک مین سے جو آمدنی آوے وہ اقسام اموال کی راہ سے ایک الگ خزانہ مین جمع ہو اور ہر ایک کے
مصرف کے موافق خرچ کی جاوے اور مصارف اس کے حکم کتاب و سنت سے منصوص ہین اور فقہ کی کتاب الزکوۃ مین مفصل مذکور
ہین پھر پہلا فساد یہ برپا ہوا کہ مسلمانون مین جو بادشاہ ہوئے انھون نے تمام آمدنی اپنی ملک تصور کر کے بیجا عیش و آرام وغیرہ
مین جس طرح چاہا برباد کرنا شروع کیا اور جورو ون و بیبیون کی کثرت سے تمام مال اڑا دیا پس یہ بڑا فساد پھیلا اور ہم
اللہ تعالے سے اصلاح و استقامت کی دعا مانگتے ہین اللہ تعالی رحم فرما کر قبول کرے - حاصل آنکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا
کہ مسلمانون پر حکم ہے کہ لشکر فنون حرب سے آلات حرب کے ساتھ آراستہ و خزانہ معمور اور گھوڑے تیار رکھین - تُرْهِبُونَ
بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ایک قراۃ مین ترہبون بتشدید الہاء از باب تفعیل ہے اور ایک قراۃ مین ازرہب ہو اور
معنی اس کے خوف دلانا اور شاید تفعیل بقصد مبالغہ ہو - اور ضمیر بہ راجع بموصول ما استطعتم - یا بجانب اعداد بصدر مفہوم از اعدوا ہے
اور جملہ حال واقع ہے اور عدو اللہ و عدوکم سے مراد مشرکین مکہ وغیرہ ہین یعنی یہ سامان مہیا کرو درحالیکہ تم اس سے اپنے دشمنون کو

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں خوف دلاؤ۔ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ عطف ہے عدو اللہ پہ۔ اسے عدو اللہ و عدوکم و آخرین غیرہم یعنی اس عداد و سامان سے خوف دلاؤ عدو اللہ و عدوکم کو اور دوسروں کو جو پہلوں کے سوائے ہیں مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ کفار جن مراد ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بنو قریظہ۔ سدیؒ نے کہا کہ اہل فارس۔ اور ابن زید و مقاتل نے کہا کہ منافقین اور ابن کثیرؒ نے اسی کو ارجح قرار دیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافقین مراد ہوں تو خوف دلانا کیونکر مستقیم ہوگا کیونکہ اُن پر جہاد نہیں پس وہ نہ ڈریں گے۔ جواب دیا گیا کہ شوکت و قوت اسلام کو ظاہری آنکھ سے دیکھکر اس امر سے مایوس ہوجاوینگے کہ پھر کفر کا غلبہ ہو پس بسا اوقات یہ امر اُن کے مذبذب ہونے کو دور کردے گا جس سے اخلاص کے ساتھ اسلام پر قائم ہوجاویں۔ اگر کہا جاوے کہ آخرین سے منافق کیونکر مراد ہوسکتے ہیں جن کو جانتے ہو کیونکہ وہ مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ یعنی تم اُن کو نہیں جانتے ہو اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور جواب دیا گیا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ تشخص کرکے اُن کو تم نہیں پہچانتے ہو۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمہم نحن نعلمہم۔ الآیۃ۔ اگر کہا جاوے کہ بدین تقریر آیت میں لاتعلمونہم بمعنی لاتعرفونہم ہوگا یعنی تم اُن کو نہیں پہچانتے ہو اور اللہ تعالیٰ اُن کو پہچانتا ہے حالانکہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق نہیں صحیح ہے کیونکہ معرفت کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے جہالت و انجان پن ہوا اور یہ جناب باری تعالیٰ میں محال ہے اور جواب یہ کہ آیت میں اللہ تعالیٰ پر علم کا اطلاق ہے نہ معرفت کا بغایت آنکہ اول میں علم بمعنی معرفت ہے اور ثانی میں علم اپنے معنی پر ہے پس کوئی اشکال نہیں رہا اور بعض نے زعم کیا کہ اس صورت میں نظم کلام میں گونہ دقت ہوگی لہذا اولیٰ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے انہیں خوض بیکار ہے ہاں استدراجان لینا چاہیئے کہ قوت و شوکت اسلام سے اُن لوگوں کو خوف و ہیبت ہوگی پس جان و مال سے انہیں کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ بھی جہاد کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ من شیٔ بیان ما موصولہ اور مقصود اس سے تعمیم ہے یعنی کوئی چیز ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور فی سبیل اللہ یعنی راہ جہاد میں یا مطلقاً وجہ طاعت میں اور یوف الیکم بجزم مضارع در اصل یوفی تھا اور چونکہ توفیہ عین اسی چیز کا نہ ہوگا بلکہ اسکے ثواب کا ہوگا جو اس کا بدل ہے پس تقدیر کلام لے یوف جزاءہ الیکم۔ و معنی آنکہ جو کچھ قلیل و کثیر کوئی چیز تم اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یا جہاد میں خرچ کروگے تم کو اس کا ثواب پورا دیا جائے گا اور پہلے بیان ہوچکا ہے کہ نیکی کے عوض دس بھلائیاں اور سات سو اور بے انتہا تک جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے اور دنیا میں بھی اسکا عوض جسقدر اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عطا فرماوے۔ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ اور تم کچھ ظلم نہ کئے جاؤگے منصوص فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے مومن کا عمل ضائع نہیں فرماتا اور یہاں منصوص کیا کہ کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اعمال سے ثواب ملنا واجب نہیں بربنا آنکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوسکتا بلکہ سب کچھ اس کا فضل و احسان ہے پھر اگر کسی عمل پر ثواب مترتب نہ ہو تو ظلم کیونکر ہوسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ تم پر ظلم نہ ہوگا اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہارا خرچ کرنا ضرور تمہارے کام آویگا اور محروم نہ ہوگے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی نقص کو گنجائش نہیں ہے پس اسکو ایسے امور کی صورت میں مصور کیا جنکا صدور جناب الٰہی میں محال ہے مانند ظلم وغیرہ کے اور ثواب دینے کو بصورت امر واجب بیان کیا تاکہ وصول ثواب پر وثوق اور محرومی کا گمان بھی نہ ہو۔ — فی العرائس قولہ تعالیٰ واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ۔ مومنوں کو اعداء کے قتال کی استعداد

سامان ۱۲

ملہ یعنی تحقیقاً گرد تمہارے اعراب و اہل مدینہ میں بھی منافق ایسے مشاق نفاق ہیں کہ تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں ۱۲م

کا حکم دیا اور سامان قتال کو قوت فرمایا اور یہ قوت آلہیہ ہو جس کو وہی بندہ عارف پاتا ہے جو اللہ تعالی کی عظمت و جلال کے روبرو خود
عاجزی کیساتھ فنا رہتا ہو اور جب ایسا ہوا تو اسکو لباس عظمت و کبریا و ہیبت اللہ تعالی کی طرف سے مرحمت ہوتا ہے اور بندہ کافرون
پر بد دعا کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ بندہ اپنے عندیہ مین محض فنا رہتا ہے اور سب عظمت و کبریا و جلال خالص
اللہ تعالی ہی کے واسطے یقین کرتا ہے لیکن اورون کی نظرون مین اس سے ہیبت و عظمت سماتی ہے چنانچہ حدیث مین آنحضرت
صلعم کے شمائل مین ہے کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ ہیبت ناک ہو جاتا تھا پس خود اسکی خاطر مین عظمت و کبریا ر کا اپنے واسطے وہم بھی
نہین ہوتا بلکہ وہ خشوع و خضوع پر بحالہ مستقیم رہتا ہے اور یہ ہیبت اُسپر از جانب حق تعالی چھا جاتی ہے پھر جب وہ بخطوہ خطرات
آلہیہ کافرون پر بد دعا کرتا ہے تو وے اسی دم خوار ہو جاتے ہین اور یہی تیر ہدف ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے بدر و حنین مین شاہت
الوجوہ کہکر ایک مشت خاک سے ایک لشکر بھگایا لیکن یہ پھینکنا بقوت آلہیہ تھا اسی واسطے فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور یہ مقام
مفصل گزر چکا۔ مین نے سنا کہ ذوالنون مصری رح ایک جہاد مین شریک تھے کہ ناگاہ کفار غالب آئے اور مومنون پر سختی و تکلیف آئی جس سے
صبر و استقلال جاتا رہا تو لوگون نے اُن سے کہا کہ آپ کچھ دعا کیجیے پس اپنے گھوڑے سے اُتر کر زمین پر سر ٹیک دیا اور اللہ تعالی
کی جناب مین سجدہ کیا اُسی وقت کافرون نے ہیبت ناک ہو کر شکست کھائی اور بہت سے قتل و گرفتار ہوئے۔ آیت کریمہ
مین اشارت ہے کہ قوت اُن کو صفات کمالیہ حق سبحانہ سے بحسب استعداد حاصل ہوتی ہو کہ نفس کیساتھ محاربہ و مقابلہ پر قادر
ہوتے ہین۔ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ قوت وہ اللہ تعالی پر بھروسا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ کمان کے تیر
پھینکنا پایا جاوے۔ اور حقیقت مین یہ ہو کہ رات کی اوقات مین خشوع و خضوع کے تیرون کو میدان غیب مین پھینکے اور
اللہ تعالی ہی پر اعتماد کر کے اسی کی طرف رجوع ہو اور کسی آلہ و ہتھیار پر نہین بلکہ فقط اللہ تعالی ہی کی فتح و نصرت پر بھروسا کرے

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

اور اگر وہ جھکین صلح کو تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسا کر اللہ پر بیشک وہی ہے سنتا جانتا

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ۔ جنوح میل کرنا۔ وسلم بالفتح بمعنی صلح و قال ابن عباس رض سلم بمعنی طاعت۔ اور استعمال اسکا مذکر و مونث
دونون طرح ہوتا ہے جیسے لفظ حرب کا حال ہے اور ابوبکر رحمہ اللہ کی قرأۃ مین بالکسر ہے اور فاعل جنحوا یا تو عموماً اہل کفر ہین خواہ
بت پرست وغیرہ ہون یا اہل کتاب ہون یعنی اور اگر میل کرین اہل کفر خواہ بت پرست ہون یا اہل کتاب مانند یہود و نصاری کے طرف صلح کے
یا طرف سلم بالکسر یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے۔ فَاجْنَحْ لَهَا تو میل کر اس کی طرف یعنی اُن کی طرف سے درخواست صلح کو منظور
کرے۔ اگر کہا جاوے کہ آیۃ السیف سورۂ براۃ مین عموماً اہل کفر کے قتل کا حکم ہے اور معاہدہ سے بیزاری کی گئی ہے پھر صلح کیونکر ہو سکتی
ہے تو جواب یہ ہو کہ ابن عباس و عطاء خراسانی و زید بن اسلم و عکرمہ و حسن و قتادہ نے کہا کہ آیۃ السیف سے یہ آیت منسوخ ہے۔ اور
مجاہد رح سے ایک روایت اسکے مانند ہو اور دوسری روایت مین کہا کہ یہ آیت بنو قریظہ یہود کے حق مین ہو یعنی بنو قریظہ اگر صلح کی طرف مائل
ہون تو تو صلح قبول کرے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ان دونون قول کو منظور فیہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سیاق تو سب قصہ بدر مین ہے اور
آیۃ السیف مین جو کفار سے قتال کا حکم ہے تو معنی اُسکے یہ ہین کہ جب قتال ممکن ہو تو اُن سے قتال کرو اور اگر دشمن بہت
ہون تو ان سے صلح کر لینا روا ہے جیسے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو اور جیسے آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح کر لی

پس آیۃ السیف و اسمین کچھ منافات نہین اور نہ یہان تخصیص ہے اور نہ نسخ ہے واللہ اعلم ولیکن مترجم کہتا ہے کہ حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال نہین ہوسکتا کیونکہ آیۃ البرأۃ۔ بعد صلح حدیبیہ کے نازل ہوئی ہے۔ وقال بعض المفسرین۔ یہ سب اسوقت ہے کہ عقد صلح سے مراد عقد جزیہ ہو اور اگر ایسا عقد مراد ہو جو مفید امن ہے تو بالکل نسخ نہین اسلئے کہ ایسا عقد تو ہر کافر سے جائز ہے۔ قال المترجم کلام اسمین طویل ہے اور اپنے موقع پر بسط سے بیان ہے۔ اہل اسلام اپنے سردار سے مخالفت و بغاوت کرین اور باغی اگر اطاعت کی طرف موافق حکم الٰہی کے رجوع کرے تو اسکی توبہ بالاتفاق قبول ہے۔ اور حدیث مین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھ سے فرمایا کہ عنقریب اختلاف باہمی ہوگا تو تجھ سے اگر سلامت ہوسکے تو ایسا کیجیو۔ رواہ ابن احمد رحمہ اللہ۔ بالجملہ حکم دیا کہ صلح قبول کرلے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کر کیونکہ وہی تجھے کافی ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

الْعَلِيْمُ۔ وہی پاک پروردگار دعا مانگنے والون کی بات سننے والا اور اُن کے افعال کا جاننے والا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

اور اگر وہ چاہین کہ تجھکو دغا دین تو تجھکو بس ہے اللہ اُسی نے تجھکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

اور اُن کے دل مین اُلفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک مین ہے تمام نہ اُلفت دے سکتا اُن کے دل مین

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

لیکن اللہ نے اُلفت ڈالی ان مین وہ زور آور ہے حکمت والا

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ۔ یعنی اور اگر ان لوگون نے یہ ارادہ کیا کہ تجھکو فریب دین یعنی اس غرض سے صلح کی کہ تجھے فریب مین ڈالین اور دل مین غدر چھپائے رہے اور چاہا کہ اس بہانے سامان و قوت جمع کرلین اور یہ جزاء شرط محذوف ہے جسکی تعلیل کلام سابق ہے یعنی تو خوف مت کر اور اُنسے صلح کرلے۔ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک تجھے کافی ہے ان کے غدر و خیانت وغیرہ کی ہر بدی و برائی کو تجھسے دور رکھے گا اور مکر بد کی بدی اُنھین کو گھیرے گی هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ یہ جملہ تعلیلیہ ہے یعنی تو اس امر کا خوف مت کر کہ بد عہدی کرنیوالے تجھ سے فریب کرنے کو صلح کرین کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے تجھکو بدر وغیرہ مین تائید دی بنصرت و بمومنین پس وہی تیرا مؤید و معین آئندہ کیواسطے کافی ہے مؤمنین سے مہاجرین و انصار مراد ہین۔ اگر کہا جاوے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تائید فرمائی تو وہی کافی ہے پھر بالمؤمنین کی کیا حاجت تھی۔ جواب یہ کہ نصرت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور درحقیقت اسمین اسباب کی ضرورت نہین مگر بمقتضائے حکمت کبھی اسباب خفیہ سے ہوتی ہے اور کبھی اسباب ظاہرہ سے پس قولہ ھوالذی ایدک بنصرہ سے یہی نصرت مراد ہے جو بدون ظہور اسباب کے ہو اور درمیان مین کوئی واسطہ نہو قولہ وبالمؤمنین سے وہ نصرت مراد ہے جو بسبب ظاہری ہو۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اسی نے تجھکو نصرت دی نصرت باطنی و ظاہری۔ پس مومنون کا تائید پر ایک دل ہونا اسی مسبب الاسباب کی طرف سے ہے خصوصاً ایسی قوم سے جو صدہا برس سے کبھی متفق و مؤتلف نہین ہوئی تھی لہذا زیادت تنبیہ کیلئے فرمایا۔ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور ان مومنون کے دلون مین باہم اُلفت پیدا کردی۔ ظاہراً عموم صحابہ مؤمنین مراد ہین اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انصار یعنی اوس و خزرج مراد ہین کہ جنکے درمیان ہمیشہ خانہ جنگی رہی خصوصاً ایکسو بیس برس سے سخت معرکہ قتال رہے۔

جن سے کبھی اُمید نہ ہوتی تھی کہ اُن میں سے دو دل بھی متفق مولف ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر ایمان دیکر انکو ہللہ و
فی اللہ محبت میں مستحکم کردیا اور ایک دل ہوکر آنحضرت صلعم کے انصار مددگار ایسے متفق ہوگئے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اسپر کوئی قادر
نہ تھا پس یہ امر آنحضرت صلعم کی صدق رسالت کا عجیب معجزہ تا قیامت باقی ہے اور غنائم حنین کی بابت جب بعضے نوجوان انصار
نے کچھ کلام کیا کہ مکہ والوں کو غنیمت سے حصے ملتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں تو آنحضرت صلعم نے انکو
جمع کرکے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں ہے کہ اے گروہ انصار بھلا میں نے تمکو گمراہ نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت
دی اور محتاج نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تم کو تونگر کیا اور تم آپس میں پھوٹے ہوئے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے
سبب سے باہم اُلفت میں کردیا۔ جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار سر جھکائے کہتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول
کا احسان بہت بڑا ہے۔ اسی قصہ میں ہے کہ بزرگان انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سے نوجوان لونڈوں نے یہ
زعم کیا اور ہم کو تو فقط یہ علم تھا کہ آپ کو اپنے وطن سے احسان کرنے میں شاید ان کی طرف میلان ہو کہ ہم چھوڑے جاوینگے پس
آنحضرت صلعم نے لطیف خطبہ سے ان کی تسکین فرمائی جس سے انصار باغ باغ ہوگئے چنانچہ یہ کلمات لطف بھی ہیں کہ لے انصار تم
یہ نہیں پسند کرتے کہ لوگ دنیا کے مالوں کو لیکر اپنے گھر لوٹیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھر واپس لیجاؤ۔ اے پروردگار
میرے تو انصار کو غنی کردے اور فرمایا کہ اگر لوگ ایک راہ جاویں اور انصار دوسری گھاٹی جاویں تو میں انصار کی گھاٹی چلونگا
وتمام الحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ بعض مفسرین نے کہا کہ مہاجرین و انصار کی تالیف مراد ہے اور بعض نے کہا کہ آیت عموم پر اولی ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب آپس میں عجیب وحشی قوم تھے کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتے اور کسی کی جان و مال کی
حرمت نہ تھی یہانتک کہ اسلام سے یہ سب رفع ہوا اور جان واحد ہوگئے اور یہ امر سوائے معجزہ و شان نبوت کے کہیں نشان
نہیں دیا جاسکتا ہے بلکہ ناممکن ہو چنانچہ فرمایا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ یہ جملہ
مضمون سابق کی تقریر ہے یعنی اُنمیں ایسی عداوت و تعصب تھا کہ کسی حال سے اسکا دور ہونا اسباب بشری سے ممکن نہ تھا حتی کہ اگر اس
تالیف کیواسطے تو تمام اس چیز کو جو زمین میں سونے و چاندی و جواہرات وغیرہ سے ہو خرچ کرتا تو کبھی یہ اُلفت تمام نہ ہوتی۔ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان تالیف کردی اپنی عظیم قدرت و بدیع صنعت سے۔ اسمیں دلیل
ہے کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہے اُنکو پھیرتا ہے۔ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ او تعالیٰ عزیز ہے ایسا غالب
کہ کسی کا سر اُس کی تسخیر قدرت سے باہر نہیں ہوسکتا اور وہ حکیم ہے کہ جو فعل امر و نہی اس کے جاری ہوتے ہیں سب عین حکمت ہیں
عن ابن عباس رض ناتے کی قرابت کٹ جائے اور نعمت کی اُلفت دور ہوجاوے اسطرح آدمی اپنے محسن کے احسان فراموشی
نمکحرامی کرجائے مگر دلوں کی الفت جیسی دیکھی نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم الآیۃ
رواہ الحاکم وغیرہ۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔
اور ایک روایت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ رواہ النسائی والحاکم عبدۃ بن ابی لبابہ
نے کہا کہ مجاہد رح نے ملاقات کے وقت مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والے جب ملتے ہیں اور ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہیں تو اُن کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پت جھاڑ میں درختوں کے پتے

جھڑتے ہین۔ تب مین نے کہا کہ یہ تو بہت خفیف کام ہے۔ فرمایا کہ خفیف مت کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا الآیۃ۔ عبدہ رح کہتے ہین کہ مین پہچان گیا کہ یہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہین۔ ایسا ہی ولید بن ابی مغیث و طلحہ بن مصرف نے بھی مجاہد رح سے اسکے مانند روایت کیا۔ طبرانی رح نے سلمان فارسی سے یہی مضمون کلام حضرت صلعم سے روایت کیا ہے۔ ابن عون نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیث فقہی سنائے جاتے تھے کہ لوگون سے جو بات سب سے پہلے اُٹھائی جائیگی وہ اُلفت ہوگی۔ واضح ہو کہ حدیث و آثار سے یہ بات قطعاً ثابت ہوئی کہ آیت کریمہ اپنے معنی عموم پر ان مومنون کے حق مین ہی جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی۔ اسمین فرقۂ رافضیہ کے اعتقاد کا صریح رد ہی کیونکہ خلاف آیت کریمہ کے وہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین بد اعتقاد رکھکر گمراہ ہوئے ہین۔ جیسے خارجی گمراہ ہین۔ آیت کریمہ مین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیرات قدرت مخلوقات مین برخلاف ظاہری اسباب کے جاری ہوتے ہین جن پر نظر ظاہری و عقل جزوی سے اطلاع نہین ہوسکتی اور موثر فقط اللہ تعالیٰ ہے اور محبت الٰہی عین ایمان ہے و محبت دنیا گمراہی اور مومنین کا نشان یہ ہی کہ ان مین باہم الفت مستحکم ہو جو کسی دنیاوی خرخشہ سے زائل نہین ہوتی ہے پس اس سے فرقۂ نیچر و فلاسفہ وغیرہ کا رد ہوگیا جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ چیزون مین خود تاثیر ہی اور خلاف اس تاثیر کے نہین ہوسکتا۔ یہ اعتقاد کفر ہی نعوذ باللہ منہ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین مین بیان ہی کہ بندہ کو اعتقاد فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے نہ اسباب و سامان و ہتھیار وغیرہ پر۔ معنی یہ کہ تجکو نصرت و قوت ازلیہ سے قوی کیا اور جھگڑالو دشمن قوم کو ایمان کی توفیق و بیچ تیری اعانت پر مستحکم کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تجکو اپنی نصرت خاصہ سے قوی کیا اور مومنین کو تجھ سے قوی کیا۔ پھر بیان فرمایا کہ نصرت بمومنین اسی طور سے فرمائی کہ اُن کو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی محبت پر مستحکم کرکے باہم للہ فی اللہ محبت مین اُن کے دل مجتمع کر دیئے بقولہ تعالیٰ والف بین قلوبہم۔ برخلاف کافرون کے کہ بحکم قولہ و قلوبہم شتیٰ الآیۃ۔ کے اُن کے دل اپنی اپنی تاریکی مین متفرق ہین اور مترجم کہتا ہے کہ ازلی حال کا بیان حدیث مین آیا ہے کہ ارواح جنود مجندہ تھین جنہین وہان اتفاق ہوا وہ باہم اُلفت مین ہین اور جنہین وہان اختلاف ہوا وہ یہان نکرت مین ہین لہذا شیخ نے لکھا کہ ابتدا امر مین ان ارواح کو مشاہدہ حقیقت کے گھاٹ پر شربت وصال سے سیراب کیا پس مشاہدۂ جلیل کے وقت درگاہ قدیم مین اُن سے انجان پن دفع ہوکر باہم اُلفت و محبت صادقہ مستحکم ہوچکی تھی جو کارگاہ امتحان مین بسبب نفس و شیطانی وسوسہ کے چندے بصورت عداوت رہی پھر نظر نور ایمانی سے اصلی حالت نے عود کیا پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس تالیف مین ہرگز کسی مخلوق کے فعل کو یا اپنے کرتب کو دخل نہین ہوسکتا اور نہ ہوا بلکہ یہ محض لطف و رحمت الٰہی تھی کہ اپنے رسول پاک کی متابعت پر اُن کو متفق کرکے نور اسلام سے ان مین یہ خاصیت پیدا کر دی بقولہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت الخ۔ شکلون و صورتون مین اُلفت بطریق تجانس و استیناس ہے کیونکہ وہ اصلی خلقت مین ایک ہی صفت الٰہی سے مخلوق و ظاہر ہوئے ہین لقولہ تعالیٰ خلقت بیدی اور ارواح مین تجانس و استیناس سے جو الفت ہوئی وہ ازراہ فطرت خاصہ ہی جو قولہ و نفخت فیہ من روحی سے مفہوم ہے اور قلوب مین اُلفت بمعائنہ صفت خاصہ ہے جو مفہوم از قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث ہے اور عقول مین باہمی اُلفت باصل فطرت ہی چنانچہ کہا گیا کہ عقل ہی سب سے اول جناب باری تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے بدلیل قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل مترجم کہتا ہے کہ ثبوت حدیث مین کلام ہے اور بعض محققین علماء رح

نے اوّل مخلوق مین تحقیق بسیط لکھی جسکا حاصل یہ ہو کہ اول سب سے اللہ تعالیٰ نے نور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پیدا کیا اور
وہ علی الاطلاق جملہ مخلوق سے اوّل ہو پھر اسی نور پاک کے طفیل مین مجردات و مادیات وغیرہ تمام مخلوقات پیدا کی پس مجردات
مین سب سے اوّل عقل کو پیدا کیا اور مادیات مین سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر انھین کے انواع و اجناس کو علی الترتیب پیدا کیا فتدبر۔
شیخ نے لکھا کہ اسرار باطنہ مین جو باہم اُلفت دی وہ بمطالعہ انوار قدس ہو بقولہ الذین یومنون بالغیب چنانچہ کہا گیا کہ اسکی حقیقت یہ ہو
کہ انوار غیب کو مشاہدہ کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ حدیث مالک بن حارثہ جو سابق بعض آیات کی تفسیر مین اسی سورہ مین گذر چکی ہو اسپر
دلالت کرتی ہو فتذکر۔ پس صورتون و اشباح کا تجانس تو براہ مقامات ہو کہ طاعات و آیات و حصول کرامات مین متوافق ہوتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اسی واسطے باہم کثرت عبادت والے و تہجد گزار آپس مین زیادہ مانوس ہوتے ہین اور ارواح کی موافقت اپنے مقامات مشاہدہ
و مراقبات مین تجانس کی وجہ سے ہے اور قلوب کی موافقت اس راہ سے کہ صفات کی سیر و مشاہدۂ قدرت مین تجانس ہے پس جسنے
قدرت کو مشاہدہ کیا وہ اُس شخص سے مالوف ہوگا جو قدرت مین باقی ہے اور ایسے ہی دیدار جملہ صفات کے مقام کا حال ہے
کیونکہ یہ سیر انوار صفات مین ہو اور عقول کی موافقت از راہ ادراک انوار افعال ہے کہ آیات مین فکر و غور کرکے انوار ہدایات
و حکمتین حاصل کرتے ہین اور اسرار کی موافقت اس راہ سے کہ مشاہدۂ قدم و مطالعہ ابد ہو پس جو سر باطن کسی مشرب معرفت پر
وارد ہوا خواہ مقام معرفت پر یا محبت یا شوق یا توحید یا فنا ریا بقا ریا سکر یا صحو وغیرہ مین تو وہ ان اسرار سے جو انھین مشارب
مین سے کسی مشرب پر اسکے ساتھ متوافق ہوئے ہین مالوف ہوتا ہے پس کیا پاک پروردگار تعالیٰ شانہ کی صنعت ہو کہ اپنی رحمت سے
ہر جنس کو اسکی جنس سے مالوف کر دیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ شرح اشارات حکمت ربانیہ نہایت لطیف و دقیق ہے اور شاید فہم
نورانی کو اسمین پیچ و تاب ہو کہ جملہ مقامات داخل ایمان ہین حالانکہ اُلفت مختلف اجناس کی ثابت ہوئی تو یون سمجھنا چاہیے کہ شیخ
نے ایتلاف بحسب تجانس بیان کیا اور ایتلاف مطلق مین کلام یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین ادنیٰ کو اعلیٰ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے
اُلفت ہو اگرچہ ان مین تجانس نہوگا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ فرق مراتب شرع مین اصل عظیم ہو جو فرق مراتب نکرے وہ زندیق ہے
اسی واسطے فقیہ کو اپنے سے اوپر مرتبہ والے افقہ سے بسبب رابطہ فقہ کے محبت و موانست ہو اور عامی کو فقیہ سے اس راہ سے کہ مرتبہ
مافوق ہو الفت ہے اور نفس ایمان کے نور مین تجانس منقطع نہین ہو۔ فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ مریدون مین باہم الفت از راہ ارادت
ہے اور محبین مین براہ محبت اور مشتاقین مین بشوق و عاشقین مین بعشق اور مستانسین مین بہ اُنس اور عارفین مین بمعرفت اور
موحدین مین بتوحید اور مکاشفین مین بکشف اور مشاہدین مین بمشاہدہ اور مخاطبین مین بسماع خطاب خاص اور اہل وجد مین بوجد
اور اہل فراست مین بفراست اور اہل عبادت مین بعبادت اور اولیاء مین بولایت اور انبیاء مین بہ نبوت اور رسولون مین برسالت
متحقق ہو پس ہر جنس کو اپنی جنس سے اُلفت ہو اور اپنے متصل مقام والے سے ارتباط اُلفت اصلی مستحکم اگرچہ متجانس نہین ہو بعض نے
کہا کہ مرسلین کے دلون مین رسالت سے ایتلاف کیا اور انبیاء کے دلون مین نبوت سے اور صدیقین کے دلون مین صدق سے
اور شہداء مین مشاہدت سے اور صالحین مین خدمت سے اور عامہ مومنین کے دلون مین ہدایت سے اُلفت دیدی پس مرسلین کو
انبیاء پر رحمت قرار دیا اور انبیاء کو صدیقین پر اسی ترتیب سے صالحین کو عامہ مومنین پر رحمت کیا حتی کہ عامہ مومنین کو کافرون
کے حق مین رحمت قرار دیا۔ ابوسعید خراز رح نے کہا کہ اشکال مین اُلفت دی اور اسرار مین دوسرے مقام سے اُلفت

رکھی پس ہر ایک کو اپنے اہل محبت سے ربط و الفت ہو اور آنحضرت صلعم نے حدیث الارواح جنود مجندۃ الی آخرہ سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالی سبحانہ نے اپنے رسول پاک صلعم پر احسان رکھا کہ جو اُس کی مراد ہے اللہ تعالی اُس کے واسطے کافی ہے اور مومنین کیلئے بھی ہر مراد کو کافی ہے اور بیان کیا کہ آنحضرت صلعم و مومنین اپنے حول و قوت سے بیزار ہو کر اللہ تعالی کے حول و قوت ہی پر اعتماد کئے ہین چنانچہ اپنی نصرت و دشمنون پر فتح و غلبہ کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

اے نبی کفایت ہے تجکو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہوئے ہین مسلمان اے نبی شوق دلا

الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن

مسلمانون کو لڑائی کا اگر ہون تم مین بیس شخص ثابت غالب ہون دو سو پر اور اگر

يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ

ہون تم مین سو شخص غالب ہون ہزار کافرون پر اسواسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہین رکھتے اب بوجھ

خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا

ہلکا کیا اللہ نے تم پر اور جانا کہ تم مین سستی ہے سو اگر ہون تم مین سو شخص ثابت غالب ہون

مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

دو سو پر اور اگر ہون تم مین ہزار شخص غالب ہون دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والون کے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ۔ اے نبی محمد صلعم کافی ہے تجکو اللہ تعالی۔ اگر پوچھا جاوے کہ اوپر بھی کفایت بیان فرمائی ہے تو جواب یہ ہو کہ اول ہین ارادہ مکر کی صورت مین کفایت کا وعدہ فرمایا یعنی وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ۔ پس یہ کفایت بطور خاص ہو اور یہان عموماً کفایت کی بشارت ہو یعنی ہر حال مین اللہ تعالی تیرے ہر کلام کے سرانجام کیلئے کافی ہو پس کافرون پر جہاد کے امور مین تجکو کچھ اندیشہ نکرنا چاہیے۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ واو محتمل ہے کہ نام جلیل پر عطف ہو پس من محل رفع مین ہو اور شیخ جلال رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور معنی یہ ہین کہ کافی ہو تجکو اللہ تعالی اور کافی ہین تجکو مومنین۔ شیخ مہائمی رح نے اپنی تفسیر تبصیر الرحمن مین لکھا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی تجکو کافی ہو اگرچہ تیرے ساتھ کوئی اور نہ ہو اور اگر تو ظاہری اسباب پر نظر کرے تو تیری پیروی کرنیوالے مومنین تجھے کافی ہین۔ ہدی النبوی من اسم اللہ تعالی پر عطف ہونے کو ضعیف قرار دیا اور موضع کاف ہی پر عطف مقصور کیا کہ معنی اسی وجہ پر مستقیم ہین۔ و خفاجی رح نے اسمین مناقشہ کیا اور کہا کہ اسکی کوئی وجہ نہین ہو کیونکہ فراء و کسائی نے اسی کو ترجیح دی اور کلام ماقبل و مابعد اسی کا مؤید ہے۔ پوشیدہ نہین کہ مومنین کا کافی ہونا اس تاویل پر جو شیخ مہائمی نے ذکر فرمائی ہے کہ نظر باسباب ظاہری تجکو وہ کافی ہین تو آنحضرت صلعم کی شان نبوت کیساتھ نظر مذکور مستبعد ہو پس ایسی تاویل کا بعید ہونا ظاہر ہو۔ و شیخ ابن تیمیہ رح نے کہا کہ جس نے یہ معنی بیان کئے کہ اللہ تعالی و مومنین تجکو کافی ہین تو اُسنے گمراہی کی بات کہی بلکہ اُسکا یہ قول از جنس کفر ہے کیونکہ اللہ تعالی فقط بذات وحدہ لاشریک ہر بندہ کیواسطے کافی ہو اور یہ کفایت مخصوص باو تعالی شانہ ہے وقد قال تعالی الیس اللہ بکاف عبدہ سا اور فرمایا۔ و قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل مترجم کہتا ہے کہ ومن کا عطف اسم

اللہ تعالیٰ پر قرار دینے کا حال ظاہر ہو چکا۔ معالم میں فرمایا کہ مفسرین نے محل من میں اختلاف کیا پس اکثر مفسرین نے کہا کہ وہ حسبک کے کاف پر عطف ہونے کی وجہ سے محل جر میں ہے اور معنی یہ کہ حسبک اللہ وحسب من اتبعک الخ یعنی کافی ہے اللہ تعالیٰ تجکو اور ان مومنون کو جنھوں نے تیری اتباع کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے شعبی سے روایت کی کہ معنی یہ ہیں کہ حسبک و حسب من شہد معک شاید ساتھ موجود ہونے والوں سے اہل بدر مراد ہوں جیسا کہ مقام نزول میں بیان ہوا کہ بدر میں قتال واقع ہونے سے پہلے مقام بیدار میں اس کا نزول ہوا۔ بعض نے کہا کہ اسمین مناقشہ ہے اسواسطے کہ بصریوں کے نزدیک اسم ظاہر کا ضمیر پر عطف ایسی صورت میں ممتنع ہے کیونکہ وہ بمنزلہ جزو کلمہ کے ہے پس معطوف علیہ نہیں ہو سکتی اور کوفیوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ فراء رح نے کہا کہ عرب کے کلام میں بہت نہیں کہ حسبک و احبک۔ کوئی بولے بلکہ حسبک وحسب احبک۔ باعادہ حرف جار مستقل ہے پس اگر و من مجرور ہوتا۔ تو حسب من اتبعک آتا۔ شیخ ابو السعود و قاضی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ و من اتبعک۔ جائے محل نصب میں بنابرین کہ وہ مفعول معہ ہے لیے کفاک و کفی اتباعک ناصراً۔ جیسے عربی شاعر کا قول ہے کہ سہ اذا کانت الہیجاء وانشقت العصا۔ فحسبک والضحاک عضب مہند۔ ضحاک بنصب پڑھا گیا اور اسی کو نحاس رح نے اختیار کیا اور فراء رح نے کہا کہ موضع کاف پر اس کے نصب کی تقدیر کی جائے اور اسی کو ابن عطیہ نے اختیار کیا۔ اور احسن وجوہ میں سے تفسیر مردیہ از شعبی رح یا قول بیضاوی رح ہے کہ از راہ درستی لفظ و استقامت معنی کے بہتر ہے واللہ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ زہری رح نے کہا کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ مہاجرین و انصار دونوں کے حق میں اتری اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پر تینتیس ۳۳ مرد اور چھ عورتیں ایمان لانے کے بعد عمر بن الخطاب کے ایمان سے چالیس کی تعداد پوری ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال ابن کثیر رح اس روایت میں نظر ہے اسلئے کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور اسلام لانا عمر رض کا ملک حبش کو ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کی ہجرت سے پہلے واقع ہوا واللہ اعلم۔ اور اسی کے مانند جامع البیان میں اعتراض کیا گیا ہے اور خازن وجمل نے لکھا کہ یہ آیت مکیہ سورہ مدنیہ میں بحکم آنحضرت صلعم لکھی گئی ہے واللہ اعلم۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اسے محمد صلعم تیرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جنھوں نے تیری پیروی کی اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وے مہاجرین و انصار سب سے پہلے ہیں اور اُمید ہے کہ قیامت تک کے مومنین بدرجہ ثانی اس فضیلت میں شامل ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں مومنوں کو جہاد پر آمادگی کا حکم کیا بقولہ۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ تحریض کسی کو کسی چیز پر اچھی شوق انگیز باتوں وغیرہ سے آمادگی دلانے میں مبالغہ کرنا ماخوذ از حرض ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مرض نے اسکو سکھا کے کانٹا کر دیا اور موت کے کنارے لگا دیا ہو۔ اور یہاں گویا اشارہ ہے کہ جس امر کا حکم دیا جاتا اگر نہ ہوا تو گویا ہلاکت ہے۔ قتال سے جہاد مراد ہے یعنی جہاد پر ان کو تحریض کر دے پھر بشارت فرمائی بقولہ۔ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ صابرین ہونا یہ کہ اُن میں قوت و شجاعت ہو پس مقاومت کا مدار عدد پر مع رعایت معنی ہے اور صرف عدد پر بدون رعایت معنی نہ ہو۔ کما تقرر فی موضعہ۔ اور پہلا خطاب آنحضرت صلعم کو تھا اور مومنوں کو آپ کی طرف سے تحریض تھی پس تحریض میں ان کو خطاب کر دیا یعنی اگر اے مومنو تم میں سے دس صابر ہوں گے تو دو سو پر غالب آوینگے۔ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو غالب ہوں گے ایک ہزار پر ان لوگوں میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ہمیں لوگوں اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں

نازل ہوئی ہے۔ رواہ ابن مردویہ۔ ان یکن بیا تحتیہ اکثر قراء کی قرأت ہے اور تکن بتاء فوقیہ ابن کثیر و نافع و ابن عامر کی قرأت ہے۔
یہان سوال ہوا کہ آیت مین بشارت ہی کہ مومنون کی کوئی جماعت ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو وہ اپنے سے دس گونہ کافرون پر ہر حال مین غالب ہوگی حالانکہ جو حالات نظر آتے ہین وہ اُس کے برخلاف ہین کیونکہ کبھی جماعت نصف و ثلث وغیرہ بھی مغلوب ہوجاتی ہے۔ جواب کئی طرح دیا گیا ایک یہ کہ ظاہر مین جہان خلاف واقع ہوتا ہے وہان کسی شرط مین موافقت نہین ہوتی مثلاً گروہ مومنین جو مغلوب ہوا ایسا نہ ہوگا کہ حرب کے وقت صابر ہون اور بعض نے لکھا ہی کہ یہ حکم ابتداء اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہ گئی۔ وقال المترجم جواب جید لولا المناقشۃ فیما النسخ بہ فافہم۔ دوم یہ کہ جملہ شرطیہ بمعنی خبر نہین ہی تاکہ سوال مذکور وارد ہو بلکہ شرطیہ سے مراد معنی امر ہین یعنی تم مین سے بیس ہون تو دوسو کا مقابلہ کرین اور سو ہون تو ایک ہزار سے مقابلہ کرین اور صابر و ثابت قدم رہین یغلبوا سے اشارہ ہے کہ ثابت قدمی کی صورت مین غلبہ انھین کے لئے ہوگا یعنی وہی غالب ہونگے اور کفار مغلوب ہون گے۔ **بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ** اس سبب سے کہ کفار ایسی قوم ہین جن کو نقہ یعنی دین کی سمجھ نہین ہے۔ **قال الخطیب رح** دس گونہ سے قتال کرنے کا حکم مقید بصبر ہونے مین دلیل ہے کہ واجب کرنا اس حکم کا اسی شرط سے ہے کہ بندہ صابر و قادر رہوا اور یہ شرط جبھی حاصل ہوتی ہے کہ جب چند باتین حاصل ہون۔ ازانجملہ یہ کہ اُس کے اعضاء مین قوت و شدت و جالاکی ہو۔ ازانجملہ یہ کہ دل کا قوی دلیر اور جنگجو مرد شجاع ہو بزدل نہ ہو ازانجملہ یہ کہ متحرف القتال یا متحیزا الی الفئۃ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالی نے اگلی آیات مین ان دونون حالتون کو مستثنی کردیا ہے پھر جب یہ شرطین پائی جاوین تب ہر ایک پر جماعت مین سے واجب ہی کہ ثابت قدم رہے اور ایک ہو تو اسپر واجب ہی کہ دس مقابل سے نہ بھاگے اور دس ہون تو دوسو سے اور سو ہون تو ہزار سے نہ بھاگین اور غالب آوین اگر پوچھا جاوے کہ حاصل یہ کہ دس گونہ سے ثابت قدمی اختیار کرین پھر طول عبارت مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ طول عبارت موافق واقع کے نازل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے سرایا کو بھیجتے تھے۔ اور غالباً اُن کی تعداد دس سے کم نہین اور دوسو سے زائد نہین ہوتی تھی لہذا اللہ تعالی نے انھین دونون تعداد کو ذکر فرمایا۔ اور نیز جواب دیا گیا کہ ایک بمقابلہ دس کے اگرچہ مفید مقصود ہی لیکن صورت واقعہ سے مناسب نہین کیونکہ کمتر اکیلا مقابل جماعت کفار واقع ہو بس ایسی امداد سے ذکر فرمانے مین جنمین باہم مناسبت ہے ایک تو جلد طمانیت ہے اور دوم دلالت ہے کہ مومنون کی جماعت خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے کہ ثابت قدم رہین اور مومنون کو فتح و غلبہ ملیگا انشاء اللہ تعالی کیونکہ کفار ناسمجھ قوم ہے۔ یعنی کافرون و مشرکون کا لڑنا کسی مرتبہ الیقین اور طلب ثواب کیلئے نہین لہذا جب تم سچی نیت سے قتال کرو تو وہ لوگ بخوف جان و مال کے تمھارے مقابلہ مین ثابت قدم نہ رہین گے کہ مارنہ ڈالے جاوین۔ واضح ہو کہ بحر وغیرہ مین فصاحت کلام کے بارہ مین لکھا کہ ذرا غور سے نظر کرکے دیکھو کہ اس کلام مین کیا خوب فصاحت ہی چنانچہ اول جملہ شرطیہ مین قید صبر کی بڑھائی اور دوم جملہ شرطیہ نظیر مین یہ قید حذف کردی اور دوسرے جملہ مین من الذین کفروا سے بیان زیادہ فرمایا اور اول مین سے حذف کیا کہ دس پر دوسو قدم غالب ہونا و قتال صرف کفار کے ساتھ ہے اور یہ غایۃ الفصاحت ہی۔ خفاجی رح نے کہا کہ صبر چونکہ شدید المطلوبیت ہی تو ہر دو جملہ تخفیف[ل] مین اثبات رکھا گیا لیکن دوم سے بسبب دلالت سابقہ کے حذف ہوا پھر آخر مین واللہ مع الصابرین کے خاتمہ سے صبر کی مطلوبیت پر تاکید فرمائی۔ اور ہر دو جملہ تخفیف مین قید کا فر ہونے کی اسواسطے نہین فرمائی کہ ماقبل سے دلیل موجود ہی اور یہ صنعت احتباک ہی اور جملہ تخفیف مین باذن اللہ بڑھایا حالانکہ وہ ہر دو کی قید ہی اور قولہ واللہ مع الصابرین سے اُنکے واسطے تائید کا اشارہ ہے

ل جملہ تخفیف سے مراد الآن خفف اللہ عنکم الآیۃ ہے آسانی و تخفیف کی نسبت سے ... یعنی الآن خفف ... ۱۲

اور یہ لوگ خواہ مخواہ فتحمند ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکی معیت میں ہو وہ مغلوب نہیں ہوسکتا اور جملہ اسمیہ دلیل دوام ہے اور دیگر لطائف ابھی باقی ہیں جنکے بیان میں وقت و تطویل ہو و سبحان اللہ رب العرش عما یصفون اسکے کلام کی بلاغت و فصاحت معجزہ ہے جسقدر غور کرنے سے ہدایت ہو عجیب عجیب بلاغات لفظی و معنوی ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر واضح ہو کہ ابتدا میں بیس صابرین کو بمقابلہ دوسو کے ثبات کا حکم تھا جو آئندہ منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہی بعض نے کہا کہ ضعف اسلام کے وقت کثرت صبر و بشارت غلبہ و کثرت ثواب بہت کچھ تھا پھر بوجہ اسکے کہ اہل اسلام کی کثرت ہوگئی تو منسوخ ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ سبب تخفیف کا کثرت مذکورہ کیساتھ وہ بھی ہوسکتا ہے جو بطریق عکرمہ از ابن عباسؓ روایت ہے کہ جب قولہ ان یکن منکم عشرون صابرون آخر نازل ہوا تو مسلمانوں پر بہت شاق گذرا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض کیا کہ دس کے مقابلہ سے ایک آدمی نہ بھاگے پھر تخفیف نازل ہوئی یعنی قولہ الآن خفف اللہ عنکم الخ۔ ابن عباس نے کہا کہ تعداد کی راہ سے اُن کیلئے تخفیف کر دی اور جسقدر تخفیف کی اسی قدر صبر میں سے بھی گھٹا دیا۔ رواہ البخاری بنحوہ۔ محمد بن اسحاق نے بطریق عطاء از ابن عباسؓ روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری تو مسلمانوں پر گران گذری اور انھوں نے یہ بات بھاری سمجھی کہ بیس آدمی دوسو سے مقابلہ میں نہ بھاگیں اور سو بمقابلہ ہزار کے نہ بھاگیں پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی کہ جب دشمن سے دو نصف (آدھے کے) ہوتے ہوں، تو اپنے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا روا نہیں ہے اور جب اُس سے کم ہوں تو ثبات واجب نہیں بلکہ ہٹ جانا روا ہے۔ وقد رواہ (تنگ ہوں) علی بن ابی طلحہ والعوفی عنہ بنحو ذلک۔ اور ایسا ہی مجاہد و حسن و عکرمہ و عطا خراسانی و ابن ابی رباح و ضحاک وغیرہ سے مروی ہے اور کلام ابن عباس میں دلالت ہے کہ عرف میں جسقدر کو آدھا کہتے ہیں اسقدر ہونے سے فرار نہیں روا ہے اگرچہ ٹھیک نصف نہ ہوں مثلاً دوسو سے ایک سو نصف ہے اور ننانوے اٹھانوے بھی نصف کے لگ بھگ ہونے سے نصف ہی کے حکم میں ہیں بالجملہ دس گونہ کے مقابلہ کا حکم منسوخ کر دیا بقولہ الْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ اب اللہ تعالیٰ نے تمپر سے تخفیف کر دی یعنی ظاہر فرما دیا کہ اگلا حکم صرف اسوقت تک کیلئے تھا اب آیندہ نہیں ہے۔ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اکثروں کی قرأۃ بضم ضاد معجمہ ہے اور حفص و حمزہ وغیرہ کی قرأت بالفتح ہے اور یہ دونوں لغت ہیں۔ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ منہم یعنی کافروں کے دوسو پر۔ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ بارادہ اللہ تعالیٰ۔ اُسی کی ارادت سے پس دس گونہ سے تخفیف کر کے دوگونہ تک گھٹا گیا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ساتھ ہے صبر کرنیوالوں کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابروں کے ساتھ ہے پھر بھلا کیونکر غالب نہ ہونگے۔ واضح ہو کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ ایسے لوگ کبھی سو بمقابلہ ہزار کے حتیٰ کہ کبھی دس بمقابلہ ہزار کے بھڑ جاتے تھے اور کبھی تنہا ایک آدمی لشکر پر حملہ کرتا اور اُس کو اپنی جان ہلاکت میں ڈالنا نہیں خیال کیا جاتا تھا پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ دس آدمی کامل الایمان اگر بمقابلہ دس ہزار کے صبر ثبات اختیار کریں تو روا ہے اور بھاگ جاویں تو بھی روا ہے لیکن اگر اپنے سے دو چند یعنی بیس آدمیوں کے مقابلہ سے بھاگیں تو اس عذاب کے مستوجب ہوں گے جو جہاد سے بھاگنے والے کے حق میں بیان ہے اور طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قوت کا زمانہ تھا ان کے بعد تابعین و اتباع سے ضعف ہی ہوتا گیا پس قولہ تعالیٰ۔ ان فیکم ضعفا۔ میں قیامت تک کے ایمان والے داخل ہیں اور اُمید ہے کہ جبتک دو چند کفار کے مقابلہ سے نہ بھاگیں مستوجب عذاب نہ ہوں گے فافہم ف — فی العرائس قولہ یا ایہا النبی حسبک اللہ یعنی مومنوں کو ایک دل والفت الاکر کے جو میں نے تجھ سے احسان کیا اور تیری مدد میں ان کو توفیق دی تو مقام توحید میں تجکو اُن کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مخلوق کے حق میں تیری معاونت کی توفیق دینا انھیں کے حق میں احسان و سعادت ہے اور یقین کرنا چاہیئے کہ فقط تنہا میں بدون کسی مخلوق کے تیری مراد کیلئے کافی ہوں تجھے چاہیئے

کہ میری طرف سیر کرنے میں قدیم کو حادث سے مفرد رکھ اور کچھ بھی شرک کا لگاؤ مت رکھ۔ یہ حقیقت میں مومنوں کو تعلیم ہے لہذا فرمایا ومن اتبعک من المؤمنین یعنی میرے سوائے جو کچھ ہو سب میں مومنوں کیلئے کافی ہوں کوئی اُن کے اوپر کچھ موثر نہیں ہو سکتا اگرچہ فرشتہ مقرب یا نبی مرسل کیوں نہ ہو اور توحید حقیقیہ میں روا نہیں ہے کہ میرے سوائے کسی غیر کی طرف نظر ہو اگرچہ وہ غیر میری ہی جہت سے کیوں نہ ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ ما علیک من حسابہم من شیء میں یہ اشارہ صریح مبین ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ حسبک اللہ الخ یعنی حسبک باللہ ولیا و ناصرا و حافظا و من اتبعک من المؤمنین فاللہ حسبہم۔ یعنی تجکو اللہ تعالیٰ حفظ و نصرت وغیرہ میں کافی ہے اور جو تیرے متبع مومن ہیں اُنکو بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ واسطی رح نے اشارہ کیا کہ قولہ ومن اتبعک۔ اسم اللہ تعالیٰ پر معطوف نہیں بلکہ مبتدا ہے جسکی خبر بقرینہ اول کے محذوف ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کافی ہے اور مومنین کی کفایت آنحضرت صلعم کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مومنوں کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے و قد مر مفصلا پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی بقولہ الآن خفف اللہ عنکم۔ جو بندہ کہ مجاہدہ و ریاضت سے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے انوار کشف سے سرفراز ہوا وہ خفیف القلب و خفیف البدن و خفیف الحال ہوتا ہے وہ انوار مشاہدہ کے ساتھ عبودیت کے بہت بوجھ نہیں اُٹھا سکتا پس اللہ تعالیٰ رحمت کیساتھ اپنے اولیا پر تخفیف فرماتا ہے تاکہ مراقبہ و حضوری سے ان کے دل کی روح بڑھکر ترقی پاوے چنانچہ جب کثرت عبادت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک ورم کر گئے تو رفع مشقت کے واسطے نازل فرمایا قولہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی۔ حالانکہ ابتدا میں بقولہ یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا الآیہ حکم دیا تھا کہ دل شب میں جب لوگ غفلت کی نیند پڑے سوتے ہیں تو عبادت و حضوری میں قیام کرتی کہ رات میں سے کچھ ہی حصہ کم کیا پھر جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس مرتبہ کو پہونچ گئے تو ان پر کرم فرماکر حکم دیا کہ الآن خفف اللہ عنکم یعنی جس قوت تکلیف و امتحان سے تم جہاد و عبادات میں قیام کرتے تھے اس قوت تکلیفیہ پر مدار رکھنے سے تخفیف کردی اور اپنی قوت بے کلفت سے معاونت دیدی کہ کشف مشاہدہ کے بعد قوت مجاہدہ بہت ہی آسان ہے۔ ابن عطا رح نے کہا جو آسمان میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طور سے کہ فقر و محتاجی و عاجزی کے ساتھ جستجو ہو اور جو زمین میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طرح کہ اس کی طرف اضطرار ہو۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ یہ تخفیف فقط اُمت کے واسطے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تھی کیونکہ جو بندہ نبوت کا بوجھ اُٹھانے کو بھاری نہیں سمجھتا تھا وہ اس تخفیف کیواسطے کیونکر مخاطب ہوگا اور رسول صلعم جب یہ فرماتے کہ بک اصول و بک احول میرا کام سب تیرے حول و قوت سے ہے یعنی وہ از خود فانی اور بقا حق سے باقی تھے تو اُن پر گرانی متصور نہیں جس میں تخفیف ہو سکے۔ قال المترجم یہ افادہ لطیف ہے پھر جب بدر کی لڑائی میں کفار قید ہو کر آئے اور مشورت کے بعد اُنسے فدیہ لیا گیا تو نازل ہوا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ

کیا چاہیئے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک نہ خون کرے ملک میں تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ

يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے تو تم کو آپڑتا اس لینے میں بڑا عذاب۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا كَانَ لے ما صح وما استقام لِنَبِيٍّ نہیں ٹھیک ہے کسی نبی کیلئے۔ أَنْ يَكُونَ بیا تحتیہ اکثر کی قراۃ اور بتا فوقیہ ابو عمرو کی قراۃ ہے۔ لَهُ أَسْرَىٰ جمع اسیر یعنی گرفتار و قیدی۔ یہ اسم تکون بالتاء الفوقیہ ہے اور بیا تحتیہ کا بھی اسم ہے بوجہ اس کے کہ تانیث حقیقی نہیں اور خبر

درمیان مین فاصل بھی ہی اور شاید قراۃ مین للنبی ہی یعنی محمد صلعم یعنی نبی کو ٹھیک نہین کہ اس کے پاس قیدی کفار ہون۔ **حَتّٰی یُثْخِنَ**
فِی الْاَرْضِ یہان تک کہ زمین مین اثخان کرے یعنی کثرت سے قتل کرے اور اسمین مبالغہ کرے تاکہ کفر ذلیل و اسکے لوگ کم ہون اور اسلام
قوی و اسکے لوگ غالب ہو جاوین۔ ثخانہ بمعنی غلظت و کثافت ہی اور اثخنہ المرض۔ فلان کو مرض نے اثخان کیا یعنی بہت ہی گرا دیا۔ و اثخن فلان فی الامر
یعنی اُسنے اس کام مین مبالغہ کیا۔ پھر اثخان گہرے گھاؤ سے قتل مین اور بمبالغہ قتل کرنے مین مستعمل ہوا۔ حاصل اس حکم کا یہ ہی کہ جہادین کافرون
کو قتل کر ڈالنا ثواب ہی نہ فدیہ لینے کی نیت سے قید کرنا اور مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ بدر کے روز مشرکین
کو قتل کر ڈالنا بہ نسبت اُنکے قید کرکے فدیہ لیکر چھوڑنے کے اولیٰ تھا۔ پھر جب مسلمانون کا غلبہ و کثرت ہوئی تو قولہ فاما منا بعد و اما فداء سے رخصت
دیدی کہ چاہین یون ہی بطریق احسان کے یا فدیہ لیکر چھوڑ دین جیسا کہ سورۂ قتال مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ **قال الجلال** رح یہان کی آیت منسوخ
ہے بقولہ فاما منا بعد و اما فداء الآیۃ سے یہی امام شافعی و احمد رح نے اختیار کیا ہی کہ جب کوئی حربی کافر قید ہو تو امام المسلمین کو اختیار ہی چاہی اسکو قتل
کرے اور چاہے احسان کرکے چھوڑے اور چاہے فدیہ لیوے اور چاہے رقیق بناوے اور یہی ابن عمر رض سے مروی ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا
کہ امام المسلمین پر متعین ہی کہ اسکو یا قتل کرے یا رقیق بناوے اور آیۃ سورۃ القتال یعنی فاما منا بعد الخ خود منسوخ ہی بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث
وجدتموہم۔ کیونکہ سورۂ براۃ سب سے آخر نازل ہوئی جیسا کہ ابتدا سورہ براۃ مین صحیحین کی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہی اور یہی ابن عباس رض
کا قول ہی امام رازی نے کہا کہ جس آیت کی تفسیر بیان ہو رہی ہی یہ قول فاما منا بعد الآیۃ سے منسوخ نہین ہی بلکہ مفہوم ان دونون آیات کا
متوافق ہی اسلئے کہ دونون اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ پہلے اثخان ہو جانا ضروری ہی پھر اسکے بعد احسان یا فدیہ کا اختیار ہی اسکی توضیح
یہ ہی بعض علماء نے کہا کہ یہان جو احسان و فدیہ سے ممانعت ہی اسکی انتہا اثخان تک ہی کما قال حتیٰ یثخن فی الارض۔ اور مقصود اثخان سے اسکا لازم
یعنی ظہور قوت و شوکت اسلام ہی پس حاصل حکم اس آیت کا یہ ہوا کہ کسی نبی کو روا نہین ہی کہ قوت و شوکت اسلام ظاہر ہونے سے پہلے فدیہ لیکر چھوڑے
پھر رہا یہ بیان کہ بعد ظہور قوت و شوکت اسلام کے کیا کرے تو اسکو آیہ سورۂ قتال مین بیان فرمایا بقولہ فاما منا بعد و اما فداء۔ یعنی بعد اثخان کے جبکہ کفر
و فساد ذلیل ہو جاوے تو کافر قیدی کو چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لیکر رہا کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم۔ واقعہ سبب نزول
آیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رض و ایک جماعت سلف سے مختصر و مطول یون مذکور ہی کہ بدر کی لڑائی ختم ہونے پر آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
مشورہ لیا کہ قیدیون کے بارے مین کیا کہتے ہو تو ابو بکر رض نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہین ان کو باقی رکھیے اور
توبہ کرائیے شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماوے اور عمر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انھون نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ سے نکالا آپ اجازت
دین کہ مین اُنکی گردنین ماردون۔ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ اس لائق ہین کہ جنگل مین بہت لکڑیان ہین جمع کرکے اس مین ان کو
جلا دیا جاوے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے اور اندر چلے گئے اور لوگون نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ہم ابو بکر کا قول لین گے اور بعض نے عمر رض کا اور بعض
نے عبد اللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا پھر آنحضرت صلعم باہر آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ بعضے دلون کو نرم کرتا ہی یہانتک کہ دودھ سے زیادہ نرم ہوتے
ہین اور بعض دلون کو سخت کرتا ہی کہ پتھر سے زیادہ کرخت ہوتے ہین اے ابو بکر تیری مثل مانند ابراہیم علیہ السلام کے ہی کہ کہا فمن تبعنی فانہ منی و من
عصانی فانک غفور رحیم۔ اے ابو بکر تیری مثال مانند عیسیٰ کے ہی کہ کہا ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تیری مثال
اے عمر رض مانند موسیٰ کے ہی کہ کہا ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یؤمنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم۔ اے عمر تیری مثل مانند نوح کے ہی کہ کہا رب
لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ تم لوگ اسوقت مین مفلس ہو پس ان قیدیون مین سے کوئی رہا نہ ہوگا یہان تک کہ اپنا فدیہ دیوے یا اس کی گردن

اری جاسے - ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین نے زبان لڑا کر کہا کہ یا رسول اللہ سوائے سہیل بن بیضا کے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم خاموش ہو گئے اور مجھے اس روز ایسا خوف ہوا کہ کہین مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسین اسی خوف مین تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سوائے سہیل بن بیضا کے۔ بالجملہ ان قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا کہ آیندہ اہل اسلام سے نہ لڑین۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ جب کفار بدر کے قیدیون مین عباس بن عبد المطلب قیدی ہو کر آئے تو انصار نے عباس کو وعید کی کہ تجھکو قتل کرینگے اور یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ مین اس رات کو بسبب اپنے چچا عباس کے نہین سویا اور انصار کا قصد ہو کہ عباس کو قتل کر ڈالین تو عمرؓ نے کہا کہ مین عباس کو لے آؤن آپنے فرمایا کہ اچھا پس عمرؓ روانہ ہو کر انصار پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو انھون نے کہا کہ ہرگز نہین کیون چھوڑین عمرؓ نے کہا کہ اگر یہین آنحضرت صلعم کی خوشی ہو تو انصار نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو لیجاؤ پس عمرؓ نے عباس کو لیکر کہا کہ اے عباس تم مسلمان ہو جاؤ قسم ہو ذات پاک وحدہ لاشریک کی کہ تمھارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ مین نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم کو تمھارا مسلمان ہونا بھلا معلوم ہوتا ہو الی آخر ما قال۔ اور علیؓ سے روایت ہو کہ بدر کے روز حضرت جبرئیل اترے اور کہا کہ یا رسول اللہ قیدیون کے بارہ مین اپنے اصحاب سے مشورہ لیجئے وہ چاہین تو قتل کرین اور چاہین فدیہ لین اس شرط پر کہ سال آیندہ مین ان مین سے اسی قدر شہید ہونگے۔ صحابہ راضی ہوئے کہ فدیہ لیوین اور سال آئندہ مین شہید ہون۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن حبانؒ و حدیث غریب جداً۔ اور قوی ثابت یہی ہو کہ آنحضرت صلعم نے بطریق اجتہاد کے مشورہ لیکر بعد استقرار رائے کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پس ابن مسعودؓ وغیرہ کی روایت مین ہو کہ جب یہ کام پورا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی آخر الآیۃ۔ اور دوسری روایت مین ہو کہ پھر دوسرے روز عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے تو دیکھا کہ آپ اور ابوبکرؓ روتے ہین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اور یہ کیون روتے ہین مجھے بھی آگاہ فرمائیے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین تیرے ساتھیون کے لئے روتا ہون کہ انھون نے فدیہ لینا اختیار کر لیا اور اب مجھ پر اُن کے حق مین مواخذہ اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا ہو یعنی سال آیندہ مین اس فدیہ کے عوض مبتلا ہو کر شہید ہون گے اور عذاب پیش کئے جانے سے آپکی مراد نزول اس آیت کریمہ کا ہو اور یہ مراد نہین کہ عذاب نازل ہو گا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا فعل واقع ہوا جس سے عذاب بہت قریب ہو اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت سے بسبب تقدیر سابق کے عذاب نازل ہو گا۔ فافہم پس آیت مین آنحضرت صلعم کو تو لطیف عتاب آمیز یہ خطاب فرمایا کہ کسی نبی کو ٹھیک نہین کہ قبل اثخان کے یعنی کفر و اہل کفر کے ذلیل و مغلوب ہو جانے اور اہل اسلام کے غالب و قوی ہو جانے کے فدیہ لیکر کافر قیدیون کو رہا کرے پھر مومنون کو عتاب فرمایا۔ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ اے مومنو تم اسباب دنیا کو یعنی اسکی حقیر متاع کو چاہتے ہو چنانچہ تم نے کافرون کا فدیہ لیلیا۔ وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ۔ اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے یعنی تمھارے لئے ثواب آخرت کو پسندیدہ فرماتا ہے پس تم کو چاہیئے تھا کہ فدیہ لینے سے باز رہتے اور اُن کو قتل کر کے ثواب آخرت لینے پر اکتفا کرتے۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے وہ جو چاہے سو کرے حکمت والا ہے۔ واضح ہو کہ آیت مین یہ مطلب نہین کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے آخرت کو چاہا تھا مگر وہ نہوا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے بلکہ معنی اس کے فقط یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے لئے آخرت کو پسند کر دیا ہے اور چونکہ یہان مومنون نے ثواب آخرت لینے مین چوک اُٹھائی اور چاہا کہ فدیہ لیوین اور سال آیندہ مین شہادت پاوین تو گونہ عتاب فرمایا۔ اور یہ خطاء اجتہادی تھی کیونکہ پہلے ان پر یہ حکم نہین آیا تھا کہ قتل ہی کرو فدیہ مت لو۔ بیضاوی ؒ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہین اور کبھی اجتہاد مین چوک جاتے ہین لیکن ان کو وحی سے مطلع کر دیا جاتا ہے اور واضح یہ ہے کہ اجتہاد کرنا انبیاء کا مختلف فیہ ہے

اور اس آیت سے اسپر دلیل تمام نہین ہے۔ اس آیت سے استنباط ہوسکتا ہے کہ امتحان مین پڑنے کے واسطے دلیری کرنا نہین چاہیے جیسے بعض صحابہؓ نے آیندہ سال مین شہادت قبول کرکے فدیہ لیلیا۔ اور حدیث لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیۃ الخ سے یہ امر مستنبط ہے۔ بالجملہ اللہ تعالے نے عتاب کیا کہ تمھارے واسطے آخرت کا ثواب پسندیدہ ہے تم نے دنیا کیون اختیار کی۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ اگر اللہ تعالی کی طرف سے پہلے لکھا نہ ہوچکا ہوتا تو۔ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ البتہ تم پر نازل ہوتا بسبب اس چیز کے جو تم نے لیا ہے عذاب عظیم۔ یعنی اللہ تعالی نے پہلے لکھ دیا تھا کہ مواخذہ نہوگا ورنہ تم نے جو کافرون سے قبل اثخان کے فدیہ لیکر ان کو چھوڑا اسمین تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔ آیت مین یہ بیان نہین کہ پہلے اللہ تعالی نے کیا لکھ دیا اور مفسرین کے یہان چند اقوال ہین۔ اول آنکہ لوح محفوظ مین یہ سابق ہوچکا کہ جو بندہ مومن اجتہاد مین خطا کرے اسپر عقاب نہوگا۔ دوم یہ کہ جس قوم پر صریح ممانعت سے آگاہی نہوئی ہو اسپر عذاب نہوگا۔ سوم یہ کہ اہل بدر جو فعل کرین بخشے جاوینگے اُن پر عذاب نہوگا۔ چہارم یہ کہ اس امت پر مال فدیہ حلال ہوگا۔ واضح ہے کہ آیت مین وعید عذاب نہین بلکہ فقط تنبیہ ہو اور اظہار اس امر کا کہ تم نے دنیا کی طرف کچھ میل کیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت تھا اور اعلام کیا کہ اللہ تعالی نے کمال رحمت سے لکھ دیا ہے کہ ایسی صورت مین عقاب نہوگا۔ روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی اس سے نجات نہ پاتا۔ روایت ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اموال غنیمت و فدیہ سے ہاتھ کھینچا اور اسکو لینے سے احتراز کیا پس نازل ہوا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ اے اُبحت لکم فکلوا۔ مین نے تم کو حلال کردیا پس کھاؤ جو تم نے غنیمت مین حاصل کیا ہے اکل حلال طیب۔ یا درحالیکہ وہ تمھارے واسطے حلال کیا ہوا طیب ہے پس اول مین تو حلالاً صفت مفعول مطلق ہے اے اکلاً حلالاً۔ اور دوم مین حال از مال غنیمت ہے اور طیبًا سے تاکید ہو جسکا فائدہ یہ ہو کہ معاتبت کیوجہ سے انکے دلون مین اس مال کی طرف سے وسواس آگیا تھا اسکو دور کردیا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تقوی رکھو اللہ تعالی سے کہ اُسکی مخالفت نکرو اور دنیا کی طرف میل نکرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالی غفور ہو چنانچہ جو گناہ تم سے ہوا اسکو معاف کیا اگرچہ صغیرہ تھا اور اسپر یہ رحمت زیادہ ہے کہ غنائم تم کو حلال کردین اگرچہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لیے حلال نتھین اور یہ امر اس اُمت کی خصوصیات سے ہو چنانچہ سابق مین اس کا بیان گزرچکا ہے ف۔ فی العرائس قولہ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ۔ اللہ تعالی نے اسمین نفس امارہ کی فطرت سے ہوشیار فرمایا کہ اسکی حیلہ گری سے یہ بھی ہو کہ کبھی آدمی کو طاعات کے بہانہ سے دنیا کی طرف جو اس کی عین خواہش ہو مائل کرتی ہو اور یہ نفس کا میلان ہے نہ قالب کا اور آیت کریمہ مین خطرات کا بیان ہے اور تریدون سے جبلت اور جمی ہوئی بات کا بیان نہین ہے کیونکہ قطعًا اللہ تعالی کے فضل و کرم سے صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات نہ تھی کہ دنیا کی خواہش اُن مین ہو اور لقاء آخرت نہ چاہتے ہون بلکہ مراد یہ ہو کہ تمھارے نفس نے تم کو یہ خطرہ دلادیا کہ تم سال آیندہ مین شہادت لینا اور اب یہ مال فدیہ سے لو حالانکہ تم اس سے متنبہ نہوئے اور امتحان مین گھس پڑے اور دنیا کی طرف رغبت ہوگئی جو نفس کی عین خوشی ہے پس اللہ تعالی نے اس کلام پاک سے انکے خطرات و نیات کو پاک کیا کہ نفس امارہ کے فریب سے بچے رہین چنانچہ واتقوا اللہ۔ سے صریح تنبیہ کردی کیونکہ صریح حکم سے یہان کوئی مخالفت نہین پائی گئی اور نہ کوئی فعل حرام تھا بلکہ خلاف اولی اور صغیرہ گناہ کہنا چاہیے ہو پس مقصود یہ کہ خدمت و طاعت مین خطرات نفس سے تقوی رکھین تو یہ نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم کو باوجود جلالت قدر کے دنیا کی طرف نظر ڈالنے سے تحذیر فرمائی بقولہ ولا تعد عیناک عنہم

لہ اہل بدر کی تمامی [illegible] ۱۲

تریدون عرض الدنیا-اور بقولہ لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ الآیۃ - وحاصل یہ کہ تم لوگ مجاہدہ میں نفس کے خاطر سے رفاہیت چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ تم کو کشف مشاہدہ و وصول بمقام آخرت و قرب ہو - جعفرؒ نے کہا کہ قولہ واللہ یرید الآخرۃ - جو بات تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ تمہارے نفوس کی خواہش سے بہتر ہے - قولہ فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً - اسمیں اشارت سے ثابت ہے کہ جو مال کہ جہاد وغیرہ حلال کمائی سے حاصل ہو اس سے غذا ر آدمی کو موروث برکات ہے کیونکہ لقمہ حلال میں نظر لطف سے انوار ہیں جن سے صدیقین کے بدن اور مقربین کے دل اور محبین کی ارواح کو تقویت ہوتی ہے اور جو اسمیں گوندھا ہوا ہے وہی اس سے پیدا ہوتا ہے یعنی لطف باری تعالیٰ اور اس سے قلب کو وسواس سے طہارت و خبث شیطان سے پاکی حاصل ہوتی ہے جعفرؒ نے کہا کہ حلال کھانا اسوقت پورا حلال ہو کہ اسکی غذا ر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور طیب اسوقت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے فراموش نہ ہو - بعض نے کہا کہ حلال وہ ہے کہ پاک کمائی جو تونے بقدر ضرورت لی ہو اور طیب وہ ہے کہ باوجود فقر و فاقہ کے اپنے نفس کی بہ نسبت دوسرے مسلمان کو دینا زیادہ پسند کیا ہو اگرچہ خود بھی اسمیں سے کھایا ہو - بعض نے کہا کہ حلال وہ ہے جو بدون سبب کے تجھ پر ظاہر ہوا ہو اور طیب وہ ہے جو مسبب الاسباب کی طرف سے تجھے عطا ہوا ہو - اور میں نے کسی شیخ کا یہ قول نہیں پایا کہ حلال وہ ہے جو حالت مجاہدہ میں کھاوے اور طیب وہ ہے جو حالت مشاہدہ میں کھاوے - حلال وہ ہے کہ دل میں اس سے وغدغہ نہ ہو اور طیب وہ ہے کہ قلب کو راحت دے - حدیث میں ہے کہ جس سے دل میں شک ہو اسکو چھوڑ کر ایسے رزق کو لے جس سے شک نہ ہو اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ دیتے رہیں - اور حدیث میں ہے کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور اُن کے درمیان میں شبہ کی چیزیں ہیں تو جو کوئی شبہ سے بچ گیا وہ اپنے دین کو بچا لیگیا - مترجم کہتا ہے کہ فتاویٰ فقیہ میں لکھا ہے کہ جو لوگ خانقاہوں میں بیٹھے لوگوں کے اموال سے کھاتے اور کمائی کرنے سے باز رہتے ہیں وہ شہر بدر کرنے کے قابل ہیں اور نیز مشائخ علماء کے اقوال لکھے ہیں کہ اسوقت میں حلال گویا عنقا ہے لہذا صریح حرام سے پرہیز کرنے پر کمر مضبوط باندھے اور مسلمانوں کے تاجروں و پیشہ وروں کو لازم ہے کہ خرید و فروخت کے مسائل بخوبی سیکھ لیں تاکہ بیوع فاسدہ وغیرہ سے احتراز حاصل ہو و تمام البسط فی الفتاوی الہندیہ - حدیث میں ہے کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش کرے اور تجھے یہ امر مکروہ معلوم ہو کہ لوگ اس سے مطلع ہوں - استادؒ نے کہا کہ جس کے کھانے کی اجازت ہو وہ حلال ہے اور حلال طیب وہ کہ جس کو تو جانے کہ بدون میرے استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوا ہے - فافہم - واضح ہو کہ بعد مشورت کے قیدیوں سے فدیہ لیکر عہد و پیمان کے ساتھ ان کو رہا کیا گیا اور بعض قیدی با کراہ لڑنے آئے تھے اُنپر یہ گران گزرا تو استمالت فرمائی - بقولہ -

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ

اے نبی کہہ دے اُنکو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی تو دیگا تم کو

خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو

خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

دغا کر چکے ہیں پہلے اللہ سے پھر اُس نے پکڑوا دیئے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ - اے محمد صلعم قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ - کہدے اُن لوگوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں قیدی لوگ ابو عمرؒ کی قرأۃ میں من الاساریٰ ہے وہ بھی جمع اسیر ہے ماخوذ از اسر بمعنی قید کیونکہ قید سے وہ قیدی کو باندھتے تھے پھر ہر گرفتار کو اسیر

کہنے لگے اگرچہ قد سے بندھا ہوا نہوا اور ابن العلائے نے کہا کہ پکڑے جانے کے وقت بندھے ہوئے ہوں تو اُساری کہلاتے ہیں اور نہ ہوں تو اسری کہلاتے ہیں اور شاید یہ بیان اصل لغت کا ہو اور استعمال میں ہر ایک کو دوسرے کے مقام پر بولتے ہیں چنانچہ یہاں بدر کے قیدیوں کے کہنے کا حکم ہے حالانکہ فدیہ لیکر وہ کھول دیئے گئے تھے اور مقولہ یہ ہو کہ۔ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگی تمہارے دلوں میں خیر یعنی اگر تمہارے دلوں میں ایمان و اخلاص معلوم ہوگا تو یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ۔ عطا کریگا اللہ تعالیٰ تم کو بہتر اس چیز سے جو تم سے فدیہ میں لی گئی۔ بایں طور کہ دنیا میں اس سے کئی گونہ زائد تمکو دیگا اور ثواب آخرت اس سے بھی بڑھکر تم کو ملیگا اور سب سے اعلیٰ یہ کہ وَیَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہاری مغفرت فرمادیگا کہ قبل ایمان و اخلاص کے جو تم نے ایذا و جدال و قتال و فسق و فجور کیا وہ معاف کر دیگا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور حال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اسکی مغفرت جسکو ملجاوے تو اس سے بڑھکر کون نعمت ہو اور اُسکی رحمت کا کون پا رہا وے اور معنی قولہ ان یعلم اللہ کے یہ ہیں کہ جملہ قیدیوں کے دلوں کا حال اور جو کچھ آئندہ اُن سے ظاہر ہوگا سب اللہ تعالیٰ کو قطعاً معلوم تھا چنانچہ آخر آیہ یعنی واللہ علیم حکیم سے اسکا استدراک کر دیا اور یہاں بطور شرط و صیغہ شک کے بغرض تعمیم ارشاد کیا کیونکہ سب قیدی ایک حال پر نہ تھے بعضوں نے تو سچے دل سے اقرار کیا تھا کہ ہم اب اسلام کے مقابلہ میں قتال نکرینگے اور اپنی قوم کو اسلام کی نصیحت کرینگے اور بعضوں نے مکر و خیانت سے کہا تھا پس اسکو شرطیہ بیان کر دیا کہ اگر ایسا ہوگا تو اس کا بدلا یہ ملیگا اور علم سے معلوم مراد ہو یعنی وہ امر جس سے علم متعلق ہوا اور اس سے عذاب و ثواب منوط ہوتا ہو حاصل آنکہ قیدیوں سے جنکو فدیہ لیکر چھوڑنا منظور ہو یہ کہدے کہ اگر تم سے ایسی بات ظاہر ہوئی جو خیر ہے یعنی ایمان و سچائی و اخلاص تو اللہ تعالےٰ تمکو اس مال فدیہ کے عوض میں اس سے بہتر دیدیگا و تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادیگا۔ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ اور اگر ان قیدیوں نے تیرے ساتھ خیانت کرنا چاہی یعنی زبانی قول سے اپنے اور بیخواہی وغیرہ کا عہد و پیمان دیا اور دل میں غدر و خیانت چھپائی ہے اور تجکو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو تجکو اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے بڑھکر یہ لوگ پہلے کر چکے۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ کیونکہ قبل ماخوذ ہونے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خیانت کی اسلئے کہ عہد ازلی اور فطرت کو جو اپنے پروردگار معبود کی توحید کا تھا چھوڑکر غدر و کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے مقاتلہ کیا۔ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ پس اللہ تعالیٰ نے موافق مشیت کے اُن پر قابو دیدیا چنانچہ ضعیف کمزور کم تعداد جماعت مومنین کو اپنے حکم سے زبردست با سامان بہت تعداد والے گروہ کفار پر بدر کے روز غالب کر دیا کہ اُنھوں نے اُن کو قتل کیا اور پکڑ لیا پس اُن کی خیانت سے کچھ مضرت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنا مقدر کیا ہو وہ ضرور پھیل جائے گا اور کتنا ہی لشکر اور کیسی ہی تدبیر اور خیانت کیوں نکریں اس سے کچھ نہ ہوگا اور یہ طریقہ جو فرقۂ اسلام اور فرقۂ کفار کے درمیان جاری ہو رہا ہے یہ بمقتضائے مشیت ازلی و حکمت بالغۂ الٰہی ہو ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو دم میں سب کافر ہلاک ہو جاویں یا ایک دم سب مسلمان ہو جاویں ولیکن مومن و منافق کے اظہار کیلئے اور جزا و ثواب شہادت وغیرہ سے بعض کو سرفراز و بعض کو کفر و نفاق و نافرمانی سے خوار کرنے کیلئے اور دیگر اسرار و حکمت کے واسطے یہ طریقہ مشروع فرمایا ہو۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور کامل حکمت والا ہو چنانچہ اسکو معلوم ہو کہ ان قیدیوں میں کون سچا ہو اور کون خیانت کی نیت رکھتا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ وان یریدوا خیانتک الخ مشعر ہو کہ ان میں اکثر خائن ہیں اور یہی واقع ہوا کہ دوسرے سال احد میں وہ لوگ کفار قریش وغیرہ کیساتھ پھر لڑنے آئے۔ اگر پوچھا جاوے کہ قولہ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا بھی مشعر ہو کہ بعض کے حق میں اسکا ظہور ہو تو جواب یہ ہو کہ ان حضرت عباس بن عبد المطلب وغیرہ اسکے مصداق ہوئے اور ائمہ تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب نزول اسکا بھی حضرت عباسؓ ہوئے ہیں اور اگر تفصیلی علم منظور ہو تو سنو کہ شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں صحیح روایات کو جن سے سابق و لاحق مضمون

بحسب واقعہ ظاہر ہوویں ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ بدر کے روز لڑائی سے پہلے حضرت صلعم نے
فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ بعض بنی ہاشم وغیرہ باکراہ ومجبوری اس گروہ قریش کے ساتھ ہو کر آئے ہیں لہذا جو شخص لڑائی میں ابوالبختری بن ہشام کو
پاوے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب کو پاوے تو قتل نہ کرے کیونکہ وہ باکراہ ساتھ ہو لیا ہے تو ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم لڑائی
میں اپنے باپ بیٹوں بھائیوں وکنبے والوں کو پاویں تو مار ڈالیں۔ اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میں نے عباس کو پایا تو اس تلوار سے
مار ڈالوں گا۔ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابوحفصؓ عمرؓ کہتے تھے کہ واللہ پہلے پہل اسی روز مجھے آنحضرت صلعم نے ابوحفصؓ
سے کنیت کر کے فرمایا کہ یہ پسندیدہ ہے کہ رسول اللہ کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جاوے عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص نفاق کا کلمہ بولا ہے مجھے
اجازت ہو کہ میں اسکی گردن مار دوں۔ ابوحذیفہ اس واقعہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ واللہ میری زبان سے جو کلمہ نکلا مجھے اطمینان نہیں رہا اور برابر
میں خوفناک ہوں کہ میرا کیا انجام ہو مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی راہ میں شہادت دے آخر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اس روایت
سے ظاہر ہوا کہ عباس وغیرہ زبردستی مجبوری سے ساتھ آئے تھے اور عبداللہ بن عباس نے کہا کہ جب واقعہ بدر کا روز گذرا اور شام ہوئی تو
قیدی لوگ بندھے ہوئے جکڑے ہوئے قیدگاہ میں پڑے تھے اور رسول اللہ صلعم کو اول رات میں نیند نہیں آتی تھی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ
آپ کیوں نہیں سوتے ہیں فرمایا کہ میں نے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی آواز سنی یعنی جکڑ کر باندھے جانے کے درد سے کراہتے تھے اور
عباس کو انصار میں سے ایک مرد نے گرفتار کیا تھا پس لوگوں نے عباس کو کھول دیا تب آپ سوئے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ بدر کے قیدیوں
میں سے جن لوگوں نے فدیہ دیا سب سے زائد عباس کو دینا پڑا کیونکہ وہ مالدار آدمی تھے تو اپنے آپ کو سو اوقیہ سونا دیکر چھڑایا اور صحیح بخاری
میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ چند انصاریوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت ہو کہ اپنی بہن کے بیٹے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔
(عباس کی والدہ قوم انصار کی بیٹی تھیں) تو فرمایا کہ نہیں واللہ ایک درم بھی مت چھوڑو۔ ابن اسحاق نے باسناد صحیح مشائخ زہری رح کی ایک
جماعت سے روایت کیا کہ قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور ہر قوم نے اپنے قیدی کو جس قدر پر قرارداد ہوئی دیکر چھڑایا اور عباس نے کہا
کہ یا رسول اللہ میں تو مسلمان تھا تو فرمایا کہ تیرے اسلام کا حال اللہ تعالیٰ جانے ظاہر میں تو ہم پر چڑھ آیا تھا پس تو اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں
نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دے تو عباس نے کہا کہ اتنا
میرے پاس کہاں ہے اور ایک روایت میں آیا کہ یہ فدیہ تو دیدیا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے محمد تم نے مجھے ایسا مفلس کر کے چھوڑا کہ جیتی زندگی
قریش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ٹکڑے مانگوں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ این وہ مال کہاں گیا جو ام الفضل (زوجہ عباس) اور تم نے چپکے سے زمین میں گاڑا ہے
اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ دیکھیے اس سفر میں مجھے کیا پیش آوے پس اگر میں نہ لوٹا تو یہ مال جو میں نے دفن کیا ہے اولاد فضل وعبداللہ وقثم کیواسطے
ہے۔ عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ بتحقیق میں نے جانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ میں نے آدھی رات کے وقت یہ مال گاڑا ہے سوائے
ام الفضل کے اس سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اچھا میں فدیہ دیتا ہوں لیکن بیس اوقیہ سونا جو میرے ساتھ تھا اور تم نے لوٹ میں پایا ہے وہ اسمیں حساب
کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کیا ہے پس عباس نے فدیہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایہا النبی
قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ الی قولہ غفور رحیم۔ عباس کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا۔
کہ بجائے بیس اوقیہ سونے کے حالت اسلام میں مجکو بیس غلام دیے ہیں کہ ہر ایک میرے مال کثیر سے میرے لئے تجارت کرتا ہے اور ہر ایک
خود بہت قیمت کا ہے چنانچہ جو ان میں سے گھٹیا ہے وہ بیس ہزار درم کا اندازہ کیا جاتا ہے اور مجھے زمزم عطا کیا کہ اس کے مقابلہ میں مجھے تمام

دنیا پیچ ہوا اور یا وجود اس کے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب جزیل آخرت کی اور مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔ مجاہد رح نے کہا کہ آیت عباس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی متعدد طرق سے ابن عباس سے صحیح ہوا ہے۔ اسلام میں عباس کو بہت مال ملا چنانچہ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس صوبہ بحرین سے مال کثیر آیا تو فرمایا کہ میری مسجد میں ڈال دو اور لوگ سامنے آئے پس آپ متوجہ نہ ہوئے اور نکلکر مسجد میں نماز پر قیام فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو بیٹھکر تقسیم کرنا شروع کیا پس جس کو دیکھتے اُسی کو دیتے یہانتک کہ عباس رض آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی دیجئے میں نے اپنی جان کا فدیہ دیا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے تو حضرت صلعم نے کہا کہ لیلو پس عباس رض نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں رول کر خوب بھرا اور چاہا کہ لا دلیجا دیں مگر اُٹھ نہ سکا تو عرض کیا کہ آپ کسی کو حکم دیں کہ اُٹھوا دے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ نہیں تب عرض کیا کہ اچھا آپ ہی اُٹھوا دیجئے آپنے فرمایا کہ نہیں اُٹھواؤں آخر عباس نے اسمیں سے کچھ نکال دیا پھر باندھکر کاندھے پر لاد اور بڑے بوجھ کے ساتھ اُٹھالے چلے۔ اور آنحضرت صلعم اُن کی حرص پر تعجب کی نظر سے اُن کو دیکھتے رہے۔ پھر آنحضرت صلعم جب تک ایک درم بھی وہاں رہا نہیں اُٹھے اور بالکل جب تقسیم ہوگیا تو اُٹھے اور اس مال سے ایک درم بھی اپنے گھر نہیں بھجوایا۔ رواہ البخاری و جماعۃ من ائمۃ الحدیث۔

پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے طبقات بیان فرمائے بقولہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور

الَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا

جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا

مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ

تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک گھر نہ چھوڑ آویں اور اگر تم سے مدد چاہیں دین میں

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مگر مقابلے میں ایسوں کے جن میں اور تم میں عہد ہے اور اللہ جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ○

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم یوں نہ کروگے تو شورش پھیلے گی ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے طبقات و اُن کے احکام جو اسوقت بمقتضائے حکمت الٰہیہ مقدر تھے بیان فرمائے اور ائمہ تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول ان آیات کا فتح مکہ سے پہلے ہے قال تعالیٰ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا۔ اے ہجروا بلادہم وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ مہاجرت ترک وطن گویا اُنھوں نے وطن چھوڑا اور وطن نے بھی اُنکو چھوڑا پس مبالغہ ہے کہ بالکل لگاؤ نہ رکھا اور ہجرت تین طرح کی باعتبار احکام و ثواب کے ہے اوّل وہ ہجرت جو ابتدا میں واقع ہوئی جبکہ اسلام بہت ضعیف تھا اور اسکو ہجرت اولیٰ کہتے ہیں اور دوم وہ ہجرت جو بعد صلح حدیبیہ کے واقع ہوئی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہیں لقولہ علیہ السلام لا ہجرۃ بعد الفتح۔ اور یہی محققین کا قول ہے۔ اور سوم وہ ہجرت جو عموماً قیامت تک باقی ہے اور وہ ہر ایسے ملک و دیار سے جو کفرستان ہے ہجرت کرکے کسی ملک اسلام میں چلا جانا خواہ مکہ ہو یا کوئی اور ملک ہو اور اس ہجرت کی دو قسمیں ہیں واجب و مستحب پس جس ملک میں بسبب غلبہ کفر کے آدمی ادائے فرائض و واجبات

سے عاجز ہو وہان سے ہجرت واجب ہے اور دوم وہ ملک جہان ادائے فرائض وغیرہ سے عجز نہ ہو ولیکن غلبہ کفر سے حدود دین فتور ہو تو وہان سے
ہجرت مستحب ہو واللہ اعلم۔ پس آیت مین ہجرت بمعنی اول مراد ہے اور مہاجرین صحابہ انھین مومنون کو کہتے ہین کیونکہ انھین نے اپنے دیار و اموال و
اعزہ و اقربا کو دین کیلئے مہجور و متروک کیا اور رسول اللہ صلعم کے پاس مدینہ منورہ مین اقامت دین کیلئے چلے آئے اور اپنی جان و مال کو جہاد
مین خرچ کیا پس قسم اول مومنین مین سے یہی مہاجرین ہین اور قولہ تعالیٰ السابقون الاولون من المہاجرین سے مراد ہین۔ اور قسم دوم وَالَّذِيْنَ
اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا مین یعنی مومنون مین سے وہ لوگ جنھون نے ٹھکانا دیا اور مدد کی۔ ایوا رجگہ دینا یہی انصار سابقین اولین ہین اور یہ اہل
مدینہ کے مسلمان ہین جنھون نے آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھی مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور جان و مال سے اُن کی خدمت کی اور اعلاء کلمۃ الحق
مین رسول اللہ صلعم کی مدد کی حالانکہ وہ وقت تھا کہ اسلام ضعیف اور دشمن قوی تھے اور خود یہ لوگ بھی زیادہ وسعت والے نہ تھے مگر انھون
نے اپنی تنگی و تکلیف پر مہاجرین کی راحت کو پسند کیا پس ان دونون قسمون کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ یعنی یہ دونون فریق ایسے ہین کہ ان مین بعض کے بعض ولی ہین اور باہم موالات ثابت ہو پس بہ نسبت اورون کے اُن مین ہر ایک
دوسرے سے احق ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا تھا یعنی ایک مہاجری و ایک انصاری کو بھائی
بھائی بنایا تھا چنانچہ ہر ایک کا ایک بھائی ہوگیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے آئے کہ آپنے سب کے درمیان مواخات کر دی اور مین خالی
رہ گیا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہو اور یہ امر منجملہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے ہو۔ بالجملہ اس مواخات و موالات کے عقد سے انکین باہم میراث جاری ہوتی
تھی جو وارث قرابت سے مقدم تھی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی انتہا کر دی اور آیت مواریث نازل فرما کر حکم میراث اسکے مطابق کر دیا
جیساکہ صحیح بخاری مین ابن عباس رض سے ثابت ہو اور بعض نے کہا کہ اولیا ہونا فقط نصرت و مددگاری مین ہے پس حکم اس آیت کا منسوخ نہوگا مگر قول
اول اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہو اور شیخ جلال رح نے دونون کو جمع کر دیا کہ نصرت و میراث دونون طرح سے ایک دوسرے کے ولی ہین اور اولیا کا اطلاق
بھی اسی کو چاہتا ہے ولیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہو اس حدیث سے جو امام احمد رح نے جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ
مہاجرین و انصار باہم بعض اولیا بعض ہین اور طلقاء قریش و عتقاء ثقیف باہم بعض اولیا بعض ہین یہ قیامت تک ہو۔ قال ابن کثیر رح تفرد بہ احمد رح
اور ابو یعلی رح نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند مرفوع روایت کی ہو اور جواب یہ ہوسکتا ہو کہ حدیث مین ولایت سے خاص ولایت مراد ہو
یعنی ولایت نصرت و معونت چنانچہ اگر ان مین سے کسی نے شکار کو تیر مارا اور چوک کر وہ کسی آدمی کے لگا حتی کہ دیت واجب ہوئی تو ایک دوسرے
کی مددگار برادری قرار دیجائیگی فلیتامل۔ بالجملہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار باقی تمام مومنین پر مقدم ہین اور شیخ ابن کثیر رح نے مہاجرین
کے انصار پر مقدم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا یعنی جو
لوگ ایمان لائے مگر اپنے دیار مین رہے وہان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ مین نہین آئے تو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
تمھارے لئے اُن کی ولایت مین سے کچھ بھی نہین ہو پس تمھارے و اُن کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی اور اُن کو غنیمت مین سے بھی کچھ حصہ
نہ ملیگا حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ یہانتک کہ وے ہجرت کر کے تمھارے ساتھ لاحق ہو جاوین تب اُن کے واسطے بھی وہی ہوگا جو تمھارے واسطے ہے
حاصل آنکہ جنمین ایمان و ہجرت دونون باتین ہین ان مین تو ولایت متحقق ہے اور جن مین ایمان ہو اور ہجرت نہین ہو اُن کو میراث و غنیمت
نہ ملیگی اگرچہ فریق اول کے قرابت والے ہون۔ قولہ ولایتہم من شیٔ۔ قراۃ حمزہ بکسر الواو ہو اور باقیون کی قراۃ بالفتح ہو اور من زائدہ واسطے تاکید
نفی کے ہو یعنی کچھ بھی ولایت نہین ہو۔ ظاہر اقوال مفسرین سے نکلا کہ ولایت سے ارث و حصہ غنیمت مراد ہو نہ مطلق اعانت کیونکہ ولایت کی بالکل

نفی فرمائی حالانکہ نصرت واجب فرمائی بقولہ۔ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور اگر ہجرت نہ کرنے والے مومنین دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر نصرت واجب ہے یعنی تم پہ واجب ہے کہ کافرون پر جہاد میں اُن کی مدد کرو اور چونکہ یہ عام تھا کہ کافر خواہ ایسے ہون جن سے تمہارا معاہدہ ہو یا ایسے نہون سب پر معاونت واجب ہے، حالانکہ عہدوالون پر خلاف شرط کی معاونت نہیں ہوسکتی لہذا مستثنیٰ فرمایا۔ بقولہ۔ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ سوائے ایسی قوم کافر کے جنکے تمہارے درمیان عہد ہے یعنی یہ مسلمان اگر کسی ایسی قوم کافر پر جہاد کرین جنکے تمہارے درمیان عہد ہے اور تم سے مدد چاہین تو تم ایسی قوم پر انکی مدد نکرو اور غدر و عہد شکنی مت کرو۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور جو تم کرو اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہے پس راہ عدل و صراط مستقیم سے برخلاف کوئی کام مت کرو کہ مستوجب عذاب ہو۔ اس جملہ سے تہدید مقصود ہے اگر کہا جائے کہ معاہدہ والے کافرون نے اگر ایسے مومنون پر جنھون نے ہجرت نہیں کی ہے حملہ کیا تو مومنون پر مومنون کی اعانت واجب ہے جواب یہ کہ اس صورت میں کافرون نے خود خلاف عہد کرکے عہد توڑا تو مدد کرنا خلاف عہد نہیں رہا جیسے بنوخزاعہ کی قریش کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم نے مدد فرمائی حتی کہ فتح مکہ کا یہی سبب ہوا چنانچہ سورۂ براۃ میں آویگا۔ اور پہلے قول کے موافق ولایت مذکورہ جبکہ یعنی ارث و معونت لیجائے موافق قول جمہور کے تو اسکا حکم اس سورہ کی آخری آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ عنقریب آویگا پھر واضح ہو کہ ہجرت ان آیات میں قبل فتح مکہ کے ہجرت ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا پس قول حق یہاجروا سے ہجرت ثانیہ ہوگی جو ہجرت اولیٰ کے بعد ثابت ہوئی اور کلام آئین عنقریب آتا ہے محصل حکم اس آیت کریمہ مین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندون کے اقسام بیان کرکے ہر ایک کو اپنے ولی سے آگاہ کردیا اور اُس کی ولایت کے احکام بیان فرمادئے چنانچہ مومنون میں تین فریق کئے اول مہاجرین دوم انصار اور ان دونون میں موالات کا حکم دیا۔ اور سوم مومنین غیر مہاجرین سوائے انصار کے پس اُن کے لئے موالات کی نفی فرمائی یعنی تمہارے ان کے درمیان ارث و حصہ غنیمت کی موالات کچھ نہیں ہے یہانتک کہ وے بھی ہجرت کرکے آوین اور بعد ہجرت کرنے کے آیا اُن کے لئے موالات کامل ہوگی یا نہیں تو اسکا حکم آگے آتا ہے یہ سب اقسام تو مومن بندون کے تھے اور رہے کافر تو اُنکی نسبت فرمایا کہ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنی جو کافر بندے ہین وہ بعض اولیاء بعض ہین اگرچہ طریقہ موالات اُنکا مانند کفر کے خلاف شرع و موافق راہ شیطانی ہے اور مقصود یہ کہ مدد و میراث مین اُن کی ولایت انھین کے درمیان جاری ہوگی پس تمہارے اُن کے درمیان کچھ میراث و موالات نہوگی۔ کافرون کی ملتین مختلف ہونے کے باوجود ان مین کچھ تفصیل نہین فرمائی پس ظاہر کلام مین دلیل ہے کہ اگر باپ ہندو ہو اور بیٹا نصرانی تو اُن مین ارث جاری ہوگا و لیکن حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ مین مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہون گے اور مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا وارث ہوگا۔ کما رواہ الحاکم۔ اور تفصیلی کلام اسمین فقہ کے ابواب احکام اہل الذمہ سے متعلق ہے حاصل یہ کہ مومنون کو آپس مین موالات بوجہ مذکور چاہیئے۔ اور کافرون سے قطع موالات واجب ہے پھر مزید تنبیہ کیلئے تاکید فرمائی بقولہ۔ إِلَّا تَفْعَلُوهُ اے فاعلوا فی الموالات کما بین لکم وان لم تفعلوا ما ذکر من تولی المومنین و قطع الکفار۔ یعنی موالات جس طرح بیان کردی گئی اسی پر تم عمل کرو اور اگر اس کو نہ کروگے یعنی مومنین ہی سے موالات کرنے کو اور کافرون سے بالکل قطع کرنے کو اگر عمل مین نہ لاؤگے تو۔ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔ زمین مین فتنہ و فساد عظیم پیدا ہوگا جس سے کفر قوی اور اسلام ضعیف ہوجائیگا۔ اور صحیحین مین حدیث اسامہ سے مرفوعاً آیا کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا۔ مسند احمد و سنن مین مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہ ہونگے۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ وفی الحدیث مین ایسے مسلمان سے بری ہون جو مشرکون مین سکونت رکھے۔ وفی حدیث سمرة بن جندب فھمن جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ۔ جو مشرک کیساتھ یکجا ہوا اور ساتھ بسا وہ اسکے مثل ہے۔ واضح ہو کہ موالات مسلمین اور قطع کفار پر عمل نہ کرنا ایسے ایسے ظاہری

و باطنی اسباب سے موجب فساد ہوتا ہے کہ آدمی کی رائے بسا اوقات نہیں پہنچتی ہے اور منجملہ اُن کے یہ ہے جو شیخ حافظؒ نے ذکر کیا کہ امر حق میں التباس ہوگا اور کافر و مومن مختلط ہو جاوینگے پس فساد عظیم پیدا ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ سبب معنوی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ اُمور و دستور کافرون کے اکثر مزین بزینت شیطانی اور مرغوب نفس امارہ ہیں پس ہر وقت مسلمان کو نفس کی رغبات سے ضعف قلب ہوگا اور اکثر انجام یہی ہوگا کہ خود بھی ان اُمور کی طرف راغب ہو کر ایمان سے ضعیف یا گم ہو جاوے۔ اللھم وفقنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے کمال ایمان و طاعت کی تعریف فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہیں

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ

تحقیق مسلمان اُن کو بخشش ہے اور روزی عزت کی اور جو ایمان لائے پیچھے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمھارے ساتھ ہو کر

فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سو وہ تمھیں میں ہیں اور ناتے والے آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ہر چیز پر خبردار ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اور جو بندے سبقت کر کے ایمان لائے اور اولی ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یعنی کافرون سے خالص اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہوا اور وہ مہاجرین سابقین اولین ہیں بدلیل کلام ما بعد یعنی قولہ والذین آمنوا من بعد وہاجروا الخ۔ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا ۔ اور وے بندے جنھون نے رسول اللہ صلعم و مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور اعلاء کلمۃ الحق۔ و تبلیغ رسالت میں آنحضرت صلعم کی جان و مال سے مدد کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ ایسے بندے جن کے اوصاف مذکور ہوئے وہی تو مومنین ہیں۔ یہ بات عین یقین ہے۔ حقًّا مفعول مطلق فعل محذوف ہے جو مضمون سابق کی تاکید کرتا ہے اے حق ذلک حقًّا پس حذف فعل واجب ہے جیسا کہ علم نحو میں متقرر ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہے اولئک ہم المومنون ایمانًا حقًّا۔ اے صدقًا۔ سچے ایمان والے ہیں اور توجیہ اسکی یہ ہے کہ اولئک ہم الذین آمنوا ایمانا حقا۔ و لیکن اول ارجح ہے۔ ابو السعودؒ نے لکھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بندون کے واسطے پاکیزہ ثنا و صفت ہے اور خود او تعالیٰ عز و جل نے دنیا ہی میں اُن کے واسطے شہادت دیدی کہ ایمان کی منزلت میں وہ انتہا درجہ بلند ہو پہونچے ہیں جہانتک کہ اتباع نبوت میں لکھا گیا ہے مع وعدہ بزرگ کے مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم منزلت نبوت میں نہایت بالاتر ہیں کہ آپ سے اوپر کسی مخلوق کا رتبہ نہیں پس آپکی اتباع سے یہ مومنین اسی قیاس پر اگلون و پچھلون سے بالاتر ہوئے۔ اگر پوچھا جاوے کہ اولئک ہم المومنون۔ میں خبر معرف باللام اور وسط میں تاکید بضمیر متصل ہے پس مومنون کا انحصار انھین حضرات مہاجرین و انصار میں ہوگیا تو جواب یہ ہے کہ کامل الایمان یہی مومنین تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ان بزرگ بندون کے لئے ثبوت کمال ایمان کیساتھ ثنا مقصود ہے یعنی آنکہ صفت کمال ایمان اُن کے واسطے ثابت ہونے میں کچھ کمی نہین ہے لہذا فرقہ رافضہ و خارجہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نقص کا بہتان لگاتے ہیں وہ صریح شہادت الٰہی سے مخالفت کرتے گویا اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں اسیواسطے ائمہ تحقیق

وعلماء فقہ و اصول نے اُن کی تکفیر کی ہو اور اُن کو مرتد قرار دیا ہے پس اُن کے ساتھ مناکحت وغیرہ جائز نہ ہوگی اور یہ جزئیہ بعض فتاوے میں منصوص ہو
واللہ اعلم اور اہل حق بسبب انہیں آیات کے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب سے اُن کے حق میں پاکیزگی وکمال ایمان کے شہادات ہیں اُن کو اہل
عدل یقین کرتے ہیں اور جملہ وقائع و معاملات جو اُن کے درمیان واقع ہوئے انمیں اپنی رائے سے کوئی فتویٰ خلاف آیات و شہادات الٰہی کے
نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اس کو گذشتہ و آئندہ کا سب علم ہو پس جو آئندہ واقع ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں معلوم تھا اور
باوجود اسکے جب اللہ تعالیٰ نے انکو کامل الایمان فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وقائع جو اُن کے درمیان میں واقع ہوئے انمیں بوجہ نیت خیر و صدق معاملت
وغیرہ کے کسی کو گناہ نہیں ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدیل نہ ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آیات کثیرہ میں تعدیل فرمائی ہو پس یہ یقین ہے
کہ سب راہ صواب پر رہے ہیں اب رہا یہ کہ ان وقائع کو کس طرح محمول کیا جائے کہ ہمارے علم کے موافق بھی راہ صواب ظاہر ہے تو علماء نے اسکو شرح بیان کر دیا ہے
لیکن اولیٰ یہ ہو کہ ہم اس سے بھی بحث نہ کریں کیونکہ مجمل تو آیات سے یقین ہو کہ سب راہ صواب پر تھے پھر رائے لگانے اور توجیہہ بیان کرنے میں اپنے
دخل در معقولات کی کچھ ضرورت نہیں ہو۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ مرتبہ صحابہؓ تمام اُمت سے افضل ہو خواہ پیچھے قطب و غوث کیوں نہو ہرگز انکے رتبہ
کو نہیں پہونچے گا اور حدیث صحیح میں بھی یہ امر منصوص ہو اور نیز حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ اُن سے محبت کرنا عین محبت رسول اللہ صلعم ہو اور اُنسے
بغض رکھنا عین بغض رسول اللہ صلعم ہو لہذا فرقہ رافضہ و خارجہ دونوں کے حق میں ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں
اور جو ایسا ہو وہ کافر ہے۔ اور آیت کریمہ کی تفسیر سے ظاہر ہوا کہ آیت مکرر نہیں ہو بلکہ اوپر کی آیت تو موالات کے بیان میں تھی جسمیں ضمناً اُنکے
فضائل ثابت ہوئے تھے اور یہاں صرف اُن کے فضائل و مراتب کا بیان مقصود ہو جس سے بحکم حدیث المرء مع من احب۔ کے انہیں سے موالات کرنا
ضمناً نکلتا ہو کیونکہ جو کوئی جس سے محبت کرے اگرچہ ویسے اعمال عمدہ نہ رکھتا ہو بسبب محبت کے اُن کے ساتھ ہوگا پس جنکی یہ ثنا و صفت حضرت
پروردگار تعالیٰ بیان فرمادے اُنسے محبت واجب ہو۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اُن کے واسطے مغفرت اور رزق کریم ہو۔ جملہ اسمیہ
سے لطافت کیساتھ نکلتا ہو کہ ہمیشہ و دوام و استمرار کے ساتھ اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت ثابت ہو پس جو لغزش اُنسے ہوگئی یا ہو جائے
سب مغفور ہو اور حدیث صحیح میں اہل بدر کے حق میں ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے واسطے حکم دیدیا کہ جو چاہیں کریں میں نے اُن کو بخشدیا۔
مترجم کہتا ہو کہ جن بندوں کے حق میں اس طرح رحمت الٰہی متوجہ ہو وہ سراسر اپنے معبود برحق عزوجل ہی کی طرف متوجہ ہونگے پس نادان یہ سمجھے گا
کہ وہ جاہیں جتنے گناہ کریں مختار ہیں اور سمجھدار یقین کریگا کہ جو بندے اسطرح رحمت میں غرق ہیں وہ سوائے اپنے معبود کے اور طرف نظر ہی نکرینگے مگر اتنا کہ چوک
ہو جائے اور مثل آدم علیہ السلام کے لغزش ہو جائے پس وہ خود اللہ کریم کے یہاں قابل عفو و مغفرت ہو۔ فافہم۔ اور قولہ رزق کریم سے یہ مراد کہ جنت میں
اُن کیلئے رزق کریم ہو اور جملہ اسمیہ سے نکلا کہ یہ رزق دائمی ہو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ اے بعد السابقین الی الایمان و الہجرة
اور جو بعد کہ ایمان لائے بعد کو یعنی سبقت سے ایمان لانیوالوں و ہجرت کرنیوالوں کے بعد کو ایمان لائے۔ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ
اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ۔ تو یہ لوگ بھی تمہیں میں سے ہیں۔ خطاب سابقین اولین مہاجرین و انصار کو ہو
یعنی اے مہاجرین و انصار سابقین یہ لوگ پچھلے بھی تمہارے ساتھ لاحق ہیں۔ واضح ہو کہ مفسرین نے اسمیں اختلاف کیا کہ قولہ من بعد سے کس کے بعد ہونا مراد
ہے پس مفسر جلال رحمہ نے مضاف الیہ اسکا سابقین کو قرار دیا اے بعد السابقین۔ مگر یہاں یہ ضرورت باقی رہی کہ سابقین کسوقت تک ایمان لانیوالے کہلاتے
ہیں جنکے بعد والوں کی معرفت ہو اور شاید شیخ مفسرؒ نے اسکو معروف قرار دیا کیونکہ ہجرت بجانب مدینہ منورہ معروف ہو اور بعض نے کہا کہ بعد غزوہ بدر کے مراد
ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کے نزول سے بعد مراد ہو لیکن اس قول پر صیغہ آمنوا مجاز ہوگا کیونکہ الذین یؤمنون بعد نزول ہذہ الآیة۔ ظاہر ہو مگر

آنکہ کہا جاوے کہ مبتدا متضمن معنی شرط ہو پس ماضی بمعنی مستقبل ہوگا بدلیل آنکہ خبر پر فاء داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ بعد صلح حدیبیہ وبیعۃ الرضوان کے مراد ہو بالجملہ ان سب اقوال مین یہ کلام ہوگا کہ یہ بعدیت کس حد تک ہو اور ظاہر یہ ہے کہ فتح مکہ تک اسکی انتہا ہو کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت کا حکم منقطع ہوگیا کیونکہ وہ دار الاسلام ہوگیا اور یہی جمہور کا قول ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہین ہی۔ خازن رح نے کہا کہ اصح یہ ہو کہ قولہ والذین آمنوا من بعد۔ سے دوسری ہجرت والے اہل ایمان مراد ہین جو فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر گئے مترجم کہتا ہو کہ علی ہذا خالد بن الولید وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی ان لوگون مین داخل ہونگے جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لاکر ہجرت کرکے چلے آئے تھے اور قولہ فاولئک منکم مین دلالت ہو کہ دوسری ہجرت والے لوگ بہ نسبت سابقین کے کم رتبہ ہین اور اولین سابقین ان سے اشرف وافضل ہین قرطبی رح نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ اگلون کی ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا رتبہ اول سے کم تھا اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ مین تو دوسرون کو پہلون مین سے بیان فرمایا ہو تو جواب یہ ہو کہ بیان مدح مین دوسرون کو اگلون کے ساتھ کرنا بطور الحاق کے ہو پس جن سے لاحق کیا وہ ضرور افضل ہین بہ نسبت اُن کے جن کو لاحق فرمایا ہے اور جمل رح نے کہا کہ تنبیہ یہان کسی نے نہین لکھی کہ دوسرون کا الحاق آیا حکم توارث مین بھی ہو یعنی اولین مین موالات وارث جاری تھا وہی دوسرون سے بھی ہو یا نہین لیکن خطیب رح نے البتہ منصوص بیان کیا کہ میراث وغنیمت وغیرہ مین جو سابقین کا حال تھا وہی اُن کیساتھ ہے اور مترجم کہتا ہو کہ ہجرت ثانیہ اگر بعد صلح حدیبیہ کے لی جاوے تو آیت مواریث اگر اس سے پہلے نازل ہوئی ہو تو صرف موالات مین الحاق ہوگا نہ ارث مین کیونکہ آیت المواریث سے حکم توارث ہجرت منسوخ ہوگیا فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ ان آیات سے توارث ہجرت جاری رہا پس مواخات وہجرت کو میراث مین قرابت پر تقدیم ہوتی تھی چنانچہ قرابتی الاخ محروم رہ جاتا اور ہجرت سے استحقاق والا وارث ہوتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو منسوخ فرمایا بقولہ۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ اور ناتے والے باہم بعض کیساتھ بعض ولی ہین اللہ تعالیٰ کے حکم مین یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپس مین ناتے والے میراث کے بارے مین ولی ہین بعض نے کہا کہ فی کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ بعض نے کہا کہ قرآن مجید مراد ہے اور یہ حوالہ ہو آیت المواریث پر جو سورۂ نساء مین گذر چکی لیکن اسپر وارد ہوتا ہو کہ اگر وہان مقدم حکم ہوچکا تو توارث ہجرت کے کچھ معنی نہ ہونگے اور اس آیت کو حکم توارث ہجرت کا ناسخ نہین کہہ سکتے۔ اسکو یاد رکھنا چاہئے اسی آیت سے امام ابوحنیفہ وغیرہ نے میراث ذوی الارحام کو ثابت کیا اور علم المواریث یعنی علم الفرائض والترکہ مین ذوی الارحام اُن ناتے دارون کو کہتے ہین جنکے واسطے کوئی حصہ مقرر نہین ہو اور نہ وے عصبہ ہین اور اسمین جو اختلاف ہو وہ کتب فقہ وفرائض مین معروف ومذکور ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت مین اولوا الارحام سے مخصوص یہی لوگ نہین مراد ہین جنکو علم الفرائض والے ذوی الارحام کہتے ہین یعنی جو عصبہ ہون اور نہ اُن کے واسطے سہم مفروض ہو جیسے خالہ وماموں وپھوپھی وغیرہ۔ اگرچہ بعض علماء نے یہی زعم کیا اور ذوی الارحام کی میراث مین اس آیت کو نص صریح تصور کیا ہو بلکہ حق یہ ہو کہ آیت مین اولوا الارحام کا لفظ بنا بر لغت کے عام ہو جو جمیع قرابات کو شامل ہو جیسا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعکرمہ وحسنؒ وقتادہ وبہت علماء نے اس امر پر تنصیص کردی کہ اسی آیت سے منسوخ ہوا ارث بحلف ومواخات وغیرہ جس سے اول مین وارث ہوتے تھے اور علی ہذا یہ لفظ ان قرابت والون کو بھی شامل ہو جنکو اصطلاح فرائض مین ذوی الارحام کہتے ہین۔ بالجملہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اسباب ارث کو منسوخ کردیا سوائے قرابت کے پس یہ امر مستقر ہوا کہ اہل قرابت وناتے والے اپنے ناتے والون کے وارث ہون جیسا کہ علم الفرائض مین مفصل مذکور ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علیم ہو یعنی اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہو چاہے کوئی شئے ہو اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہو جو ان آیات مین مذکور تھا کہ آدمی بسبب ایمان وہجرت کے قرابت سے مقدم رکھکر وارث کیا جاوے اور اسمین جو حکمت ومصلحت

تھی اس سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہی پھر فقط قرابت کی وجہ سے میراث کو منحصر کیا پس اب سوائے قرابت کے اور کسی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا پس ایمان و ہجرت میں شرکت والا وارث نہوگا اور جو قرابت رکھتا ہی اگرچہ وہ ایمان و ہجرت میں مشارک نہووے وارث ہوگا۔ فالہم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برحق مومنین کی ثنا وصفت بیان فرمائی کہ ایمان لائے و ہجرت کی و راہ حق میں جہاد کیا پس ایمان لانیوالے وہ ہیں کہ ازل میں جب اللہ عزوجل نے اُن کو اپنی ذات پاک بقولہ الست بربکم فرماکر پہچنوائی تو ارواح سے ازل میں اُنھوں نے مشاہدہ کرکے قالوا بلی سے جواب دیا پس انوار مشاہدہ ازلی ان ارواح کے ساتھ ازل سے ابد تک باقی ہیں چنانچہ وہ ان انوار کو معائنہ کرتے اور اس خطاب پاک کے سننے کی لذت و حلاوت پاتے اور ہمیشہ وار دات غیب سے وجد میں ہو کر غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہجرت اُنکی باطنی یہ ہی کہ دونوں جہان کے حوادث سے الگ اور اپنے حظوظ طبیعت کو چھوڑ دیتے ہیں اور جہاد اُن کا یہ ہی کہ محل امتحان میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ہجر و دوری کے خوف سے نفس و شیطان پر جہاد کرتے ہیں اور ان دونوں دشمنوں کے وسوسہ و فریب سے دور بھاگتے و بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپکو قربان کرتے ہیں پس جب وہ ان اوصاف سے متصف ہوئے اور حقائق ایمان و عرفان اُنکو حاصل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو یقین و ایمان میں صادق و سچا و حقیقت کو پہونچنے والا فرمایا بقولہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی برحق مومنین ہیں یعنی ایمان کی حقیقت و معرفت ان کو حاصل ہی پھر اسکے ساتھ ان کے حال پر دوسرا احسان مزید مغفرت کا مبذول کیا کیونکہ جہات مستعار تک بندہ محل امتحان میں ہی پس اندرونی حرکات و خطرات سے محفوظ نہیں اور نیز حقیقت عرفان الٰہی میں بندہ ہمیشہ قصور وار ہی لہذا کرم و فضل بطریق امتنان فرمایا لہم مغفرۃ ورزق کریم۔ ان کو نظر قہر سے پوشیدہ کر دیا تاکہ حوادث تہریات ان کو نہ پہونچیں اور کشف وصال سے انکو رزق قرب عطا فرمایا۔ شیخ ابو یزید کا قول ہی کہ نفس کے ساتھ جہاد اس طرح کہ اسکو مہجور کر دے اسطرح کہ جن چیزوں کی وہ اُلفت رکھتا ہی اس سے جدا کر دے اور اہل و مال وغیرہ سے اُسکا تعلق توڑکر اسکو راہ حق میں لگا دے۔ بعض نے آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا ہجرت و جہاد انکا یہ تھا کہ بُرے ساتھیوں کو بد اعمال کو باطل دعووں کو چھوڑکر اہل حق کے ہمنشین صالح ہو گئے بعض نے کہا کہ ایمان لانا انکا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے دلوں کو قربان کیا اور ہجرت اس طرح کہ اہل و مال کو اللہ تعالیٰ کے ہی واسطے چھوڑا اور جہاد اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کو قربان کیا پس جس نے قلب کو محبت میں اور ملک کو رضامندی میں اور نفس و روح کو اس کا کلمہ بلند کرنے اور رسول بالا کرنے میں قربان کیا اسنے محبت حقیقی کا درجہ پایا اور جو حقیقی محبت رکھتا ہی وہی سچا مومن ہی۔ شیخ ابو بکر بن الفارسی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو باتوں سے جو فضیلت حاصل ہی وہ کسی کو ممکن نہیں اول یہ کہ اُن کو آنحضرت صلعم کا دیدار و ہمنشینی نصیب ہوئی۔ دوم یہ کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد کیا اور باطن سے بالکل اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے منقطع ہو گئے اور اپنے نفوس سے غربت اختیار کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اُن کی کمال مدح فرمائی ہی کہ وہ ایمان لائے ملکوت غیوب پر اور چھوڑ دیا حوادث کو اور سچی طاعت کیواسطے اپنے نفوس پر جہاد کیا وہی تو مومنین صادقین ہیں پس اللہ تعالیٰ جن بندوں کی ثنا و صفت فرماوے وہ اوروں سے بدرجہا افضل ہیں کیونکہ معرض مدح میں آنے کیلئے باختیار الٰہی وہ لوگ مختار ہوئے نہ اگلے نہ پچھلے پس وہ دونوں سے فضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہی اگر وہ اوروں کو ایسی مدح کیواسطے پسند کرتا تو ہو سکتا تھا پس جب اُسنے انھیں کو مختار فرمایا تو وہی افضل ہیں اور اس سے زیادہ شرف کیا ہوگا کہ حضرت رب العزت جل جلالہ جو اُنکا خالق ہی اُن کی مدح فرماتا ہی۔ قولہ تعالیٰ اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شیء علیم۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے یہاں ارحام سے مشیت قدم یعنی علوم کو اشارہ میں مراد لیکر میراث قرب و مکاشفات وغیرہ کو ارث میں اُن کے لئے اولیٰ قرار دیا چنانچہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ علوم غیبیہ و حکمتہائے غریبہ و اخبار

عجیبہ و مشاہدات و اسرار جذب و وجد و واردات و لطائف مقامات و سیر مجاہدات وغیرہ جو انبیاء و صدیقین کی میراث ہے۔ وہ اولوالارحام ہی کیواسطے مخصوص ہے یعنی انھیں سچے مریدون کو ملتی ہے جو طلب مین صادق اور توفیق سے سرفراز اور محبت مین کامل اور یاد حق مین مستغرق اور ذکر افعال و صفات مین متدین ہین کیونکہ ارحام عادم سے تجلی قدم وہ اسی طرح نکلے تھے کہ مشاہدہ انوار ذات و صفات سے ان اوصاف مین کامل و منظور نظر ولایت ہوئے تھے اور ہیے وہ لوگ جو زبانی دعوے کرتے ہین جیسے یہود و نصاری اپنے آپ کو متبع نبوت حضرت موسی و عیسی علیہما السلام قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم فرزندان حق و اُس کے محبوب بندے ہین حالانکہ اتباع نفس و شیطان مین سرگردان ہین اور اتباع نبوت کا کہین انہین نام بھی نہین اور جیسے اہل اسلام مین جھوٹے دعوے والے عالم و درویش کہ زبانی خدارسیدہ و پاک اعتقاد و نیک کردار بنتے ہین حالانکہ اتباع نبوت و سنت سے دور پڑے ہین اپنے نفس کی خواہشون مین گرفتار اور شیطانی خطرات کو ایمان سمجھتے اور چال و چلن خلاف راہ صواب و صراط مستقیم کی اختیار کئے ہوئے لوگون کے مال کھاتے اور دنیا پر نظر رکھتے ہین تو ایسے لوگ کبھی اس میراث نبوت و صدق سے حصہ نہ پاوینگے اور کبھی انکو باغ ملکوت کی پاکیزہ ہوا نہ لگے گی اور کبھی گلشن جبروت سے نسیم گلہائے معطر نہ سونگھین گے اور کبھی اسرار الحان کی آواز اُن کے کانون مین نہ پہونچے گی کیونکہ یہ لوگ نفس و شیطانی پرون سے پرواز کرتے ہین جن کی انتہائی پرواز اسلئے پاؤن قعر بدافعالی و خصائل ذمیمہ و اعتقادات فاسدہ ہین جو کنارہ جہنم پر پہونچاتے ہین پس انجام اُن کا اسی ورنہ کی بدبو و بدمنظر و بدغذا ہے جو پردہ اسرار مین اُن کو برعکس مزین نظر آتی ہے اور ان لوگون کے پاس وہ پر نہین ہین جن سے پرواز حقیقی ہوتی ہے کیونکہ وہ پرواز بیازوے رسالت و نبوت و محبت و صدق و حیاء و ولایت ہوتی ہے چنانچہ نیک خصلت و نیک انجام کو ہوا گلشن مشاہدہ و صدق و صفا مین انھین پرون کے پرواز سے وصول ہوتا ہے اور وہین پہونچکر نسیم عطر آگین و اسرار الحان پاکیزہ سے مشام و روح معطر ہوتے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصف مین کیونکر علم منطق الطیر وغیرہ کو ذکر فرمایا ہے پس جو کوئی معرفت کے ان طریقون مین سے کسی طریقہ کے ساتھ اُن کی طرف منسوب ہو وہی ولایت مین اسکا نسب ہوتا ہے اور اسکو اسی طریقہ کی میراث مین اسی طریق کا علم حقیقت حاصل ہوگا اگرچہ وصول و منزلت مین سب باہم ایک ہین فرق فقط نزدیکی و زیادہ نیکی کی راہ سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جو عوام مین مشہور ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اسکا محصل یہی ہے جو بیان شیخ کے کلام سے ظاہر ہوا۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالی نے کتاب لدنی مین اس میراث کی قسمت بیان فرمائی ہے۔ کما قال تعالی اولی ببعض فی کتاب اللہ پس ہر ایک کی قسمت قبل اسکے اعمال بلکہ قبل وجود کے مقدر ہو چکی ہے پس یہ فضل الٰہی ہے جسکو چاہا عطا فرمایا اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسمت میراث کا اشارہ فرمایا بقولہ العلماء ورثۃ الانبیاء الحدیث یعنی انبیا علیہم السلام دنیا کمانے کو نہین آئے بلکہ بندون کو دنیا کے انہماک کی اس کی وجہ سے جو بدافعال پیدا ہوتے ہین اُن سے چھڑانے کو آئے تھے پس مال و متاع دنیا اُن کی میراث نہین ہے بلکہ علوم حقیقت و معرفت اُن کی میراث ہے پس اُمت کے مومنون نے بقدر اپنے اپنے حوصلہ و فہم کے ان علوم سے حصہ پایا یعنی جسقدر اتباع شریعت و طریقت مین امتی مومن بیشی قدم ہوا اسی قدر اس کا ناتا نزدیک ہوا اور اسی قدر حصہ میراث اسکو زیادہ ملا اگرچہ میراث کا ملنا اللہ عزوجل کیطرف سے مخصوص ہے اسمین انبیاء علیہم السلام کو خود عطا کرنے کا دخل نہین ہے جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم مین خود اللہ تعالی نے تقدیر فرمائی ہے ایسے ہی باطنی حقیقت میراث کی تقسیم بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ملتی ہے اور اسی وجہ سے اُن کے احوال متفاوت ہوتے ہین اور خود اشارہ فرمایا بقولہ ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر یعنی حصہ خلافت و امامت کسی کو نہین مل سکتا سوائے حضرت ابوبکر رض کے کیونکہ اتباع مین انکا قدم سب سے بیشتر تھا پس اُن کا ناتا سب سے اقرب ہوا لہٰذا حصہ میراث ان کو جناب الٰہی سے مخصوص ہوا پس اور کسی کو نہین ملیگا پھر اللہ تعالی نے

قولہ ان اللہ بکل شئ علیم ـ سے اس سورہ کو ختم فرمایا ـ اور جیسے حضرت باری تعالیٰ عزشانہ کی ثنا وصفت پاک ہو ویسے ہی اسمین تنبیہ ہو کہ او تعالیٰ علم ازلی سے عالم ہو اُسنے ازل مین قبل وجود ان بندون کے جن کو حصہ میراث پہونچا ہو اپنے فضل سے ان کو برگزیدہ فرمایا تھا پس صدیقین کو کرامت صدیقیت اور شہدا و صالحین کو اپنے اپنے مرتبہ کی کرامت اسی علم محیط کے موافق بعد ان کے ایجاد کے پہونچی وقد قال تعالیٰ ولقد اخترناہم علی علم علی العالمین پس ان اللہ بکل شئ علیم سے یہ معنی ظاہر ہوئے کہ جو برگزیدگی ان بندون کیلئے ازل سے مقدر فرمائی تھی وہ موافق تقدیر کے ان سے ظاہر ہوگی کہ شوق لقار الٰہی مین پاکیزہ طور سے طاعات ادا کرینگے اور اتباع مین پیش قدم رہین گے یہان تک کہ تمام عالم سے براۃ و بیزاری کر کے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جائین گے ـ واللہ تعالیٰ اعلم ـ

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَھِیَ مِائَۃٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰیَۃً

سورۂ توبہ مدنیہ ہو اور قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے مدنیہ ہونے پر اتفاق ہو ولیکن مفسرؒ نے اختلاف کی طرف اشارہ کیا بقولہ اوالا آیتین آخرہا یا سب مدنیہ ہو سوائے دو آیتون کے جو آخر سورہ ہین ـ اور یہ سورہ ایک سو تیس آیت کی ہو اور مفسرؒ نے اسمین بھی اختلاف کا اشارہ کیا بقولہ اوالا آیۃ یعنی یا ایک آیت کم پس ایک سو اُنتیس آیات ہوئین ـ اس سورہ کے بھی مانند سورہ الحمد کے بہت نام ہین از انجملہ سورۃ البراءۃ کیونکہ معاہدہ مشرکین سے براءت ہو یقال برئت منہ وانا منہ بری یعنی جو لگاؤ تیرا اس سے تھا وہ تو نے کاٹ دیا ـ سورۃ التوبۃ کہ اسمین مومنین پر توبہ نازل ہونے کا بیان ہو حذیفہ سے روایت ہو کہ تم لوگ اسکو سورۂ توبہ کہتے ہو حالانکہ وہ سورۃ العذاب ہو ـ سورۃ الفاضحۃ کیونکہ اس نے اہل نفاق کو فضیحت کر دیا ـ سورۃ البحوث وسورۃ المبعثرۃ وسورۃ المثیرۃ ـ کیونکہ چھپے نفاق کو بحث کر کے کھود نکالا ـ سورۂ مقشقشۃ از تقشقش یعنی بیزاری کیونکہ نفاق سے براءت کرتی ہو اور ایسی ہی مناسبت سے دیگر نام ہین مانند سورۃ المخزیۃ والحافرۃ والمنکلۃ والمدمدمۃ اسے مہلکۃ المشردۃ والمنقرۃ ـ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی وعنہ ایضًا مدینہ مین نازل ہوئی ـ اور یہی ابن الزبیر وقتادہ سے مروی ہو ـ براء بن عازبؓ نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی قولہ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الآیہ ہو اور آخر جو سورہ نازل ہوئی سورہ براءۃ ہو ـ رواہ البخاری پھر یہان ایک سوال وارد ہوتا ہو چنانچہ ترمذی رحمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب عثمانؓ نے صحابہؓ کے اتفاق سے قرآن مجید کو مصحف مین جمع کر دیا تو مین نے عثمانؓ سے کہا کہ سورۃ الانفال تو مثانی مین سے ہو اور سورہ براءۃ مئین مین سے ہو پھر آپ لوگون نے کیون ان دونون کو نزدیک کر دیا اور درمیان مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہین لکھا اور سبع طول مین داخل کر دیا تو عثمانؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ زمانہ گذرتا اور آپ پر متعدد آیات کے سورہ نازل ہوتے پس جب آپ پر کچھ نازل ہوتا تو وحی لکھنے والون مین سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس کو فلان فلان مقام پر لکھو ـ اور سورۂ انفال تو مدینہ مین اول مین نازل ہونیوالیون مین سے تھی اور سورۂ براءۃ آخر مین نازل ہوئی اور قصہ اس کا اُسکے قصہ سے مشابہ تھا اور آنحضرت صلعم نے وفات فرمائی اور ہم کو نہین بتلایا کہ یہ سورہ بھی اسی مین سے ہو اور ہم نے خیال کیا کہ اسی مین سے ہو لہذا دونون کو ملا دیا اور درمیان مین سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہین لکھی اور دونون کو سبع طوال مین رکھا ـ کذا رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن حبان والحاکم ـ بعض نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت مین جب قرآن لکھا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ہوئے بعض نے کہا کہ سورۂ انفال وسورۂ براءۃ دونون واحد ہین اور بعض نے کہا کہ دو ہین پس اسطرح اقتران کر کے درمیان مین بسملہ چھوڑی گئی اور کشاف وغیرہ مین کہا کہ جنھون نے ایک ہی سورۃ قرار دیا ان کا قول اظہر ہو اسواسطے کہ مجموعہ دو سو پانچ آیتین ہین پس دونون مل کر طوال سورتون مین ساتوین سورۃ قرار دیجاویگی ـ وقال المترجم ظاہر یہ ہو کہ حضرات صحابہؓ نے بوجہ عدم تیقن کسی جانب کے

سطر بسملہ کو ترک کیا ولیکن یہ قول بنا بر ینکہ بسملہ واسطے فصل کے نازل ہوتی ہو جیسا کہ قدمار حنفیہ کا مذہب ہو۔ وقال المفسر رح بسملہ اسواسطے نہین لکھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم نہین دیا جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث سے نکلتا ہو قشیری رح کا بھی یہی مطلب ہے کہ جبرئیل ع اس سورہ کیساتھ بسملہ نہین لائے تھے۔ قال المترجم وعلیٰ ہذا یہ سورہ مستقل ہے اور انفال کا ٹکڑا نہین ہو چنانچہ اس کا نام علیحدہ بلکہ متعدد نام سے مسمیٰ ہونا بھی اسی پر دلالت کرتا ہو اور یہ امر زمانہ صحابہ رض سے شائع ہے جیسا کہ حذیفہ رض سے اوپر مذکور ہوا۔ وقال ابو السعود رح ان ناموں سے مشتہر ہونا اُسکے مستقل سورہ ہونے کی دلیل ہو اور یہ کہنا کہ علیحدہ نام سے انہین صحابہ رض نے مسمیٰ کیا جو اسکو مستقل سورہ جانتے تھے تو یہ خلاف ظاہر ہو علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ بسملہ امان ہو اور سورۂ براۃ نازل ہوئی تلوار کے ساتھ۔ اسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترک تسمیہ کی وجہ کا اشارہ بتلایا۔ اور ایسا ہی سفیان بن عیینہ رح سے بھی مروی ہو۔ وقال الخفاجی رح یہی قول صحیح ہو۔ ابو السعود رح نے کہا کہ تسمیہ ترک ہونے کی یہی حکمت ہو کہ سورۂ براۃ تو امان دور کرنے کیواسطے نازل ہوئی پس بسملہ سے جو الرحمن الرحیم کو شامل اور موجب امان ہو شروع نہین کی گئی جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو عہد توڑنے کا خط لکھتے تو ایسے عنوان سے شروع نہین کرتے تھے پس ترک تسمیہ کی وجہ یہ نہین ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُسکے مستقل سورہ ہونے یا غیر مستقل ہونے مین اشتباہ تھا جیسا کہ ابن عباس رض سے حکایت کیا گیا اور یہ رعایت بھی نہین تھی کہ صحابہ رض مین اختلاف تھا پس ہر دو فریق کی رعایت سے فصل کر دیا گیا کیونکہ ترک تسمیہ عدم ترک مین کسی کی رائے کو دخل نہین ہو بلکہ یہ امر توقیفی ہو پس جیسے جہان شارع نے واقف کرا دیا ویسا ہی وہان کیا جاوے گا اور اسمین شک نہین کہ یہان بسملہ کا نزول نہین ہوا۔ قال المترجم لیکن یہ اشکال وارد ہو کہ انفال مثانی مین سے اور براۃ مئین مین سے ہو ان دونون کو سبع طوال مین کیون داخل کیا گیا ہو اور حق یہ ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو اجماع کے ساتھ موافق ترتیب لوح محفوظ کے بارشاد آنحضرت صلعم جمع فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے ذکر پاک کا حافظ ہو پس یہ جمع و ترتیب بعصمت و حفظ الٰہی ہو اور جو حالت موجود ہے اسمین کسی وہم و گمان شیطانی کو دخل دینا لغو ہو والسلام۔ قال الحافظ رحمہ اللہ اس سورہ کا اول حصہ اسوقت نازل ہوا جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور آپنے حج کا قصد فرمایا پھر ذکر ہوا کہ موسم حج مین مشرکین اپنی عادت کے موافق آتے ہین اور وے لوگ ننگے طواف کرتے ہین پس اُن کے ساتھ خلط ملط ہونا مکروہ جان کر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج قرار دیکر روانہ فرمایا کہ لوگون کو مناسک حج پر قائم کرین اور مشرکون کو آگاہ کرین کہ اس سال کے بعد سے لوگ حج مین نہ آوین اور لوگون مین پکارین کہ براۃ من اللہ ورسولہ الآیات جب وہ روانہ ہوئے تو اُنکے پیچھے علی بن ابیطالب رض کو روانہ کیا تاکہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات پہونچانیوالا آپکا عصبہ ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہو پس تیس یا چالیس آیتین لیکر روانہ ہوئے۔ من قولہ تعالےٰ۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ

جواب ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے اون مشرکون کو جن سے تمکو عہد تھا — سو پھر لو — اس ملک مین

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ

چار مہینے — اور جان لو کہ تم — نہ تھکا سکو گے — اللہ کو — اور یہ کہ اللہ — رسوا کرتا ہے — منکرون کو — اور

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ

سنا دینا ہے — اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے — لوگون کو — دن بڑے حج کے — کہ اللہ — الگ ہے

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

مشرکون سے — اور اُس کا رسول — سو اگر تم توبہ کرو — تو تم کو بھلا ہے — اور اگر نہ مانو — تو جان لو — کہ تم

غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ
نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور خوشخبری دے منکرون کو دُکھ والی مار کی مگر جن مشرکون سے تم کو عہد تھا پھر
لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝
قصور نہ کیا تمھارے ساتھ اور مدد نہ کی تمھارے مقابلہ مین کسی کی سو اون سے پورا پہونچاؤ عہد اُنکے بدے تک اللہ کو خوش آتے ہین احتیاط والے

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ ۔ خبر مبتدا محذوف اے ہذہ براءۃ ۔ من ابتدائیہ ہو متعلق بمحذوف اے واصلۃ من اللہ ورسولہ ۔ اور جائز ہو کہ صفت موصوف ملکر مبتدا ہو جائے کیونکہ نکرہ مخصصہ ہو گیا اور خبر اسکی ۔ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ ولیکن اول اولی ہے ۔ عہد زبانی قول جو قسم کے ساتھ موکد ہو اور عاہدتم کا خطاب مومنین کو ہو اور الذین موصول مبہم کا بیان من المشرکین ہو اور حال یہ تھا کہ مومنین نے اس سے پہلے مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین سے مختلف معاہدے کئے تھے بعض مین مدت کا بیان نہ تھا بلکہ مطلق تھے اور بعض مین مدت تھی پس کسی مین چار مہینہ سے زائد اور کسی مین کم ولیکن اس سے کم مدت کے معاہدہ کا بیان کسی خبر صحیح سے ثابت نہین ہوتا ۔ بہر حال المشرکین سے عموماً مشرک مراد ہین یا خاص ہین اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ واُس کا رسول دونون بری ہو گئے اس عہد سے جو تم نے مشرکون سے باندھا بعض نے کہا کہ کافرون نے نقض عہد کیا اس سبب سے عہد کا پھینک مارنا واجب ہوا ولیکن اس قول مین تامل ہو بلکہ اظہار اسلام سے معاہدہ اہل کفر کی تحقیر فرمائی گئی ۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد سے بری ہونے کے یہ معنی ہین کہ مومنون کو مشرکین کا عہد اُن پر پھینک مارنے کی اجازت ملی ۔ یا اسم جلال للغرض تہویل ہے جیسے براءۃ کی تنوین بغرض تفخیم شان براءۃ ہے ۔ اور براءۃ کو اللہ تعالیٰ ورسول کے ساتھ اور معاہدہ کو مسلمانون کے ساتھ اسواسطے متعلق فرمایا کہ دلالت ہو کہ مسلمانون پر مشرکون کے عہود اُن پر اُلٹے پھینک مارنا واجب ہو اگرچہ مسلمانون نے جو معاہدے کئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رسول اللہ صلعم کے اتفاق سے کئے تھے پھر اسمین اختلاف ہو کہ یہ براءۃ کس عہد سے ہو یعنی عہد مطلق سے جسمین مدت کا کچھ ذکر نہین تھا یا چار مہینہ سے کم مدت والے عہود سے یا چار مہینہ سے زائد والے عہود سے جنمین نقض عہد کیا گیا اور کلام آگے آتا ہے بالجملہ براءت کے بعد حکم دیا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔ ساح یسیح ۔ سیاحۃ سیر کرنا ۔ چلنا ۔ ابو السعود نے لکھا کہ سیاحت زمین مین چلنے کو کہتے ہین جو آسانی وسہولت کیساتھ ہو پس اسمین اشارہ ہو کہ بہت بے کھٹکے چار مہینہ تک پھرینگا حکم دیا یعنی اے مشرکو تمکو مباح ہو کہ پھرتے پھرو زمین مین بے کھٹکے چار مہینے تک اس مدت تک تمکو امان ہے کوئی تمکو قتل نہین کریگا جہان چاہو پھرو اور غور وفکر کرلو ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ اور جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالیٰ کے عاجز کرنیوالے نہین ہو ۔ اور یہ مہلت تمکو اسواسطے نہین دی کہ تمھارے مقہور کرنے مین اب کوئی عجز ہے بلکہ رحمت ومصلحت تمھارے حق مین ہو کہ توبہ کرنیوالا قبول سے آبرو کیساتھ توبہ کرے ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ اور تم جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافرون کو خوار کرنے والا ہے ۔ مخزیکم ۔ نہین فرمایا کیونکہ جو بالفعل مشرک تھے بعضے اُن مین سے ایمان لے آئے پس اشارہ کردیا کہ بندے سب ہی اللہ تعالیٰ کے ہین مگر جو کفر و نافرمانی کرینگے وہی خوار کئے جاوینگے خواہ دنیا مین بھی چنانچہ مشرکون کے ساتھ واقع ہو لیا اور خواہ دنیا مین یا آخرت مین پس قیامت تک جتنے کافر ہین سب کے لئے تہدید و وعید ہو ۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ ۔ آذان بمعنی اعلام یعنی آگاہ کرنا وخبردار کرنا معنی یہ کہ اور اعلام واشتہار ہو اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کی جانب سے جو بڑا اکرم رسول ہو اِلَى النَّاسِ سب لوگون کی طرف يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ حج اکبر کے روز یعنی یوم النحر کے روز جو دسوین تاریخ ذی الحجہ کی قربانی کا دن ہوتا ہو کہ ۔ اَنَّ اللّٰهَ اے بان اللہ ۔ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ اللہ تعالیٰ بری ہو مشرکون سے اور اللہ تعالیٰ کا رسول بھی مشرکون سے اللہ تعالیٰ واُس کے رسول کے بری ہونے کے یہ معنی ہین کہ مشرکون کے عہد سے بری ہو پس حج مین یوم النحر کے روز یہ اعلام کردیا کہ سب لوگ جان لین

پس مشرکین تو چار مہینہ تک امان کے بعد اپنے آپ کو بے امان سمجھیں اور جملہ مسلمان بھی واقف ہو جاویں کہ چار مہینہ کے بعد کسی مشرک کے لئے عہد و ذمہ نہیں ہے اور نہ آئندہ کوئی مسلمان کسی مشرک سے معاہدہ کر سکتا ہے اور بخاری رح کی روایت میں ہے کہ نوین سال ہجرت میں آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو بھیجا کہ انھوں نے یوم النحر کے روز منی میں باآواز بلند اعلام کر دیا ان کلمات کے ساتھ اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج میں شریک نہ ہو اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ پھر اللہ تعالی نے کافروں کو توبہ کی طرف بلایا بقولہ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ یعنی اس عرصہ میں اے منکر بندو اگر تم کفر و نافرمانی سے توبہ کر لو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر نہ مانو گے منہ موڑو گے اور نافرمانی پر اڑو گے تو تمھارا برا ہو گا کسی کا کچھ نقصان نہیں۔ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ اور یہ جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالی کو عاجز کرنیوالے نہیں ہو اور وہ پاک پروردگار اپنا دین اور اپنا نور پورا کریگا۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور اے محمد صلعم تو کافروں کو عذاب الیم کی خوشخبری سنا دے۔ کافروں پر تہکم ہے کہ لو یہ خوشخبری سن رکھو کہ تم سب مقہور بنا دیے ہو تمھارے لئے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ دردناک عذاب اٹھاؤ گے کہ دنیا میں قتل و قید و خوار ہو گے مال و اولاد برباد ہو گی اور آخرت میں عذاب جہنم میں پڑو گے بالجملہ یہ ایذان و اعلام تمام مشرکوں و عہد والوں کو دیا مگر ان میں سے استثناء فرمایا بقولہ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے عہد کیا ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا۔ پھر انھوں نے تم سے عہد کی شرطوں میں سے کسی شرط میں کچھ نقص نہیں کیا۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا اور نہ تم پر کسی کی مظاہرت کی یعنی کسی گروہ کافر کے جو تم سے لڑا یا مانند اس کے کوئی امر کیا اس کی انھوں نے معاونت بھی نہیں کی تو۔ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ پورا کر دو اُن کو اُن کا عہد اُن کی مدت تک کیونکہ عہد پورا کرنا از جملہ تقوی ہے اور حال یہ ہے کہ۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ اللہ تعالی تقوی والوں کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ براۃ مذکورہ کن عہد والوں سے اور کیسے عہد والوں سے ہے اور چار مہینہ کی مہلت کب سے کب تک ہے کیونکہ آگے کی آیت میں ماہہائے حرام گزرنے کے بعد ہی مشرکوں کے حق میں یہ حکم ہے کہ جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اختلافی اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ اس آیت میں ان عہد والوں سے برات ہے جن کے ساتھ مطلق عہد بدون بیان مدت کے تھا یا جن سے چار مہینہ سے کم مدت تک عہد تھا پس اُن کے لئے چار مہینہ کی میعاد دی گئی اور جنکے ساتھ اس سے زائد کسی مدت معلومہ تک عہد تھا اُن کا عہد اسی مدت تک باقی ہے بقولہ تعالی۔ فأتموا الیہم عہدہم الی مدتہم۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ من کان بینہ و بین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعہدہ الی مدتہ یعنی جس کے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کسی میعاد معلومہ تک عہد تھا اسکا عہد اپنی مدت تک ہے اور یہی قول منجملہ اقوال کے احسن و اقوی ہے اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور مفسر رح نے ان عہد والوں کو بھی اسی میں داخل کیا جنکا عہد کسی مدت معلومہ تک چار مہینہ سے زائد تھا مگر انھوں نے کسی شرط میں خلاف کیا یا مظاہرت کی تو انکا عہد بھی باطل ہو گیا اور یہ بھی صحیح ہے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ اصحاب عہد کو ایذان دیا گیا کہ چار مہینہ امن سے پھریں اور یہ چاروں مہینے پے در پے ہیں پس گیارہویں ذی الحجہ سے لیکر ربیع الآخر کی دسوین تک ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے براۃ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا جب وہ ذو الحلیفہ تک پہونچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں پہونچا ویگا اس بات کو کوئی سوائے میرے یا میرے کسی اہل بیت کے پس اسکو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ روانہ کیا۔ رواہ احمد والترمذی و بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں پہونچا ویگا میری طرف کوئی سوائے میرے یا میرے اہل بیت کے تو یہ عموم پر نہیں ہے یعنی ہر بات میں یہی حکم نہیں ہے کیونکہ اکثر آنحضرت صلعم نے ایسے لوگوں سے تبلیغ فرمائی جو اہل بیت سے نہ تھے بلکہ یہ فقط عہد سے مخصوص ہے کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جس قبیلہ کی طرف نقض عہد کا پیغام ہو اسکو سردار

یا اُسی کا گھروالا کوئی پہونچا دے اور دلیل اسپر بعض روایات کے الفاظ ہین کہ لا یبلغہا کوئی اس براۃ کو نہ پہونچا دے الخ - مین کہتا ہون کہ اکثر روایات اسی امر کو مشعر ہین کہ فقط براۃ مذکورہ کے ساتھ تخصیص ہے - بعض نے زعم کیا کہ پہلے ابو بکرؓ کو مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا اور حضرت علیؓ کو مقرر کیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ اسی طرح امیر الحاج و امیر الموسم رہے اور براۃ عہود کے پکارنے کیلئے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے امام ابو جعفر محمد باقرؒ سے روایت کی کہ جب سورۂ براۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ابو بکرؓ کو حج کے واسطے امیر کر کے روانہ کیا پھر کہا کہ میری طرف کوئی ادائے پیغام نہ کرے سوائے میرے اہل بیت کے پھر علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ قصہ براۃ لیجاؤ اور یوم النحر کو جب منیٰ مین جمع ہون تو پکار دو کہ جنت مین کوئی کافر نہین داخل ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور جس کسی سے آنحضرت صلعم سے عہد تھا اُسکا عہد اُسکی مدت تک ہے - پس علیؓ آنحضرت صلعم کے ناقہ عضباء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور راہ مین ابو بکرؓ سے مل گئے پس ابو بکرؓ نے دیکھکر فرمایا کہ امیر ہو یا مامور ہو یعنی مجھ پر سردار کر کے بھیجے گئے ہو یا میری ماتحتی مین ہو - حضرت علیؓ نے کہا کہ مامور ہون پھر دونون چلے یہان تک کہ ابو بکرؓ نے لوگون کو حج کرایا الی آخر ما قال - بلکہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو بکرؓ کو اقامت حج اور اعلام براۃ دونون کے واسطے بھیجا تھا اور وہ دونون باتون پر قائم رہے اور حضرت علیؓ کو پیچھے سے اعلام براۃ کے واسطے بھیجدیا تا کہ اہل عرب مین سے کسی کو اپنی عادت کے موافق عذر نہ رہے چنانچہ امام بخاریؒ نے روایت کی کہ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ابو بکرؓ نے اس سال جن پکارنیوالون کو بھیجا تھا اُنمین مجھے بھی مقرر کیا تھا کہ یوم النحر کو منیٰ مین ہم پکارتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نکرے - حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پیچھے پیچھے علیؓ بن ابی طالب کو بھی بھیجا اور حکم دیا کہ براۃ کو پکار دے - ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہمارے ساتھ علیؓ نے بھی منیٰ مین یوم النحر کو بھی پکار دیا - دوسری روایت بخاری مین اس مضمون کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے اور اکبر اس جہت سے کہا گیا کہ لوگ حج اصغر کہتے تھے پس ابو بکرؓ نے اس سال مین لوگون کے عہد اُن پر پھینک مارے پھر سال حجۃ الوداع جسمین رسول اللہ صلعم نے حج کیا کسی مشرک نے حج نہین کیا - انتہی ملخص الروایۃ - اور حضرت علیؓ سے ندا مین چار باتین مروی ہین یعنی کوئی کافر کبھی جنت مین داخل نہوگا اور کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نکرے اور جس کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان عہد تھا اُس کا عہد اُس کی مدت تک ہے - رواہ ابن جریرؒ وغیرہ - پھر واضح ہو کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے در روایت بخاری از ابو ہریرہ اور ترمذی اور ابن جریرؒ نے خطبہ حجۃ الوداع مین باسناد صحیح مرفوع یہی روایت کیا اور یہی ابن مسعودؓ و ابن ابی اوفی و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم و مجاہد و جماعت تابعین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و طاؤسؒ وغیرہم نے کہا کہ وہ یوم عرفہ ہے اور مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ جملہ ایام حج ہین حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ یہ دن فقط حج ابو بکرؓ اور حج رسول اللہ صلعم کا دن تھا اپ نہین ہے - ارجح قول اول ہے کما نص علیہ ابن جریر رحمہ اللہ - فی العرائس قولہ تعالیٰ براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاہدتم الآخ - جاننا چاہیئے کہ عہد معرفت و محبت و عبودیت کا پورا کرنا نہین ممکن ہے مگر اسی شخص سے جس نے عدم سے نکلتے وقت ربوبیت کو بنور ازلی مشاہدہ کیا ہے اور جو کوئی محبت و عشق قدیم سے خالی ہے وہ وفا نہین کر سکتا اور کیونکر وفا کرے کیونکہ درگاہ کبریائی سے مردود ہے اور کبھی ابد تک مقبول نہ ہوگا - اللہ تعالیٰ نے ان رعونت والون سے براۃ فرمائی جو اپنے نفوس کی خواہشون و دنیا و اُس کی زینت و جاہ و مال و منال کو پوجتے ہین اور داغ فراق اُن پر لازم کر دیا کیونکہ عہد ازل سے باہر ہو گئے ہین کاش اگر درد فراق سے واقف ہوتے تو اس حسرت مین مر جاتے - اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے سوائے شرک کے جملہ عذر کو قبول فرمایا کیونکہ شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے اسلئے کہ مخلوق نے اپنے خالق سے منہ موڑ کر یہ غضب سمیٹا کہ دوسری مخلوق کو اپنے معبود قدیم خالق عز و جل سے شریک کر دیا بعد عہد کے یہ فرقت واقع ہوتا

کیسی سخت بات ہی۔ زمانہ عہد میں تو وصول کی اُمید تھی کہ ناگاہ غیرت کی بجلی گری اور اُن کو اُنکے ہوسات مین جلاکر خاک کردیا۔ پھر حق تعالی نے اُنکو اتنی مہلت دیدی جسمین کھوئے ہوئے کا تدارک ممکن ہی لیکن یہ بھی اتمام حجت ہی۔ کما قال تعالی فسیحوا فی الارض اربعة اشہر۔ اور جمہور خلائق کے درمیان اُنکی بدعہدی کا اشتہار دیدیا بقولہ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ بندون کو یوم عید کی معرفت دیدی اور یہ وہ دن کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی سب مستوی تھے کہ اپنے انبیا اور اولیا کیواسطے کشف جلال فرمایا اور وہ اب بروز عرفہ ظاہر ہوتا ہی پس اس روز یہ اشتہار دیدیا کہ اللہ تعالی ان مشرکون سے جو اپنی خواہش نفس مین اللہ تعالی و اسکے رسول سے محجوب پڑے ہین بری ہی اور اُس کا رسول بھی ان مردون سے بری ہی کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے موافقت کرتا ہی اور غیرت توحید اسی امر کو مقتضی ہی کہ وہی وہ رہی اپنی مراد کا نام بھی نہو۔ ابن عطار رح نے کہا کہ جو امر کہ حضرت باری تعالی سے مخصوص ہی خواہ صفت ہو یا فعل ہو اسمین جو کوئی بندہ اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو اللہ تعالی اُس سے غیرت فرماتا ہی یعنی اپنی درگاہ سے اُس کو محروم کر کے دور کرتا ہی پھر اپنے کرم و رحمت سے اُن کو باغ اُمید سے بالکل خارج نہین کیا اور توبہ طلب کی بقولہ فان تبتم فہو خیر لکم یعنی اگر اپنے نفوس کے حظوظ دنیاوی مین منہمک ہونے سے پھرو اور اپنے قلوب کے حظوظ مشاہدہ ربانی مین آؤ تو یہ تمہارے واسطے بہتر ہی یعنی یہی ہی جو کچھ ہی کیونکہ سراپا بھلائی قرب و حضور حضرت رب العزت جل سلطانہ مین ہی۔ اہل اشارہ کے نزدیک توبہ یون ہی کہ مشاہدہ بارگاہ قدیم و درگاہ حی القیوم کے وقت قلب سے حدث بالکل جاتا رہی یعنی قلب کو حادث چیزون سے حتی کہ اپنے آپ سے بھی لگاؤ نہ رہے اگرچہ خود جیسا حادث ہی ویسا ہی رہیگا یعنی فانی ہو کر باقی ببقاء حی القیوم ہو جائیگا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ بحکم قولہ تعالی فان تبتم فہو خیر لکم۔ توبہ ہر بھلائی کی کنجی ہی۔ انتہی پھر جن عہد والون سے برأت فرمائی اور اُنکا عہد اُن کو پھینک مارا اور چار مہینہ کی اُن کو مہلت دی تو اُنکے حق مین اور بے عہد تمام مشرکون کے حق مین حکم دیدیا۔ بقولہ تعالی۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا

پھر جب گذر جاوین مہینے پناہ کے تو مارو مشرکون کو جہان پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

ہر جگہ اُن کی تاک پر پھر اگر وہ توبہ کرین اور کھڑی رکھین نماز اور دیا کرین زکوۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ اللہ ہے بخشتا مہربان

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ۔ انسلاخ الشہر دن کر کے مہینہ کا پورا ہوتا جانا یہان تک کہ گزر جاوے۔ خفاجی رح نے کہا کہ سلخ کبھی بمعنی کشط آتا ہی یعنی پوست کھال اُتار لینا جیسے سلخت الاہاب عن الشاۃ۔ مذبوحہ بکری پر سے مین نے کھال کھینچ لی۔ اور کبھی اخراج و باہر کھینچنے کے معنی مین آتا ہی جیسے سلخت الشاۃ عن الاہاب۔ مذبوحہ بکری کو مین نے کھال مین سے نکال لیا۔ پس مہینہ پر انسلاخ کا اطلاق استعارہ از معنی اول ہے کیونکہ کھال کے مانند زمانہ بھی اشیا پر محیط ہی۔ اور بیضاوی رح نے دوسرے معنی سے استعارہ قرار دیا گویا جب گزر گیا تو جس کو محیط تھا وہ اسمین سے نکل آیا۔ المعنی مومنون کو حکم دیا کہ جب وہ مہینے گزر جاوین جو حرام ہین فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ تو قتل کرو مشرکون کو جہان کہین تم اُن کو پاؤ خواہ ایسے مقام مین پاؤ جو حرم کہلاتا ہی خواہ ایسے مقامون مین جو حل ہین۔ اور چاہے کوئی وقت ہو۔ واضح ہو کہ یہان دو مقام ہین ایک یہ کہ اشہر الحرم سے کون مہینے مراد ہین اور مشرکین کا لفظ اہل کتاب و بت پرستون وغیرہ سب کو شامل ہی یا اہل کتاب کو شامل نہین ہی۔ پس علمائے نے اسمین اختلاف کیا ہی ایک قول یہ ہی کہ اشہر الحرم سے ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم اور رجب چار مہینہ مراد ہین کما فی قولہ منہا اربعة حرم۔ اور اسی سورہ مین انشاء اللہ تعالی اس کی تفسیر آویگی اور یہ قول امام محمد باقر کا ہی ولیکن ابن جریر رح نے کہا کہ آخر مہینہ اسوقت مین انکے حق مین محرم ہی اور یہی کو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے حکایت کیا اور یہی ضحاک رح کا قول ہی۔ وقال البیضاوی رحمہ اللہ یہ محل نظر ہی کیونکہ الاشہر الحرم پر الف لام عہدی ہی جو معہود سابق پر

دلالت کرتا ہی اور نیز یہ مخالف اجماع ہی کیونکہ یہ مقتضی ہی کہ ما ہہائے حرام کی حرمت ابھی تک باقی ہی اسلئے کہ جو بعد کو نازل ہوا اسمین اسکا ناسخ کوئی کلام نہین
ہے بالجملہ یہ قول منظور فیہ وخلاف سیاق ہی اگرچہ ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہی۔ قول دوم یہ کہ مراد ماہہائے عہدہ ہین جو قولہ فاتموا الیہم عہدہم
مین مقصود ہین اور یہی مجاہد و ابن زید وغیرہ سے حکایت کیا گیا ولیکن یہ قول ضعیف ہی اسواسطے کہ مدت معاہدہ چند ماہ جن پر جمع اشہر کا اطلاق جائز نہین
اور نہ اشہر کی تعبیر مین کوئی وجہ وجیہہ ظاہر ہی اور اسقدر بھی نظم قرآنی مین محتمل نہین ہو سکتا۔ فافہم۔ قول سوم یہ کہ وہ چار مہینہ مراد ہین جو قولہ تعالیٰ فسیحوا
فی الارض اربعۃ اشہر۔ مین مذکور ہین اور یہی بنظر سیاق و نظم کلام وازراہ معنی وجیہہ ہی اور یہی ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعمرو بن شعیبؒ وابن اسحاقؒ وقتادہ وسدی و
ابن زید سے مروی ہی اور یہی ائمہ اہل علم کے قول پر درست ہی اور ان چار مہینون کو اشہر الحرم اسواسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینون تک مشرکون کی
جانون و مالون کو حرام فرمایا ہی۔ المعنی پھر جب چار مہینہ گذر جاوین جنمین ہم نے تم پر ان کا قتل کرنا حرام کیا ہی تب اُن کے گذرنے کے بعد مشرکون کو جہان
کہین اور جب کبھی پاؤ قتل کر ڈالو۔ لیکن خانہ کعبہ مین قتال اکثر علماء کے نزدیک حلال نہین ہی وہو الاصح۔ اور مشرکین اگرچہ آیت مین عام ہی لیکن مخصوص
ہی چنانچہ سنت مین عموماً عورت و طفل کے قتل سے ممانعت ہی اور بوڑھا ضعیف جس سے مضرت نہو وہ بھی قتل نہ کیا جاوے اور ایسی ہی ایلچی قتل
نہ کیا جاوے یا جو امان لیکر آوے اور سدیؒ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے براۃ کے بعد کسی مشرک سے معاہدہ نہین کیا۔ اور اہل کتاب ایک قول
پر داخل ہین تو وہ بھی وصف تیکہ خواری یہ کہ جزیہ دینا منظور کرین اس سے مخصوص ہونگے اور ایک قول پر داخل ہی نہین پس کچھ اشکال نہین ہی
اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار تو مشرکین عرب کے
حق مین کما قال تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم الآیۃ۔ کذا رواہ ابن ابی حاتم مختصراً۔ اور میرا گمان یہ ہی کہ دوسری تلوار اہل کتاب کے حق مین
تھی۔ کما قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب
حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ اور تیسری تلوار منافقون کے حق مین کما قال تعالیٰ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور چوتھی
تلوار باغیون کے حق مین کما قال تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ
الیٰ امر اللہ الآیۃ۔ انتہی اور جمہور کے قول پر جن مشرکون کا عہد میعادی بسبب اُن کی وفاداری کے پورا کرنے کا حکم ہے ان کے حق مین جیسے چار ماہ
کی مدت نہ تھی ویسے ہی بعد چار ماہ مذکورہ گذرنے کے قبل اُن کی مدت تمام ہونے کے اُن پر یہ حکم بھی نہین کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
مار ڈالو مشرکین کو جہان کہین جب پاؤ۔ وَخُذُوْهُمْ۔ اور اُن کو گرفتار کرو یعنی قیدی و اسیر بناؤ۔ اخیذ بروزن فعیل بمعنی ماخوذ
یعنی پکڑا ہوا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ بعض نے کہا یعنی حرم مین اُن کے آنے کو روکو اور حائل ہو جاؤ اور صحیح معنی یہ کہ اُن کو حصار مین محبوس
کرو اور قلعون کا محاصرہ کر لو یہان تک کہ ناچار قتل ہونے پر راضی ہون یا اسلام لاوین کہ فساد شرک بداعمالی مٹ جاوے۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ
مرصد ظرف ہی جہان دشمن کے انتظار مین بیٹھا جاوے یعنی گھات کی جگہ و کمین گاہ۔ اور نصب اسکو بنا بر بینکہ ظرف ہی اور بعض نے کہا کہ علی کل مرصد پس منصوب
بنزع الخافض ہی ولیکن اول اصح ہی۔ المعنی اُن کے لئے ہر گھات کی جگہ بیٹھو یعنی اُن کے لئے تاک لگاؤ جدھر اور جس راہ جاوین اسی طرف اُنکا فساد
دور کرنے کیلئے اُن کو مارو پکڑو۔ فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرین یعنی جو سبب فتنہ کا تھا اس سے توبہ کرین یعنی شرک و کفر سے توبہ کرین۔
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور اس کو اس طرح ظاہر و ثابت کرین کہ بدنی اعمال مین سے جو سب سے اعلیٰ ہی یعنی نماز اُس کو قائم کرین یعنی
ٹھیک طور سے جمعہ و جماعات کے ساتھ ادا کرین۔ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور مالی امور مین سے جو سب سے اعلیٰ عمل ہی یعنی زکوۃ اُس کو ادا کرین۔
انھین دونون باتون پر اسی وجہ سے اکتفا کیا کہ بدنی و مالی عبادات مین سے یہی دونون اشرف ہین اور باقی اُن کے تابع ہین پس مقصود آنکہ فرائض

دو واجبات اسلام کو ادا کرین جنہین سے اعلی واشرف یہ دو ہین اور کیا آسان ہین فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔ تو تم اُن کی راہ خالی کر دو یعنی اُنکو قتل کرو نہ قید کرو نہ اُنکا محاصرہ کرو اور نہ اُنکو شرع کے موافق تصرف کرنے سے روکو۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کیونکہ البتہ تعالی غفور رحیم ہے اگلے زمانہ مین جو شرک و فساد و بندگان خدا کی ایذا رسانی جو بوجہ جہالت و کفر کے اُن سے صادر ہوئی اُسکو اللہ تعالی بخشنے والا ہے۔ قال البیضاوی رح آیت مین تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑتا یا زکوۃ نہ دیتا ہو اُس کی راہ نہ چھوڑی جائے گی۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ابن عمر رض سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ گواہی دین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالی کے اور یہ کہ محمد اللہ تعالی کے بندے رسول ہین اور نماز قائم کرین اور زکوۃ ادا کرین۔ الحدیث فی الصحیحین۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ تم لوگون کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو ٹھیک ادا کرو اور زکوۃ دو پس جس نے زکوۃ نہ دی اُس نے نماز بھی نہ پڑھی۔ بالجملہ ارکان اسلام وحید اسلام و شرک سے تو بہ کیواسطے ضرور ہین لہذا حدیث صحیح مین نماز چھوڑنے والے پر کفر کا اطلاق آیا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ سے مانع لوگون پر جہاد کرنے مین اسی آیت کریمہ و اُسکے امثال پر اعتماد کیا اور احادیث مانند روایت ابن عمر رض کے اسکی مؤید بہت ہین و قال عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح اللہ تعالی نے انکار فرمایا کہ بدون زکوۃ کے نماز کو قبول کرے اور کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کیا اچھے کامل فقیہ تھے۔ ربیع بن انس رح سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو اس حال سے چھوڑا کہ خالص اللہ تعالی ہی کیواسطے توحید کرتا اور اسی کی عبادت کرتا تھا پھر بھی اُس سے شرک نہین کرتا تھا تو اُس نے دنیا کو ایسے حال مین چھوڑا کہ اللہ تعالی اُس سے راضی ہے اور کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا وہ دین ہے کہ جس کو اُس کے رسول لائے اور اپنے پروردگار کے حکمون کو پہنچادیا لیکن یہ سب اس سے پہلے کہ لوگون کی گڑھی باتین اور نفسانی خواہشون کے مقتضی اختلاف آپس مین مل جادین اور اس کی تصدیق کتاب الہی عزوجل مین موجود ہے (یعنی ربیع نے اپنے شیخ کا قول بیان کیا-۱۲) کہ فرمایا۔ فان تابوا واقاموا الصلوۃ الآیۃ۔ کیونکہ اُن کی توبہ یون تھی کہ بتون سے یا جو چیزین بتون کے حکم مین ہین ان سے اپنی گردن چھوڑا کر فقط اپنے پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرین اور نماز ٹھیک ادا کرین و زکوۃ خلوص سے دیدین پھر دوسری آیت مین فرمایا۔ فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین۔ رواہ ابن جریر وابن مردویہ ومحمد بن نصر المروزی۔ انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین لوگون سے مقاتلہ کرون اسوقت تک کہ یہ گواہی دین کہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ پس جب یہ گواہی دی کہ فقط اللہ تعالی ہی پروردگار معبود ہے کوئی اور ایسا نہین جسکے واسطے عبودیت کی کوئی بات لائق ہو اور گواہی دی کہ محمد اللہ تعالی کے رسول ہین اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا اور ہماری نماز پڑھی تو اُن کی جانین اُن کے مال سب حرام ہوگئے مگر بحق شرع (یعنی مثلاً زکوۃ لی جائے گی اور اگر دھوکے سے کسی کو مار ڈالا تو دیت دینا پڑے گی یا عمداً مارا تو قصاص مین قتل کیا جائے گا) اُن کے واسطے وہی سب برتاؤ ہوگا جو مسلمانون کے لیئے ہے اور اُن پر وہی سب لازم ہوگا جو مسلمانون پر لازم ہے۔ رواہ البخاری واہل السنن الا ابن ماجہ۔ واضح ہو کہ آیت السیف یہی کہلاتی ہے اس کے بعد تمام وہ احکام مرتفع ہوگئے جو مشرکون کے بد افعال سے چشم پوشی وصبر وغیرہ کے تھے اور حکم دیدیا گیا کہ اگر حقوق الہی توحید و عبادت سے لیکر بندون بلکہ مردہ لوگون تک عدل و انصاف و مکارم اخلاق و آدمیت سے برتاؤ نہ کرین تو مار کر اُن کو راہ راست پر رکھو اور اُن کا فتنہ و فساد بندگان خدا سے دور کر دو۔ پھر مفسرین رح نے آپس مین اختلاف کیا کہ اس آیت مین سے بھی کچھ منسوخ ہے یا نہین ضحاک و سدی و عطا رح نے کہا کہ منسوخ ہے بقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء۔ یعنی مشرک قیدی پر احسان کر کے چھوڑ دیا فدیہ لیلو۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ نہین بلکہ وہی اس سے منسوخ ہے پس احسان و فدیہ کچھ نہین جائز ہے بلکہ اسلام لائے یا قتل کیا جائے۔ اور ابن زید رح نے کہا کہ نہین بلکہ دونون محکمہ ہین کوئی منسوخ نہین ہے اور قرطبی رح نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ احسان کے طور پر چھوڑنا یا فدیہ لینا یا قتل کر دینا اول ہی لڑائی بدر سے برابر بحکم رسول اللہ صلعم جاری رہا۔ امام رازی رح نے کہا کہ دونون آیتین باہم متوافق ہین اور دونون

اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے سخت گرفت کے بعد پھر فدیہ لینا اختیار ہے واللہ اعلم۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ

اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے جبتک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچادے اسکو جہاں وہ نڈر ہو یہ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

وَإِنْ أَحَدٌ۔ ان حرف شرط جو فعل ہی پر داخل ہوتا ہے لہذا اضمار فعل محذوف ہے اور وہی احدٌ میں عامل رفع ہے اور مِّنَ الْمُشْرِكِينَ متعلق احد یعنی مشرکین میں سے کوئی آدمی۔ اور فعل محذوف کی تفسیر کرتا ہے۔ قولہ اسْتَجَارَكَ یعنی وان استجارک احد من المشرکین اور استجارہ طلب الجوار۔ و مراد امان چاہنا۔ اور مشرکین سے وہی مراد ہیں جنسے بعد انقضاء چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا ہے۔ والمعنی اور اگر مدت امن گزرنے کے بعد امان مانگے تجھ سے کوئی شخص ان مشرکون میں سے جن سے بعد چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا گیا ہے۔ فَأَجِرْهُ تو اسکو امان دیدے حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ۔ تاکہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور سمجھکر معلوم کرے کہ وہ ایمان کیا ہے جسکی طرف تم ان کو دعوت کرتے ہو اور اس کی خوبیاں و بھلائیاں اسکو معلوم ہون۔ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ۔ مامن جائے امن یعنی پھر اسکو اس کے دیار میں جہان سے آیا ہے پہونچادے اور اگر وہ بالفعل اسلام نہ لاوے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ۔ یہ حکم امن دینے کا اسوجہ سے ہے کہ مشرکین ایسی قوم ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں کہ ایمان کیا چیز ہے اور عدل و اخلاق جمیلہ سے کیونکر بھرا ہوا ہے پس ضرور اُن کو اسطرح امان دیکر سنانا چاہیے تاکہ اس کی خوبیوں پر واقف ہوں اور حجت الٰہی ان پر پوری ہو جائے۔ قال ابن کثیر رح و من ہذا کان صلعم یعطی الامان لما جاءہ یوم الحدیبیہ جماعۃ الی آخرہ۔ مراد شیخ کی یہ ہے کہ یہی حکمت آنحضرت صلعم پہلے سے برتتے تھے پس جو کوئی راہ ہدایت دریافت کرنے آتا یا ایلچی بن کر آتا اس کو امان دیتے چنانچہ حدیبیہ کے روز قریش کی ایک جماعت آئی جنہیں سے عروہ بن مسعود اور سہیل بن عمرو وغیرہ تھے کہ صلح کی بابت طرفین سے گفتگو کرتے اور انھوں نے یہاں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و محبت میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا مبالغہ کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ کے یہاں نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر آپ دہن مبارک پھینکتے ہیں تو وہ لوگ اپنے دامنوں میں لیتے ہیں پس حیران و مبہوت رہ گئے اور واپس ہوکر قوم کو اس سے آگاہ کیا اور یہی ان میں سے اکثروں کی ہدایت پر آجانے کا باعث ہوا۔ الحاصل جو کوئی دار الحرب سے دار الاسلام میں پیغام پہونچانے یا تجارت یا صلح چاہنے یا جزیہ لیکر آنے وغیرہ کاموں کے لئے آنا چاہے اور امام المسلمین یا اسکے نائب سے امان مانگے تو اُس کو امان دیکر آنے دے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن کو لوٹ جائے ولیکن علماء نے کہا ہے کہ اسکو یہ اجازت نہ دیجائے گی کہ یہیں رہا کرے الا آنکہ ذمی ہوکر رہے پھر کبھی دار الحرب میں نہ جانے پاویگا الا بطریق تجارت وغیرہ ورنہ یہاں نہ رہنے پاویگا۔ ان چار مہینہ تک رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ ایک سال سے کم تک میں علماء کے دو قول ہیں۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ اگر سوائے دین کے حقیقت سے واقف ہونے کے اور کسی غرض تجارت وغیرہ کے لئے امان چاہے تو امام کو اختیار ہے چاہے آنے دے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ

کیونکر ہووے مشرکون کو عہد اللہ پاس اور اُس کے رسول پاس مگر جن سے تم نے عہد کیا مسجد الحرام پاس

الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ○ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

سو جبتک تم سے سیدھے رہیں تم اُنسے سیدھے رہو اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے کیونکر صلح رہے اگر وہ

لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۸

ہاتھ پاویں نہ لحاظ کریں تمھاری دینداری کا نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منھ کی بات سے اور اُنکے دل نہیں مانتے اور بہت اُن میں بے حکم ہیں

كَيْفَ استفہام تعجب لانے کو متضمن معنی انکار ہو اسے لا یکون نہین ہوگا۔ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ مشرکون کے لئے کوئی عہد عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک۔ حالانکہ مشرکون کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول سے منکر و غدر کرنیوالے ہین یعنی جس نے عہد وفا نہ کیا اللہ تعالیٰ اُس کے عہد وفا کرنے کا حکم نہ فرمائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان لوگون کے پاس عہد ہونا تعجب ہو۔ نہین ہوگا کیونکہ تمھارے حق مین وہ غدر دل مین رکھتے ہین پس تم اُن کی طرف سے عہد کا خیال جی مین نہ لاؤ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بعض نے کہا استثنا متصل ہو لہٰذا لا یکون للمشرکین عہد الا الذین عاہدتم الخ۔ پس مشرکین اپنے عموم پر ہوگا اور بعض نے کہا کہ الا بمعنی لکن ہو پس مشرکین سے وہی مراد ہین جن سے براۃ کی گئی ہو اور معنی یہ کہ لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے مسجد الحرام کے پاس معاہدہ کیا یعنی قریب مسجد الحرام کے حدیبیہ مین معاہدہ کیا اور وہ قریش ہین کہ حدیبیہ مین دس سال تک کا عہد اُن سے کیا گیا تھا اور وہی سابق مین قولہ الا الذین عاہدتم من المشرکین الخ سے مستثنیٰ ہوئے تھے۔ یہی ابن عباسؓ و قتادہؒ سے روایت ہو انھین کے حق مین حکم دیا کہ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ۔ پس جبتک عہد پر وہ لوگ ٹھیک قائم رہین اور نہ توڑین تب تک تم بھی اُن کیلئے قائم رہو اسمین اشارہ ہو کہ ادھر سے استقامت انھین کے نفع کیلئے ہو۔ پھر قریش نے آخر مین یہ حرکت کی کہ بنو خزاعہ جو حضرت صلعم کے حلف مین تھے اُن سے بنو بکر سے جھگڑا تھا پس قریش نے بنو بکر کی خزاعہ پر مدد کی اور کچھ لوگ اُن کے قتل کئے پس عہد توڑا اور آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا اور عنقریب آویگا اور نظم کلام مین مشرکون کی طرف سے عہد ہونے پر تعجب لانے سے اور قولہ فما استقاموا سے یعنی جبتک وہ قائم رہین۔ اس طرف اشارہ ہو کہ اُن کا عہد کچھ نہین ہو لیکن تم بنظر تقویٰ قائم رہو کہ وہی آخر توڑینگے۔ سدیؒ و ابن اسحاقؒ نے کہا کہ مراد مستثنیٰ سے بنو ضمرہ ہین کہ قریش کیساتھ آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی معاہدہ کیا تھا اور قریش کے عہد توڑنے کے وقت انھون نے نہین توڑا پس وہ مراد ہین نہ قریش کیونکہ امر گذشتہ کی نسبت کیونکر یہ فرمایا کہ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم کیونکہ آیت بعد فتح کے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ قریش کے ساتھ جنھون نے تفسیر کی ہو شاید وہ اس بنا پر ہو کہ یہ آیات قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہین اور جامع البیان مین بھی کہا کہ آیات مین تامل سے معلوم ہوتا ہو کہ بعض کا نزول قبل فتح مکہ کے ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ نزول اگر قبل فتح مکہ کے ہو اور قریش مراد ہین یا بعد فتح مکہ کے ہو اور بنو ضمرہ مراد ہین تو جنھون نے جبتک نقض عہد نہین کیا تب تک اہل ایمان کو وفاء عہد کا حکم دیا کہ عہد پورا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ یہ جملہ تعلیل ایفاء عہد ہو یعنی عہد پورا کرو کہ یہ تقویٰ ہو اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو دوست رکھتا ہو۔ مفسرؒ نے قریش ہی کے ساتھ تفسیر اختیار کی لہٰذا کہا کہ اس حکم الٰہی کے موافق آنحضرت صلعم اپنے عہد پر قائم رہے یہان تک کہ قریش نے خزاعہ پر بنو بکر کی مدد کی اور عہد توڑا۔ اور بنو بکر سے قریش محالفت یعنی باہمی قسم رکھتے تھے اور خزاعہ نے عبد المطلب سے بھی قسم مضبوط کر لی تھی چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس عبد المطلب کا نوشتہ لائے تو آپ نے اسکو برقرار رکھا اور فرمایا کہ جاہلیت مین جو قسم تھی اسکو اسلام سے اور مضبوطی ہوگئی ولیکن اسلام مین کوئی حلف نہین ہو پھر بنو بکر و خزاعہ مین کچھ خون کے دعوے چلے آتے تھے پس بنو بکر نے قریش سے درخواست کی کہ خزاعہ سے ہم بدلا چاہتے ہین تم ہماری مدد کرو پس قریش نے مدد کی اور خزاعہ کو قتل کیا۔ آخر اُنھون نے آنحضرت صلعم کو نظم ایک عریضہ لکھا اور قسم یاد دلائی اور جب حضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے مدد فرمائی اور قریش نے ہرچند دوبارہ عہد و میثاق چاہا مگر منظور نہوا اور مکہ فتح ہوگیا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر ظاہر یہ ہو کہ قولہ تعالیٰ کیف یکون للمشرکین عہد۔ مین مشرکین کا لفظ مشرکین عرب و مشرکین اہل کتاب یعنی یہود وغیرہ و قیامت تک کے مشرکین عجم وغیرہ کو شامل ہو اور مستثنیٰ کی طرف بھی کلام ہو چنانچہ عنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ یہان اہل ایمان کو استفہام انکاری کیساتھ مشرکین کے عہد سے تعجب دلایا اگرچہ عہد والون کے ساتھ اپنی طرف سے بدون اُن کی بدعہدی کرنے کے عہد شکنی سے منع

کردیا کیونکہ عہد توڑنا خلاف تقوی ہے پھر ظاہر فرمایا کہ شرک والے بسبب عدم نور ایمان کے امانت سے خارج اور اپنی ہوا و ہوس کے بندے ہوتے ہین
لہذا جب جیسا موقع پاتے ہین ویسا کرنے لگتے ہین اور نفس انکا مقید نہین چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ۔ اے کیف یکون
للمشرکین عہد والحال انہم ان یظفروا بکم۔ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً۔ لایراعوا فیکم قرابۃ ولا عہدا بل یؤذوکم ما استطاعوا یعنی
مشرکون کیلئے عہد کہان سے یا کیونکر ہوگا اُن کی تو یہ حالت ہے کہ اگر وے تم پر قابو پا جاوین تو نہ لحاظ کرین تمھاری قرابت کا اور نہ کسی عہد کا بلکہ
جہان تک اُن سے ہوسکے تم کو ایذا پہونچاوین۔ ظہور بتعدیہ علی بمعنی غلبہ و قابو پانا۔ یقال ظہر علیہ۔ اسپر غالب ہوا۔ الال بمعنی قرابت و عہد۔ کما فی
الصحاح و یہان مراد قرابت ہے بقرینہ قولہ ولا ذمۃ اے ضمان و عہد پس دونون لفظ کو ایک معنی پر لیکر تاکید قرار دینے سے تاسیس اولی ہے۔ کما اختارہ
المفسر رح کیونکہ ذمہ بمعنی عہد و ضمان متعین ہے اور اسی سے ان لوگون کو جو دارالاسلام مین جزیہ قبول کرکے کسی دین باطل پر رہتے ہین ان کو اہل الذمہ
کہتے ہین کیونکہ وہ مسلمانون کی ضمانت مین داخل و اُن کے معاہد ہین چنانچہ اہل اسلام پر اُن کے جان و مال کی حفاظت موافق شرع کے لازم ہے۔ الحاصل
مشرکین نے اپنے نفس کی پیروی کی یہ کیفیت ہے کہ کیسا ہی اُنھون نے اللہ تعالی کے حلف و قسم سے عہد باندھا ہو لیکن اگر تم پر قابو پا جاوین تو نفس
کی عداوت سے اپنی قسم وغیرہ کا یا قرابت کی رعایت کا جو مکارم اخلاق مین سے ہے کچھ لحاظ نہ کرین گے بلکہ جہان تک ممکن ہوگا بدی پہونچاوین گے
چنانچہ یہود نے بارہا آنحضرت صلعم سے عہد و پیمان کیے کہ ہم تمھارے خیر خواہ ہون گے اور تمھارے دشمنون کی اعانت وغیرہ کچھ نہ کرین گے پھر جب
موقع پایا تو عہد و قسم کا کچھ لحاظ نہ کیا اور قریش کے ساتھ سازش کرلی اور دل سے یہی چاہا کہ مسلمانون کو ضرر پہونچے بلکہ مٹ جاوین پس اُن کے پاس
امانت و صدق و دیانت کا نام نہین ہے منہ سے کچھ اور دل مین کچھ اپنے نفس کے بندے اور مصداق اس حدیث شریف کے ہین کہ آدمیون مین سے
بدتر وہ ہے جو دو منہ والا ہو اس سے ایک منہ سے ملتا اور اُس سے دوسرے منہ سے ملتا ہے۔ اگرچہ اصلی بیباکی مین مشرک سب یکسان ہین کہ اپنے نفس
کے بندے ہوتے ہین مگر قریش جیسے امانت مین فی الجملہ اچھے تھے ویسے ہی یہود امین سب سے بدتر تھے۔ وقد قال تعالی۔ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ
وے لوگ تم کو اپنے منھون سے یعنی میٹھی باتون سے راضی کرتے ہین۔ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ اور اُن کے دل انکار کرتے ہین یعنی عہد پورا کرنے کی
اور جو زبانی تمھارے بھلائی کی باتین کہی ہین اُن کے پورا ہونے سے ان کے دل منکر ہین بلکہ قابو نہین پاتے تو ایسا کہتے ہین اور دل سے ویسے ہی
بدخواہ ہین۔ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ اور اُن مین سے بہتیرے فاسق ہین یعنی عہد توڑنیوالے ہین۔ وقال البیضاوی رح قولہ تعالی
یرضونکم بافواہہم۔ جملہ مستانفہ ہے اسمین ایسی حالت کا بیان ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے عہد پر ثابت نہین رہ سکتے۔ اور نہ قابو پانے کی صورت مین
اُن کی رعایت و مروت کر سکتے ہین اور یہ جملہ قولہ لایرقبوا کے فاعل سے حال نہین ہوسکتا کیونکہ بعد غلبہ پانے کے وہ مومنون کو زبان سے
راضی نہین کرینگے اور نیز اسوجہ سے کہ مراد تو یہ ہے کہ مومنون کو فی الحال اسطرح راضی کرتے ہین کہ عہد وفا کرین گے اور ہر طرح شریک رہین گے
حتی کہ آخر مسلمان ہو جاوین گے اور دل مین کفر و عداوت پوشیدہ رکھتے ہین یہان تک کہ قابو پاوین تو زندہ نچھوڑین پس حالیہ جملہ کیونکر قرار
دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے تو یہ نکلیگا کہ آئیندہ بوقت ظفر کے راضی کرینگے اور یہ خلاف مقصود ہے اور قولہ تعالی وتابی قلوبہم یعنے جو زبانی منہ دیکھی
باتین بکتے ہین ان کے دل مین ان باتون سے انکار اسکے خلاف ہوتا ہے۔ اور قولہ واکثرہم فاسقون یعنی سرکش متمرد ہین انکا کوئی عقیدہ نہین یعنی
یقین نہین کہ وہ انکو روکے اور نہ مروت ہے کہ وہ انکو باز رکھے۔ اور اکثر کی تخصیص اسواسطے ہے کہ بعضے کافرون مشرکون مین ایسی خصلت ہوتی ہے کہ غدر و بیوفائی سے
بچتے ہین اور جن باتون سے انکے حق مین بدگوئی و مذمت بیان کیجاوے انسے باز رہتے ہین۔ قلت انھین بعض مشرکون مین سے اہل قریش تھے چنانچہ
آنحضرت صلعم نے قریش کے حق مین فرمایا کہ وہ لوگ اہل امانت و دیانت ہین اور عنقریب تو اُن کے کامون کے مقابلہ مین اپنے اعمال کو حقیر دیکھے گا لیکن

یہ انکی اولی جبلت کا بیان ہے ورنہ حالت شرک و کفر میں بسبب اندھے پن کے وبسبب پیروی نفس کے انکے عہد کا بھی عموماً کچھ اعتبار نہیں چنانچہ آخر کار انھون نے بدعہدی کی۔ اور انھین اکثر میں سے سب اول یہود دیتے کہ بڑے بیہودہ بکنے والے منافق بدعقیدہ بد دیانت تھے۔ وقد قال تعالیٰ۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بیچے انھون نے حکم اللہ کے تھوڑی قیمت پر پھر اٹکے اُن کی راہ سے وہ لوگ بُرے کام ہین جو کر رہے ہین

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝

نہ لحاظ کرین کسی مسلمان کے حق مین دینداری کا نہ عہد کا اور وہی ہین زیادتی پر

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ لے استبدلوا بالقرآن قليلا من الدنيا۔ یعنی قرآن کے بدلے لیا۔ انھون نے قلیل داموں کو دنیا مین سے کیونکہ کل دنیا محض قلیل ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ دنیا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو گھونٹ پانی نہ ملتا۔ پس باوجود اس حقارت کے انکو کل دنیا حاصل نہوئی بلکہ اسمین سے بھی بہت قلیل ملی تو اسی کے پیچھے انھون نے آیات الٰہی کو نہ مانا اور اشترا خرید لینا جیسے یہان بمعنی استبدال بدل لینا مجازاً ہی تو باستبدال بھی باین معنی کہ قرآن چھوڑ کر دنیا اختیار کی۔ حاصل آنکہ خواہش نفس کیلئے اتباع حق و آیات قرآن کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا اور یہود اسمین بھی سب مشرکون سے بڑھے ہوئے تھے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ پس انھون نے دین الٰہی سے روکا۔ یا خود منہ موڑ گئے۔ مروی ہی کہ ابوسفیان عرب کی دعوت کر کے چند لقمہ طعام پر آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین لڑنے لایا اور مروی ہے کہ اہل طائف نے مشرکین مکہ کو مال سے مدد دی تھی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول سے لڑین۔ اور یہود کے عالم تو جان بوجھکر اپنے نذرانہ و ہدیئے و دعوتین جاتے رہنے کے خوف سے آپ اسلام نہ لاتے اور لوگون کو آنحضرت صلعم کے شمائل پاک و صفت و نعت سے بہکاتے مثلاً کہتے کہ آخرالزمان پیغمبر تو سانولا گھونگر والے بال والا ایسا ایسا ہوگا پس عوام یہود اس کو سچ مان لیتے اور حضرت صلعم و قرآن پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اُن کا یہ عمل بہت برا عمل تھا کہ شرک کرتے و عہد توڑتے و آیات الٰہی کو چھوڑ کر اتباع نفس و متاع قلیل دنیا لیتے و لوگون کو راہ حق سے بہکاتے تھے۔ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ اُس کی تفسیر اوپر گذر چکی اور معنی یہ کہ کسی مومن کے حق مین قرابت و عہد کا لحاظ نہین رکھتے ہین۔ نحاس نے کہا کہ یہ تکرار کلام نہین ہی بلکہ اول جو گذرا وہ تو تمام مشرکون کی حالت کا بیان تھا اور یہ مخصوص یہود کا حال ہی بدلیل قولہ تعالیٰ اشتروا بآیات اللہ ثمنا قلیلا یعنی منجملہ مشرکین کے یہود ایسے ہین۔ بعض نے کہا کہ اوّل مین تو مخصوص ایک گروہ مومنین کے حقوق لحاظ نہ رکھنے کا بیان ہی اور اسمین عموماً سب مومنین کا بیان ہی اور بعض نے کہا کہ اول تو قولہ وان یظہروا علیکم لا یرقبوا الخ جواب صورت غلبہ ہی اور یہان اُنکے قبیح اعمال کا شمار ہی۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ اور یہی لوگ جن کے اوصاف ذمیمہ بیان ہوئے یہی حد سے تجاوز کرنیوالے ہین یعنی عہد شکنی ہین۔ یا یہ معنی کہ سرکشی و شرارت و بدکاری مین حد سے گذر جانیوالے ہین ف۔ فی العرائس قولہ لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ الخ بیان ہی کہ مخالف و جہنمی لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اہل جنت کی رعایت نہین کرتے اور اہل معرفت کا احترام نہین کرتے کیونکہ انکو معرفت سے نصیب نہین ہی اور اہل معرفت پر جو کرامات کے انوار ہین اُن کو نظر نہین آتے ہین۔ محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومن کی حرمت کرنا اور اسکی تکریم کرنا بڑی طاعت ہی اسی آیت کی دلیل سے۔ قال المترجم اہل فقہ نے بھی کتاب الکراہتہ مین اسکے مسائل ذکر فرمائے ہین اور شیخ کا استنباط اچھا ہی بالجملہ چھوٹون کو بڑون کی تعظیم واجب ہی اور مسلمان کا دل خوش کرنا ثواب ہی و فی الحدیث ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ نیکی ہی کہ بھائی مومن سے خندہ پیشانی ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حالت کفر و شرک کے انکے اطوار ذمیمہ بیان کر کے لطافت کیساتھ ایمان و ہدایت و اخلاق کریمہ کیطرف اشارہ کیا بقولہ

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ○

سو اگر توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکات تو تمھارے بھائی ہیں حکم شرع میں اور ہم کھولتے ہیں پتے ایک جاننے والے لوگوں کو

فَإِنْ تَابُوا۔ پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں یعنی نقض عہد و اتباع نفس و اختیار دنیا و ترک دین وغیرہ سے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی لات و عزی وغیرہ کو چھوڑیں اور لا الٰہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ کی شہادت دیں وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک طور پر نماز قائم کریں جو فرض و واجب ہیں وَآتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ اموال ادا کریں جن پر واجب آئے چنانچہ اُن کے تونگروں سے لیکر انھیں کے فقیروں پر تقسیم کردیجائیگی اور آنحضرت صلعم اور آپکے اہل قرابت بنی ہاشم پر مال زکوۃ حرام تھا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے صلوۃ و زکوۃ کو جو اشرف ہے ذکر فرمایا اور مراد یہ کہ تمام شرائع اسلام کا التزام کریں جنمیں سے اشرف صلوۃ و زکوۃ ہے اور ایک بدون دوسرے کے مقبول نہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مصرح گزرا اور اسی واسطے حضرت خیر الامۃ صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے اوپر جہاد کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ واللہ میں ان دو چیزوں کو جدا نہ ہونے دونگا جن کو اللہ تعالیٰ نے یکجا جمع فرمایا ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام مشرکین کے حق میں حکم دیا کہ اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم و زکوۃ ادا کریں۔ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔ تو دین میں تمھارے بھائی ہیں یعنی اسلام میں جو تمھارے واسطے ہے وہی اُن کے واسطے اور جو تمھارے اوپر ہے وہ ان پر بھی ہوگا۔ اور رہا ایمان تو اسکا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اگرچہ جن لوگوں کے ایمان کامل ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کیلئے آئینہ ہیں اور اُن کے مراتب اتحاد کے بہت بڑھے ہوئے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت نے نمازیوں سے قتال حرام کیا یعنی جو لوگ فرائض و ارکان اسلام کے پابند ہیں ان سے قتال حرام ہے وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ۔ اور مفصل بیان فرماتے ہیں ہم آیات کو ایسی قوم کیلئے جو جانتے ہیں یعنی علم و فہم رکھتے ہیں اور آیات سے مراد اوپر کی آیات متعلقہ باحوال مشرکین ہیں کہ ہر ایک میں قلبی بیماری بعد شرک کے وجوہ مختلفہ سے مختلف اقسام کی ہوگئی ہے اور چونکہ ان بیماریوں کو اہل علم الٰہی جانتے ہیں جو منور بنور ایمان ہیں لہذا انھیں کو خاص کیا اور یہ جملہ معترضہ ہے۔ حاصل یہ کہ مشرکین کے حالات بیان فرمانے کے بعد حکم میں تفصیل فرمائی کہ فان تابوا الخ۔ یعنی اگر توبہ کریں اور اصل مرض شرک و کفر سے توبہ کریں تو اُن کا یہ حکم ہے کہ دین میں تمھارے بھائی ہوگئے پس جو تمھارا برتاؤ ہے وہی انکا ہوگا اور اگر توبہ نہ کریں تو فرمایا۔

وَإِنْ نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ

اور اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کئے پیچھے اور عیب دیویں تمھارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے

إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ○

اُن کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آویں

وَإِنْ نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ۔ ایمان بفتح اول جمع یمین بمعنی قسم و سوگند۔ نکث در اصل ڈورے کے بٹن کھول دینا پھر ہر اُدھیڑنے میں استعمال ہوا اور عہد توڑنے میں مستعار بولا گیا اور مراد ایمان سے یہ نہیں کہ فقط قسم ہو تاکہ ہر قسم توڑنیوالے سے قتال لازم آوے بلکہ عہود و مواثیق مراد ہیں یعنی اگر اُنھوں نے شرک سے توبہ نہ کی بلکہ تم سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تو جب تک وفا کرتے ہیں تم بھی قائم رہو جیسا اوپر گذرا اور اگر ان عہود کو توڑیں۔ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ بعد ازانکہ تم سے اُنھوں نے عہد باندھا اور قسم سے مؤکد کیا ہے وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ۔ اور تمھارے دین میں طعن کریں یعنی صریح اس کو جھٹلادیں اور لوگوں سے جھوٹا ہونا کھلم کھلا بیان کریں اور اس دین کے احکام کو جو عین عدل و انصاف و صریح اخلاق جمیلہ و پسندیدہ ہیں عداوت کی آنکھ سے دیکھکر قبیح کہیں۔ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ

توقتال کرو ائمۃ الکفر سے۔ اسے فقاتلوہم یعنی ان لوگون سے قتال کرو۔ واضح ہو کہ نکث عہد بھی ان سے قتال کرنے کیلئے کافی ہو مگر قولہ وطعنوا کو
جو اسپر عطف کر کے قتال کا حکم دیا تو مومنون کو آمادگی دلادی کہ عہد توڑنا ایسے ہی فسادی آدمیون کا کام ہو جو اچھے اخلاق کے پابند نہین ہوتے
کیونکہ اپنے پروردگار سے ڈرتے نہین اور آخرت سے بیخوف ہین جو اُن کا جی چاہتا ہو وہ کرتے ہین تو ایسے لوگون سے دنیا مین مخلوق کو ہمیشہ خوف
و ایذا پہونچنے کی کوئی کام اور کوئی قاعدہ ٹھیک نہوگا لہذا ان کو درمیان سے دور کر کے امن و عدل قائم کرو۔ پھر بجائے فقاتلوہم ضمیر کے قاتلوا ائمۃ
الکفر سے اُن کا حال قبیح ظاہر کردیا کہ ایسے لوگ کفر ہی پر نہین بلکہ کفر کے سرغنہ ہین اور وہ اس فعل سے کفر مین سردار بنے اور قتل کیے
جانے کے مستحق ہوئے کیونکہ باقی رہین تو انہین کی دیکھا دیکھی اور لوگ اُن کے تابع ہونگے۔ بعض نے کہا کہ ائمۃ الکفر سے مشرکون کے بڈھے اور
سردار مراد ہین پس اُن کی تخصیص اسواسطے ہو کہ بڈھے ہونے کی وجہ سے اُن کے قتل مین زیادہ اہتمام کردیا اس لئے کہ اسلام کے اخلاق مین سے
یہ بات ہو کہ جب کسی قوم کا سردار آوے تو اُس کو اُسکی لیاقت کے موافق ملحوظ رکھین اور حکم ہے کہ لوگون کو اپنے اپنے درجہ پر رکھین لیکن یہان منع
کردیا کہ ایسے سردار شرک کے بڑے مفسد ہین اُن کی کچھ رعایت مت کرو۔ اِنَّهُمْ لَآ أَيْمَانَ لَهُمْ ایمان بفتح اول اکثر کی قرأت ہو اور ابن عامر
نے ایمان بکسر اول پڑھا۔ قال الزمخشری رح جملہ تعلیل ماقبل ہو یعنی قتال اسواسطے کرو کہ یہ لوگ ایسے ہین کہ ان کے واسطے عہد کا وجود نہین یعنی
خواہش نفسانی کے پابند ہین پس قسم وغیرہ کسی چیز سے اُن کا نفس مقید نہین تو اُن کے پاس عہد کہان سے آیا۔ اور قسم کہان سے ہوگی علمائے
حنفیہ رح نے اسی سے استشہاد کیا کہ کافر کی قسم کچھ قسم نہین ہو۔ وقال البیضاوی رح یہ ضعیف ہو کیونکہ معنی یہ ہین لا ایمان لہم علی الحقیقۃ اُنکے
واسطے درحقیقت قسم نہین ہو اور مراد اس سے یہ کہ اسپر وثوق نہین ہو اور یہ معنی نہین کہ قسم ہی نہین ہو کیونکہ قولہ تعالیٰ وان نکثوا ایمانہم۔ دلیل
ہے کہ قسم کا انعقاد تھا اُس کو توڑ دیا۔ مترجم کہتا ہو کہ کافر کی قسم مشروع ہونے مین یہ خلاف ہو اور قولہ نکثوا ایمانہم سے استدلال ضعیف
ہے اسلئے کہ مراد عہد ہو ورنہ قسم کے ساتھ نکث مستعمل نہین بلکہ حنث وغیرہ ہے اور قسم شرعی نہونا کافر کی قسم کا ظاہر ہو حالانکہ حقیقتاً قسم نہونے
پر اتفاق ہو علاوہ برین عدم وثوق سے قسم بمنزلہ بیکارہ ہو پس مشروع ہونا بیکار ہو لہذا فرمایا کہ انہم لا ایمان لہم۔ اُن کی طرف سے ایمان کا وجود
ہی نہین پس ان سے قتال کرو۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ تاکہ وے باز رہین اس حال سے جس پر ثابت ہین یعنی قتال سے تمہاری غرض یہ ہو
کہ ان اخلاق ذمیمہ سے اُن کو پھیر دو کہ جن سے وہ خود خراب اور دوسرون کو خراب کرتے و فساد پھیلاتے ہین اور یہ مقصود اصلی نہو کہ ان کو موذیون
کے طور پر اپنی خوشی کے لیے ایذا پہونچا دین۔ بعض نے ان دونون آیتون کے معنی یون بیان کیے کہ قولہ تعالیٰ فان تابوا واقاموا الخ یعنی اگر مشرک لوگ
شرک سے توبہ کرین اور نماز قائم کرین و زکوٰۃ دین تو تمہارے بھائی ہین اُن کے ساتھ برتاؤ ایسا ہوگا جیسے بھائیون سے ہوتا ہے اور اگر انھون
نے عہد توڑا یعنی اسلام کا عہد توڑا اور مرتد ہوگئے اور دین اسلام مین طعن کیے تو وہ کفر کے سردار ہین اُن کو قتل کرو کیونکہ شرک و کفر کے بدافعال نہین ایسے رچے ہوئے
ہین کہ عمدہ اخلاق مین داخل ہو کر اُن سے واقف ہو کر پھر گئے بلکہ اُلٹے انہین عیب لگایا۔ انہم لا ایمان لہم۔ ان کے لیے اسلام و ایمان کا ثبوت نہین
قال البیضاوی رحمہ اللہ اس سے بعض نے حجت پکڑی کہ مرتد کی توبہ قبول نہین بلکہ قتل کیا جاوے اور یہ حجت ضعیف ہو اسواسطے کہ شاید یہ ایسی
قوم کا حال ہو کہ علم الٰہی مین ان کیلئے ایمان نہین یعنی کسی قوم خاص کی خبر ہو کہ وے ایمان نہ لاوینگے۔ واقول یہ جواب کچھ نہین اسلئے کہ عموم مشرکین
کے حق مین کلام ہو اور دوسرا جواب جو دیا وہ البتہ قوی ہو کہ قولہ انہم لا ایمان لہم کے یہ معنی کہ اُن کے پاس ایمان نہین جس کی وجہ سے انکی
رعایت کر کے قتال نہ کیا جاوے فعلی ہذا اگر توبہ کر کے ایمان کا اعادہ کرین تو مقتول نہ ہونگے اور یہ ظاہر ہو۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے آیت کو
مشرکین کے عہد توڑنے کے بیان مین لیا ہو مرتدون کے ارتداد کے معنی نہین لئے۔ اور اسی سے استدلال کیا کہ جو مشرک دارالاسلام مین عہد

پیمان کرکے مطیع ہوکر رہے جس کو ذمی کہتے ہیں اگر وہ دین اسلام میں طعن کرے تو اُس نے عہد توڑا۔ **قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ**۔ یہاں سے استنباط کیا گیا کہ جو شخص کہ آنحضرت صلعم کی شان میں بدگوئی کرے کوئی طعن یا عیب لگاوے وہ قتل کیا جاوے جیسے دین اسلام میں ایسا کرنے سے قتل کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی شان میں طعن سے قتل کیا جانا میرے نزدیک بھی مختار ہو اگرچہ فقہائے حنفیہ نے اُس کے خلاف اختیار کیا ہو۔ پھر جاننا چاہیئے کہ قولہ ائمۃ الکفر۔ کی تفسیر میں اختلاف ہو۔ قتادہؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جیسے ابوجہل و عتبہ و شیبہ و امیہ بن خلف وغیرہ چند مشرکین کے نام بیان کئے جو مشرکون کے سردار تھے۔ ولیکن مترجم کہتا ہو کہ قتادہؒ کی یہ مراد نہیں کہ جن ائمۃ الکفر سے قتال کا حکم ہو وہ یہ لوگ مراد ہیں اسلئے کہ یہ لوگ تو بدر و احد ہی میں فی النار ہو چکے تھے۔ اور آیت کریمہ ظاہر انوین سال ہجرت میں بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی اور اگر اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہو جیسا کہ بعض آیات میں تامل سے ظاہر ہوتا ہے تو بھی بعینہ یہ لوگ مقصود نہیں بلکہ مثال ہی کہ ائمۃ الکفر ایسے لوگ ہیں اور سعد بن ابی وقاصؓ ایک خارجی کی طرف گذرے اُس نے طعن سے کہا کہ یہ شخص بھی ائمۃ الکفر میں سے ہے تو سعدؓ نے فرمایا کہ بدبخت جھوٹے میں ایسا نہیں ہون بلکہ میں نے ائمۃ الکفر سے قتال کیا ہو۔ رواہ ابن مردویہ۔ حذیفہؓ سے مروی ہو کہ جو لوگ اس آیت میں مراد ہیں ابھی تک اُن سے قتال نہیں کیا گیا اور علی بن ابی طالبؓ سے بھی اسی کے مثل مروی ہو۔ **قال المترجم** یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل نے مومنون کو آگاہ فرما دیا تھا کہ ایسے ایسے لوگ ہون گے پس جب ایسا کریں تو تم ان سے قتال کرنا ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سبب نزول ان آیات کا مشرکین قریش ہیں اور صحیح یہ ہو کہ آیت کریمہ عام ہو اور مشرکین قریش و دوسرون کو جو ان کے مانند ہون سب کو شامل ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہو کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر مومنین کو شام کی طرف متوجہ کیا تو اُن کو فرمایا کہ عنقریب تم ایسی کافر قوم پاؤ گے جن کے سرون پر چند یا مونڈی ہوئی اور آس پاس بال ہون گے یعنی بیچ میں شیطان کی کھڈی رکھائے ہونگے پس شیطان کی کھڈی پر تلوارین مارو قسم ہو اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ اگر میں اُن میں سے ایک کو قتل کر ڈالون تو دوسرے کافرون میں سے ستر کو قتل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ فقاتلوا ائمۃ الکفر الآیۃ۔ اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا یعنی یہ لوگ کفار جن کی یہ پہچان بتلائی کہ سرون کے بال بیچ میں سے منڈائے ہوئے شیطان کی کھڈی بنائے ہون گے یہ لوگ دنیا میں بڑے مفسد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخ باتیں کہتے اور رسولون پر بہتان باندھتے ہیں اور باوجود اس کے مالدار ملک و دولت والے ہیں پس کفر کی اُن سے بہت ترقی اور بڑا فساد پھیلتا ہے پس اُن کو دفع کرنا بہت بہتر ہے۔ مجاہدؒ سے روایت ہو کہ ائمۃ الکفر اہل فارس و روم تھے یعنی اُس زمانہ میں یہ لوگ مجوسی و نصرانی تھے اور حسنؒ سے روایت ہو کہ یہ لوگ اہل دیلم ہیں۔ صحیح وہی ہے کہ آیت عام ہو کسی زمانہ و کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہو چنانچہ اس زمانے میں بھی جو قومیں کفر و شرک پر ایسی صفت سے موجود ہیں سب ائمۃ الکفر ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اہل حق کو ہدایت فرما کر قوت دے کہ خود ایمان کامل پر ہو کر زمانہ میں دین حق و عدل پھیلا دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فساد شرک و کفر مٹانے پر آمادہ کیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ
کیوں نہ لڑو ایسے لوگون سے کہ توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور اُنھون نے پہلے چھیڑ کی تم سے

أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ
کیا اون سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیئے تم کو زیادہ اگر ایمان رکھتے ہو لڑو اُن سے تا عذاب کرے اللہ اُن کو

بِاَیْدِیْکُمْ وَیُخْزِهِمْ وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۙ وَیُذْهِبْ

تمھارے ہاتھون اور رسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگون کے اور نکالے

غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

اون کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دیگا جس کو چاہے گا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ - ہمزہ انکاری داخل ہوا نفی فعل پر پس نفی کی نفی سے اثبات ہوا اور فائدہ اُسکا مبالغہ وجود فعل مین ہو کیونکہ کسی فعل کے کرنے کا حکم دینا اس فعل کے وجود کو مقتضی ہو اور اس طرح حکم دینا کہ اس فعل کا عدم نہ ہوسے زیادہ مبالغہ ہو لہذا مفسرین نے کہا کہ اسمین تحضیض ہو یعنی خوب برانگیختہ و آمادہ کیا یعنی کیون نہین مقاتلہ کرتے ہو اے مومنو۔ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ ایسی قوم سے جس کا حال یہ ہو کہ اُنھون نے اپنی قسمون کو یعنی معاہدے کو توڑ دیا جو قسم کے ساتھ تھا اور اسمین یہ بھی تھا کہ تم پر ہم کبھی معاونت بھی نہ کرینگے پس جبھون نے اپنی قسمین توڑ دین اس طرح کہ خزاعہ جو آنحضرت صلعم کے حلیف تھے ان پر جو بنو بکر نے شبخون کے ساتھ چھاپا مارا تو قریش نے اپنے حلیفون بنی بکر کی معاونت کی اور حرم تک ان بیچارون کو فریب سے مارا اور یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی اور خزاعہ نے نظم عریضہ بھیجکر آنحضرت صلعم کو اپنی مصیبت سے آگاہ کیا اور عبدالمطلب حضرت صلعم کے دادا کے ساتھ حلف قرار پانا یاد دلایا۔ پس آیت کریمہ مین قوم سے یہی قریش مراد ہین جنھون نے باوجود قسم و عہد و پیمان کے اسطرح عہد توڑا اور انھین سے قتال کرنے پر بمبالغہ مومنون کو آمادہ کیا اور کتب سیر مین یہ قصہ مفصل مذکور ہو اور قریش کا عہد جب اُن کی بدعہدی سے ٹوٹا تو حضرت صلعم نے اپنے خلفاء خزاعہ کے ظلم کا بدلہ لینے کو مکہ پر چڑھائی کی اور یہ آٹھوان سال ہجرت تھا اور آخر مکہ فتح ہو گیا اور بہت سے قریش مسلمان ہو گئے اور بہت سے بھاگ گئے آخر وہ بھی آکر مسلمان ہو گئے اور تھوڑے لوگ لڑائی مین مارے گئے۔ الحاصل مومنون کو حکم دیا کہ ضرور تم ایسی قوم سے لڑو جن کا یہ حال ہو کہ اُنھون نے عہد توڑ دیا اور اپنی قسمون کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو نکال دینے کا قصد کیا یعنی جبکہ دارالندوہ مین شیخ نجدی شیطان کیساتھ بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین مشورہ کیا تھا جیسا کہ قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیۃ کی تفسیر مین مذکور ہوا اور ان لوگون نے نکال دینے و قید کرنے و مار ڈالنے ہر ایک کا مشورہ کیا تھا لیکن یہان اخراج ہی پر اقتصار کیا اسوجہ سے کہ ظاہر مین یہی واقع ہوا اگرچہ آنحضرت صلعم اپنے اختیار سے بحکم الٰہی وہان سے نکل کر ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ یہود کے حق مین ہو کہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے عہد کو توڑا اور یہ قصد کیا تھا کہ سب مل کر آپ کو مدینہ سے نکال دین بلکہ فریب سے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا تھا و اقول فعلی ہذا آیت کریمہ کے بعد فتح مکہ نازل ہونے مین چندان اشکال نہین اور بنا بر قول اول کے کہنا چاہیے کہ قولہ براءۃ من اللہ و رسولہ الآیات جو بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہین اُن سے یہ آیت پہلے بلکہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہو کیونکہ اسمین ایسی قوم سے قتال کا حکم ہے جنھون نے عہد توڑا اور اخراج الرسول کا قصد کیا تھا۔ دارالندوہ ایک مکان تھا جسکو قریش کے جد اعلیٰ قصی نے مشورت کیواسطے بنایا تھا اور جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے کفر توڑا اور وہ مقام داخل مسجد ہوا تو اب مصلائے حنفی ہو پس معبد دین شرک باطل ہو کر معبد دین حنیف ہو گیا والحمد للہ علی ذلک پھر اس قوم کا حال فرمایا۔ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اور حال یہ کہ اُنھین نے ابتدا کی تمھارے ساتھ اول بار اسطرح کہ تمھارے ساتھ دشمنی و مقاتلہ کیا کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُن کو دین حق و اخلاق جمیلہ و عادات کی دعوت کی اور قرآن مجید سے اُنکی ہدایت کے آیات دین اور اُن کا خیال باطل توڑنے کو قرآن کے مانند لانے کی تحدی کی مگر جب اُن سے یہ نہو سکا تو دشمنی کرنے و ایذا دینے

ومار پیٹ وفساد وظلم پھیلانے کی طرف لوٹ پڑے پس مومنون کو آمادہ کیا کہ تم کو اُن کے فساد دور کرنے و دنیا مین عدل قائم کرنے کے لیے اُن سے لڑکر
اُن کو زیر کرنے سے کون بات روکتی ہے۔ أَتَخْشَوْنَهُمْ ارے کیا تم یہ ڈرتے ہو کہ اگر اُن سے لڑوگے تو تم کو اُن کی طرف سے برائی پہونچیگی
پس اُن سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضۂ قدرت مین تمام مخلوقات ہین بدون اُس کی تاثیر کے ایک ذرہ نہین جنبش کرتا۔ فَاللَّهُ
أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ ہی سزاوار ہے کہ اُس سے ڈرو پس جب اُس نے حکم دیا تو بے کھٹکے اُنکا شر وفساد وظلم وعناد مٹانے کیلیے اُن پر
جہاد کرو۔ اور حکم بجالانے مین ذرا درنگ نہ کرو۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اگر تم مومن ہو کیونکہ ایمان تو یہی اثر دیتا ہے کہ سوائے حق عزوجل کے
کسی سے نہ ڈرے۔ جملہ شرطیہ سے شک مقصود نہین بلکہ آمادگی دلائی کہ تم تو مومن ہو اور ایمان یہی چاہتا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے
پس فوراً حکم کی تعمیل کرو اور کافرون سے مت ڈرو۔ اس کلام پاک سے جب اُن کے دلون مین اطمینان پیدا یا کہ موجب جہاد موجود ہے تو پھر
حکم دیا کہ قَاتِلُوهُمْ ایسی شریر قوم کافر سے قتال کرو اُس کا نتیجہ فرمایا کہ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ اللہ تعالیٰ اُن کو تمھارے
ہاتھون عذاب دے اگرچہ اوتعالیٰ جس طرح چاہے اُن کو عذاب دیوے اور ایک دم مین نیست کر دے لیکن تمھاری بہتری کے لیے یہی چاہا کہ تمھارے
ہاتھون اُن کو عذاب دے۔ وَيُخْزِهِمْ اور اُن کو خوار کرے جیسے وہ تکبر وغرور کرتے و نیک چال چلنے والون کو ستاتے و اپنے نفس کی خواہش
پر چلنا چاہتے اور راہ راست مین عیب لگاتے ہین۔ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ اور تم کو ان پر غلبہ و فتح دے۔ یہ مومنون کو وعدہ ہے کہ لڑینگے
تو اُن پر فتح پاوینگے اور اُنکو قتل و خوار کرنے پر قادر ہونگے۔ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ۔ اور قوم مومنین کے سینون کو
شفا دے یعنی بنو خزاعہ جن کو بنو بکر کے ساتھ مدد کر کے قریش نے مارا تھا اُن کے سینہ جو غم سے بھنچ رہے ہین دشمنون بد عہدون کو مار کر
خوار و ذلیل دیکھکر راحت پاوین۔ بعض نے کہا کہ یمن سبا کے بعضے خاندان والے مکہ مین آکر مسلمان ہو گئے تھے اُن کو قریش نے سخت اذیت و
تکلیف دی تھی اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی تو کہا گیا کہ خوشخبری سنو کہ عنقریب فرحت و راحت آیا چاہتی ہے۔ وَيُذْهِبْ
غَيْظَ قُلُوبِهِمْ اور مومنین کے دل کا غیظ دور کرے یعنی اُن کی طرف سے دکھ و درد اُٹھانے سے جو اُن کے دلون مین جوش غم سے غیظ
بھرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھون اُن کے دشمنون کو خوار کر کے دور کر دے پوچھا گیا کہ شفاء الصدور عطا کرنا اور غیظ قلوب دور کرنا تو ایک ہی ہے
جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ سینہ کے بہ نسبت دل محل خاص ہے اور بعض نے یون جواب دیا کہ شفاء الصدور وعدہ فتح ہے جس سے سینے خوشی مین
پھول جاتے ہین اور غیظ قلوب دور کرنا وقوع فتح سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ صدور مین مرض غم تھا اور قلوب اُن کے بسبب ایمان کے بالکل
تندرست تھے لیکن ایمان کی ضد جو کفر و شرک ہے اُسکا غلبہ دیکھکر اُن کے قلوب مین غیظ تھا وہ دور کر دینے کا وعدہ دیا۔ قال البیضاوی رح
یہ آیت کریمہ منجملہ معجزات کے ہے کہ وقوع سے پہلے خبر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتون کو پورا کر دیا۔ فالحمد للہ العلی العظیم۔ یعنی بعض اُمور
محسوسات سے ہین وہ بھی پورے ہوئے اور بعض اُمور مخفی دلون کے اندر تھے وہ بھی پورے کئے اور مفصل قصہ سے ثابت ہے کہ ابو سفیان نے اہل مکہ
کی طرف سے پھر جدید عہد نامہ کرنا چاہا وہ منظور نہین کیا گیا پھر مکہ پہونچکر بسبب امان چاہنے سرداران مشرکین کے امان دی ولیکن ایک گروہ مشرکین
کا لڑائی پر اڑ گیا اور مارا گیا پھر آنحضرت صلعم نے خالد بن الولید سردار بعض لشکر کو قتل سے منع کر بھیجا لیکن ایلچی کے سننے مین فرق ہوا اُسنے ایسا لفظ
کہا کہ جس سے قتل سے ہاتھ نہ اُٹھانا نکلتا تھا پس بنو خزاعہ وغیرہ کے دل خوب ٹھنڈے ہو گئے اور یہ تقدیر الٰہی عزوجل تھی کہ جو موافق ارشاد
آیہ کریمہ کے پوری ہوئی پھر فرمایا۔ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ۔ یہان سے پھر اخبار شروع ہے کہ کافرون مین سے بعضے کفر سے توبہ
کرینگے یعنی وہی جن کے حق مین مشیت الٰہی علم قدیم مین جاری ہو چکی ہے۔ المعنی اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماویگا جس کے حق مین چاہے یعنی

ازلی مشیت سے جس کو چاہا اسکو توبہ کی ہدایت فرماویگا پس اُسکی توبہ قبول کریگا۔ قال البیضاوی رح اور یہ خبر غیب بھی واقع ہوئی یعنی اُن میں سے مثل ابوسفیان و عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کے مسلمان ہوئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔ ایک قراۃ میں یتوب بنصب ہے پس اَن مقدر ہے اور یہ بھی جواب امر یعنی قاتلوھم کے جوابات میں داخل ہے کیونکہ جہاد جیسے ایک قوم کے حق میں تعذیب ہے کہ اس سے وہ قوم اپنی بدکرداری کی سزا پاتی ہے ویسے ہی دوسری قوم کے لئے وسیلہ توبہ ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ہر چیز کو جو ہو چکی اور جو ہونیوالی ہے حَكِيْمٌ وہ بڑا حکمت والا ہے کوئی فعل اسکا حکمت سے خالی نہیں اور کوئی بندہ اس کی حکمت کو نہیں گھیر سکتا ہے بیچاری مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت پر حاوی ہو سکے۔ اُس کی حکمت بے انتہا ہے پس جو اُسنے فرمایا وہ سب برحق ہے اور جو حکم دیا وہ عین صواب اور جس سے منع کیا وہ عین حکمت ہے۔ وہی علیم و حکیم ہے اللھم اہدنی وتوفنی مومنا مسلما وانت ارحم الراحمین ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ الآیۃ۔ اسمیں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے سوائے کسی اور چیز سے ڈرے کہ اس سے مجھے ضرر پہونچے گا یعنی اُس کو خود کچھ قدرت مجھے ضرر پہونچانے کی ہے تو اس کو معرفت میں کچھ نصیب نہیں۔ دشمنوں کو اپنے مطیع بندوں کی آنکھوں میں حقیر کر دیا کہ بھلی باتیں سمجھاتے و کہتے ہیں اور بڑی باتوں سے ممانعت و روکنے میں کچھ گھبراہٹ نہ کریں۔ اور اپنی ہیبت و جلال کے نور سے اُن کے دل بھر دیئے اور دین میں مداہنت و نرمی و دبی زبان باتیں کرنے سے اُن کو پرہیز کرنے کا حکم دیدیا اور اپنا جلال و کمال پہنچوا کر ان پر ظاہر کر دیا کہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے کسی کو کچھ طاقت نہیں کہ سر ہلاوے اور کسی میں قوت نہیں کہ بے قدرت حق جنبش کرے سب کے سب عاجز مخلوق ہیں معنی یہ کہ کیا تم ان مخلوق سے ڈرتے ہو حالانکہ میرے قہر ربوبیت کے تحت میں مقہور و مسخر بندے ہیں۔ ہاں مجھ سے ڈرو کہ میں پروردگار قاہر جبار ہوں جو میرے اولیا سے لڑا وہ میرے قہر و عذاب میں تباہ و مقہور ہوا۔ اور اُن کو اپنے سے خوف کرنے کا حکم دیا تو نام پاک جامع یعنی اللہ ذکر فرمایا اور یہ نام پاک عین الجمع میں عین ذات و صفات ہے بعض نے کہا کہ خشیہ تو ذات کے واسطے ہے اور خوف صفات کیلئے ہے۔ کما قال تعالیٰ یخشون ربھم ویخافون سوء الحساب۔ پھر مومنین کا امتحان فرمایا بقولہ تعالیٰ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤگے اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑے ہیں اور نہیں پکڑا انھوں نے سوائے اللہ کے

وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اُس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے کام کی

ع ۱۰

اَمْ حَسِبْتُمْ خطاب مومنوں کو ہے کہ بعض نے بمقتضائے طبیعت قتال سے کراہت کی اور بعض مفسرین نے کہا کہ خطاب منافقوں کو ہے اور حق یہ ہے کہ خطاب اہل ایمان کو ہے لیکن منافقین چونکہ ظاہر میں اسلامی احکام میں شریک تھے لہذا امتحان میں ان کا اخراج مقصود ہے۔ اَمْ منقطعہ بمعنی بل ہے اور یہ اضراب ہے ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف۔ پس اب بیان ہے کہ جہاد جیسے دنیا میں باعث عزت و حرمت و امن و عدل ہے ویسے ہی دین میں علامت ایمان و کمال رغبت آخرت و مورث ثواب جزیل ہے۔ اور استفہام اسمیں توبیخ کے لئے ہے اور توبیخ اس حسبان و خیال کرنے پر ہے اور معنی یہ کہ کیونکر تم نے یہ خیال باندھ لیا کہ۔ اَنْ تُتْرَكُوْا تم چھوڑ دیئے جاؤ یعنی جس حال پر ہو اسی پر چھوڑ دیئے جاؤ۔ سیبویہ رح کے قول پر ان تترکوا حسبان کے دونوں مفعول کے قائم مقام ہے اور مبرد کے نزدیک مفعول دوم محذوف ہے ای ام حسبتم ان تترکوا کذلک من غیر ان تبتلوا بما یظہر بہ المؤمن من المنافق یعنی کیونکر تم نے خیال کیا کہ تم لوگ ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ بدون اسکے کہ امتحان کئے جاؤ ایسی بات سے جس سے مومن منافق کھل جاوے وہ جہاد ہے۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ اور حال یہ کہ ظاہر نہیں ہوئے تم میں خاص لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ان لوگوں سے جو خالص نہیں ہیں۔ واذ قالیہ

لے حساب باظہر شیئاً کرنا ۱۲

لما حرف نفی مع معنی توقع یعنی اب تک نہین کھلے ولیکن آئندہ کھل سکتے ہین بخلاف معنی لم کے اور یہی دونون مین فرق ہے اسمین علم کی نفی فرمائی حالانکہ مراد اسسے ان لوگون کی نفی ہے جن سے ایسا علم متعلق ہو پس یہ بطریق مبالغہ ہے کیونکہ علم کی نفی گویا دلیل ہے معلوم کی نفی پر کیونکہ علم ہونا تو مستلزم ہے کہ معلوم کا وجود ہو پس جب علم نہین تو معلوم بھی نہین کیونکہ ہوتا تو اس کا بھی علم ہوتا ولیکن حرف لمّا مین جو معنی توقع ہین اس سے تنبیہ کردی کہ عنقریب ایسا واقع ہوگا اور اس طرح تعبیر کرنے مین کہ علم الٰہی نہین ہے یہ فائدہ ہے کہ ایسا ظہور مقصود ہے جو مدار ثواب وعقاب ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ تم نے کیونکر خیال کر لیا کہ تم ایسے ہی خلط ملط چھوڑ دئیے جاؤگے اور قتال و جہاد کے بجالانے پر مامور نہ ہوگے جس سے اخلاص والے اور نفاق والے ظاہر ہوکر ثواب وعقاب کے مستحق ہون اور حال یہ ہے کہ ابھی تک مخلص و منافق متمیز نہین ہوئے اور علم الٰہی ان لوگون سے متعلق نہین ہوا جو تم مین سے خالص مجاہد ہین یعنی اخلاص والے متمیز نہین ہوئے اگرچہ تم مین سے خلط ملط مین سے اللہ تعالیٰ کو مخلص و منافق ہر ایک معلوم ہین اور قولہ۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً عطف ہے جاہدوا پر اور داخل صلہ ہے یعنی ظاہر نہین ہوئے تم مین سے وہ لوگ جنھون نے جہاد کیا یعنی مخلص ہین اور نہ وہ لوگ جنھون نے نہین بنایا سوائے اللہ تعالیٰ واسکے رسول و مومنین کے اور کسی کو ولیجہ یعنی بطانہ اندرونی دوست جس سے موالات کرین اور اپنا بھید اس سے ظاہر کرین۔ الولوج بمعنی دخول از ولج یلج پس ولیجہ بمعنی دخیلہ ابوعبیدہ نے کہا کہ کسی چیز مین جو ایسی چیز داخل کی جائے کہ اسمین سے نہین ہے وہ ولیجہ و دخیلہ ہے اور مفرد و تثنیہ و جمع سب کے واسطے یہی لفظ واحد کافی ہوتا ہے اور کبھی جمع اس کی ولائج و ولج بمانند صحائف و صحف جمع صحیفہ کے لاتے ہین اور منافقین چونکہ اہل شرک و کفر مین سے پوشیدہ دوست بناتے تھے بدین نظر قتادہ و ضحاک نے خفیہ دوست کے ساتھ تفسیر فرمائی اور راغب نے مفردات مین کہا کہ ولیجہ از دخیلہ نہین بلکہ جس کو آدمی اپنا معتمد علیہ بنالے وہ ولیجہ ہے و بنابرین حاصل یہ ہوگا کہ ایسے لوگ متمیز نہین ہوئے جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول و مومنین کے کسی کو اپنا معتمد علیہ نہین بنایا اور مقصود یہ کہ تم لوگ ضرور جہاد سے مکلف کئے جاؤگے تاکہ ظاہر ہو جاوین جہاد والے اور جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ و رسول و مومنین کے باطنی دوست نہین بنایا یعنی مخلصین و منافقین کھل جاوین۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے یعنی تمھارے کامون سے جو تمھاری غرض ہے اور جو تمھاری نیت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور یہ جو فرمایا کہ لما یعلم اللہ الذین الخ اس سے جاہل بیوقوف مشرک و منافق یہ خیال نہ کرین کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہین بلکہ او تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ ہے دلون کے بھید کو جانتا اور تمام مخلوق کی حقیقت و ماہیت کو اور جو کچھ ہوا اور جو ہوگا سب کچھ اسکے حضور و علم مین قطعًا ایسی طرح معلوم ہے کہ کسی کا علم ایسا ممکن نہین ہے لا آلہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک و لہ الحمد وہو علیٰ کل شئ قدیر۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم اشارت سے خطاب مین وہ مدعی بھی داخل ہین جو یہ گمان کرتے ہین کہ مرتبہ احسان یعنی حقیقت خالی دعوے سے حاصل ہو جاتا ہے بدون اسکے کہ معنوی تحقق ہو پس ان کو ایسے خیالات پر مغرور ہونے سے ملامت فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی ہستی کو اپنے خالق پاک کے لئے قربان کرنے والا ہوا اور خلوص کے ساتھ بشریت کے خصائل ذمیمہ زائل کر کے معرفت حاصل کرنیوالا نہ ہوا اور اولیاء الٰہی کی صحبت مین صدق ارادت سے کمال حاصل کرنیوالا نہ ہو وہ اپنے اوہام مین غلط و خیالات مین خطا کار ہے کما اشیر الیہ بقولہ تعالیٰ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ۔ پھر اپنے کلام پاک یعنی قولہ واللہ خبیر بما تعملون سے انکو محال دعویٰ و باطل خیال سے ڈرایا کہ او تعالیٰ سب خیالات دنیات و خطرات سے آگاہ ہے اسکو ہر دم اپنی نیست و حال کا عالم تصور کر کے شرم رکھو اور ہوشیار رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوہام کو باثبات بعض افعال کے جو پچھلے کامون کی صورت مین خصوص مشرکین مکہ کے اوہام کو تنبیہ کے ساتھ مٹایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

مشرکون کا کام نہین کہ آباد کرین اللہ کی مسجدین اور مانتے جاوین اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے

اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اون کے کئے اور آگ مین رہین گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرے مسجدین اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور کھڑی کی نماز اور دی زکوۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہین وہ لوگ کہ ہو وین

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

ہدایت والون مین کیا تم نے ٹھہرایا حاجیون کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ مین نہین برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ

بے انصاف لوگون کو جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی پہونچے مراد کو خوشخبری دیتا ہی اُن کو پروردگار انکا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

اور باغون کی جن مین اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کرین اُنمین مدام اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ - اے ما صح لہم یعنی مشرکین کے حق مین صحیح نہین ہی - اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ - یہ فعل کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدون کی عمارت کرین یعنی کسی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین تو بھلا مسجد الحرام جو سب سے افضل ہی اس کی عمارت کا دعوی مشرکون کی طرف سے محض وہم وغلط ہی اور یہ معنی بنظر آنکہ عموم مساجد سے نفی فرمائی ہی پس مسجد الحرام جو خاص ہی اُس سے بالضرور نفی بطریق بلیغ ہو گی - اور بعض نے کہا کہ مساجد اللہ سے مسجد الحرام مراد ہی یعنی مسجد الحرام کی عمارت مشرکین سے صحیح نہین - اور بصیغہ جمع اسوجہ سے کہ مسجد الحرام جملہ مساجد کیلئے قبلہ و امام ہی پس اسکی عمارت کرنے والا گویا تمام مساجد کا عامر ہی یا اسلئے کہ اسکا ہر بقعہ و ناحیہ ہر جہت سے قبلہ ہی پس وہ مساجد ہی اور قراۃ ابن کثیر و ابو عمرو اور یعقوب رحمہم اللہ کی مسجد اللہ بصیغہ مفرد بھی اسی کی مؤید ہی جیسے قولہ وعمارۃ المسجد الحرام - بھی اسی تفسیر کا مؤید ہی - پھر عمارت سے یا معنی حقیقی مراد ہین یعنی مسجد کی عمارت بنانا مشرک سے صحیح نہین یا معنی مجازی مراد ہین یعنی مسجد مین حاضر رہنا و داخل ہونا و اُسمین عبادت کرنا وغیرہ اور یہ بھی مشرک سے صحیح نہین کیونکہ کافرون کی عبادت کچھ نہین باوجودیکہ مسجد الحرام سے نزدیک ہونے سے اُن کو ممانعت ہی یہین سے کہا گیا کہ اگر دار الاسلام مین کسی ذمی کافر نے وصیت کی کہ میرے مال سے مسجد بنائی جاوے تو اسکی وصیت قبول نہ ہو گی - اگر کافر نے مسجد مین داخل ہونے کا قصد کیا تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک روا نہین ہی - اور بعض ائمہ نے کہا کہ مسلمان کی بلا اجازت نہین روا ہی حتی کہ اگر بلا اجازت جاوے تو سزا دیجاویگی اور اجازت لیکر بھی بدون حاجت کے روا نہین پس اگر حاجت ہو اور مسلمان سے اجازت لیوے تو داخل ہو سکتا ہی اور بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے مسجد مین جواز دخول کافر پر

اس حدیث سے استدلال کیا جسمین آنحضرت صلعم نے ثمامہ بن اثال کو ستون مسجد سے باندھا تھا حالانکہ وہ کافر تھا اور حق یہ ہو کہ اس فعل خاص سے یہان استدلال نہین چاہیئے کیونکہ حکمت خاصہ کا احتمال ہی چنانچہ جب اسکو رہا کردیا تو خوشی و رغبت سے وہ جا کر نہا کر حاضر ہوا اور اسلام سے آیا پس مختار قول جمہور ہو اور کفار کے لوث سے مسجد پاک رکھی جائے ۔ شَاهِدِينَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ - جملہ حال از ضمیر یعمروا ۔ ہو اور یہ شہادت یا تو ہا شرک و تکذیب الرسول صلعم ہو اور بعض نے کہا کہ درحالیکہ شاہد ہین وہ لوگ اپنے اوپر کفر کے ساتھ بحال و قال یعنی یہ کہ مشرکین سے یہ بات ٹھیک نہین کہ دو امر تنافی جمع کرین ایک بیت اللہ تعالیٰ کی عمارت اور دوم اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کی عبادت پس جب غیر کی عبادت سے مشرک ہین تو اللہ تعالیٰ کی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین ۔ روایت ہو کہ جب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر مین قید ہو کر آئے اور مسلمانون نے انکو ملامت کی اور عار دلایا کہ تم لوگ شرک کرتے اور ناتا کاٹتے ہو اور سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو سخت سخت باتین اسی قسم کی کہین تو عباس نے کہا کہ یہ تمھارا کیا انصاف ہو کہ تم ہماری برائیان تو بیان کرتے ہو اور جو ہماری بھلائیان ہین اُن کو نہین کہتے دیکھو کہ ہم مسجد الحرام کی عمارت کرتے ہین اور خانہ کعبہ کے حاجب ہین اور حاجیون کو پانی پلاتے ہین اور قیدی کو مال خرچ کر کے چھوڑاتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھایا گیا کہ مشرک ہو کر جو کام کرو وہ ہیچ ہو ۔ أُولَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ یعنی جو لوگ شرک و کفر مین گرفتار ہین اُن کے اعمال جن پر فخر کرتے ہین بسبب شرک کے سب حبط ہین ۔ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ اور اس شرک کی وجہ سے وہ ہمیشہ دوزخ ہی مین رہین گے ۔ مشرک کو اپنے اعمال کا بدلا دنیا مین جو کچھ مل جائے وہ تو ملا لیکن دنیا خود ہیچ ہے ملا تو کیا اور عاقبت مین اسکے لئے کچھ نہین سوائے دوزخ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا کہ مشرک کبھی نہین بخشا جائیگا پھر اُن بندون کو بیان فرمایا جن سے عمارت مسجد درست ہو بقولہ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ یعنی مساجد کی عمارت ایسی صفات کے لوگون سے درست ہو جن کے اعتقاد شرک سے پاک توحید کے ہین اور اُن کے اعمال موافق حکم الٰہی کے ہین ۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جمع کیا اور اعمال مفروضہ مین سے دو عمل اشرف ذکر کئے اور مراد جملہ ارکان اسلام ہین اور ایمان برسول اللہ صلعم اسلئے نہین مذکور ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین ہو سکتا جبتک کہ رسول پر ایمان نہو اسلئے کہ رسول ہی سے معرفت حاصل کی اور صفات کے واسطہ سے پہچان کر اسی پر مبعوث ہونے کا اعتقاد کیا ۔ اور یوم الآخر کے یہان ذکر مین نکتہ ہو کہ عمارت مسجد کا فائدہ ثواب آخرت ہو جو روز جزا یعنی قیامت کو حاصل ہوگا اور مشرکین اسکے قائل نہ تھے پس عمارت مسجد انھین لوگون سے مستقیم ہو جو روز جزا پر ایمان رکھتے ہین کہ یہان مسجد بنا دین اور وہان اچھا بدلا پا دین ۔ انس رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ تعالیٰ اُسکے واسطے جنت مین گھر دیتا ہو ۔ رواہ الترمذی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مانند مرفوع روایت ہو اور اصح ہو کہ ظاہر کلام اکثر مفسرین کا یہ ہو کہ عمارت یہان بطور عموم مجاز کے حقیقی عمارت بنانے اور مجازی عمارت کرنے یعنی آباد کرنے دونون کو شامل ہو ۔ وقال البیضاوی رح منجملہ مسجد کی عمارت کے یہ بھی ہو کہ اس کو فرش سے آراستہ کرے اور چراغ روشن کرے اور ہمیشہ اسمین عبادت یا داِلٰہی و علم شریعت کا پڑھنا پڑھانا جاری رکھے اور جن باتون کیلئے مسجد نہین بنائی گئی ہو اُن سے محفوظ رکھے جیسے دنیا کی باتین کرنا ۔ قلت و حنفیہ رح نے کہا کہ سونے کیلئے جس کا گھر ہو اسکو مسجد مین سونا مکروہ ہو اور ابن عمر رضہ وغیرہ سے جو مسجد مین سونا مروی ہو وہ بظاہر اس غرض سے تھا کہ عبادت و تہجد ادا کرنے مین مقام پاک ملنے سے آسانی ہو واللہ اعلم ۔ ابو سعید خدری رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ اذا رأیتم الرجل الخ یعنی جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ معتاد طور پر مسجدون مین آمد و رفت رکھتا ہو تو شہادت دو کہ وہ مومن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ الآیۃ ۔ رواہ احمد و الدارمی و ابن ماجہ و ابن المنذر و عبد بن حمید و البیہقی و حسنہ الترمذی ۔ اس حدیث مین سے

فائدہ بھی یاد رکھو کہ اگر دیکھنے سے کوئی امر ثابت ہو تو گواہی ادا کرنا روا ہے۔ اگرچہ متعلق ہو والکلام فی الفقہ۔ بالجملہ مسجد سے دل لگائے رہنے و اُسکو آباد کرنے و اُس کی تعمیر و عبادت کیلئے وہاں آمد و رفت کرنے وغیرہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ انس بن مالک رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسجدوں کے آباد کرنیوالے وہی اہل اللہ تعالیٰ ہیں یعنی اولیاء اللہ وہی ہیں واہل حق ہیں رواہ عبد بن حمید والبزار اور عبد الرزاق نے عمرو بن میمون الاودی سے روایت کی کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو پایا وے لوگ فرماتے تھے کہ زمین میں مسجدیں خانہ خدا ہیں و جو اُن میں زیارت الٰہی کو حاضر ہوا اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کے طالب کو کرامت عطا فرماویگا۔ د فی تفسیر الحافظ رح۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے اذان کی آواز سنی پھر وہ تعمیل کر کے مسجد میں حاضر نہوا تو اُسکی نماز نہیں اور اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یعمر مساجد اللہ الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ و قد روی مرفوعا من وجہ آخر ولہ شواہد انتہی۔ بالجملہ ایمان سے ہے کہ مسجدیں آباد ہوں لہذا آخر زمانہ میں جب ضعف اسلام کا حال بطور معجزہ و خبر غیب کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا تھا تو اسمیں یہ بھی فرمایا تھا کہ قریب قیامت کے مسجدیں اُن لوگوں کی ویران ہونگی اور گھر اُن کے آباد ہونگے۔ والمترجم بعد الاستغفار و طلب التوفیق والہدایۃ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نبوت اب مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حاصل آنکہ مسجد کی عمارت و آبادانی ایسے لوگوں سے درست ہے جو اللہ تعالیٰ پر بواسطہ تعریف رسول اللہ صلعم کے اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوۃ دیتا ہے۔ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اُسکو کسی سے خوف نہیں۔ د فی البیضاوی رح یعنی دین کے اُمور میں اُسکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی بھوت پلید بت وغیرہ جن کسی کا خوف نہیں۔ اور رہا خوف ایسی چیزوں سے جن سے ضرر پہونچا کرتا ہے مثلاً شیر سامنے آیا تو خوفناک ہو جانا جبلت کی بات ہے اسمیں آدمی کا اختیار نہیں ہے۔ د قال المترجم ظاہرا کامل ایمان والے جب تاثیر فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین جانتے ہیں تو اُن کو کسی چیز سے خوف نہیں ہوتا اور تحقیق یہ ہے کہ جو امر خوفناک پیش آیا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسمیں کوئی حکم از جانب حق تعالیٰ قرآن یا حدیث میں موجود ہے مثلاً دو ہزار لشکر اسلام کے مقابلہ میں چار ہزار کافر آگئے تو خوف کرنا مقتضائے ایمان ہے کیونکہ بھاگنا یہاں حرام و کبیرہ گناہ ہے اور یا ایسا ہوگا کہ اسمیں کوئی حکم شرع اس طور پر نہیں مثلاً جنگل میں شیر سامنے آگیا تو خوف یہ آئے کہ شاید عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اسکو بھیجا تو میں ضرور مارا جاؤنگا پس اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا اور چونکہ بنظر احتیاط اُسکے سامنے سے ہٹنے و بچاؤ کرنے کا حکم ہے لہذا اس نظر سے بھاگنا وغیرہ تدبیر کو عمل میں لاویگا۔ پس ہر صورت میں خوف اسکو فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ہوا اور مقام بہت وسعت چاہتا ہے اور اسقدر اشارہ اُمید ہے کہ کافی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ پس ایسے لوگ البتہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ابن عباس رضی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرف عسی بمعنی تحقیق ہے و ابن اسحاق کا بھی ایسا ہی قول ہے اور شاید عسی بندوں کی طرف ہو یعنی تم اُمید رکھو اور معنی یہ کہ پس ایسے لوگوں کو توقع ہے کہ ہدایت پائے ہوؤں میں سے ہوں لفظ اُمید کیساتھ انکو ذکر فرمانے میں مشرکین کی طمع کاٹ دی یعنی جب ایسے بندے باوجود ان اعمال کے اُمیدوار ٹھہرے تو مشرکین باوجود نجاست شرک کے اپنے اعمال سے راہ پر ہونیکے یا ان اعمال سے انتفاع حاصل کرنے کی کیا طمع کرینگے اور نیز مشرکوں کو ملامت کی کہ کس برتے پر قطعی دعوی کرتے ہیں کہ ہم لوگ بڑے محبوب کردگار ہیں حالانکہ جن اہل ایمان کا حال مذکور ہوا باوجودیکہ نجاست شرک سے پاک اور مسجدیں آباد کرنیوالے اور اعتقاد و عمل دونوں طرح سے کامل ہیں اُن کا حال تو توقع و اُمید میں دائر ہے اور مشرکین تو صریح اُن کے برعکس ہیں۔ اور نیز بحرف توقع فرما کر مومنوں کو تنبیہ کردی کہ کبھی اپنے اعمال پر نظر نہ رکھیں اور غرہ نہوں کیونکہ عظمت و جلال الٰہی کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ ہستی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ عجز و بندگی سے سر بسجدہ ہوں کہ اے پروردگار ہم تو اولاد آدم سب ظلوم جہول ہیں ہم تیری بندگی کی قدرت کہاں رکھتے ہیں تیرے لائق کون بندگی

کرسکتا ہو تیری مخلوق مین جو سب سے اشرف تیرا رسول ہی وہ تو فرماتا ہو کہ ماعبدناک حق عبادتک میرے مولا مین تیری شان کے لائق تیری بندگی نکرسکا وہ تو گڑگڑاتا ہو کہ ماعرفناک حق معرفتک ۔ میرے مولی تو نے مجھے اپنی معرفت حاصل کرنے ہی کیلیے پیدا کیا تھا مگر مین تیری معرفت جیسی چاہیے نہین حاصل کرسکتا تو عفو کردے تو بخشدے ۔ پھر ہم ناچیز کس شمار مین ہین جو ہم سے ادا ہو تیرا فضل ہی جو ہم سے خدمت ہو وہ تیری ہی توفیق کا کرم ہے جب تو نے ازل سے کرم ہی کرم فرمایا تو اب بھی ہم تیرے ہی کرم پر نظر لگائے ہین ۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وتوفنا مع الابرار پھر اہل شرک کا دعوی ایک تنبیہ سے رد فرمایا ۔ بقولہ ۔ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کیا قرار دیا تم نے اے مشرکو حاجیون کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی عمارت کرنے کو ۔ كَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۔ مانند اُس شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر اور روز آخرت پر وراہ خدا مین جہاد کیا ۔ جسکو تشبیہ دی وہ تو مصدر ہے یعنی سقایہ وعمارۃ اور جس سے تشبیہ دی ذا آدمی ہی یعنی کمن آمن یعنی مومن ۔ اور مصدر کی تشبیہ اعیان سے ظاہر نہین ہی لہذا تقدیر کلام دو طرح سے ہی ایک یہ کہ ۔ اجعلتم اہل سقایۃ الحاج کمن آمن یعنی کیا تم نے حاجیون کے پانی پلانے والون کو مانند قرار دیا ایسے شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر الخ ۔ پس معنی اُسکا یہ کہ ایسی صفت والون کو اُس صفت والون کے مثل کیا ۔ دوم یہ کہ ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج کا بیان من آمن ۔ یعنی کیا تم نے حاجیون کے پانی پلانے کو مانند کیا اُس شخص کے ایمان لانے کے جو الخ ۔ اسکا معنی یہ کہ تم نے یہ فعل مشابہ اُس فعل کے قرار دیا ۔ تقدیر وتوجیہ اول کی مؤید اُس شخص کی قراۃ ہی جسنے آیت مین یون پڑھا ۔ اجعلتم سقاۃ الحاج وعمرۃ المسجد الحرام ۔ سقاۃ جمع ساقی یعنی پانی پلانیوالے ۔ عمرۃ بمانند کفرۃ جمع عامر ہے ۔ ہمزہ اجعلتم ۔ انکاری ہی ۔ المعنی انکار ہی اس بات سے کہ مشابہ ہو وین مشرکین یا مشرکون کے اعمال حبط شدہ اہل ایمان یا اُن کے اعمال مثبتہ سے یعنی موافق تقدیر اول کے معنی یہ ہین کہ مشرکین کبھی مومنین سے مشابہ نہین اور دوسری تقدیر پر معنی یہ کہ مشرکون کے کام جو حبط ہین وہ کبھی مومنین کے اعمال سے مشابہ نہین جن کے عوض خصوص آخرت مین ثواب جمیل پاوینگے ۔ پھر اسی امر کو مصرح فرمایا ۔ بقولہ ۔ لَا يَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ ۔ یہ لوگ اللہ تعالی کے نزدیک برابر نہین ہین یعنی مشرکین و مومنین یکسان نہین ۔ یہ بھی مؤید توجیہ اول ہی ۔ پھر اُن کے یکسان نہ ہونیکی وجہ کیطرف اشارہ فرمایا ۔ بقولہ ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۔ یعنی کافر لوگ بوجہ شرک کے جو انتہا درجہ کا ظلم ہی ظالم ہین اور آنحضرت صلعم کی عداوت سے مردود اور چاہ ضلالت مین ڈوبے ہوئے ہین وہ کیونکر ایسے بندون کے برابر ہوسکتے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی اور اُن کو راہ صواب کی توفیق دی ۔ بعض نے کہا کہ ظالمین سے وہ مشرک مراد ہین جو اپنے آپ کو مومنون سے مساوی کہتے تھے ۔ پھر مومنین کا درجہ بیان فرمایا بقولہ تعالی ۔ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۔ یعنی اہل ایمان جن کے ایسے ایسے نیک کام ہین وے ۔ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑے درجہ والے ہین اُن کے درجہ کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا اور جو کرامت اُن پر ہو وہ خیال مین نہین آسکتی ۔ کما قال تعالی ۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۔ اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالی نے جو بندگان صالحین کیلیے مہیا فرمایا وہ ایسی چیزین ہین کہ نہ آنکھون نے دیکھی اور نہ کانون نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل پر بطور خطرہ گذری ہین ۔ قال المترجم یہ تفسیر بنابر یکہ اعظم علی الاطلاق ہو اور اگر اسم تفضیل کسی کی نسبت سے ہو تو کہا گیا کہ اعلی ہین درجہ وکرامت مین بہ نسبت ان مومنون کے جن کے ساتھ ایسی صفات نہین ہین ۔ یا مشرکون پر رد ہو کہ سقاۃ الحاج وعمرۃ المسجد کا جو مرتبہ تمھارے نزدیک ہو اسکی بہ نسبت مومنین کا درجہ اللہ تعالی کے یہان بہت بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمھارے زعم والون کا درحقیقت کچھ بھی درجہ نہین ہو ۔ پھر مومنین ہی مین فلاح کا

انحصار فرمایا بقولہ تعالی ۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۔ اللہ تعالی کے نزدیک ثواب و درجات سے فائز ہونیوالے یہی مومنین ہیں اور مشرک کچھ نہیں بلکہ عذاب و خواری میں پڑیں گے پھر بھلا مشرکین کیسے مومنین کی برابری کا دعوی کرتے ہیں باوجود اس کے مومنین کا یہ حال ہے کہ ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ مومن بندون کا پروردگار سبحانہ جو تمام جہان کا خالق ہے اپنے ان بندون کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت و رضوان کی اور جنتوں کی کہ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ کہ جن میں اُن کیلئے دائمی نعمتیں ہیں اور رحمت و رضوان وغیرہ کو نکرہ فرماکر اشارہ کیا کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی معرفت اللہ تعالی کے علم میں ہے بندون کے حق میں تعریف نہیں ہوسکتی اور جنت میں بھی جو نعمتیں ہیں اُن کی تعریف نہیں ہوسکتی ہاں یہ فرمادیا کہ وہ نعمتیں پائدار ہیں پس اہل جنت بھی ان نعمتوں والے ہوکر ضرور پائدار ہیں اور مصرح فرمایا ۔ خَالِدِينَ فِيهَا ۔ ان جنتوں میں یہ لوگ خلود کے ساتھ رہیں گے اور چونکہ خلود کو عرب والے کبھی مدت دراز تک ہونے کے معنی میں بولتے ہیں اور یہاں مراد ہمیشگی ہے لہذا فرمایا ۔ أَبَدًا ۔ یعنی خلود ابد تک ہوگا جسکی چھور نہیں یعنی ہمیشہ رہیں گے ابو حیان رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ برحمۃ منہ و رضوان و جنات ۔ ان تینوں میں تنوین تنکیر کی تعظیمی ہے یعنی اُن کی تعریف بندون کے فہم کیلئے نہیں ہوسکتی اور کسی کے تصور میں نہیں آسکتی ہیں اور جبکہ مومنین کے تین وصف بیان فرمائے یعنی ایمان اور جہاد بجان و مال اور ہجرت از وطن تو اُن کے مقابلہ میں اُنکو تین نعمتوں سے بشارت دی رحمت و رضوان و جنات ۔ پس رحمت بمقابلہ ایمان کے ہے کیونکہ رحمت اسی پر موقوف ہے ۔ اور رضوان بمقابلہ جہاد کیونکہ جان و مال سے قربان ہوئے تو انتہا ر مبالغہ احسان کے لائق ہوئے اور جنات بمقابلہ ہجرت کے اپنے ناپائدار وطن چھوڑے تو اُن کو جنات نعیم پائدار دائمی عطا ہوئیں ۔ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۔ اللہ تعالی جل جلالہ کے یہاں اجر عظیم ہے کہ جس کے عوض میں اس اجر کے لائق ہوئے وہ بہت حقیر ہے یا دنیاوی چیزیں اسکے مقابلہ میں بہت حقیر ہیں یا اشارہ ہے کہ یہ بشارت بھی یہاں تک ہے کہ نعمت کے نام سے سمجھ سکیں ورنہ اُنکے واسطے زیادتی ہے جسکو پاوینگے تو جانیں گے والحمد للہ رب العالمین ف ۔ فی العرائس قولہ تعالی انما یعمر مساجد اللہ من آمن ۔ جس شخص سے عمارت مسجد صحیح ہے اور وہ اہل معرفت و عبادت کی مجلس کے لائق ہے اُس کے چند اوصاف ذکر فرمائے کہ ایمان و یقین میں کامل ہو اور معرفت میں واثق و فرائض و سنن ادا کرنے میں مداوم ہو ۔ یہ عمارت اس طرح ہوتی ہے کہ مساجد میں جانے کے وقت اسکا دل سوائے اللہ تعالی کے سب چیز سے خالی ہو اور وسوسہ و خیال و خطرہ اُسکے سر باطن میں نہ ہو ۔ بعض نے کہا کہ مسجد کی عمارت و آبادی اسطرح ہے کہ دل آباد ہو یعنی اسمیں صدق نیت و طہارت با خلاق حمیدہ ہو پس جمیع اشغال و موانع خارج کرکے پوری طہارت سے مسجد میں داخل ہو و قولہ تعالی یبشرہم ربہم برحمۃ منہ و رضوان و جنات ۔ اول میں اللہ تعالی نے مہاجرین کا یہ وصف فرمایا کہ رضوان و مغفرت کے طلب میں ماسوائے حق تعالی کے سب سے خارج ہوگئے ۔ اللہ تعالی نے جب اُن کو طلب مشاہدہ و دوام محبت میں گرفتار پایا اور سوائے نور ایقان و عرفان کے اُن کے دل میں کچھ نہیں پایا تو بلا واسطہ اُن کو بشارت فرمائی اور یہ بات بہت بڑی نعمت ہے خصوص جبکہ حبیب خود بشارت فرما دے پس بشارت اُس کا خطاب بکشف مشاہدہ ہے اور کشف جمال کے ساتھ بشارت خطاب کی کون طاقت رکھتا ہے ۔ اس کشف کے ساتھ بشارت رحمت اول درجہ عارفین ہے پھر رضوان کی بشارت دی اور وہ ایسے وصال کو کہتے ہیں جسمیں خوف ہجران نہ ہو پھر اُس کو جنات میں داخل ہونے کی بشارت دی یعنی جنت قربات صفات سے بشارت دی جس سے علوم ازل و ابد حاصل ہوتے ہیں اور ہمیشہ اسکی نعمتوں میں باقی رہتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالی کی تجلی جلال و جمال سے بڑھکر کون نعمت اور کون جنت ہے بعض نے کہا کہ مومنوں کو رحمت کی اور مطیع بندون کو جنت کی اور عارفوں کو رضوان وصلت کی بشارت ہے ۔ اور نیز توبہ کرنیوالوں کو رحمت کی اور صادقین کو مشاہدہ کی اور محبین کو جنات قرب کی بشارت فرمائی ابو عثمان رح نے کہا کہ رضوان سے

قرب و جوار جنت ملتا ہے جن سے دوام نعمت حاصل ہے۔ بعض نے کہا کہ دلون کی جبلت یہ ہو کہ جو انکو بھلائی کی خوشخبری دے اس سے محبت کرتے ہین پس حق سبحانہ تعالیٰ نے خصوص محبت سے کرامت کرنے کو خود بشارت فرمائی اور کوئی واسطہ درمیان مین نہین رکھا فافہم۔ واضح ہو کہ تفسیر قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ جو مذکور ہوئی اس تقدیر پر تھی کہ عباس بن عبد المطلب وغیرہ نے جنگ بدر مین مقید ہو کر سقایۃ الحاج وغیرہ کو افضل اعمال مین قرار دیکر مشرکین کو مومنین سے مساوی قرار دیا پس یہ آیہ نازل ہوئی اور اُن کا قول رد کر دیا گیا پس خطاب مشرکین کو ہوا اور ابن جریرؒ نے محمد بن کعب القرظی سے اس کی تفسیر مین روایت کیا کہ عثمان بن طلحہ از بنی عبد الدار اور عباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالبؓ نے باہم افتخار کیا۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ مین خانہ کعبہ کا حاجب ہون میرے پاس اس کی کنجی ہو چاہون اس مین در رہون اور عباسؓ نے کہا کہ مین پانی پلانیوالا ہون چاہ زمزم سے اور چاہون مسجد مین سو رہون اور علیؓ نے کہا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو مین نے لوگون سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور مین صاحب جہاد ہون پس نازل ہوا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام الآیۃ۔ اور اسی کے مانند سدیؒ کا قول مروی ہو۔ رواہ عبد الرزاق باسنادہ عن الحسن بنحوہ۔ مترجم کہتا ہو کہ ایسی گفتگو کی نسبت حضرت امیر المومنین علیؓ کی طرف اہل تحقیق کے نزدیک بےعنوان خالی از بعد نہین ہو۔ قال الحافظ اس آیت کی تفسیر مین ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی جسکا یہان ذکر کرنا ضرور ہو۔ نعمان بن بشیر انصاریؓ سے روایت ہو کہ مین چند صحابہ کے مجمع مین منبر رسول صلعم کے پاس بیٹھا تھا ان مین سے ایک بولا کہ مجھے پروا نہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی عمل نہ کرون بعد اسلام کے الا آنکہ حاجیون کو پانی پلاؤن۔ دوسرے نے کہا بلکہ مین مسجد الحرام کی عمارت کرون اور تیسرے نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا اس سے بہتر ہے جو تم نے کہا پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جھڑک دیا اور کہا کہ تم لوگ منبر رسول اللہ صلعم کے پاس آواز مت بلند کرو اور یہ واقعہ جمعہ کے روز تھا تو کہا کہ لیکن مین جمعہ پڑھکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہون گا اور آپ سے اس بارہ مین فتویٰ لیلون گا جسمین تم جھگڑتے ہو۔ نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تو اللہ عز وجل نے نازل فرمایا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام۔ تا قولہ۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکو مسلم و ابو داؤد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان وغیرہم نے روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قوی ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ اجعلتم کا خطاب مومنین کی طرف ہو ولیکن مقصود یہ ہو گا کہ جو افعال مشرکین کے زعم مین ہین اور اُن سے وہ فخر کرتے ہین ان کو تم مومنون کے برابر کرتے ہو حالانکہ وہ مشرک ظالم ہین اور اللہ تعالیٰ قوم ظالم کو ہدایت نہین کرتا اور شاید مفاخرت کرنیوالے چند مشرک ہون جنھون نے بعض مومنون کے ساتھ گفتگو کی ہو جیسا کہ محمد بن کعب و سدی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوا فلیتامل فی المقام لتنقیح المرام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ

اے ایمان والو نہ پکڑو اپنے باپون کو اور بھائیون کو رفیق اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان سے

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

اور جو تم مین اُنکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہین گنہگار تو کہہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی

وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم

اور عورتین اور برادری اور مال جو کماتے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہین

مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○

اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جبتک بھیجے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہین دیتا نافرمان لوگون کو

اللہ تعالیٰ نے راہ آلہی مین خواہ جہاد ہو یا ہجرت ہو یا کوئی اور امر ہو ہر مانع سے قطع کی نصیحت کی اگرچہ مخالف راہ مین والدین و اولاد کیون نہو چنانچہ فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ یہ خطاب جملہ مومنین کو عموماً قیامت تک باقی ہی اور یہی ظاہر خطاب ہی اور بنظر اصول اسی کا اعتبار ہی رہا سبب نزول تو مجاہد رحمہ نے کہا کہ یہ آیت اپنے ماقبل سے متصل ہی اور قصہ عباس و طلحہ حجبی اور ان کے امتناع ہجرت کے بارہ مین نازل ہوئی مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہی کہ ان کے انکار ایمان پر مومنون کو بطریق عبرت کے نصیحت فرمائی ورنہ ظاہر ہی کہ اسوقت تک عباس مسلمان نہوئے تھے پھر خطاب انکو کیونکر ہو سکتا ہی ابن عباس رض نے کہا کہ جب مومنون کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو بعضون کی آل و اولاد ان سے لپٹتی و قسمین دلاتی کہ ہم کو ضائع و برباد مت چھوڑو تو وہ سست ہو جاتے اور کہتے کہ اگر ہم ہجرت کر جاوین تو اپنے والدین و اولاد و اقارب کا ناتا قطع کرین اور ہماری تجارات جاتی رہین اور ہم برباد ہونگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل رح نے کہا کہ نو آدمی جو مرتد ہو کر کفار مکہ سے جا ملے تھے ان کے اقارب کو انسے موالات کرنے سے ممانعت مراد ہی اور معنی یہ ہین کہ تم ان کو اپنے ایسے دوست مت بناؤ کہ تمکو ایمان و طاعت سے روکین اور حق یہ ہی کہ یہ اسباب جزوی ہین اور اعتبار عموم لفظ کا ہی اور جو معنی ہین وہ یہ ہین کہ اے ایمان والو لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ مت بناؤ اپنے والدین و بھائیون کو اولیا کہ انکے ساتھ موالات کرو۔ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ۔ بشرطیکہ ان کی یہ حالت ہو کہ کفر کو ایمان پر محبوب رکھین یعنی ایمان سے نفرت و انکار کرین اور کفر کو محبوب رکھین و اختیار کرین پس تم کو بھی برباد کرینگے۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اور جو کوئی تم مین سے ان کو ولی بناوے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہین کیونکہ موالات جسکا موقع اللہ تعالےٰ و رسول و مومنین تھے اس کو بے موقع مشرکون و کافرون مین رکھا۔ کلام مجید مین بہت جگہ موالات اہل شرک سے منع فرمایا اور انکے موالات کرنیوالیکو ظالمین مین سے قرار دیا۔ علما رح نے کہا کہ اسلام کے فرقون مین سے جو ایسے ہین کہ شرع ان پر مشرک و مرتد ہونے کا حکم دیتی ہی جیسے بعض فرقہ رافضہ و جہمیہ و باطنیہ و فرقہ نیچریہ وغیرہ وہ تو صریح اسی حکم مین داخل ہین اور جو فرقہ مبتدعہ اس حد تک بحکم ظاہر شرع نہین پہونچا مگر راہ سنت و طریق مستقیم سے خلاف ہی وہ فاسق ہین اور ان کا و جملہ فساق کا یہ حکم ہے کہ ان سے موالات حرام ہی۔ ائمہ تصوف بجد تصریح کرتے ہین کہ صحبت و موالات ولی مورث اثر عجیب بتاثیر آلہی ہی اسمین زیادہ تقریری استدلال کی نہ گنجائش ہی نہ حاجت کیونکہ آیات و احادیث مین اس سے ممانعت کافی ہی چنانچہ یہان بھی اہل ایمان کیواسطے سخت ممانعت فرمائی کہ کافر سے موالات نکرین گو باپ بھائی ہو اور اس سے یہ لازم نہین کہ نان و نفقہ بھی کافر والدین کو نہ دین بلکہ دل کی حفاظت مقصود ہی بیہقی نے روایت کی کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض کے باپ نے جنگ بدر کے روز ابو عبیدہ سے بتون کی تعریف اور انکی پرستش کی خوبیان بیان کرنی شروع کین اور دین اسلام سے بے رغبتی دلائی اور ابو عبیدہ رض برابر اسکو رد کرتے اور منع کرتے تھے یہان تک کہ جب ان کے باپ نے مبالغہ کیا تو قصد کر کے ابو عبیدہ رض نے خالص اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کی رضا کیلئے قتل کر دیا پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ لاتجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الآیۃ یعنی اے محمد صلعم تو نہین پاویگا ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لائے ہین اس حال مین کہ دوستی کرین ایسے کافرون سے جو دشمنی رکھتے ہین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے الیٰ آخرہ۔ ایسے ہی یہان بھی کافرون سے موالات کرنے کو منع کیا بلکہ موالات والون کو ظالم فرمایا پھر سخت تہدید کی کہ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ اے اقربا رکم و تمہارے ناتے دار لوگ۔ اور ابو بکر رح کی قراۃ مین وعشیراتکم جمع ہی اور شاذ قراۃ مین وعشائرکم ہی اور معنی واحد ہین وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا اور وہ اموال جن کو تم نے اقتراف کیا یعنی کمایا ہے۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ تجارت جس کے کساد سے ڈرتے ہو یعنی تجارت نہ چلیگی یا وقت نکل جائے گا۔

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا۔ اور ایسے مسکن جن کو تم اپنی مرضی کے موافق وپسندیدہ رکھتے۔ حاصل آنکہ اے محمد صلعم تو اُن لوگون سے کہدے کہ اگر تمھارے والدین واولاد وجورو ین وغیرہ اُمور مذکورہ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ تم کو زیادہ محبوب ہون مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ۔ بہ نسبت اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کے واسکی راہ مین جہاد کرنے کے فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ تو منتظر بیٹھے رہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لاوے یعنی اُسکا عذاب تمپر آوے خواہ جیتی زندگی مین یا مرنے پر۔ بعض نے کہا یعنی مکہ فتح ہو جاوے مگر اول اصح ہے اسواسطے کہ یہ سورہ بعد فتح کے نازل ہوئی۔ الا آنکہ یہ آیات اس سے پہلے اُتری ہون واللہ اعلم۔ مساق آیت یا تو دربارہ جہاد ہے یا دربارہ ہجرت ہے اور تلخیص یہ کہ تو ایمان لانیوالون سے کہدے کہ اگر والدین واولاد وغیرہ امور مذکورہ تمکو بہ نسبت اللہ تعالیٰ واُسکے رسول وجہاد کے زیادہ محبوب ہین تو تم بیٹھے انتظار کرو جہاد مین قدم نہ دھرو بخوف ان چیزون کے جو تمھین محبوب ہین یا اپنے وطنون سے ہجرت نکرو یہانتک کہ تم پر عذاب آوے اور تمھاری آنکھین کھلین اور بےفائدہ پچتاؤ۔ اور مراد تربصوا۔ امر سے اسکی تعمیل نہین ہے بلکہ بطور تہدید کے ہے اور حاصل آنکہ ایسا کرنیوالا فاسق وطاعت سے خارج ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ قوم فاسق کو راہ نہین دیتا ہے پس ان چیزون کی محبت سے اپنے آپکو راہ حق وایمان سے خارج نہ کرنا چاہیے ورنہ عاقبت کی بربادی ہے۔ اللھم اہدنا وسہل علینا الشدید انت ولی النعم المولی ونعم الوکیل۔ اور قولہ احب الیکم۔ مین کمال رحمت آسمانی ہے کیونکہ درواقع مخلوق کو سوائے اپنے خالق پاک کے جس نے اسکو پیدا کیا اور ایسے ایسے انعام غیر متناہی تعداد سے سرفراز کیا ہے اور کسی سے محبت کے کیا معنی ہین اسکو ہمہ تن اپنے معبود پاک ہی سے محبت ہونا چاہیے یا اسی کے واسطے اور سے ہو جو درحقیقت اسی کی محبت ہے ولیکن آدمی ضعیف البنیان اپنی اولاد وغیرہ کی محبت مین بمقتضائے طبیعت پھنسا ہوا ہے کہ طبیعت اسپر غالب ہوتی ہے لہذا کرم سے اسقدر رکھا کہ جملہ اشیاء کی محبت سے حب الٰہی غالب ہے پس کوئی چیز اس کو ہرگز تعمیل حکم الٰہی سے مانع نہ ہونے پاوے۔ مفسرین نے کہا کہ محبت سے محبت اختیاری مراد ہے کیونکہ محبت طبعی بےاختیاری ہے اس سے بندہ مکلف نہین ہوسکتا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ بات براہ حکم ہے ورنہ عند التحقیق جب محبت ایمانی متحقق ہوتی ہے تو محبت طبعی پست ہو جاتی ہے اگرچہ فی الجملہ معارض ہے اور یہ ادنی درجہ ہے ورنہ اہل کمال مین معارضہ نہین رہتا واللہ اعلم۔ وقد قال تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور امام احمدؒ نے عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے تھے پس عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہین سوائے میری اپنی جان کے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا یہانتک کہ مین اسکو اسکی جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤن تو عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ اب تو آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان اب اے عمر تو پورا مومن ہوا۔ رواہ البخاری۔ مترجم کہتا ہے کہ ایمان نفل الٰہی ہے سبحان اللہ تعالیٰ عمرؓ سے سچے صحابی کو فوراً اس فیض سے سرفراز فرمایا والحمد للہ علی ذالک۔ اور صحیحین کی حدیث مین ہے کہ قسم اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہین ہوگا یہانتک کہ مین اسکو اُسکے والدین واولاد وتمام لوگون سے زیادہ محبوب ہون۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب تم لوگ بطور عینہ خرید وفروخت کروگے اور گاؤن کی دمین پکڑوگے اور زراعت پر راضی ہوگے اور جہاد چھوڑدوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط وغالب کر دیگا اُس کو تم سے نہین ہٹاویگا یہانتک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ رواہ احمد وابو داؤد وقد رواہ احمد من طریق شہر بن حوشب باسنادہ عن عبداللہ بن عمرو ایضاً بنحو ذالک۔ مترجم کہتا ہے کہ عینہ کی خرید وفروخت بالاتفاق مکروہ ہے اور اسکی تفسیر مین اختلاف ہے چنانچہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب البیوع سے مفصل تلاش کرنا چاہیے۔ بیضاوی نے کشاف کی تبعیت مین بعد تفسیر اس آیت کریمہ کے لکھا کہ اس آیت مین تشدید عظیم ہے یعنی بڑی سختی ہے

لکن اس سے کوئی چھوٹا ہوگا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ الفاظ ناکارہ ہین اور اللہ تعالی نے جس کو ایمان عطا فرمایا وہ اللہ تعالی کے حول و قوت سے
بآسانی اس سے چھوٹے اور خوش ہے۔ اور ہم اللہ تعالی سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی اپنی رحمت کے صدقے مین ہم کو
ایمان کی توفیق و ہدایت دے اور خاتمہ بخیر کرے آمین یا ارحم الراحمین ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

مدد کر چکا ہے اللہ تمکو بہت میدانون مین اور دن حنین کے جب اترا گئے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام

شَيْـــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ

نہ آئی تمھارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دے کر پھر اُتاری اللہ نے

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والون پر اور اُتاری فوجین جو تم نے نہین دیکھین اور مار دی

كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کافرون کو اور یہی سزا ہے منکرون کی پھر توبہ دیگا اللہ اُسکے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشتا ہے مہربان

فی تفسیر الحافظ ؒ ابن جریج ؒ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ سورۂ براۃ مین یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ۔ وقال المترجم یہ صریح ہو
کہ موافق قول ابن عباس کے سورہ براۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس جن آیات مین توہم ہوتا ہو کہ قبل فتح مکہ نازل ہوئین مانند قولہ الا تقاتلون
قوما نکثوا ایمانہم وہموا باخراج الرسول الآیات وہ یہود وغیرہ کے حق مین محمول ہین ان بیان بنظر اصلی مقصود کے تمام اہل کفر و شرک کو شامل
ہے بدین معنی کہ اتباع نفس و ہوی مین تمام وہ قلوب جو نور ایمان سے خالی ہین مضاہات و مشابہت رکھتے ہین پس مشرکین مکہ کا بھی وہی
حال ہو اگرچہ یہود جان بوجھکر چاہ ضلالت مین گرنے سے زیادہ قابل ملامت ہوئے ۔ اور مترجم نے ان آیات کی تفسیر مین مفصل یہ اشارہ
کر دیا ہو وہان تامل کرنا چاہیئے بالجملہ کلام الٰہی سب اپنے موقع و معنی مین استوار و صحیح و مستقیم بے اغلاق و تعقید ہو ۔ چنانچہ ائمہ صحابہ و تابعین
رضی اللہ عنہم سب سے آگاہ تھے اور انھون نے سب بتلا دیا لیکن پچھلون کی کمند فہم اس کنگرۂ بلند تک کبھی پہونچنے مین قصور کر جاتی ہو ۔ فاحفظہ
اس آیت مین اللہ تعالی نے جہاد و ہجرت بجا لانے مین متردد ہونیوالون کو مطمئن فرمایا کہ جب کسی امر مین حکم حق تعالی صریح ہو تو اسمین تردد کی
کوئی جگہ نہین کیونکہ وہ تمھارے اجتہاد پر نہین چھوڑا گیا کہ اسمین خدا داد عقل سے سمجھ بوجھکر جو رائے مین آئے وہ کرو بلکہ متعین کر دیا کہ یون کرو
پس تمھاری اصلاح کیلئے او تعالی خود کریم کارساز ہو اور سامان و اسباب پر نظر رکھنا حکم منصوص مین بیہودہ ہو اور جہاد و ہجرت اسی قسم سے ہو
پس انکو اپنے حکم کی پابندی کرنے کی صورتون مین اپنے فضل و کرم سے اُن کا کام درست کرینگی نعمتین یاد دلائین کہ بدون سامان ظاہری کے
تم کو فتح و نصرت دی تاکہ مطمئن ہو جاوین کہ فتح و نصرت و کارسازی سب اسکے عز و جل کے قبضۂ قدرت مین ہو اور اسباب پر کچھ بھی بھروسا نہین بلکہ
اسپر بھروسا کرنا التا ضرر ہو چنانچہ یاد دلایا بقولہ ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۔ یعنی امر جہاد وغیرہ مین فقط
اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرکے فرمانبرداری کرو کہ واللہ بیشک تم کو اللہ تعالی نے مواطن کثیرۃ مین نصرت دی اور تم اس کو آزما چکے حالانکہ
بے سامان تھے مگر اللہ تعالی پر بھروسا کیے تھے ۔ مواطن جمع موطن ۔ جائے قرار و بود و باش اور یہ و وطن بمعنی واحد ہین اور دلیر لوگ چونکہ
مقام جنگ سے ہٹنا نہین چاہتے بلکہ وہین کھیت رہنا منظور کرتے ہین یا دشمن کو مارین تو اسکو بھی موطن کہنے لگے اور جائز ہو کہ موطن ظرف زمان

لیا جائے یا ظرف مکان پر مضاف مقدر کر کے ایام مواطن کہا جاوے اور فائدہ اس کا عنقریب ظاہر ہوگا۔ ولام لقد موطئۃ القسم ہے اور مکثر بدون قد مستعمل ہے بلکہ شاید نہو لما مرفی ما سلف مستوفاۃ۔ والمعنی البتہ تمکو نصرت دی اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرہ میں۔ یعنی بہت سے مقامات یا ایام حرب میں مانند بدر و قریظہ و نضیر کے اور صحیح بخاری وغیرہ میں جملہ غزوات رسول اللہ صلعم کے بروایت زید بن ارقمؓ کی انیس مذکور ہیں اور بریدہؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان غزوات میں سے آٹھ میں قتال کیا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ غزوات و سرایا و بعوث سب ملاکر ستر ہیں اور بعض نے کہا کہ اسی ہیں اور قولہ۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کے اعراب میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ظرف منصوب بفعل مقدر ہے واذکر یوم حنین۔ اور فعل ظاہر یعنی نصرکم سے منصوب نہیں کیونکہ قولہ۔ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ بدل از یوم ہے پس اگر منصوب بفعل مذکور ہو تو محل قولہ فی مواطن پر عطف ہوگا۔ حالانکہ جمیع مواطن میں اُن کی کثرت نے اُن کو اعجاب میں نہیں ڈالا بلکہ جمیع مواطن میں وہ کثرت سے نہ تھے لہٰذا منصوب بفعل مقدر ہے اور وجہ دوم یہ کہ یوم حنین عطف ہے فی مواطن پر اور اذ اعجبتکم کا بدل ہونا کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ عطف اس امر کو مقتضی نہیں کہ معطوف کی طرف جو بات مضاف ہے یعنی کثرت اعجاب اسمیں معطوف علیہ اپنے معطوف کیساتھ جمیع مواطن میں مشارک ہو پس جب یہ بات نہیں تو تقدیر فعل کی کچھ ضرورت نہیں اور یہی بیضاویؒ نے اختیار کیا اور اول مختار مفسرینؒ ہے اور وجہ اول پر معنی یہ ہیں کہ یاد دلاوے روز حنین کو اسوقت کو کہ اعجاب میں ڈالا تمکو تمہاری کثرت نے۔ اور وجہ دوم پر یہ معنی کہ فتح دی اللہ تعالیٰ نے تم کو مواطن کثیرہ میں اور حنین کے روز جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے اعجاب میں ڈالا تھا۔ واضح ہو کہ واقعہ حنین اور دیگر مواطن میں یہ فرق ہوا کہ دیگر مواطن میں اہل اسلام کی نہ کثرت تھی اور نہ ان کو اعجاب ہوا اور حنین میں کثرت تھی اور اعجاب ہوا پس اللہ تعالیٰ پر تمام توکل سے نظر چوکی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نتیجہ دکھلا دیا کہ کثرت و ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور شکست اُٹھائی پھر اللہ تعالیٰ نے معدودے چند اہل توکل کو فتح دی حنین بروزن سہیل ایک وادی ہے درمیان مکہ و طائف کے اٹھارہ میل مکہ سے اسمیں اہل اسلام اور مشرکین سے مقاتلہ ہوا۔ اور قصہ مختصر یوں ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اکثر لوگ مسلمان ہوگئے اور قیدیوں کو آنحضرت صلعم نے رہا کیا اور وہاں کا انتظام کر دیا تو آپ کو خبر پہونچی کہ قبیلہ ہوازن نے لڑائی کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور مالک بن عوف نضری اُن کا سردار ہے اور بنو ثقیف تمام اور بنو جشم اور بنو سعد بن بکر اور تھوڑے سے بنی ہلال و بنی عمرو بن عامر و عون بن عامر اُنکے ساتھ شریک ہیں اور وے لوگ جان پر کھیل کر مع عورتوں و بچوں و ذرہ ذرہ اسباب کے اس میدان میں آکر متفق ہوئے ہیں کہ ہرگز نہ بھاگیں گے اور ہوازن تیراندازی میں معروف تھے پس آنحضرت صلعم آٹھویں سال ہجرت کے ماہ شوال میں اُن کی طرف روانہ ہوئے اور آپکے ساتھ مہاجرین و انصار و قبائل عرب کا لشکر دس ہزار تھا جو فتح مکہ کیلئے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار کے اندر وہ اہل مکہ تھے جو مسلمان ہوئے تھے اور اُن کو طلقاء کہتے تھے اور بعضے اُن میں سے دل سے مسلمان بھی نہ تھے اور بہتیرے اسوجہ سے ساتھ ہو لئے تھے کہ ہوازن فتح نہ پاویں کیونکہ قریش کی سُبکی ہوگی پس راہ میں یہ قصہ ہوا کہ بعض نے ذات الانواط دیکھکر حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی مشرکون کاسا ایک ذات الانواط بنوا دیجئے تو فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی قول ہے جیسے بنو اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھۃ۔ یہ اُمت بھی اگلوں کے قدم بقدم ہو جائے گی۔ بعض نے کہا کہ اب اہل مکہ و مدینہ ایک ہو گئے ہیں فتوحات خوب ہوں گے اس کلام کو آنحضرت صلعم نے مکروہ جانا اور بعض نے اپنی جماعت کی کثرت دیکھکر کہا کہ قلت کی وجہ سے جو شکست ہوتی تھی اب ہمکو نہ ہوگی اور یہ کلمہ بھی آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوا۔ بالجملہ جب وادی حنین میں پہونچے تو وادی میں پوپھٹے تڑکے اُترے اور ہوازن نے اُس کے نالوں میں گھات لگائی تھی اور اموال سب ظاہر کر دیئے تھے پس سواروں نے حملہ کیا اور قوم ہوازن پیٹھ پھیر کر بھاگی اور یہ اُن کی دغا تھی اور لشکر کے آزمودہ کار صحابہ مہاجرین و انصار پیچھے تھے وہ ابتک پہونچے نہ تھے اور بعض جو موجود تھے انھوں نے منع کیا

کہ یہ قوم کافر ہے مگر نادانی تو مسلم لوگون نے نہ سنا اور قوم نے گھات سے نکل کر تیر اندازی کی تو گھوڑے پھرے اور لشکر والون نے شکست کھائی اور بھاگے اور ایسے فرار ہوئے کہ بعض نے مکہ مین آکر دم لیا مگر رسول اللہ صلعم اپنی جگہ پر قائم تھے اور اسدن بغلہ شہبا پر سوار تھے اور اسکو دشمن کی جانب بڑھاتے ۔ صحیحین مین برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ لے ابوعمارہ یوم حنین کو تم لوگون نے فرار کیا تو فرمایا کہ لیکن رسول اللہ صلعم نے فرار نہین کیا ۔ ہوازن تیر انداز قوم تھی جب ہم اُن سے ملاقی ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے پس لوگ اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اس حال مین اُن لوگون نے تیر برسائے اور تلوارین کھینچکر ایکدم سے سب کے سب حملہ آور ہوئے پس لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور واللہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ بغلہ بیضا پر سوار اور ابوسفیان بن الحارث اسکی لگام پکڑے تھے آپ فرماتے تھے کہ انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب یعنی کچھ دروغ نہین مین اللہ تعالیٰ کا رسول ہون مین اسکا بندہ اور نسب مین عبدالمطلب کا فرزند ہون ۔ سبحان اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو صفات مخلوق مین فرد اکمل فرمایا کہ آپ کا مثل نہین چنانچہ یہ شجاعت اور یہ وثوق و ایقان ہے جو تم نے سنا ۔ بالجملہ آنحضرت صلعم اس کمال شجاعت سے قائم اور عباس بن عبدالمطلب آپکی رکاب تھامے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آگے سے بغلہ بیضا کی لگام مضبوط پکڑے تھے کیونکہ آپ اس کو اس حال مین آگے بڑھاتے تھے اور وہی فرماتے تھے جو بیان ہوا ۔ اور آپکے ساتھ قریب ایکسو صحابہ کے ثابت قدم رہے جنمین ابو بکر و عمر و عباس و فضل بن عباس و علی بن ابی طالب و اسامہ بن زید وغیرہم تھے اور برار بن عازب و ابن مسعود و رض بھی انھین مین تھے ۔ بالجملہ آنحضرت صلعم لوگون کو پکارتے کہ لے بندگان خدا میری طرف آؤ میری طرف آؤ پھر اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز تھے حکم دیا کہ اصحاب الشجرۃ کو آواز دین یعنی سال حدیبیہ مین درخت کے نیچے جن لوگون نے بیعۃ الرضوان اس عہد پر کی تھی کہ لڑائی مین نہین بھاگین گے پس عباس رض نے آواز دینی شروع کی کہ لے اصحاب سمرہ اور کبھی کہتے کہ لے اصحاب سورہ البقرہ پس لوگون نے لبیک کہتے ہوئے قبول کیا اور بڑھے ۔ ابن جریر رح نے عبدالرحمن مولی اُم برثن سے روایت کی کہ ایک شخص نے جو اُس دن مشرکین کے ساتھ تھا ہم سے بیان کیا کہ جب ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلعم سے بھڑ گئے تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے کہ جتنی دیر مین بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اور بھاگے تو ہم نے اُنکو بھگانا شروع کیا یہان تک کہ ہم وہان تک پہونچے کہ جہان بغلہ بیضا پر ایک شخص سوار تھا جب دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم تھے اور آپکے گرد ہم کو گورے گورے خوبصورت لوگ ملے اور اسی حال مین تھے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کی طرف جھڑک کر فرمایا ۔ شاہت الوجوہ ارجعوا ۔ تمھارے چہرے خوار ہون پیچھے پھرو ۔ اور ہم نے گھبرا کر بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھون پر سوار ہوگئے گویا وہی ہمارے کندھے ہین جب عباس رض کی آواز سے اصحاب بڑھے تو تیزی کیساتھ وہ آنحضرت صلعم کی حضور مین حاضر ہوئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ بڑھنے مین جلدی نکرتا تو وہ زرہ پھینک کر اسپر سے کود پڑتا اور پیرون دوڑتا ہوا آپکے پاس حاضر ہوتا ۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب تھوڑے لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ہوگئے تو حکم دیا کہ صدق نیت سے حملہ کرو اور دعا کرکے ایک مشت خاک مشرکون کو پھینک ماری اور وہ لوگ بھاگے ۔ امام احمد نے یہ قصہ جو ابوعبدالرحمن الفہری سے روایت کیا اسمین ہے کہ پھر شاہت الوجوہ کہکر وہ مشت خاک اُنکو پھینک ماری اور مشرکین بھاگے اور یعلی بن عطا نے کہا کہ مشرکین کے بیٹون نے جو مسلمان ہوگئے اپنے باپون سے یہ قصہ روایت کیا کہ ہم لوگون مین سے کوئی نہین بچا ہر ایک کی آنکھ و منھ مین خاک و کنکریان بھر ہوئین اور ہمارے کانون مین ایک سخت جھنکار سمائی جیسے طشت پر کوئی لوہے کی زنجیر گرتا و گھسیٹتا ہے پس بدحواس ہوکر ہم لوگ بھاگ نکلے ۔ وقد رواہ البیہقی رح فی دلائل النبوۃ ۔ پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہان یہی واقعہ یاد دلایا کہ جہاد وغیرہ مین اسباب ظاہری پر نظر مت کرو اور حکم منصوص مین عقل مت لڑاؤ دیکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی

بہت مواطن مین اور حنین کے روز بھی جبکہ تم نے اپنی کثرت پر اعجاب کیا تھا یعنی بعض نے کہا تھا کہ اب ہم لوگ بوجہ قلت کے مغلوب نہ ہونگے پس اسی کلمہ پر پکڑے گئے کہ بھروسا تمام اللہ تعالیٰ پر نہین کیا۔ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ اغنا اسقدر دینا کہ حاجت دور کردے لم تغن کثرتکم عنکم شیئا تمھاری کثرت نے تم سے کچھ دور نہ کیا بلکہ تم بھاگ نکلے یعنی تم مین سے اکثر بھاگے اگرچہ تینتیس مہاجرین ستر انصار حضرت صلعم کیساتھ ثابت قدم رہے تھے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت بیہقیؒ مین اسی مہاجرین وانصار مذکور ہین بالجملہ اکثر بھاگے۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ رحب بالضم وسعت اور بالفتح مقام وسیع اور با بمعنی مع و بعض نے کہا کہ بمعنی علی ہے اور ما مصدریہ لے مع رحبہا یا علی رحبہا معنی یہ کہ تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے یعنی تم ایسے بدحواس ہوئے کہ ایسی فراخ زمین مین تمھین کہین جائے قرار نہ ملی جیسے بے ٹھکانے والے آدمی کا حال ہوتا ہے۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ادبار دبر یعنی پیٹھ پھیر کر اُلٹے جانا بخلاف اقبال کے اور مدبرین حال ہے یعنی پھر تم نے کافرون کو اپنے پیٹھون کا متولی کیا درحالیکہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے تھے۔ کلام مین تعبیر ملامت ہے اور اشارت لطیف مشعر ملامت ظاہر ہے جب شکست ہوئی تو بعضے منافقون و مذبذب لوگون نے کہا کہ جلو زور ختم ہوا اب یہ شکست مکہ تک نہین رکیگی اور محمد بن اسحاق نے جابر بن عبد اللہؓ سے قصہ حنین روایت کیا آخر مین ہے کہ بھاگنے کے بعد پہلے جو لوگ بلائے گئے وہ انصار تھے اور اُن مین خزرج بعد اوس کے تھے اور یہ لوگ جہاد مین بہت ثابت قدم تھے پس یہ لوگ حاضر ہوکر قوم ہوازن سے بھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ و رسول کے روبرو جانین فدا کرنے کی نیت کی اور رسول اللہ صلعم نے رکاب پر ٹیک دیکر نظر فرمائی کہ قوم انصار اس قلت کے ساتھ اس گروہ کفار سے جو چار ہزار تھے دلیری سے لڑتی ہے تو فرمایا کہ اب البتہ تنور گرم ہوا پھر عبد اللہ بن مسعودؓ سے ایک مشت خاک لیکر مشرکون کو پھینک ماری اور کہا کہ شاہت الوجوہ انہزموا ورب الکعبۃ۔ یہ چہرے شرک کیساتھ خوار ہون قسم ہے رب کعبہ کی اب بھاگے ادھر پھینکنا تھا کہ کافرون کی آنکھین و منھ کنکریون و ریگ سے بھر گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بالجملہ پہلے لشکر اسلام ہی نے شکست اُٹھائی فقط رسول اللہ صلعم مع عباس بن عبد المطلب کے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب کے بنا بر مختار مفسرؒ کے یا آنحضرت صلعم مع سو آدمیون کے باقی رہے۔ کما قال تعالیٰ۔ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ یہان ثم ترتیب بیانی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم پر سکینہ وطمانینہ ہر حال مین نازل تھی معنی یہ کہ پھر سنو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو طمانینت اُتاری وہ اپنے رسول صلعم پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین پر۔ مفسرؒ نے کہا یعنی آنحضرت صلعم کی اجازت سے عباسؓ نے جب آواز دی اور وہ پھرے تو اُن پر ثابت قدمی و طمانینت نازل تھی پس جمکر لڑے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ جو آپکے ساتھ قائم رہے تھے اُن پر نازل ہوئی بیہقی و احمد نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھا پس لوگون نے پیٹھ پھیری اور مین اسی مہاجرین و انصار مین رسول اللہ صلعم کیساتھ رہگیا اور ہم لوگ قائم رہے اور ہم نے پیٹھ نہین پھیری اور یہی لوگ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے طمانینت اُتاری تھی مترجم کہتا ہے کہ وجہ توفیق روایات کی طرف مین نے بیان قصہ مین اشارہ کردیا ہے کہ کچھ جانباز لوگ دلیری کرکے آگے بڑھ گئے تھے اور وہی فریب مین پڑ کر بھاگ نکلے اور اسوقت آنحضرت صلعم کے پاس سوائے عباسؓ و ابوسفیان کے کوئی نہین تھا ہان اسی آدمی یا سو آدمی بہت قریب تھے وہ ریلے والون کے شریک نہ ہوے بلکہ فوراً اُنھون نے آنحضرت صلعم کے سامنے سے قوم کو روکا اور عباسؓ کے آواز دینے سے سابقین مہاجرین و انصار جو پیچھے تھے تیزی کے ساتھ دوڑے حتی کہ اگر اونٹ جلدی نہ کرتا تو کود پڑتے اور پیرون دوڑتے اور چونکہ خلط ملط زیادہ ہوگیا تھا لہذا راویون مین اختلاف ہوگیا حتی کہ پہلے لشکر والون کو بعض نے بھاگ کر واپس آنیوالا تصور کیا۔ فافہم واللہ اعلم وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا۔ اور ایسے جنود یعنی بھیجے و لشکر اُتارے جن کو تم نے نہین دیکھا یعنی ملائکہ کو نازل کیا اور قصہ بدر مین تحقیق گذر چکی کہ ملائکہ نے قتال نہین کیا سوائے بدر کے واللہ اعلم ولیکن کثرت جماعت کیواسطے نزول ضرور ہوا چنانچہ روایت ابن جریر

از عبدالرحمن مولی ام برثن رح اثنائے قصہ مین گذر چکی بیہقی رح نے اپنی اسناد سے شیبہ بن عثمان سے جو فتح مکہ کے نومسلم لوگون مین سے ہین روایت کی کہ جنگ حنین مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ مین بھی نکلا تھا و لیکن فی اللہ مین کچھ اسلام یا اُسکی معرفت سے نہین نکلا بلکہ اس حمیت کیواسطے کہ ہوازن والے قریش پر غالب ہونے پاوین پس مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ مین ابلق گھوڑون کے سوار دیکھتا ہون تو فرمایا کہ اے شیبہ اُن کو سوائے کافر کے کوئی نہین دیکھتا پھر میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارکر فرمایا کہ اے اللہ تعالی پاک میرے تو شیبہ کو ہدایت فرمادے ایسا ہی تین مرتبہ کیا پھر واللہ تیسری مرتبہ میرے سینہ سے اپنا ہاتھ نہین اُٹھایا تھا کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ تمام مخلوق الٰہی مین کوئی بھی مجھے آنحضرت صلعم سے زیادہ محبوب تھا پھر جنگ کا تمام قصہ لوگون کا بھاگنا اور شکست اُٹھانا و عباس رح کا پکارنا اور آنحضرت صلعم کا فتح کی دعا کرکے ایک مٹھی خاک مارنا اور مشرکون کا بھاگنا سب بیان کیا۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا اور لوگ لڑتے تھے کہ ناگاہ مین نے دیکھا کہ ایک سیاہ کملی آسمان سے گرتی نظر آئی یہان تک کہ زمین پر مومنون و مشرکون کے درمیان گری اور ناگاہ اُسمین سے چیونٹیان نکلین جن سے تمام وادی بھر گیا اور یہ ہوتے ہی مشرکین نے شکست کھائی پس ہم کو کچھ شک نہ تھا کہ وہ ملائکہ ہین۔ رواہ ابن اسحاق۔ مترجم کہتا ہے کہ مشرکون کو ابلق گھوڑون کے سوار نظر آتے تھے اور مومنون کو اس حال خوفناک سے نہین معلوم ہوتے بلکہ مرغوب اوضاع و اطوار سے نظر آتے اور اکابر اہل اللہ کو بعمائم بھی دکھلائی دیتے تھے۔ یزید بن عامر السوائی سے روایت ہے کہ مین حنین کے روز مشرکین کے ساتھ تھا اور رعب کی یہ کیفیت تھی جیسے طشت مین کوئی کنکریان ڈالکر بجائے پس ہم لوگ اپنے سینہ مین اسطرح اضطراب پاتے تھے اور بکثرت روایات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی خاک کنکریلی لیکر مشرکون کو ماری کہ ہر ایک کی آنکھون و منہ مین یکدفعہ کنکر بھر گئے اور وہ مضطرب ہوکر بھاگے اور قتل و قید ہوئے و مسلمانون مین سے صرف چار آدمی شہید ہوئے۔ وقال تعالی۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور کافرون کو اللہ تعالی نے عذاب کیا یعنی قتل و قید ہوئے و اُنکے مال لئے وسدی رح نے کہا کہ تلوار سے مقتول ہونے کا عذاب کیا بعض نے کہا کہ عورتین و بچے سمیت چھ ہزار قیدی تھے اور غنیمت اتنی بڑی ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہین ملی تھی چنانچہ فقط بارہ ہزار اونٹ تھے اور بکریون وغیرہ کا شمار نہین۔ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ اور یہ جو کچھ اُن کے ساتھ کیا گیا کافرون کی جزاء ہے یعنی دنیا مین اُن کے کردار کی یہ جزاء ہے اگرچہ آخرت مین جو کفر پر مرے اُن کی سزا بہت سخت ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ پھر اسکے بعد اللہ تعالی توبہ کی توفیق دیگا۔ اُنمین سے جسکو چاہے یعنی کفر سے توبہ کرکے اسلام لانے کی توفیق دیگا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے اُن کے گذشتہ اعمال سے تجاوز کرکے اُن پر فضل کریگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہوازن کے جسقدر لوگ باقی بچے تھے وہ سب مسلمان ہوگئے اور واقعہ جنگ کے تھوڑے روز بعد روانہ ہوکر آنحضرت صلعم سے جعرانہ مین قریب مکہ کے ملے اور درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے اُنکو مختار کیا کہ قیدیون و مال دونون مین سے ایک چیز جو چاہو پسند کرکے لیلو پس اُنھون نے اپنے قیدیون کو لینا پسند کیا پس آپ نے منادی کراکے منگواکر اُن کو واپس کردیئے اور اس سے استدلال کیا گیا کہ غنیمت کا اختیار حضرت رسول اللہ صلعم کو تھا جسکو چاہین دیوین اور اول سورۂ انفال مین کچھ کلام و آیۃ الخمس مین کچھ بحث گذر چکی ہے اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہے یہ قصہ کہ قیدی اُن کو واپس کردیئے اور باقی اموال غنیمت کو آپ نے تقسیم کیا اور اسمین سے طلقاء یعنی مکہ کے نومسلم لوگون مین سے بعض کو تالیف قلوب کے طور پر سو سو اونٹ دیئے اور مالک بن عوف نضری سردار قبیلہ ہوازن کو بھی سو اونٹ دیئے اور اسی کو اسکی قوم پر بدستور سردار کیا اور اُسنے آنحضرت صلعم کی مدح مین قصیدہ لکھا جسکے دو تین اشعار مین یہ مضمون ہے کہ محمد صلعم کا مثل نہین ہے بمثل ہین جب سخاوت سے عطا فرماوین اور خبر غیب پوچھو تو بتلادین شجاعت ایسی کہ اگر تیر و تلوار سے لشکر کے چھکے چھوٹ جاوین تو اپنے مقابل والون پر تنہا شیر کے

حملہ آور ہوں اور دشمن بھاگیں تو ہر طرف سے راہ روکدیں وہ بھاگتے راہ نہ پاویں آخر سر تسلیم جھکا کر اُنکے سامنے آویں۔ **قال المترجم** اشعار صحیح
بلا مبالغہ ہیں واللہ اعلم۔ **ف۔ فی العرائس** قولہ تعالیٰ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین الآیۃ۔ استدلال حقیقت سے ثابت ہو کہ اولیا کے
قلوب بھی امتحانی خطرات سے خالی نہیں ہوتے ہیں باوجودیکہ اُن کو شرف ولایت حاصل ہو اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہو کہ معلوم ہو جاوے کہ بدرجہ ولایت
اُن کا مشرف ہونا کچھ اُن کے اعمال سے متعلق نہیں ہو اور اس سے اُن کو معرفت حاصل ہو کہ یہ نعمت ولایت جو اُن کے واسطے پسند فرمائی محض
فضل و رحمت ہو اس میں اُنکا کچھ دخل نہیں ہو معنی آیت کے یہ ہیں کہ جہاں تم نے اپنی طاقت و قوت سے لگاؤ الگ کیا اور میری ہی طرف محتاج
ہوئے اور مجھ سے میری ہی طرف فرار کیا تو میں نے اپنے حول و قوت سے تم کو تمھارے دشمن پر فتح دی کہ تمھاری نگاہ میری ہی عظمت و جلال پر تھی
اور جب تمھاری نظر حول کی اور اپنے حول و قوت پر بھی پڑی اور مشاہدۂ قدرت حق سے محجوب ہوئے تو میں نے تم کو تمھارے نفوس پر چھوڑ دیا جعفر نے
فرمایا کہ نصرت کا حصول ایک ہی چیز پر تھا اور وہ ذلت و عاجزی و محتاجی بجناب باری تعالیٰ ہو لقولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ایسے بہت
مواطن ہیں جہاں تم نے اپنے نفوس کے ساتھ قیام نہیں کیا اور اپنی قوت و کثرت کو مشاہدہ نہیں کیا اور یقین رکھا کہ نصرت کچھ اپنی قوت و اسباب سے
نہیں ہوتی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نصرت دیتا ہو اور جب بندہ اپنی حقیقی عاجزی پر یقین رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکی نصرت فرماتا ہو اور خواری کا آنا بھی
ایک ہی چیز سے ہو اور وہ عجب ہو لقولہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ جب اُنھوں نے اپنے نفوس کی کثرت سے قوت کو دیکھا تو
حق تعالیٰ نے اُن کو ہزیمت دکھلائی اور زمین وسیع اُن پر تنگ کر دی۔ قولہ تعالیٰ ثم ولیتم مدبرین۔ ادبار یہ تھا کہ اپنے حول و قوت و کثرت کے حوالہ کیے
اور اسی کی وکالت میں سونپے گئے تھے۔ پھر جب اُنھوں نے اس تقصیر کو جان لیا کہ مشاہدہ الٰہی سے آنکھ اُٹھا کر اپنی طرف ڈالی تھی اور اسپر نادم ہوئے
تو امتحان سے نکال کر پھر اُن کو لباس انوار قدرت سے اور آثار ہیبت سے مزین کر دیا۔ کما قال تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین
آنحضرت صلعم اگرچہ برابر ثابت قدم تھے اور تن تنہا اس جسد خاص کیلئے فتح و نصرت ایک مشت خاک سے ظاہر فرمائی اور آنکھیں کھولدیں کہ عدم و وجود
تمام مخلوق و لشکر و انصار کا برابر ہو اور تن تنہا وہ شہسوار عرصہ رسالت واسطے اعلاء کلمۂ حق کے کافی و وافی ہو لیکن جب آفتاب عظمت و جلال کا ظہور
ہو تو مخلوق پردۂ عدم میں ہو پس رسول اللہ صلعم پر انزال طمانینت سے اشارہ ہو کہ قلب آنحضرت صلعم بھی شواہد امتحان سے خالی نہیں کیونکہ
حق عز و جل ہی حق ہو اور مخلوق پھر مخلوق ہو اور ایسے معنی میں حضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین
مرۃ یعنی میرے قلب پر بھی غین آ جاتا ہو اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ مغفرت مانگتا ہوں اور غایت ما فی الباب یہ ہو کہ علی قدر
مراتب خطور ہو پس اولو العزم اصحاب کا خطرہ اس شان میں اس امتحان کا مرتبہ ہو گیا کہ انزال سکینہ کی عنایت و دستگیری کی ضرورت ہوئی۔ سکینہ بادیۂ
انوار کشف مشاہدہ ہو جب کہ مکر ازل سے خوف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اصطفائیت ازلی کا نمونہ دکھلا کر خوف مکر سے مطمئن کر دیا اور یہ نہیں ہوا
تھا کہ ایک دم بھی اسکا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کی طرف ملتفت ہوا ہو لیکن یہ ہوا کہ جب وہ دریائے قدم میں غرق ہوا تو حدث کا کچھ
اثر نہ دیکھا اور تمام حادث و مخلوق کو قبضۂ عظمت میں متلاشی و نابود دیکھا پس اس سے فزع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کرم سے اسکو اپنی طرف
جگہ دی پس سکینہ و طمانینت آپکو قرب سے حاصل ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ودنا فتدلی۔ اور کمال ثبات بسبب قرب القرب کے کما قال فکان قاب قوسین
او ادنیٰ پس جب مرتبۂ اعلیٰ میں آپ سے مشاہدۂ قدم کی حالت میں دیکھے حادث پر نظر کرنا بالکل صادر نہوا تو مزید وصف فرمایا بقولہ مازاغ
البصر وما طغی سکینہ و طمانینت جو آنحضرت صلعم کو حاصل ہوئی وہ دیدار ذات سے تھی اور مؤمنین کو دیدار صفات سے تھی۔ بعض نے کہا کہ سکینۂ
الرسول وہ تھی جو سدرۃ المنتہی کے وقت شب معراج میں ظاہر ہوئی۔ کما قال تعالیٰ مازاغ البصر الآیۃ بلکہ مقام قرب میں جس ادب سے

قیام اور حق کی طرف کان لگانا اسی سے ثبات ہی بقولہ علیہ السلام التحیات للہ والصلوات الخ اور سکینۃ المومنین وہ صدق اعتقادان امور پر جو حضرت مصطفےٰ علیہ السلام لائے از قسم وعدہ ووعید وبشارت وغیرہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ سکینہ وہ قیام مع اللہ تعالیٰ بفنائے حظوظ نفسانیہ ہی۔ استاد رح نے کہا کہ سکینۃ اسطرح ہی کہ حکم پروردگار تعالیٰ جاری ہونے کے وقت قلب کا مستحکم ہونا بصفت طمانینت اور رفع معارضہ بشریت اسطرح کہ مقتضائے نفس بالکل بجھا ہوا کالمعدوم ہوا اور جو کچھ غیب کے احکام ظاہر ہوں اُن پر خوشی خاطر سے راضی ہو جاوے اور بعض نے کہا کہ مقام مشاہدہ میں بیداری وہوشیاری کے ساتھ قائم رہنا اور آداب عبودیت اچھی طرح ادا کرنا بدون اسکے کہ گرانی ومشقت کو جبر سے برداشت کرے اور رگ نفس اچھلتی وکودتی رہی۔ قال المترجم حدیث میں آیا ہی کہ صحابہ میں سے بعض نے رات میں قرآن مجید کی قرأۃ کی پس گھوڑا جو قریب بندھا تھا وہ بھڑکا اور آخر ہوتے ہوتے مانند ابر سپید نے جسمیں بکثرت شمع تھین انکو گھیر لیا اور صبح تک یہی حال رہا پھر وہ دونچا ہو کر غائب ہو گیا جب ان بزرگ نے اپنے سرتاج حضرت سید عالم صلعم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ تھی قرآن کی تلاوت پر نازل ہوئی تھا فہم پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اتار کر اس موقع کے انعام کو پورا کیا۔ کما قال تعالیٰ وانزل جنودا لم تروہا۔ اسمین لطیف اشارہ ہی کہ جنود رواد ف آثار قوت تجلی الحق سبحانہ تعالیٰ بغیر احتجاب وانقطاع ہی۔ استاد رح نے کہا کہ جنود مین سے یہاں اشارت انوار یقین وزوائد استبصار ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ازل میں بعض لوگ جو نور سعادت سے داغ دیے گئے تھے اور یہاں اپنی بدافعالی سے پنجۂ بدبختی وقہر میں گرفتار تھے اُن کو سابقہ رحمت وحکمت سے نکالا بقولہ ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء بعض انوار غیب ان پر منکشف فرما کر شہود کی ہدایت فرمائی اور عین احسان رحمت سے نور ہدایت میں غرق کیا۔ واللہ غفور رحیم۔ یہ کیا اچھا کرم ورحمت ہی کہ ازل میں بدون وجود کے ان انوار ایمان سے سرفراز کیا جن کا حال مومن ہی جانتا ہی حالانکہ بعد وجود کے اُنکے گناہ وکردار بد کی یہان تک نوبت پہونچی کہ اس نعمت عظمیٰ بہم کرنیوالے سے قتال کرتے تھے۔ کیا بڑی مغفرت ہی کہ سب پردہ پوشی فرما کر اس نور سے سرفراز کیا کہ اسکا مثل ومانند نہیں ہی۔ استاد رح نے فرمایا کہ جہالت سے اُنکو حقائق علم دیئے اور اس تاریک جنگل سے مشاہد یقین دکھلائے پھر اس متفرق وحشت سے انکو عین الجمع وصلت میں پہونچایا سبحان اللہ بحمدہ وسبحان اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین پھر تم کو آگاہ فرمایا کہ جو بجز توحید سے پاک وطاہر نہوا ہو وہ پلید ہی لائق مقام قرب نہیں ہی بقولہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۚ وَ

اے ایمان والو مشرک جو ہین سو پلید ہین سو نزدیک آوین مسجد حرام کے اس برس کے بعد اور

إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کریگا تمکو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ سب جانتا حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ممانعت کر دی کہ مسجد الحرام میں مشرکون کو نہ آنے دین بقولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۔ اے ایمان والو وہ لوگ جو مشرک ہین وہ تو نجس ہین پس اس سال کے بعد سے لوگ مسجد الحرام کے قریب نہ آوین۔ نجس بفتحتین وبکسر جیم ونیز بضم جیم وبکسر اول وسکون ثانی بروزن رجس واکثر تابع رجس بولا بھی جاتا ہے یقال رجل رجس نجس اور اصل میں مصدر ہی لہذا حالت تثنیہ وجمع وتذکیر وتانیث میں مفرد ہی رہتا ہی اسی واسطے یہان جمع نہین آیا اور بعض نے کہا کہ نجس بفتحتین اسم جنس بمعنی عین نجاست یعنی پلیدی ہی لہذا ابن عباس نے کہا کہ مشرکین کے اعیان مانند کتے وسور کے نجس ہین اور یہی حسن بصری رح سے مروی ہے اور حسن بن صالح نے کہا کہ جو کوئی کسی مشرک سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے مترجم

کہتا ہے کہ حسن بن صالح کے قول سے استدلال اُن کے نجس العین ہونے پر نہین ہوسکتا کیونکہ یہ حکم بنظر استحباب ہوسکتا ہو تو نہین دیکھتا کہ حنفیہ اگرچہ نجس العین کے قائل نہین لیکن مصافحہ مین یہی حکم دیتے ہین۔ کمافی الفتاوی الہنادیہ۔ و مراد وضو سے ہاتھ دھو ڈالنا چنانچہ بعض احادیث مین یہ استعمال آیا ہو اور واضح ہو کہ ظاہریہ بھی نجس العین ہونے کے قائل ہین اور امام مالک کی طرف بھی یہی قول منسوب کیا جاتا ہو لیکن اصح قول مالک سے مانند قول جمہور علماء صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہاء مذاہب اربعہ کے یہ ہو کہ کافر کی ذات نجس نہین ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکا طعام حلال کر دیا اور حضرت صلعم نے اُن کے برتنون مین کھایا پیا بلکہ یہودیہ کا پکا کھانا بھی کھایا جسمین اس خبیثہ نے زہر ملایا اور ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ستون سے باندھا اور وفد ثقیف کو مسجد مین اُتارا بالجملہ بدلائل جیدہ یہی صحیح ہو کہ ظاہری حکم نجاست اُن کے نفس ذات پر نہین ہو پس معنی قولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔ اے ذو نجس یعنی مشرکین نجاست والے ہین بسبب اسکے کہ اُن کے باطن مین خبث و پلیدی شرک کی ہو یا بسبب اُس کے کہ طہارت نہین کرتے اور غسل نہین کرتے اور نجاسات سے پرہیز نہین کرتے پس نجاستون مین لتھڑے رہتے ہین۔ کما قال قتادہ و معمر و غیرہما رحمہم اللہ بالجملہ طہارت کا طریقہ ان کا خود ناپاک ہو وہ کبھی پاک نہین ہوتے ہین اور کیونکر بدن نام پاک و زنگار کے کس طرح سے پاک ہوسکتے ہین۔ اور مضاف حذف کر کے نجس اُن پر محمول ہوتا مبالغہ ہو کہ اُنکی باطنی خباثت اس درجہ کی بڑھی ہوئی ہو کہ گویا ظاہر و باطن بالکل نجس ہین پس جب سمجھا دیا کہ مشرکین نجس ہین تو اُسپر تفریع فرمائی کہ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ فا تفریع بر علت سابقہ ہو یعنی جب نجس ہین تو بعد اس سال کے مسجد الحرام سے قریب نہون مسجد الحرام کا اطلاق کبھی نفس مسجد پر ہوتا ہو اور وہ بیت الحرام ہے اور کبھی تمام حرم پر ہوتا ہو جیسے قولہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام۔ حالانکہ اس رات آپ حضرت ام ہانی اپنی پھوپھی کے گھر تھے اور وہ داخل حرم ہو پس مسجد الحرام سے قریب ہونے سے ممانعت فرمائی حالانکہ مقصود یہ ہو کہ داخل نہ ہون اسلئے کہ قریب آوینگے تو مقصود خوب حاصل ہو کہ داخل ہو نہین سکتے اور نیز خاص مسجد مین بالضرور نہین داخل ہوسکتے اور اشارہ ہو کہ نجاست ایسی بڑھی ہوئی ہو کہ قریب ہونیکے قابل نہین ہو جیسے پاک آدمی نجاست کو پاس نہین آنے دیتا ہے چھونا کیسا بیضاوی رح نے کہا کہ فلا یقربوا کا حکم جو مشرکون کو دیا گیا اس سے دلیل نکلی کہ فروع اعمال کا مشرکون سے خطاب ہو یعنی ایسے ہی روزہ و نماز زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اُن کو خطاب ہے اور یہی شافعیہ کا قول ہو اور حنفیہ رح نے کہا کہ ان کو ایمان لانے کا خطاب ہے پھر جب ایمان لاوین تب ان اعمال کا خطاب البتہ مفید ہو ورنہ حالت کفر مین یہ خطاب بیکار ہوگا کیونکہ مشرک کی کیا نماز و کیا روزہ لہذا صاحب کشاف نے کہا کہ فلا یقربوا سے نہی راجع بجانب مومنین ہو یعنی اے مومنو یہ لوگ نجس ہین تم اُن کو مسجد الحرام کے پاس مت آنے دو۔ یہی ابو السعود وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی اوجہ ہو اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ مشرکین قریب مسجد الحرام نہ آوین مگر آنکہ کوئی مشرک تمہارا خادم ہو یا تمھارے ملک مین عہد و ذمہ کیساتھ رہتا ہو یعنی مشرکین سے ذمی و خادم مستثنی ہین و قد روی عنہ مرفوعا۔ وقال الحافظ والموقوف اصح۔ اب رہا یہ کہ مسجد الحرام سے دونون اطلاق مین سے کون معنی مراد ہین پس عطا رح نے کہا کہ تمام حرم مراد ہو اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس و عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد سے روایت کی کہ قرآن مین جہان اطلاق مسجد الحرام ہو وہان حرم مراد ہو پس تمام حرم سے مشرکین منع کئے جاوینگے اور یہی قول امام شافعی رح نے اختیار کیا کہ سوائے مسلمانون کی مصلحت کے امام سے اجازت لیکر اور کسی وجہ سے تجارت وغیرہ کے لئے مشرک کسی وقت حرم مین نہ آنے پاویگا۔ اور دیگر اہل علم کے نزدیک معنی دوم مراد ہین پس نفس مسجد سے منع کیا جاتا ہے نہ تمام حرم سے۔ اور بیضاوی رح نے امام ابو حنیفہ رح کا قول اس سے بھی اخص ذکر کیا کہ مسجد الحرام سے بھی حج و عمرہ ادا کرنے کی غرض سے منع کیا جاوے نہ مطلقاً۔ اور کمالین مین کہا کہ آیت محمول ہے کہ بطور غلبہ کے یا بغرض حج و عمرہ کے

یا ننگے طواف کرنے کے داخل مت ہونے دو۔ حق یہ ہے کہ نجاست کی علت پہلے بیان کر کے ممانعت ہر حال میں داخل ہونے سے ثابت ہے اور ضرورت
کا وقت شرع میں مستثنیٰ ہونا مشہور ہے پھر مفسرین کے دو قول ہیں کہ مشرکین سے خاص مراد ہیں یا عام پس بعض نے کہا کہ خاص بت پرست
مراد ہیں نہ دیگر اصناف اور یہ تخصیص ظاہرا اس وجہ سے کہ اس وقت مسجد الحرام میں آنیوالے بت پرست ہی تھے ورنہ لفظ عام ہے لہذا قول دوم یہ کہ عام
مراد ہیں خواہ بت پرست ہوں یا یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ۔ اور یہی شافعیؒ کا قول ہے اوزاعی رح نے کہا کہ عمر رح بن عبدالعزیز نے عمال کو لکھ بھیجا کہ
مسلمانوں کی مسجدوں میں یہود و نصاریٰ کو گھسنے سے منع کرو اور پیچھے یہ آیت لکھی قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس الآیۃ۔ یہی قول صحیح ہے کہ عموما
مشرکین کو دخول مسجد الحرام سے منع کیا جائے۔ رہا یہ کلام کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد میں کیا حکم ہے تو علماء مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مشرک
کو ہر مسجد سے منع کیا جائے اور عمر بن عبدالعزیز سے اوپر منصوص مذکور ہوا اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد
منع نہ کئے جاویں اور امام ابو حنیفہ رح سے مثل قول شافعی کے مروی ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ جو مشرک کہ ذمی ہو اسکو روا ہے اور حربیوں کو ممانعت ہے
اور ابن العربی رح نے اس قول سے بنظر تخصیص علت نجاست کے استبعاد کیا اور قول اول ہی اختیار کیا۔ بعض نے کہا کہ کافروں کے لحاظ سے
بلاد اسلام کے تین اقسام ہیں۔ اول حرم پس کسی کافر کو خواہ ذمی ہو یا امان لیکر آیا ہو یہ روا نہیں ہے کہ وہاں داخل ہو بنا بر قول شافعیؒ و احمدؒ و مالکؒ
کے لہذا سردار کو حرم سے باہر نکل کر کافر ایلچی سے ملاقات کرنا چاہئیے یا کسی امین کے ذریعہ سے اس کی بات دریافت کرائے۔ دوم حجاز
اور وہ یمامہ و یمن و نجد و مدینہ شریفہ کے درمیان ہے اور بعض نے اس سے وسیع بیان کیا پس امام کی اجازت سے کافر وہاں جا سکتا ہے لیکن
تین روز سے زیادہ نہ رہنے پائے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہاں سوائے مسلمان کے اور کوئی نہ رکھا جائے اور درحقیقت یہ حکم تمام
جزیرہ عرب کے حق میں ہے۔ سوم دیگر بلاد اسلام پس ان میں امان و اجازت و عہد سے کافر رہ سکتے ہیں لیکن بنا بر قول شافعی وغیرہ علماء کے
بدون حاجت و اجازت کے ان کی مسجد میں داخل نہ ہونے پاویں گے اور قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسجد الحرام میں اوپر مذکور ہوا اور دیگر مقامات
و بلاد میں اسی اصل پر قیاس کرنا چاہئیے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے مومنوں کو جو از راہ دین و ذات کے پاک پاکیزہ ہیں یہ حکم ہوا کہ مشرکوں کو جو دین کی
راہ سے نجس ہیں مسجد الحرام کے قریب آنے دیں بعد اس سال کے اور یہ نوان سال ہجرت تھا جس میں حضرت علی رضؓ کو حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کے ساتھ
روانہ کیا تھا کہ مشرکین کو منادی کر دیں کہ بعد اس سال کے کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے کما فی تفسیر البراۃ۔ اور
جو قتادہ رح سے مروی ہے کہ قولہ بعد عامھم ہذا مراد سال دہم ہے تو یہ خلاف جمہور ہے اور شاید مراد ان کی ابتدا بیت کے تفسیر ہے یعنی اس سال نہم کے
بعد سال دہم سے کوئی مشرک قریب آنے پائے ورنہ یہ محمل صحیح۔ ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و سعید و قتادہ وغیرہم رح نے کہا کہ جب یہ حکم دیا گیا
تو لوگوں نے کہا کہ ایسی صورت میں ہماری بازاریں بند ہو جائیں گی اور تجارت منقطع ہو جائے گی اور جو آرام و راحت ملتی تھی وہ جاتی رہیگی تو اللہ تعالیٰ
نے اس سے اطمینان کے لئے نازل فرمایا قولہ۔ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ
عیلہ بالفتح فقر و محتاجی از باب ضرب و قیل من باب نصر اور علقمہ رح کی قراۃ میں عائلہ مصدر مانند عافیہ وغیرہ کے ہے اور بعض نے کہا عیلہ سے مراد
صورت مشقت ہے ماخوذ از محاورہ۔ عالہ الامر اسے شق علیہ۔ یہ امر اس پر شاق گذرا۔ یہ معنی اگرچہ آیت میں محتمل ہیں لیکن بقرینہ وعدہ تونگری
کے اول ارجح ہے۔ والمعنی اور اگر تم فقر و محتاجی کا خوف کرتے ہو بسبب ان کے حرم میں آنے سے روکنے کے کیونکہ جو راحت تم کو ان کے
آنے سے ملتی تھی وہ منقطع ہو جائے گی تو عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دیگا یعنی دوسرے طور سے تم کو عطا فرماویگا اور یہ وعدہ
اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا کہ آسمان سے اچھی بارش ہوئی جس سے پیداوار غلہ خود ان کے یہاں خوب ہوئی اور اہل صنعا و یمن وغیرہ کو

اسلام کی ہدایت فرمائی جو مکہ مین بہت سا اناج وغیرہ کی لائی پھر شام و روم وغیرہ فتح کرنے کہ اموال غنیمت و جزیہ وغیرہ سے مالامال ہوگئے اور آیت مین قولہ ان شاء کی قید لگائی یعنی اپنے فضل سے تم کو تونگر کریگا اگر چاہے تو یہ قید اسواسطے ہے کہ ہر چیز سے اُمید توڑ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کیطرف اُمید لگاوین اور اسواسطے کہ آگاہ رہین کہ یہ فضل محض ہے کچھ ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ پر استحقاق نہین ہے اور جان رکھین کہ جس تونگری کا وعدہ ہے وہ یکسان سب کو ہر وقت نہین بلکہ موافق مشیت الٰہی کے بعض وقت اور بعض آدمیون کے واسطے ہوگی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اسکی حکمت و علم سے بعض کو ملتا اور بعض کو نہین اور بعض چیز ملتی اور بعض نہین اور بعض وقت ملتی ہے اور بعض وقت نہین ملتی ہے اور یہی عین حکمت و صواب ہے پس امر قضاء و قدر پر راضی رہین اور عقل و تدبیر جس واسطے عطا ہوئی ہے اسکو کام مین لاوین ولیکن اسپر اعتماد نہ کرین فی العرائس قولہ یاایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس الخ۔ شیخ رح نے اول بیان کردیا ہے کہ مسجد الحرام کے کلمہ سے بطریق اشارت وہ مقامات داخل ہین جن سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین قرب و رسائی حاصل ہوتی ہے پس یہان رمز و اشارہ ذکر کیا کہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ جس بندے کے دل مین اپنے معبود کی بندگی مین غیر کی طرف لگاؤ و خطرہ رہا اگرچہ اپنے نفس کی طرف کیون نہو وہ نجس ہے اس قابل نہین ہے کہ جن مجالس و مقامات سے قرب حاصل ہوتا ہے اُن کے پاس جائے کیونکہ اُس کے جانے سے اہل مجلس صالحین کے خاطر پریشان ہونگے اور اُس کے دم کی نجاست سے اُن کے انفاس پاکیزہ مکدر ہونگے اور اس کلام مین عارفون کو بھی نصیحت ہے کہ خلاف راہ حق مین چلنے والون کی صحبت سے اپنے آپکو بچاوین جنید رح نے کہا کہ صوفیہ لوگ ایک گھرانے کے ہین انہین غیر داخل نہین ہوسکتا۔ اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ جس پر قہر قدم کے آثار کا عکس پڑا وہ اپنے نفس کی طرف نگاہ کرنے لگتا ہے اور یہی نظر اُسکے حق مین اُس کے دل کی نجاست ہے جس سے وہ پاکیزہ عالم ملکوت و جبروت کے پاس نہین جاسکتا۔ شیخ حمدون ابوصالح رح نے کہا کہ اعمال مین مشرک وہ شخص ہے جو لوگون کی ملاقات کیلئے اپنے آپ کو آراستہ کرے اور جو بھلائی اس سے ممکن ہو مخلوق کیلئے ظاہر کرے اور نفس کی عبادات ظاہر کرنے سے اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے پس اُسکا باطن بسبب مخالفت ظاہر کے نجس ہوتا ہے اور وہ ریا و شہوات و دیگر مخالفات ہین پس یہی شخص اپنے اعمال عبادت سے مشرک ہے اور مقام قرب کے لائق نہین کیونکہ منزل قدس کے لائق وہی ہوتا ہے جو ظاہر و باطن و پوشیدہ و علانیہ یکسان پاک و پاکیزہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس۔ پس جو شخص نجس ہو وہ کسی مقام کی برکت سے پاک نہین ہوتا اور ظاہری پردہ کی وجہ سے وہ در واقع پاکیزہ نہ ہو جائیگا۔ اُستاد رح نے مشرکون کے نجس ہونے کا نکتہ یہ بیان کیا کہ آب توحید سے اُن کے اسرار دُہل جاتے اسکو چھوڑ بیٹھے اور اپنے وہم و گمان سے گھڑے اعتقادات کو دلمین جگہ دی جو دلیل و حجت سے محض مضمحل ہین پس اس گندے پانی مین ڈوبے اسی واسطے اُن کو مساجد کے پاس پھٹکنے سے ممانعت فرمائی اسلئے کہ یہ جگہین تو انوار قرب سے منور ہونے کیلئے ہین اور وہ اندھیرے کے سوائے نور کے قابل نہین۔ پھر حق تعالیٰ نے عارفین کو وعدہ دیا کہ ان کو لباس تونگری جاوید سے آراستہ کیا جائیگا کہ غیر کی طرف محتاجی کی نظر کرکے ناپائداری کی برہنگی سے محفوظ رہین بقولہ تعالیٰ وان خفتم عیلۃ فسوف الخ۔ اسمین اشارت ہے ان لوگون کیلئے بھی حکم موجود ہے جو اہل اسلام مین سے تقویٰ طہارت کی راہ سے امیر اُمراء مالدار اہل فسق و فساد سے پرہیز کرتے ہین یعنی جب تم نے دنیاداروں کو اپنی نظر سے دور کیا اور دلی تعلق کچھ نہ رکھا اور انھین لوگون سے ملے جو فقیر و صاف باطن و ظاہر صوفی ہین اور اپنے معبود برحق کے سوائے کسی قول و عمل وغیرہ مین کچھ شرک نہین کرتے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہین پھر تمہارے دلون مین یہ خطرہ گذرا کہ دنیادارون سے ملنا جلنا چھوڑنے مین سخت مشقت و محتاجی و پریشانی ہوگی کام کیسے چلے گا تو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تم کو ایسے وسیلہ سے رزق دیا جائے گا جس سے تم درگاہ حق سے محجوب نہ ہوجاؤ۔ قال المترجم حدیث مین ہے کہ اچھی تونگری نفس کی تونگری ہے اور دوسری حدیث

سے ثابت ہی کہ قناعت نہ کرنیوالا مالدار ہو تو بھی خوار و حریص ہر وقت محتاج بنا ہوا داغ ذلت سے رسوا ہوتا ہی وفی الباب طائفۃ صالحۃ من الاحادیث فلیطلب فی الصحاح۔ استاد رح نے کہا کہ جو سبب حیلہ آدمی نکالتا ہی ایسی بیہودی کی امید کرنے سے شرک مین پڑا اور توحید کا در دولت بند ہو گیا اور وہ در بدر پریشان پھریگا۔ اور جس نے یہ یقین کر لیا کہ میرے معبود نے جو میری قسمت مین مقدر کیا وہ لا محالہ مجھے ملیگا اور جو نہین مقدر کیا وہ کبھی نہ ملیگا بس وہی خالق قادر ہی تقدیر اسی کی ہی تو وہ تونگر ہی اور جس نے یقین نہین کیا وہ ہمیشہ خوار محتاج فقیر ہی۔ **قال المترجم** بعضے نادان یہ سمجھے ہین کہ پھر ہم محنت و مشقت کیون[1] اٹھا دین تو یہ اُن کی جہالت ہی کیونکہ ہاتھ پاؤن ہوش و حواس فقط اسلئے دیئے ہین کہ تدبیر سے کام کرو اور اسکا اثر تمھاری تدبیر وغیرہ پر نہین ہی لہذا اسقدر حکم بجالانا ضرور ہی پھر دینا نہ دینا اُسکے اختیار مین ہے اور جو کوئی لنجا اپاہج بن بیٹھے اسکو بھی اسکا رزق مقدر پہونچ جائیگا۔ رہا یہ کہ گناہ گار ہوگا یا نہین تو اسمین علمائے اختلاف کیا اور اصح یہ ہی کہ اپاہج بننا برا کام ہی اور تفصیل ترجمہ عالمگیری یعنی فتاوی ہندیہ مین سے تلاش کرو واللہ اعلم۔ بعض نے کہا کہ جس نے کرم مولی پر اعتماد کیا اور اسی کے باران رحمت پر ٹکٹکی لگائی وہ ہر سبب و تدبیر سے تونگر ہوا اور اُس نے ہر مشقت سے راحت پائی اور اسکی ہر امید برآئی اور بے مانگے مراد پائی۔ والحمد للہ رب العالمین پھر اللہ تعالیٰ عز و جل نے نجس مشرکون مفسدون کا پتہ بتلا کر ان پر جہاد کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

لڑو ان لوگون سے جو یقین نہین رکھتے اللہ پر نہ پچھلے دن پر نہ حرام جانین جو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

اور نہ قبول کرین دین سچا وہ جو کتاب والے ہین یہانتک کہ دیوین جزیہ سب ایک ہاتھ سے اور وہ بے قدر ہین۔

سورۂ براۃ شروع سے یہان تک مشرکین عرب کے حق مین کلام فرمایا اب اہل کتاب کے حق مین شروع کیا۔ مجاہد نے فرمایا کہ اہل روم پر جہاد کا حکم ہی اور اسی کے بعد آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کا سفر کیا۔ کلبی رح نے کہا کہ مدینہ کے یہود بنو قریظہ و نضیر پر جہاد کا حکم ہے پس اُنھون نے جزیہ دینا قبول کیا اور یہ پہلا جزیہ اور پہلی خواری اہل کتاب کی ہوئی۔ اقول اہل کتاب سے غالباً مراد دونون فریق یہود و نصاری ہوتے ہین جیسے بنو اسرائیل سے یہود اور نصاری سے عیسائی مراد ہوتے ہین پس اصح یہ ہی کہ یہ حکم ہر دو فریق کے حق مین ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ قتال کرو ان لوگون سے جنکی صفت یہ ہی کہ ایمان نہین لاتے ہین اللہ تعالیٰ پر۔ الذین سے اہل کتاب مراد ہین چنانچہ آگے بیان آتا ہی۔ حافظ رح نے لکھا کہ جزیرۂ عرب مین مشرکین کی اصلاح ہونے کے بعد نوین سال ہجرت کے یہ پہلا حکم اہل کتاب پر جہاد کا آیا لہذا آنحضرت صلعم نے سخت گرمی و قحط کے موسم مین تیس ہزار اہل مدینہ و اطراف کے لوگ جمع کر کے قتال اہل روم کا قصد فرمایا جس کو غزوۂ تبوک کہتے ہین اور اسی غزوہ سے بعضے مومنین بھی پیچھے رہے تھے جن کا عجیب قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا اقول اس آیت مین نص صریح ہی کہ اہل کتاب کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین ہے پس ہم اسکو تو یقین رکھتے ہین پھر مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کیے کہ عدم ایمان کیونکر ہی پس مفسر جلال رح نے لکھا کہ ایمان نہین ہی ورنہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتے اور توضیح اسکی تشیخ حافظ کی تفسیر مین ہی کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر بدون متابعت کسی رسول کے ممکن نہین ہی اور سب رسولون نے حضرت سید الرسل محمد صلعم کی بشارت دی اُن پر ایمان لانا فرض عین کر دیا اور اُن کی کتابون مین صریح بشارت ہی پس اگر کسی نبی پر ایمان ہوتا تو ضرور محمد صلعم پر ایمان لاتے پس جب کسی نبی پر ایمان نہوا بلکہ صرف اپنی راے و ہوا و ہوس کے پابند ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان نہ ہوا۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر اسلیئے ان کا ایمان ٹھیک نہین ہی کہ یہود تو ایسے خدا پر ایمان لائے جس کے واسطے ناقص صفتین ثابت کرتے ہین اور

[1] چنانچہ جہاد اسکے سامان و تدبیرات کو چھوڑ بیٹھے ۱۲

عزیز علیہ السلام کو اُس کا بیٹا بتلاتے ہین پس باپ بھی اپنے بیٹے کی جنس سے آدمی یا مخلوق ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک جل جلالہ ہر نقص و عیب سے پاک ہو اسپر یہود کا ایمان ثابت نہین - اور یہی حال نصاریٰ کا ہو کہ کمال نادانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہین پس درحقیقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان نہین رکھتے بلکہ ایسے خدا پر ایمان لائے ہین جسکا بیٹا مسیحؑ اور جورو مریمؑ ہو اور وہ کوئی چیز ہوگا کیونکہ بالیقین اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسا نہین ہو بس حضرت معبود برحق خالق مطلق جامع صفات کمال منزہ از نقص و زوال و مشابہت مخلوق پر جو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہو اسپر انکا ایمان نہوا لہذا حکم دیا کہ جہاد کرو ایسے لوگون پر جو ایمان نہین لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ - اور نہ ایمان لائے روز آخر یعنی روز قیامت پر - یہ بھی صریح نص ہو کہ یہود و نصاریٰ مین سے کسی کو روز آخرت پر ایمان نہین ہو اگر کوئی کہے کہ نصاریٰ بھی قیامت کے قائل ہین اور یہود بھی چنانچہ قرآن مجید مین خود مذکور ہو کہ قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ہوداً او نصاریٰ - یعنی یہود دعویٰ کرتے کہ جنتی فقط یہودی ہین اور نصاریٰ کہتے کہ فقط نصرانی ہین - اور ایسے ہی دیگر آیات پس اس سے تو نکلتا ہو کہ قائل ہین مین جواب دیتا ہون کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا بھی یہ لوگ دعویٰ کرتے ہین مگر جو حال ہو وہ تم اوپر سن چکے بس یہی روز قیامت پر ایمان لانے کا حال ہو - حاصل آنکہ جو چیز جس طور پر واقع مین ہو اگر اسی طور سے اس پر ایمان نہوا تو دوسری چیز پر ایمان ہوا اسپر بالکل بھی ایمان نہین - چنانچہ روز آخرت یہود تو اس دن کو کہتے ہین جسمین وہ لوگ بڑے آرام سے جنت مین داخل ہون گے اُن کی چوری دغابازی ظلم فریب زناکاری کسی کا مواخذہ اُن سے نہوگا اور فقط وہی جنت بھر کے مالک ہون گے کسی اور کا نام بھی نہ ہوگا اور نصاریٰ بھی مدعی ہین کہ مسیح ہمارے گناہون کے بدلے خود سولی چڑھ چکے اب ہمین ہم جنت مین نظر آوینگے اور کوئی نہین اور دنیا مین جو کچھ گناہ کرین ہم سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی - پس یہ لوگ ایسے روز آخر کے قائل ہین اور حقیقت مین ایسا کوئی دن نہ ہوگا بلکہ روز قیامت تو وہ دن ہو کہ ذرہ ذرہ حساب ہوگا اور پورا عدل و انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک کام کئے وہ ثواب و آرام پاویگا چاہے کوئی ہو اور جو کافر یا مشرک بدکار گناہگار موذی ظالم رہا وہ اپنے کئے پر گرفتار ہوکر عذاب پاویگا اور کوئی دوسرے کا بوجھ اپنے سر نہین اُٹھاویگا اور نہ کسی کی بدکاری مین دوسرا پکڑا جائیگا بلکہ ہر ایک اپنے کئے کی سزا پائے گا بعض علما نے کہا کہ اہل کتاب اس لئے قیامت کے منکر ٹھہرے کہ اُنکا یہ اعتقاد ہو کہ خالی روح کا حشر ہوگا نہ جسم کا اور اُن کا اعتقاد ہو کہ جنت مین نہ کھانا نہ پینا نہ حور نہ قصور کچھ بھی نہین ہو خالی روح کو فرحت یا غم ہوگا اور ایسے ہی بہت سے واہیات اعتقاد ہین سو ایسا اعتقاد ہونا اور نہ ہونا برابر ہو روز آخرت قیامت جو واقعی ہو اُس کا وہ ہرگز معتقد نہوا پس مومن نہین اگرچہ دعویٰ کرے مترجم کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین فرقہ نیچر کا بھی یہی اعتقاد ہو پس اس قول سے نکل آیا کہ نیچری بھی مومن نہین ہین بعض علما نے اگرچہ احتیاطاً اس فرقہ کی تکفیر مین تامل کیا ولیکن اصح یہی ہو کہ اُن کے کافر ہونے کا فتویٰ شرع سے ثابت ہوتا ہو اور نیز ثابت ہوا کہ فلاسفہ کا جیسا اعتقاد فقط روح کی لذت یا الم کا مذکور ہو کہ یہی جنت و دوزخ ہو تو اسکا معتقد بھی کافر ہوگا یہان تک کہ جو بات اللہ تعالیٰ و رسول نے فرمائی ہو اسپر اعتقاد لاکے اور دین مین وہ برتاؤ کرے جو اللہ تعالیٰ و رسول نے بتلایا اور اگر یہ برتاؤ نہ کیا بلکہ رشوت و حرامخواری و فسق و فجور پر کمر باندھی اور یہ سمجھا کہ اوہ جی اُن کے کرنے مین کچھ پرواہ نہین تو کافر ہوا اور اگر ڈرتے ڈرتے کیا تو فاسق ہوا لیکن ایک دو مرتبہ تو ڈرتے ڈرتے کرتا ہو پھر آخر نڈر ہوکر بے دھڑک کرنے لگتا اور کافر ہوجاتا ہو دیکھو یہود کا یہی حال ہوا چنانچہ فرمایا - وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اور حرام نہین رکھتے اُس چیز کو جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے حرام کردیا چنانچہ یہود پر چربی کھانا حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلا کر فروخت کرکے اُسکے دام لئے اور کھائے - حدیث صحیح مین ہو کہ اس فعل پر لعنت آئی ہو اور حضرت صلعم نے اس سے اپنی اُمت کو تنبیہ

کر دی ہی کہ یہودیون کے مانند حیلہ و فریب نہ کرین اسی واسطے علما ربانی سمجھاتے ہین کہ بعضے لوگ جب سال ختم ہونے کو آیا تو اپنا تمام مال جورو
وغیرہ کو ہبہ کیا تاکہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے پھر جب سال ہو چکا تو مہینہ دو مہینہ بعد پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو یہ حرکت حرام ہے جیسے یہود کی حرکت تھی
بعض نے کہا کہ رسول مین رسول سے آنحضرت صلعم مراد ہین یعنی جو اللہ تعالیٰ نے کتاب مین حرام کیا جیسے سور کو اور جو آنحضرت صلعم نے سنت مین
حرام کیا جیسے رشوت جسکو حرام نہین رکھتے یا اللہ تعالیٰ و رسول کی حرام کی ہوئی چیز جیسے شراب کو حرام نہین رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ رسولہ سے
انکا رسول مراد ہی جس کی پیروی کا وے دعوی کرتے ہین چنانچہ حضرت موسیٰ نے یہود پر چربی حرام کی اسکو نہین کرتے بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین
کہ اللہ تعالیٰ و رسول نے جس کے وے معتقد ہین جو کچھ توریت و انجیل مین حرام کیا اسپر عمل نہین کرتے ہین بلکہ اسکو تحریف کر کے بدل ڈالا اور بجائے
ان کے اپنے مطلب و غرض سے عبارتین بنا کر لکھ لین چنانچہ انجیل کے نسخہ جب مقابلہ ہوئے تو کئی لاکھ جگہ فرق ایک دوسرے مین نکلا اور پتہ
نہین لگتا کہ اصل انجیل کیا ہوئی اور اسمین کیا مضمون تھا اور یہی یہود کا حال ہی اور اُن کے عوام جاہلون کا یہ طریقہ ہی کہ جو کچھ اُن کے علما ر نے
کہا اُسکو یقین ایمان کر لیتے ہین یہ نہین پوچھتے کہ اللہ تعالیٰ و رسول کا حکم کیا ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔
سے ثابت ہی اور مسلمان بھی ایسا ہی کرتے اور فتوی یون مانگتے ہین کہ ''چہ میفرمایند علمائے دین الخ یعنی اس مسئلہ مین علما ر کیا فرماتے ہین حالانکہ
یون لکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ مین شرع سے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کا کیا حکم ثابت ہوتا ہی جسکو ہمارے علمائے دین بیان فرما کر بڑا ثواب کماوین
بالجملہ اہل کتاب جن پر جہاد کا حکم دیا عموماً اُن کا یہ حال تھا کہ جو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ نے حرام کیا اُسکو حرام نہین رکھتے یعنی اُسپر نہین چلتے ورنہ
اُسکے حکم کے موافق سید الانبیا محمد صلعم پر ایمان لاتے اسی واسطے فرمایا۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ۔ اور برتاؤ نہین پکڑتے دین حق
کا یعنی دین اسلام کا جس نے اور دینون کو منسوخ کیا اور اب یہی دین ثابت و برقرار رہیگا یہان تک کہ قیامت آ جاوے۔ عیسائی تو کہتے
ہین کہ نسخ نہین ہو سکتا اور یہودی بھی یہی دعوی کرتے ہین اور نادانی سے اپنے اوپر قیاس کر کے عجیب واہی تباہی باتین کرتے اور اُن کو
دلیل سمجھتے اور لوگون کو بہکاتے ہین لہذا مین مختصر لکھ دون۔ واضح ہو کہ نسخ مین ایک حکم پہلا برتاؤ سے جاتا رہتا اور جدید کا عمل در آمد
ہوتا ہی پس اول کو منسوخ اور دوم کو ناسخ کہتے ہین اور دونون حکم اپنے اپنے موقع پر اچھے و صحیح ہوتے ہین۔ اُسکا بیان یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنی حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر ایک کی حالت و قوت و نفع و ضرر ہر زمانہ مین جدا جدا رکھا حتی کہ پوری حالت سے کوئی
بندہ خود واقف نہین ہو سکتا پھر تمام مخلوق کو مہمل نہین چھوڑا کہ چھٹ بندون جو چاہین کرتے پھرین بلکہ اُن کو عقل و شرع کے موافق
پابند کر دیا چنانچہ عقلمند آدمی قطع نظر شرع کے اپنی عقل سے جھوٹ بولنا و گالی دینا وغیرہ بُرا جانتا ہی اور بعض اُمور ایسے ہین کہ عقل اُنکو
جس قدر دی ہی وہ حکمت الٰہی کی ماہیت کو نہین پہونچتی اور حکمت الٰہیہ مین بعض کام کرنے کا اور بعض سے باز رہنے کا حکم ہی پس بندہ وہی سمجھدار ہے
کہ اپنی کملی سے پاؤن نہ نکالے اور حکمت الٰہی کا اپنے خالق کا مقابلہ نکرے بلکہ یقین کرے کہ یہ کام عین مصلحت و حکمت ہین اگرچہ میری ذرا سی
عقل اسکو نہین پہونچتی ہی پس ان کامون کا برتاؤ کرے پھر انھین مین سے بعضے کام ایسے ہین کہ وہ بعض قوم کیلئے مفید ہین اور بعض کیلئے
نہین اور بعض زمانہ تک مفید ہین اور اسکے بعد نہین یا اسکے بعد دوسرا کام اس سے زیادہ مفید ہی چنانچہ طبیب کو دیکھو کہ بچہ کیلئے ایک غذا تجویز
کر دیتا ہی حالانکہ عمر بھر اسکا استعمال رکھنا حماقت ہی وہ بچپن ہی تک کیلئے تھی پھر جوان ہوا تو مضر ہو گی اسی طرح ایک زمانہ مین اللہ تعالیٰ
نے ایک رسول بھیجا اور اُسپر ایک حکم نازل کیا تو قیامت تک وہی حکم مراد نہین ہی بلکہ یہ سمجھنا حماقت ہی بلکہ جب تک اسکا وقت تھا تب تک
اور رسول آئے وہ بھی اسی حکم کا برتاؤ کرنے پر تاکید کرتے رہے جیسے موسیٰ کے بعد بہت رسول آتے گئے اور توریت ہی کا حکم رہا پھر جب

[illegible]

اُس حکم کا زمانہ ختم ہوا تو عیسٰی بھیجے گئے اور بہت سے احکام منسوخ ہوئے منجملہ اُن کے جہاد ہے چنانچہ موسٰی و یوشع و سلیمان علیہم السلام وغیرہم نے خوب خوب جہاد کئے پھر انجیل میں یہ حکم منسوخ ہوا۔ اس سے معلوم کرلو کہ نسخ کے یہ معنی ہیں کہ ناسخ سے یہ ظاہر کردیا گیا کہ پہلا حکم جو منسوخ ہوا اسکی انتہا اسی وقت تک کے واسطے تھی اب آگے وہ نہیں بلکہ ناسخ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے جو چاہے وہ حکم کرے وہ قادر ہے وہ مختار ہے اسپر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن سوائے کافر بے ایمان کے ہر شخص یقین کریگا کہ جسوقت جو حکم دیا وہ عین مصلحت و سراسر حکمت الٰہی ہے اگرچہ بندہ کو وہ حکمت معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔ تعجب ہے کہ نصارٰی توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہیں اور توریت کے احکام فرض ہونیکے قائل ہیں حالانکہ توریت میں خود جہاد کا حکم بڑے زور و شور سے ہے اور انجیل میں تلوار نکالنے تک سے ممانعت پھر یہ نسخ نہیں تو اور کیا ہے ولیکن ہٹ دھرمی سے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے سچ فرمایا کہ لا یدینون دین الحق۔ دین حق کی پیروی اختیار نہیں کرتے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ایسے لوگوں پر جن کے صفات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز قیامت کو مانتے اور نہ ان چیزوں کو حرام رکھتے جن کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے حرام فرمایا ہے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو صریح بیان کردیا بقولہ۔ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ۔ من بیانیہ اور کتاب پر الف لام جنس کا یعنی کتاب آسمانی خواہ توریت ہو یا انجیل ہو یعنی ایسے لوگ جنکا حال اوپر بیان ہوا وہ لوگ ہیں جن کو آسمانی کتاب دی گئی ہے یعنی یہود و نصارٰی۔ واضح ہو کہ پہلے اوصاف تو مجوس و ہنود پر بھی صادق تھے لیکن من بیانیہ سے ظاہر ہوگیا کہ مراد اہل کتاب ہیں اور اس سے نکلا کہ مجوس اہل کتاب نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا اور حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ قبول کرنے میں تامل ہوا تھا یہانتک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب یعنی اہل کتاب سے جو برتاؤ ہے وہی اُن کے ساتھ بھی برتو یعنی حق جزیہ میں مجوس کا حکم مانند اہل کتاب کے ہے اور علماءرح میں اتفاق ہے کہ یہاں فقط یہود و نصارٰی مراد ہیں بدلیل اوتوا الکتاب اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شیٔ حتی تقیموا التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ اگر پوچھا جاوے کہ پہلے کیوں بلفظ الذین موصول مبہم فرمایا پھر بیان کردیا تو جواب یہ ہے کہ پہلے قتال کا حکم دیا ایسے ایسے لوگوں کو جن کے یہ اوصاف ہیں تاکہ اہل ایمان کو اُن کے اوصاف سے خوب راسخ ہوجاوے کہ یہ لوگ ایسے ظالم و مفسد قابل جہاد ہیں پھر متوجہ ہوں کہ دنیا میں وہ کون ہیں پھر بیان کردیا کہ خوب جم جاوے اور یہ بہت اچھی بلاغت ہے۔ ابوالوفاؒ نے کہا کہ قولہ قاتلوا سے سزا دینے کا حکم دیا۔ الذین مبہم کو پھر قولہ لا یؤمنون باللہ سے انکا جرم جس سے مستوجب عقوبت ہیں بیان کیا۔ پھر قولہ ولا بالیوم الآخر۔ سے اعتقادی جرم کی تاکید کی۔ پھر قولہ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ سے عملی جرم کا بیان ہے اور اس سے اظہار ہے کہ اعتقادی جرم موکد ہی پر اکتفا نہیں بلکہ اس سے بڑھکر بھی عملی مجرم اور دنیا میں فساد پھیلانے والے ہیں۔ پھر قولہ ولا یدینون دین الحق سے اس جرم کی مزید تاکید ہے کہ زبانی فہمایش پر اکتفا نہیں ہوسکتا کیونکہ اُن کو راہ راست سے انحراف و عناد اور چڑھ ہے پھر قولہ من الذین اوتوا الکتاب سے اُن کے عناد اور ہٹ دھرمی کا بیان بتاکید حجت ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں میں آنحضرت صلعم و دین اسلام و اسکی خوبی کو لکھا پاتے تھے مگر ہٹ دھرمی و عناد سے انکار کرتے تھے پس ایسے مجرم کا فساد و ظلم دور کرنے اور اس کو راہ راست پر رکھنے کا یہ طریقہ بتلایا کہ ان پر جہاد کرکے ان کو ٹھیک راہ پر رکھو پھر انتہا بیان فرمائی کہ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یہانتک قتال کرو کہ وے لوگ جزیہ دیں ہاتھ سے درحالیکہ وے ذلیل ہونیوالے ہوں۔ یعنی قتال کئے جاؤ یہانتک کہ اگر اسلام لاویں تب راہ راست پر ہوجاوینگے پس تمہارا اور اُن کا حال یکسان ہوجائیگا اور دین میں تمہارے بھائی ہوجاویں

اور یا اسلام نہ لاوین گے تو جزیہ دین اپنے ہاتھ سے ذلت و خواری کے ساتھ کیونکہ کفر پر رہ کر تمہارے برابر والے نہین ہو سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ حدیث امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ الخ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہین الخ۔ مین قتال کی انتہا یہ کہ اسلام لاوین جزیہ مذکور نہین تو جواب یہ ہی کہ حدیث مین لفظ الناس سے معہود یعنی عرب کے مشرکین مراد ہین کہ ان سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہین و لیکن عرب مین جو اہل کتاب یہود و نصاری تھے اُن سے بھی جزیہ قبول ہی۔ وقال الحافظ رح اسی آیت سے امام شافعی و احمد وغیرہ نے استدلال کیا کہ جزیہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی قسم کے کافرون سے قبول نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عرب مین یہی حکم ہے اور عجمیہم مین سب سے جزیہ قبول ہی خواہ اہل کتاب ہون یا نہون اور امام مالک رح نے کہا کہ جملہ اصناف کفار سے جزیہ قبول کیا جاوے گا مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ امام شافعی رح و احمد و ابو حنیفہ و اصحاب امام ابو حنیفہ و ثوری و اوزاعی وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ وقال المترجم صحیح قول امام ابو حنیفہ رح کا اسی تفصیل سے ہی جو شیخ حافظ رح نے ذکر فرمائی ہی۔ واللہ اعلم۔ پھر بنا بر قول شافعی رح کے مجوس بدلیل حدیث صحیح مذکورہ بالا کے داخل اہل کتاب ہین اور امام ابو حنیفہ رح کے قول پر کچھ اشکال ہی نہین کما لایخفی۔ پھر اہل علم مین مقدار جزیہ مین اختلاف ہی عطاء و یحییٰ بن آدم وغیرہ نے کہا کہ جسقدر پر صلح کرین وہی مقدار ہی اور یہی مختار شیخ ابن جریر رح ہی لیکن کہا کہ کمتر ایک دینار سالانہ ہی اور شافعی رح نے کہا کہ ہر آزاد بالغ پر ایک دینار ہی کم نہ ہوگا خواہ غنی ہو یا فقیر ہو اور اگر اس سے زیادہ پر صلح ہو تو جائز ہی اور خوشی سے بڑھاوین تو روا ہی و امام مالک رح نے کہا کہ سونے کی مالیت والون پر چار دینار اور چاندی والون پر چالیس درم ہین خواہ غنی ہون یا فقیر ہون اور مراد یہ کہ سونے سے ادا کرین تو چار دینار اور چاندی سے ادا کرین تو چالیس درم ہین۔ اور امام ابو حنیفہ و اُن کے اصحاب و امام احمد کے نزدیک باعتبار وسعت کے ہی چنانچہ اعلیٰ درجہ کے مالدار پر اڑتالیس درم اور اوسط درجہ پر چوبیس درم اور ادنیٰ درجہ پر بارہ درم ہین اور جو فقیر کمائی والا نہو اسپر کچھ نہین ہی اور اس امر پر اجماع ہی کہ طفل و عورت و مجنون سے کچھ نہین لیا جاوے گا اور دیگر تفاصیل وقت ادا وغیرہ کتب فقہ مین مبسوط ہین اور صحیح مسلم مین حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ظاہر صریح ہی کہ جن کفار پر جہاد کیا جاوے پہلے اُن کو دعوت اسلام کی جاوے و علماء رح نے کہا کہ تین مرتبہ سمجھانا مستحب ہے پھر نہ مانین تو اُن سے صلح و جزیہ دینے کو کہا جاوے پھر اُس کو بھی نہ مانین تو آخر اُن سے قتال کیا جاوے خالص واسطے اللہ تعالیٰ کے یہانتک کہ قدم پیچھے نہ ہٹاوین اور مفسد کافرون کو مغلوب کر لین پھر علماء کا قول ہی کہ امام کو اختیار ہی کہ مغلوب کر کے ان پر احسان کرے اور جزیہ پر اُن کو آباد رکھے پھر علماء رح مین دو قول ہین بعض نے کہا کہ جزیہ بغرض حفظ جان ہی اور بعض نے کہا کہ بغرض اذلال اہل کفر ہے اور اسی قول کو شیخ ابن القیم نے ترجیح دی اور علیٰ ہذا جزیہ کا اشتقاق از جزاء ہی یعنی جزاء کفر و شرک و فساد یہ ہی کہ ذلت کیساتھ اس قدر مال ادا کیا کرین اور بنا بر قول اول کے جزاء امن ہی و لیکن سیاق قولہ حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ دلالت کرتا ہی کہ یہ جزاء راجح بمعنی عقوبت ہی یعنی بطریق عقوبت اسکو ادا کرین اور اسی سے واضح ہوا کہ اعطاء بمعنی ادا ہی اور مراد اس سے ادا کا التزام ہی اگرچہ ہنوز وقت ادا نہ آیا ہو یعنی اُنکی سزا ہی کہ اسلام نہ لائین تو جزیہ ادا کرنے کا التزام کرین بدلیل قولہ عن ید۔ یہ حال ہی یا تو ضمیر یعطوا سے اور یا الجزیہ سے پس اول پر معنی یہ کہ یعطوا عن ید یعنی بحال انقیاد ادا کرین یا اپنے ہاتھون آپ ادا کرین کسی غیر کے ہاتھ نہین بھیجین اسیواسطے جزیہ ادا کرنے پر وکیل کرنا منع ہے یا ید بمعنی دسترس و توانگری ہی یعنی اسقدر دسترس ہو کہ ادا کر سکین اسی واسطے امام ابو حنیفہ رح و احمد رح نے کہا کہ فقیر بے کمائی والے پر کچھ نہین ہی اور اگر ید سے جزیہ لینے والے کا ہاتھ مراد ہی تو بنا بر اس قول کے کہ جزیہ بغرض عقوبت و اذلال ہی عن ید۔ مین ید سے ید قہر مراد لینا اولیٰ ہی یعنی قہر و غلبہ کے ہاتھ کے نیچے ذلیل و عاجز ہو کر ادا کرین اور بنا بر قول اول کے کہا گیا کہ ید بمعنی انعام سے ماخوذ ہی یعنی عن ید بمعنی عن انعام ہی کیونکہ جزیہ لیکر انکو باقی

چھوڑ دینا اُن کے حق مین بڑی نعمت ہو اور بعض نے کہا کہ نقد مسلّم ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین مراد ہو اور حق یہ ہو کہ بمعنی اذلال وحقارت ہی کی
ترکیب اصح ہو کیونکہ عامہ آثار اسی کے مؤید ہین اور نیز قولہ وہم صاغرون - اسی پر دلیل ہو۔ الصغار ذلت وخواری پھر اس صغار مین اختلاف ہو
کہ تاکید مفہوم سابق ہو یا کوئی مزید صورت صغار مراد ہو۔ عن عکرمہؒ کھڑے ہو کر نذرانہ کی طرح وصول کرنیوالے بیٹھے ہوئے کو ادا کرے۔ بعض نے کہا
کہ جہان لینے والا بیٹھا ہو وہان اسکو کھینچ لیجاوین اور وہ ذلیل بنا ہوا ادا کرے۔ بعض نے کہا کہ وہ دیتا ہو تب بھی اس سے کہا جائے کہ ادے
جزیہ جلد دے اور ابن عباس سے روایت کی جاتی ہو کہ ٹھوکرایا جائے اور ایسے ہی دیگر اقوال ہین کہ اُن مین سے کوئی پسندیدہ نہین ہو اور
سلمان فارسیؓ سے مروی ہو کہ صاغرین کے یہی معنی کہ غیر محمودین یعنی اسلام چھوڑ کر یہ اختیار کرنا اُن کے حق مین تعریف نہین کیونکہ خصائل حمیدہ
وصفات پسندیدہ چھوڑ دے مسلمانون کی برابری چھوڑی اور حماقت وجہالت سے بُری باتون کو ان دامون خریدا اور مرجع اس قول کا یہ ہو کہ یہ
ذلت ہی مفہوم سابق ہو کچھ اور نہین ہو اور یہی صحیح ہو وحاصل یہ کہ اسلام نہ لائین اور نہ مانین تو قتال کرو یہان تک کہ مغلوب ذلیل ہو کر
جزیہ ادا کرین کہ یہ فعل اُن کے حق مین خواری ہو اور ابن القیمؒ نے کہا کہ مزید صغار کے جو اقوال مذکور ہوئے وہ ثابت نہین اور بلا دلیل ہین
اور صواب یہ ہو کہ صغار یہی ہو کہ اُنھون نے ادائے جزیہ کا اور دیگر احکام قوانین شرع کا التزام اپنے اوپر چارنا چار قبول کیا۔ وقال المترجم
یہی قول اقرب ہو اسواسطے کہ ٹھوکرانا اور اُن سے سخت کلامی کرنا وغیرہ بلا ضرورت اُن کے حق مین ایذا ہو کیونکہ اُنکا شر وفساد بسبب اُنکے
مغلوب ہونیکے دفع ہوا اور ایمان کی ہدایت باختیار الٰہی عز وجل ہو پس خواہ مخواہ اسلام پر مجبور کرنا بدون علم مشیت الٰہی کے نہین ہوسکتا اور
یہ علم فقط اہل عرب کے حق مین معلوم ہوا تھا اور دوسرے کے حق مین متعین نہین علاوہ برین بعد التزام جزیہ کے وہ لوگ عہدی ذمہ مین ہین اور
محققین علماء نے اتفاق کیا کہ موافق مفاد قول حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے یہ حلال نہین کہ ذمیون کو عمداً ایسے امر کی تکلیف
دیجائے جسکی وہ قدرت نہین رکھتے یا خلاف شرع وحکم الٰہی کے اُن کو ماخوذ کیا جائے جیسے ظالم بادشاہ وحاکم ذمیون کو مفت بیگار مین پکڑتے
ہین جیسے بنی اسرائیل کو فرعون پکڑتا تھا اور حلال نہین کہ ادائے جزیہ کیلئے انکو بیجا طور سے عذاب دے چنانچہ جزیہ کیلئے مقام فلسطین مین کسی قوم
ذمی کو بغرض سزا دیجاتی تھی اُدہر سے ہشام گذرے تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دیتے ہین اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز جو بدلا دینے کا دن ہو اُن کو عذاب کریگا۔ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہو اور حضرت عمرؓ کے
پاس بہت سا مال جزیہ لایا گیا تو فرمایا کہ تم نے لوگون کو تباہ تو نہین کیا۔ عرض کیا گیا کہ واللہ نہین بلکہ ہم نے اُن کے بچے ہوے مین سے لیا ہو
فرمایا کہ بدون سخت کلامی وزبان درازی اور ہاتھ چھوڑنے کے۔ عرض کیا گیا کہ ہان واللہ تو حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ الحمد للہ
کہ میرے ہاتھ سے ایسا نہوا اور میری خلافت مین دوسرون کے ہاتھ سے بھی نہین ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عکبری پر جو عامل مقرر کیا تھا
اُسکو تاکید فرمائی کہ خراج وجزیہ کیلئے لوگون کے گائے گدہا نہ بیچنا اور نہ مال واسباب کچھ بھی بلکہ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور خود حضرت
علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ رسّی والے سے رسّی اور کمھار سے برتن اور اسی طرح ان چیزون کو لے لیتے تاکہ ان لوگون پر آسانی ہو اور ابو عبیدؒ
نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان پیشہ والون پر جو روپیہ جزیہ کا ہوتا اسکے واسطے اُن کے اموال کو فروخت نہ کراتے بلکہ بھر پور قیمت مین اُن سے
یہ چیزین اسکے عوض خرید لیتے اور مقصود اُس سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے راحت وآرام سے عدل وانصاف کے سایہ مین بسر کرین اور
رہی اسلام کی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے عطا فرماوے اسپر کچھ جبر نہین ہو ہان یہ ضرور ہو کہ ذمیون کی جن حرکات سے شر وفساد پیدا
ہوتا ہو اُن سے وہ ضرور منع کئے جاوینگے جیسے شراب پینا اور ناچنا وغیرہ اور نیز اُن کی تعظیم اسوجہ سے نہ کی جاویگی کہ عوام اُن کی اچھائی پر

گمان نکرین یا ان کو عدل و انصاف والا نیک چال چلن نہ سمجھین لہذا حدیث مین حکم دیا کہ یہود وغیرہ کو سلام کرنے مین پہل مت کرو اور راستہ مین پھیل کر چلو تاکہ وسے دبکر نکل جاوین ۔ **قال المترجم** اللہم اعز الاسلام واہلہ فانہم یختلفون وانت العزیز القدیر ۔ اور اسی قسم سے بعض شروط جو اہل ذمہ کے اوپر باندھے جاوین وہ بھی مصلحت و حکمت کیساتھ اسی غرض سے ہوتے ہین کہ کفر و شرک کی اہانت ہو کیونکہ اللہ تعالی کی تعلیم عدل و انصاف کو چھوڑ کر راہ شر و فساد و ظلم و عناد اختیار کرتے و شیطنت بتلاتے ہین تاکہ فساد مٹ جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہدنامہ جو شام کے نصاری پر باندھا تھا عبد اللہ بن احمد نے اپنے اسناد سے عبد الرحمن بن غنم رضہ سے روایت کیا کہ جب شام کے نصاری نے صلح چاہی تو مین نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اُن کی طرف سے یہ خط لکھدیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط فلان فلان شہر کے نصاری کی طرف سے حضرت عبد اللہ عمر بن الخطاب امیر المومنین کو ہے کہ جب آپ ہمارے یہان آئے تو ہم نے آپسے اپنی جان و مال و اولاد و اہل ملت کیواسطے امان مانگی اور آپکے واسطے اپنے اوپر یہ شرط کی کہ ہم اپنے شہر یا اسکے نواح مین کوئی دیر یا کنیسہ یا قلایہ یا صومعہ راہب جدید نہین ایجاد کرین گے اور جو انمین سے خراب ہوجاوے اسکی تجدید عمارت نکرین گے اور جو انمین سے خطۂ مسلمین ہو اسکی احیا ہم نکرین گے اور رات یا دن مین جسوقت کوئی مسلمان ہمارے کنیسہ مین اُترے ہم اسکو مانع نہ ہونگے اور گذرنیوالون (مسافرون) کیلئے اسکے دروازے وسیع کرینگے اور جو مسلمان ہماری طرف سے گذرینگے ۔ تین دن تک اُنکو اُتار کر دعوت و ضیافت کرین گے اور اپنے کنیسہ یا گھرون وغیرہ مین کسی جاسوس کو جگہ نہ دینگے اور مسلمانون کیلئے کوئی غش (مکر) پوشیدہ نہ کرینگے اور اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھاوینگے اور شرک کو کھلم کھلا اظہار نہ کرینگے اور کسی کو شرک کی طرف نہ بلاوینگے اور اپنے قرابت والون مین سے کسی کو اسلام مین داخل ہونے سے ممانعت نہ کرینگے جبکہ وہ اسلام مین داخل ہونیکا ارادہ کرین ۔ اور مسلمانون کی توقیر کرتے رہین گے اور اگر ہماری مجلس مین بیٹھنا چاہین تو اُن کی توقیر کے واسطے ہم کھڑے ہو جاوین گے اور مسلمانون کے لباس مین سے کسی چیز سے مشابہت نہ کرینگے نہ ٹوپی مین نہ عمامہ مین نہ نعلین مین اور نہ سر کے بالون کے بیچ سے مانگ نکالنے مین اور نہ اُن کے کلام سے گفتگو کرین گے اور نہ اُن کی کنیتون سے اپنی کنیت رکھین گے اور نہ زینون پر سوار ہون گے اور نہ تلوارین حمائل کرینگے اور نہ ہتھیارون مین سے کوئی ہتھیار بناوینگے اور نہ اپنے ساتھ رکھین گے اور نہ عربی مین اپنی انگوٹھیون کے نقش کرینگے اور نہ شراب فروخت کرینگے اور ہم شرط کرتے ہین کہ سرون کو آگے سے کچھ کترا دینگے اور جیسے ہماری پوشش ہو ایسی ہی رکھین گے اور کمر پر زنار باندھین گے اور اپنے کنیسون پر صلیب بلند نہ کرینگے اور نہ مسلمانون کی راہون و بازارون مین سے کسی راہ و بازار پر اپنی کتابین ظاہر کرین گے اور اپنے کنائس مین ناقوس خفی آواز سے بجاوینگے اس سے زیادہ آواز سے نہ بجاوینگے اور مسلمانون کے حضور مین ہم اپنی کنائس مین کسی چیز کے پڑھنے سے آواز بلند نہ کرینگے اور ہم لوگ شعانین و بعوث نہ نکالین گے اور مردون کے ساتھ اپنی آوازین بلند نکرینگے اور مسلمانون کی راہون مین سے کسی راہ مین ہم آگ ظاہر نہ کرین گے اور نہ اُن کی بازارون مین ایسا کرینگے اور اپنے مردون کو اُن کے آگے نہ بڑھاوین گے اور جو مسلمانون کے حصے مین آچکا اُس کو اپنا مملوک نہین بناوینگے اور مسلمانون کے حق مین بھلائی چاہین گے اور اُنکے گھرون مین نہین جھانکین گے ۔ عبد الرحمن بن غنم رض نے کہا کہ جب مین مسودہ عہدنامہ کا لیکر حضرت عمر رض کے پاس آیا تو آپنے اسمین یہ عبارت اور بڑھائی ۔ اور ہم کسی مسلمان کو نہ مارین گے یہ سب ہم نے آپ لوگون کے واسطے اپنے اوپر اور اپنی ملت والون پر شرط کیا اور انھین شرطون پہ ہم نے اپنے حق مین امان لینا قبول کیا پھر اگر ہم نے ان شرطون مین سے جو ہم نے تمھارے واسطے قبول کرکے اپنے ذمہ مشروط کی ہین کسی شرط مین خلاف کیا تو ہمارے واسطے کچھ ذمہ نہوگا اور آپ کو ہم سے وہ سب کرنا حلال ہوگا جو اہل شقاق و عناد سے حلال ہے ۔ **قال الحافظ** وقد رواہ الائمۃ الحفاظ انتہی وقال الشیخ ابن القیم وشہرۃ ہذہ الشروط تغنی عن اسنادہا فان الائمۃ تلقوہا بالقبول وذکروہا فی کتبہم واحتجوا بہا ولم یزل ذکر الشروط العمریۃ علی السنتہم وفی کتبہم

وقد انفذہا بعدہ الخلفاء وعملوا بموجبہا الی آخرما قال رحمہ اللہ۔ واضح ہو کہ دیر فقط نصاریٰ کا ہوتا ہے اسکو باہر شہر کے اسواسطے بناتے ہیں کہ رہبانیت کیلئے وہان جمع ہوں اور قلایہ بکسر قاف وبعدہا موحدہ اسکو راہب بناتا ہے اور اسمین دروازہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا صرف ایک طاقہ ہوتا ہے جسمین سے اسکو کھانا پانی پہونچایا جاتا ہے اور وہ فقط ایک آدمی کیلئے ہوتا ہے اور صومعہ بمانند قلایہ فقط ایک ہی راہب کیلئے ہوتا ہے اور بیعہ گرجا گھر اور کنائس جمع کنیسہ عام ہے کہ عبادتگاہ نصاریٰ ہو یا یہود ہو پھر اللہ عزوجل نے اہل کتاب کے مومن نہونے کے باوجود سخت بہتان کی باتین کہنے و اُسکے مفسدہ کو تمام جہان مین پھیلانے کو اس غرض سے کہ اہل ایمان ان کلمات کو جن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین سُنکر تہ دل سے جہاد پر آمادہ ہو جاوین بیان فرمایا بقولہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہود نے کہا عزیز بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتین کہتے ہین اپنے منہ سے

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

ریس کرنے لگے اگلے منکرون کی بات کی مارے اُنکو اللہ کہان سے پھرے جاتے ہین

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ۔ ایک قراۃ مین عزیرٌ بتنوین بنابرانیکہ اسم عربی سوائے علمیت کے منع صرف کا دوسرا سبب نہین رکھتا پس منصرف ہے اور بعض کے نزدیک علم عجمی ہونے سے غیر منصرف ہے یہی دوسری قراۃ ہے بہرحال وہ مبتدا اور ابن اللہ خبر ہے اسی واسطے ابن مین الف باقی رہا کیونکہ صفت ہونے کی صورت مین حذف ہوتا ہے بخلاف اسکے قولہ والمسیح ابن مریم مین باوجود صفت کے رسم الخط قرآنی مین باقی ہے وسیاقی۔ بالجملہ یہود نے عزیرؑ کو کہا کہ وہ ابن اللہ ہے اور یہ اُن کا افترا و شرک پلید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سب یہود ایسا کہتے تھے اور راجح یہ ہے کہ بعض کا مقولہ سب کی طرف منسوب ہوا اور کہنے والے یہود مدینہ تھے یا بعض متقدمین بعض علما نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم سے بعض یہود مدینہ نے کہا تھا اور شاید نصاریٰ نجران کے ساتھ مباحثہ مین یہود سے یہ قول سرزد ہوا ہو۔ اور اشبہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ سے مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ قول سرزد ہوا تو یہود نے اُنکا مقابلہ حرص و ہوس کے ساتھ اس طرح کیا واللہ اعلم۔ اور سدی وغیرہ علماء رح نے ذکر کیا کہ یہود نے یہ عقیدہ قائم کرنے کا شبہہ یون پیدا کیا کہ جب عمالقہ نے بنی اسرائیل پر غلبہ پاکر علماء و رؤسا کو قید کیا اور توریت کے نسخے چُن چُن کر تلف کر دیئے تو عزیرؑ جنگل مین علم الٰہی گم ہونے پر روتے پھرتے یہانتک کہ پلکین جھڑ گئین ناگاہ ایک قبر پر ایک بڑھیا کو روتے دیکھا کہ ہائے میرے کھانا و کپڑا دینے والے تو اُس سے کہا کہ تجھے کون کھانا کپڑا دیا کرتا تھا اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرمایا کہ پھر کیون روتی ہے وہ حی قیوم ہمیشہ زندہ ہے وہ بولی کہ پھر وہی علم دینے والا ہے تم کیون روتے ہو پس متنبہ ہوئے پھر حکم ہوا کہ فلان نہر پر جاکر غسل کرکے دو رکعت پڑھو وہان ایک بڈھے سے ملاقات ہوگی پس ایسا ہی ہوا۔ اُسنے تین انگارے کی صورت لال چیزین اُن کے منہ مین بھر دین جس سے اُنکو تمام توریت حفظ ہو گئی پھر ایک زمانہ کے بعد جب بنواسرائیل چھوٹ کر اپنی زمین مین آکر آباد ہوئے اور علماء نے جو بعض نسخ توریت کے پہاڑون وغیرہ مین پوشیدہ کر دیئے تھے اُنکو نکالا تو عزیرؑ کے ہاتھ سے زبانی یا دیر لکھی توریت کے مطابق پایا پھر یہ عجب مشہور ہا یہانتک کہ ایک وقت مین بعض جاہلون نے کہا کہ یہ امر اسی سبب سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور بعض نے یہ وجہ شبہہ کی ذکر کی کہ قولہ تعالیٰ او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا مین یہی حضرت عزیرؑ تھے چنانچہ بعد سو برس کے جب زندہ ہوکر گھر پہونچے تو بیٹے پوتے اُن کے سن سے زیادہ تھے۔ پھر بعض جاہلون نے اُن کے عجیب قصہ کی نسبت یہ رائے جمائی کہ اُسکی اسقدر عمر اور یہ حالت اسوجہ سے تھی کہ وہ ابن اللہ تھا۔ بہرحال یہ منصوص ہے

کہ یہود نے عُزیرؑ کی نسبت ابن اللہ ہونے کا افترا باندھا تھا جیسے نصاریٰ کا حال بیان فرمایا۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ
نصاریٰ نے کہا عیسیٰ بیٹا ہے اللہ کا۔ علماء رحمہم اللہ نے کہا کہ سبب اس شبہہ کا یہ ہوا کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور باوجود اس کے مردہ کو زندہ کرتے
تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ رد فرمایا کہ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اس سے توجیہ مذکورہ کا استیناس نکلتا ہے کہ عیسیٰ کی اس طرح پیدائش
موجب زعم الوہیت یا ابن اللہ نہیں ہو سکتی ورنہ آدم علیہ السلام زیادہ مستحق ہوں گے کیونکہ وہ بدون ماں و باپ کے تھے۔ بعض نے کہا کہ انجیل
میں بعض جگہ عیسیٰؑ کی نسبت خدا کا فرزند موافق محاورہ اسوقت کے اور اس زبان کے بولا گیا پس نصاریٰ نے جہالت سے غلو کر کے ایسا
کہنا شروع کیا حالانکہ اسمیں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ ابتدا میں نصرانیوں کا جو جلسہ قسطنطین نے جمع کیا تھا اور اس قول پر رائے لی تھی
تو ایک جماعت کثیر دنیا کی لالچ سے اسپر متفق ہوئے اور بعضے خدا پرست علماء نصاریٰ اس سے منکر ہوئے جنکو سزائے سخت دی گئی پس احتمال
ہے کہ جماعت اتفاق کنندہ نے تحریف کر کے اپنے مطلب کے ثابت کرنے کو ترجمہ میں یا اصل میں یہ لفظ بے موقع بڑھایا ہو اور دوم یہ امر ہے
کہ جب اس زمانہ کی بول چال تھی تو یہ لفظ ہو لیکن حقیقی معنی میں قطعاً نہیں ہے جیسے مولوی روم کا شعر ہے ؎ اولیا اطفال حق اند اے پسر ؛ حاضر
و غائب از ایشان با خبر ؛ پس مجاز مراد ہے علاوہ برین تعجب ہے کہ سوائے عیسیٰؑ کے انجیل میں نیک لوگوں بلکہ عام لوگوں تک یہی لفظ مستعمل
ہوا چنانچہ تحریف کئے ہوئے ترجمے جو اسوقت انجیل کے پائے جاتے ہیں ان میں خود بہت جگہ یہی محاورہ عام لوگوں کے ساتھ موجود ہے
پھر تعجب ہے کہ نصاریٰ نے خلاف عقل و خلاف اصول کے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت حقیقی معنی لئے اور ایسا سخت شرک و بہتان اختیار کیا
اور شیطان نے اُن کو سمجھایا کہ تم رسول اللہ عیسیٰؑ سے بڑی محبت کرنیوالے ہو۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ میرے نزدیک
لگتی ہوئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انجیل میں عیسیٰؑ کی نسبت بیٹے کا لفظ جیسے ابراہیمؑ کی نسبت خلیل کا لفظ جو محض شرافت و بزرگی ظاہر
کرنے کی غرض سے تھا اس کو اُن کے بعض علما نے غلو کر کے حقیقی بیٹے کے معنی میں تفسیر کیا اور جاہلوں نے اسکو قبول کر لیا یہانتک کہ
یہ اعتقاد ہو کر پھیل گیا اور سخت شرک میں پڑ گئے بہرحال عیسائی تو جب دلیل عقل و دلیل نقل سے پکڑے جاتے ہیں تو ہر طرح بغلیں جھانکتے اور مبہوت
ہو کر رہ جاتے ہیں اور بیٹا ثابت کرنیکی کوئی راہ نہیں پاتے ہیں لیکن کمال ہٹ دھرمی اور دلیری سے کھلم کھلا یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کا
بیٹا۔ بالجملہ اس بہتان و شرک میں یہود و نصاریٰ مشابہ ہیں اگرچہ اصل میں یہود قائل توحید تھے اور جتنے یہودی اسی توحید کے مدعی ہیں ہاں ثابت ہوا کہ بعضے مانند
نصاریٰ کے شرک کے قائل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا۔ بقولہ تعالیٰ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ انکی بات اُنکے منہ کی ہے یعنی سوائے
افترا و بہتان کے اسبات پر اُنکے پاس کچھ بھی حجت و دلیل نہیں ہے۔ بافواہہم سے یہ فائدہ نکلا کہ یہ باتیں ایسی ہیں کہ صرف اُنکے منہ سے نکلتی ہیں خارج میں اسکے معنی کا وجود
نہیں جیسے مہمل لفظ ہوتا ہے کہ اُسکے کچھ معنی نہیں پس کلمہ بافواہہم کی تاکید اسی فائدہ کیواسطے ہے ورنہ قول تو منہ ہی سے ہوا کرتا ہے اور بعض اہل علم نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کو بتاکید افواہ و السنہ ذکر کیا جو قول باطل ہے جیسے قولہ یقولون بافواہہم مالیس فی قلوبہم۔ اور جیسے قولہ
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ اور قولہ یقولون بالسنتہم مالیس فی قلوبہم۔ بعض نے کہا کہ کلمہ بافواہہم کی تاکید کے فوائد میں سے ایک یہ ہے
کہ اہل ایمان بسبب کمال شناعت و ظہور فساد اس قول کے ایسا نہ سمجھیں کہ یہ قول اُن کا حقیقی نہیں بلکہ بطریق مجاز ہے بدلیل آنکہ جس کو
ذرہ برابر عقل ہو وہ بھی ایسا نہیں کہیگا پس بافواہہم سے مؤکد فرمایا کہ یہ بے عقل درحقیقت اُس کو زبان سے کہتے ہیں پس جب یہ حالت
ہے تو ان کو معرفت الٰہی سے لگاؤ بھی نہیں پھر ایمان اُن سے کوسوں دور ہے لہذا فرمایا۔ يُضَاهِئُوْنَ اے یضاہی قولہم ہذا۔ قَوْلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مشابہ ہوتے ہیں یعنی مشابہ ہے یہ قول اُن کا قول ان لوگوں سے جو کافر ہوئے۔ مِنْ قَبْلُ اُن کے پہلے اور مراد

اس سے اُن کے اگلے لوگ ہین بر تقدیر یکہ یضاہئون کا فاعل ہر دو فریق یہود و نصاری ہون یعنی یہود و نصاری اس قول مین اپنے اگلے کافرون سے مشابہ ہین پس ثابت ہوا کہ اُن مین کفر کا وجود قدیم سے ہے اور اگر یضاہئون کا فاعل فقط ضمیر نصاری ہو تو اگلون سے مراد یہود ہین یعنی یہود نے جو عزیر علیہ السلام کو فرزند خدا کہا تھا انھین کی مشابہت مین نصاری نے مسیح علیہ السلام کو بھی کہا۔ یا اگلے کافرون سے مشرکین مراد ہین کہ وہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے پس یہود و نصاری نے اُن کی مشابہت مین عزیر و مسیح کو بیٹا بنایا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالی ان کافرون سے مقاتلہ کرے یعنی ہلاک کرے کیونکہ اللہ تعالی جس سے مقاتلہ فرمائے وہ ضرور مارا جاویگا اور مقصود اس سے ان مشرکون پر بد دعا ہے جیسا کہ عرب کا دستور ہے کہ ایسے موقع پر اسی لفظ سے بد دعا و تشنیع کرتے ہین یا مقصود اس سے تعجب لانا اُن کے اس شنیع قول سے۔ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کیف یصرفون عن الحق۔ دیکھو تو حق سے کیسے پھرے ہوئے باطل و بہتان کی طرف سر جھکائے گھسے جاتے ہین اور باوجودیکہ نہ عقل ایسی بیہودہ بات کو تسلیم کرتی اور نہ شرع اسکو حلال رکھتی ہے نہ کسی طرح اجازت دیتی ہے بلکہ صریح رد کرتی ہے مگر نفس کی خوشی اور کفر کی چاہ مین اترا کیے جاتے اور جو کچھ اُن کے اگلے پڑھے لکھے اور درویش لوگ کفر کی بات کہہ گئے اسی کو بدون دلیل شرعی اور دلیل عقلی کے مانتے اور حکم خدا و رسول سے باہر ہو کر کفر مین منہمک ہوئے جاتے ہین لہذا فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا

ٹھہرائے ہین اپنے عالم اور درویش خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹا مریم کا اور حکم یہی ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ

کہ بندگی کرین ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہین اسکے سوائے وہ پاک ہے اُن کے شریک بنانے سے چاہتے ہین

اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ

کہ بجھادین روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نرہیگا بن پوری کیے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانین

الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ

منکر اسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت لیکر اور دین سچا تا اُسکو اوپر کرے

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ہر دین سے اور پڑے بُرا مانین مشرک

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ۔ احبار جمع حبر بفتح اول و بقول فراء رح فتح و کسرہ دونون طرح ہے اس شخص کو کہتے ہین جو خوش تقریر و شائستہ گفتگو کرتا ہو۔ لیث رح نے کہا کہ حبر بمعنی عالم ہے جو اہل کتاب مین سے ہو خواہ ذمی ہو یا مسلمان ہو گیا ہو اور یہ عام ہے اور مفسر وغیرہ نے علماء یہود سے تفسیر کی۔ رہبان جمع راہب ماخوذ از رہبہ اور بعض نے کہا کہ نصاری مین سے زاہدون کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ علماء نصاری بمقابلہ احبار علماء یہود کے اور بعض نے کہا کہ صومعہ کے رہنے والے اور ظاہر یہ ہے کہ نصاری مین سے ایسے علماء جو صومعہ مین بیٹھ رہے ہین زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے اور وہی درویش ہوتے تھے اور معنی یہ کہ یہود نے اپنے احبار کو اور نصاری نے اپنے رہبان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالی کے ارباب بنالیا۔ ارباب جمع رب جسکی پرستش کیجائے یعنی اُسکے حق مین کوئی ایسا عمل اختیار کرے جو حضرت باری تعالی کی جناب مین لائق ہے مثلاً چیزون کے حلال و حرام کرنے کو کسی کی طرف سے مان لیا۔ عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ

جب عدی کو آنحضرت صلعم کی دعوت پہونچی تو شام کو بھاگ گیا اور زمانہ جاہلیت مین نصرانی ہو گیا تھا پھر گروہ بنی عنبر کے ساتھ عدی کی بہن بھی قید ہو کر آئی پس آنحضرت صلعم نے بلحاظ حاتم طائی اسکے باپ کے جو سخاوت و کرم مین مشہور تھا اس لڑکی کو و اسکی سفارش سے تمام قوم کو چھوڑ دیا وہ چھوٹ کر اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسکو اسلام کی خوبیان و عدل و خلق کریم سے آگاہ کر کے رغبت دلائی پس عدی بن حاتم روانہ ہو کر مدینہ آیا اور لوگون مین اُسکے آنے کا چرچا ہوا اور عدی کی گردن مین چاندی کی صلیب پڑی تھی پس آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی ۔ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابًا من دون اللہ ۔ عدی رضؓ نے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ ان لوگون نے رب نہین بنایا اور احبار و رہبان کی عبادت نہین کی تو فرمایا کہ ارے ضرور رب بنایا اس طرح کہ احبار نے یا رہبان نے جو کچھ حرام کیا اسکو حرام مان لیا اور جو حلال کر دیا اسکو حلال مان لیا پس یہی ان لوگون کی انکے واسطے عبادت تھی ۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عدی بھلا تجھے اسمین کون ضرر نظر آتا ہے کہ تو کہے کہ اللہ اکبر بھلا تجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی اور چیز اکبر معلوم ہوتی ہے اور تجھے کیا ضرر نظر آتا ہے کہ تو کہے کہ لا الٰہ الا اللہ بھلا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور بھی معبود جانتا ہے پھر اسکو اسلام کی دعوت کی پس عدی نے صدق دل سے کلمۂ توحید پڑھا ۔ عدی رضؓ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ کا چہرۂ مبارک لہلہانے لگا پھر فرمایا کہ اے عدی جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب ہوا ہے وہ یہود ہین اور قولہ غیر المغضوب علیہم مین وہی مراد ہین اور فرمایا کہ الضالین نصاریٰ ہین رواہ احمد والترمذی وغیرہ اور ایک روایت مین ہے کہ عدی رضؓ نے کہا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ صحیح ہے کہ وے لوگ اُن کو سجدہ وغیرہ سے عبادت نہین کرتے تھے ولیکن یہ بات تھی کہ جب احبار و رہبان کسی چیز کو حلال کرتے تو اسکو حلال جان لیتے اور جسکو حرام کرتے اُسکو حرام جان لیتے تھے رواہ احمد وابن جریر وابن مردویہ وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن المنذر وابن حمید والترمذی والبیہقی ۔ حاصل آنکہ رب بنا لینا یون تھا کہ وے لوگ اپنے احبار و رہبان کی اطاعت اس درجہ کرتے تھے کہ جیسے رب معبود کی اطاعت ہے حالانکہ جس قدر حکم الٰہی کے موافق اُن کی تکریم لازم تھی اسی قدر رکھتے نہ آنکہ اس درجہ تک پہونچایا جو حضرت حق تعالیٰ کی شان ہے ربیع بن انس نے کہا کہ مین نے ابو العالیہ رحؒ سے پوچھا کہ رب بنا لینا کیونکر تھا تو شیخ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل کی یہ حالت پہونچی تھی کہ بسا اوقات وہ لوگ کتاب الٰہی مین ایسی بات پاتے جس سے اُن کے احبار و رہبان کا قول برخلاف ہوتا تو کتاب الٰہی کا حکم قبول نہین کرتے بلکہ اپنے احبار و رہبان کا قول قبول کر لیتے تھے ۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ ہمارے شیخ استاد فرماتے تھے کہ مین نے فقہاء کے مقلد بہت لوگ ایسے دیکھے کہ بعض مسائل مین مین نے اُن کو بہت سی آیات سنائین حالانکہ اُن کا مذہب ان آیات کے برخلاف تھا پس اُنھون نے ان آیات کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے فقہاء مجتہدین ہی کا قول مانا ۔ اور میری طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے یعنی ان آیات کے ظاہر کا برتاؤ کیونکر ممکن ہے جبکہ اگلے فقہاء سے اسکے برخلاف ثابت ہے اور اگر تو خوب تامل سے دیکھے تو تجھے نظر آنے لگے گا کہ بہت سے دنیا دارون مین یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے ۔ ہذہ ترجمۃ کلامہ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مین جو بلا پھیل کر اس حد تک پہونچی کہ اللہ عز و جل نے اُن کو اتخاذ ارباب کا مشرک فرمایا اسکی ابتدا ایسی ہی تھی جیسے اس اُمت کے سفہاء مین ہے اگرچہ وہ علماء کی صورت مین ہون اور حاصل کلام صادق مصدوق حضرت رسول اللہ صلعم کا کہ یہ اُمت بھی قدم بقدم یہود و نصاریٰ کا اتباع کریگی ضرور واقع ہو گا حتی کہ جو کوئی ان کو اس فساد سے روکے گا اُس کے دشمن ہو جاوینگے اور آگ کے پتنگون کی طرح اپنے نفس کی پیروی مین اسپر غالب آ کر ضرور اس فساد کی آگ مین گرینگے اور در واقع یہ بات کبھی زیبا نہین ہے کہ آیات الٰہی جل سلطانہ و احادیث رسالت پناہی صلعم سے کسی بندہ کا قول معارض کیا جاوے بلکہ آیت و حدیث کو سنکر دل مین جگہ دے اور اُسکے لئے نرم ہو جاوے اور پڑھے آمنا باللہ وما اُنزل الینا جیسا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے اہل ایمان کا شیوہ بیان کیا ہے ۔ والسلام

امام رازی رحؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک دو معنی بیان کئے ہین اور جملہ تین وجہین ذکر کی ہین چنانچہ اُس کا ترجمہ یہ ہی کہ احبار و رہبان کو رب بنانے
کی یہ بھی صورت ہی کہ جیسے اس اُمت مین جاہل صوفی اور حشویہ لوگ جب اپنے پیر کی تعظیم مین مبالغہ کرتے ہین تو یہانتک نوبت پہونچ جاتی
ہے کہ ان کی طبیعت اس جانب مائل ہوتی ہی کہ شیخ مین الوہیت کا حلول ہی یا یہان مرتبہ اتحاد ہی اور اُن کا پیر اگر طالب دنیا ہی اور دین سے
درباطن منہ موڑے ہی تو بسا اوقات اپنے مریدون کو حکم دیتا ہی کہ مجھے سجدہ کرو یا میرا طواف کرو اور اُن سے کہتا ہی کہ تم میرے بندے ہو
اور حلول و اتحاد کی بہت سی باتین اُن کو سمجھاتا ہی اور اکثر اوقات جب بعضے احمق مریدون کو خلوت مین پاتا ہی تو واہی قصہ کہانی کہکر
اُن کے سامنے الوہیت کا دعوی کرتا ہی پس جب اس اُمت مین یہ باتین مشاہدہ ہین تو اگلی اُمتون مین جو بحکم قولہ یا موسی اجعل لنا الہاً
کما لہم آلہۃ حلول کیلیے مستعد اور بچھڑا پوجنے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے کیونکر یہ باتین بعید ہوسکتی ہین قال المترجم اس اُمت مین تو
بہت مبالغہ موجود ہی چنانچہ شیطان ان کے بہکانے سے لغت کا بہانہ کرکے شاعر کہتا ہی ؎ شکل انسان مین خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا - بعضے ایسے
ہین کہ حضرت صلعم کو بشر نہین کہتے اور اسکو عار جانتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون - یہ اُمور قول اہل کتاب کے بھی پڑھتے ہوئے ہین اللہم اہدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین - پھر امام رازی رحؒ نے لکھا کہ حاصل کلام یہ ہی کہ رب بنا لینے مین یہ صورتین ہین
ایک یہ کہ خلاف حکم الٰہی کے جو کچھ اُن کے پیر و عالم حکم لگاتے اسکو ماننے پر مستعد ہوجاتے تھے اور دوم یہ کہ اُنھون نے الزام کفر کو قبول
کیا گویا اُنھون نے ارباب بنالیے و سوم یہ کہ احبار و رہبان کے حق مین حلول ربوبیت کا اعتقاد کیا اور اتحاد و وحدت وجود سمجھے اور یہ تو
اس اُمت مین بھی مشاہدہ ہی مترجم کہتا ہی اعتماد ان وجوہ مین سے قول اول پر ہی کیونکہ مرفوع حدیث مین آچکا پس باقی وجوہ داخل عموم
آیت ہین یا بدلیل آیت کریمہ وہ بھی اتخاذ ارباب کو مستلزم ہونے کی وجہ سے انواع کفر مین داخل ہین پس تنقیح یہ ہی کہ یہود و نصاری نے
احبار و رہبان کو ارباب بنالیا - وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ - اور رب بنایا نصاری نے مسیح کو جو مریم کا بیٹا ہی اور اسمین اشارہ ہی کہ یہود نے
عزیرؑ کو رب معبود نہین بنایا تھا بخلاف نصاری کے کہ اُنھون نے حلول و اتحاد و انفصال کا کوئی دقیقہ جو عقل سے ہزارون کوس دور ہو نہین
چھوڑا - حاصل آنکہ یہود و نصاری نے عالمون و پیرون فقیرون کو رب بنایا اور نصاری نے مسیح ابن مریم کو بھی رب بنایا - وَمَا أُمِرُوا
إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا اور حال یہ ہی کہ کتاب الٰہی و رسول کی زبانی یہ لوگ فقط یہی حکم کئے گئے تھے کہ الٰہ واحد کی عبادت
کرین اور وہ اللہ تعالی ہی اسی کے حرام کرنے سے چیز حرام ہوتی اور اسی نے جس چیز کو حلال فرمایا وہ حلال ہی اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی
احتمال ہی کہ اُمروا کا فاعل خود یہی احبار و رہبان و مسیح ہون یعنی ان لوگون نے تو احبار و مسیح وغیرہ کو رب بنایا حالانکہ وہ نیک بندے
ان لوگون کو یہی حکم دیتے تھے کہ الٰہ واحد کی پرستش کرو - کما قال تعالی وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم الآیۃ - پھر کیونکر سزاوار
ہے کہ انھین کو ارباب بنادین اگر کہا جاوے کہ سوائے اللہ تعالی کی طاعت کے اور کسی کی طاعت اختیار کرنا شرک ہی تو رسول علیہ السلام
وغیرہ کی طاعت کیونکر ہوسکتی ہی تو جواب یہ ہی کہ رسول وغیرہ کی طاعت اگر مستقل ہو یعنی اُن کے نفس ذات کے لحاظ سے قطع نظر
رسالت وغیرہ کے اُنکی طاعت اپنے اوپر فرض کرے تو مشرک ہی اور اگر اس نظر سے اُنکی طاعت کرے کہ اللہ تعالی نے اُن کی طاعت کا
حکم دیا پس وہ عین طاعت الٰہی ہی تو کچھ تردد نہین ہی بالجملہ یہی حکم ہی کہ طاعت اپنے معبود حق سبحانہ کی بجالادین - لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
یہ جملہ الہاً کی دوسری صفت ہی یعنی ایسے الٰہ کی جو واحد ہی اور جس کی دوسری یہ صفت ہی کہ کوئی معبود نہین مگر وہی - یا یہ جملہ مستانفہ ہے
جس سے توحید کی تقریر ہوتی ہے - سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ - تنزیہا لہ عن الاشراک مطلقاً فی طاعۃ او عبادۃ او غیرہما -

تنزیہ و پاکی ہو اس کے لئے اشراک سے خواہ طاعت مین ہو یا کسی اور چیز مین ہو یعنی اسکی درگاہ مین شرک کو بالکل دخل نہین ہو۔ یہ سب تو اُن کی
گمراہی کا بیان تھا جسمین توفیق سے دور ہو کر راہ جہالت و ضلالت مین پڑے تھے اب دوسری قسم سے اُن کی ضلالت کا بیان شروع کیا۔
بقولہ۔ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ یعنی بھولا بھٹکا جو نیکبخت ہو روشنی کا متمنی ہوتا ہو اور اسکو پاکر راہ پر
آجاتا ہو برخلاف ان بدبختون کے کہ یہ چاہتے ہین کہ بجھاوین نور الٰہی کو اپنے منھون سے یعنی چاہتے ہین کہ اپنے منھون سے شرک کی باتین بنا کر
یا رسول اللہ صلعم یا قرآن کو جھٹلا کر نور الٰہی کو یعنی روشن دلائل کو جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور فرزند وغیرہ ہر نقص سے پاک ہونے پر دلالت
کرتی ہین مٹا دین۔ وَيَأْبَى اللَّهُ اور انکار کرتا ہو اللہ تعالیٰ یعنی اسکی رضا نہین ہو۔ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا
کرے باین طور کہ کلمۂ توحید کو بلند اور اسلام کو عزت دے۔ حاصل آنکہ یہ مشرک گمراہ چاہتے ہین کہ شرک کی باتون سے یا رسول و قرآن کو جھٹلا کر
توحید کو نہ پھیلنے دین ولیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہو کہ توحید کی روشنی پھیلا دے پس ضرور یہی واقع ہوگا اگرچہ تمام مخلوق توحید سے سرفراز نہو
کیونکہ یہ مشیت الٰہی مین جاری نہین ہوا جیسا کہ اور بہت سی آیات قرآنی اسپر صریح دلالت کرتی ہین پس جن بندون کے ساتھ مشیت متعلق
ہے وہی موحد ہو جاوین گے اور جن سے متعلق نہین وہ کافر و مشرک ہی رہین گے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ مشرکین جو توحید کو مٹانا چاہتے تھے آیت
کریمہ مین اُن کے حال کی تمثیل ہو یعنی یہ لوگ جو محض زبانی بک بک اور بہتان باندھنے سے نور توحید کو مٹانا چاہتے ہین تو اُن کی مثال اس فعل
مین ایسی ہو جیسے کوئی شخص چاہتا ہو کہ پھونک مار کر سورج یا چاند کے نور کو بجھا دے حالانکہ درحقیقت اسکی کوئی راہ نہین بلکہ وہ نور تو ضرور
چمکنے والا ہو ایسی ہی آنحضرت صلعم جس نور کے ساتھ بھیجے گئے وہ ایسے مشرکون کی باتون سے نہین مٹ سکتا بلکہ ضرور پھیلنے والا ہو۔ وَلَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ اگرچہ کافر بڑے برا مانا کرین اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو پورا فرما دیگا۔ بالجملہ کوئی تفسیر لیجاوے بہر تقدیر اس آیت کریمہ
مین بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک ہر ایسے شخص پر حجت واضح ہو جو اسلام کا منکر ہو۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچی رسالت اور
وحی سے آگاہ کر دیا کہ دین اسلام ضرور پھیل جائیگا۔ حالانکہ اسوقت تمام عرب ہی اسلام لانے کو پڑا تھا علاوہ برین شام و روم و فارس و مصر
وغیرہ مین بڑی زبردست سلطنتین قوم نصاریٰ کی تھین کہ تمام عرب متفق ہو کر ظاہر مین کسی طرح سامان و لشکر و ہتھیار و زر و جواہر و تعداد
مین انکا مقابلہ نہین کر سکتا تھا پھر بڑا ہٹ دھرم وہ شخص ہو کہ اس کلام معجز نظام پر غور نہین کرتا کہ بدون وحی الٰہی کے کیونکر ایک سچا آدمی
جس کے دشمن بھی اسکے بچپن سے اسکے نہایت سچے امانت دار ہونیکے مقر تھے ایسی بات کہتا جس پر بچشم ظاہر بین کسی طرح از راہ تجربہ و عادت
و نظر تدبیر کے واقع ہونے کا کبھی حکم نہین لگا سکتے تھے اور اس سچے آدمی کو اپنے جھوٹے بنائے جانے کا خوف نہوتا ولیکن چونکہ حضرت محمد
رسول اللہ صلعم بوحی الٰہی آگاہ کرتے تھے پس قطعی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ بشر کی نظر سے بہت بالاتر ہو جو وہ چاہے خواہ مخواہ
واقع ہوگا اس کو کوئی روک نہین سکتا کیونکہ وہ پاک پروردگار تمام جہان کا خالق ہو عیسیٰ ہون یا کوئی ہو سب اسکے عاجز بندے مخلوق
ہین وہ ہر بات پر قادر ہو۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ وہی آسمانون و زمین کا اس تمام صنعت
و خوبی کیساتھ پیدا کرنیوالا ہو جسکی عظمت جلال کا بیان نہین ہو سکتا اسی نے بھیجا اپنے رسول کو یعنی محمد مصطفیٰ رسولون کے سردار رسول کو ہدی
و دین حق کیساتھ یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل کی معرفت کے اچھے صحیح و ٹھیک اعتقادات توحید کے ساتھ جو علم و ہدی ہین اور پاکیزہ اخلاق و
اعمال کے ساتھ جو دین حق ہین اور دنیا و دین مین جو علم و عمل بندے کے نفع کا ہو کوئی اسمین چھوٹ نہین رہا پھر مصرح کر دیا کہ حضرت
محمد صلعم کا بھیجنا اسی غایت تک نہین تھا کہ کافر چاہے ایمان لاوین یا نہ لاوین اور کوئی اس دین پر ہو یا نہ ہو جیسے بعض دیگر انبیاء کے ساتھ

واقع ہوا بلکہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اسواسطے کہ تمام دینون پر غلبہ دے ف شرک نصرانیت و بت پرستی و آتش پرستی وغیرہ جو
ظلم و دروغ کے ساتھ پھیل رہے ہین سب پر غالب کرے۔ الحمد للہ تعالی کہ ایسا ہی واقع ہوا اور جو وحی الٰہی سے اُسکے رسول نے خبر دی تھی
ایسی حالت مین کہ کافر و منافق ہنستے تھے اور سچ نہین مانتے تھے وہ ٹھیک ٹھیک پوری اُتری۔ پس اسلام سے و رسالت رسول اللہ صلعم و
توحید سے انکار کرنیوالے عجب ہٹ دھرمی کرتے ہین کہ ایسے ایسے کھلے معجزے دیکھکر پھر بھی اسلام سے منکر ہین قطع نظر اسکے جو اعتقادات
توحید اور جو اخلاق جمیلہ اس دین مین تعلیم ہوئے ہین وہ خود اس امر کیلئے کافی تھے کہ ایک بے پڑھے لکھے کی طرف سے ان کمالات کی تعلیم اگر
معجزہ و وحی نہین تو اور کیا ہے اور اس سے قطع نظر اگر تم اپنے خالق کو پہچانتے ہو تو تم کو اُس کی معرفت و اخلاق آدمیت کے سوائے جس سے دین
و دنیا کا نفع دونون ملتا ہے اور کیا چاہیئے اور سوائے اس کے دوسری بات اس پاک دین توحید مین نہین ہے۔ افسوس اگر قرآن مجید پر
سچی آنکھ سے نظر کرین اور غور سے دیکھین تو اُن کو بہت سے معجزہ ملین جو صریح اس بات کی دلیل ہین کہ یہ کلام پاک وحی الٰہی ہے اور
صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب کو تہ کیا یعنی مجھے ایک حد پر مطلع کر دیا اور عنقریب میری امت
کا ملک وہان تک پہونچے گا جسقدر میرے لئے تہ کی گئی ہے۔ امام احمد رح نے عبد اللہ بن مسعود رض سے مرفوع روایت کی کہ عنقریب تمہارے واسطے زمین کے
مشارق و مغارب مفتوح کر دیئے جاوینگے ولیکن ان ملکون پر جو حاکم ہونگے وہ دوزخ مین جاوینگے سوائے ایسے حاکمون کے جو
اللہ تعالی سے ڈرے اور تقوی پر ثابت قدم رہے۔ اور امام احمد رح نے حدیث عدی بن حاتم سے روایت کیا جسمین ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے
مجھ سے فرمایا کہ تو خبردار رہ مجھے معلوم ہے کہ جو خیال تجھکو مسلمان ہونے سے روکتا ہے تو اس خیال مین پڑا ہے کہ اس شخص پر ایمان لانیوالے
و پیروی کرنیوالے لوگون مین سے ضعیف و کمزور بیچارے غریب ہین اور عرب کے زبردست لوگون نے مانا نہین بلکہ پھینک دیا اور نہین قبول کیا
سو بھلا تو نے حیرہ [نام شہر] دیکھا ہے مین نے عرض کی کہ مین نے دیکھا نہین مگر سنا ہے تو فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان
ہے کہ اللہ تعالی ضرور اس امر کو یعنی اسلام و توحید کو پورا کریگا یہانتک کہ عورت بدون کسی کے ساتھ ہونے کے حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا
طواف کر جاویگی اور واللہ تم لوگ کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کر کے قبضہ مین لاؤ گے۔ مین نے کہا کہ کسری بن ہرمز بادشاہ فارس
کے خزانے یعنی جس سے آج کوئی بادشاہ مقابلہ نہین کر سکتا۔ فرمایا کہ ہان کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کرو گے واللہ یہ ہوگا کہ مال خیرات
کیا جاویگا اور کوئی اسکو قبول نہین کریگا یعنی تونگری کے سبب سے خیرات جو فقیر لے سکتا ہے کوئی نہین لے سکیگا۔ عدی بن حاتم نے یہ حدیث
بیان کرنے کے وقت کہا کہ آنحضرت صلعم کا فرمانا آنکھون دیکھو کہ حیرہ سے مکہ تک بے کھٹکے عورت جاتی اور طواف و حج کر کے چلی آتی ہے حالانکہ
کوئی بھی اُسکے ساتھ نہین ہوتا اور کسری بن ہرمز کے خزائن فتح ہونے کے وقت واللہ مین شریک تھا اور واللہ بالتاکید تیسری بات بھی
ضرور واقع ہوگی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا ہے۔ رواہ احمد۔ اور اس قسم کی احادیث بہت کثرت سے ہین جن کا یہان لانا موجب
[امام مہدی آخر الزمان کے عہد مین ۱۲]
طوالت ہے پھر بہت تعجب و بڑا افسوس ہے کہ کوئی فرقہ راہ توحید و اسلام و رسالت حضرت خیر الانام سے منکر ہو ولیکن اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے ہدایت
دیتا ہے وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ اگرچہ مشرکین بُرا مانا کرین ف یعنی اللہ تعالی عز و جل دین کو غالب
کریگا اگر کہا جائے کہ قرآن مجید مین حضرت عیسی ع کی اتباع کرنیوالون کے حق مین قیامت تک غلبہ کا حکم آیا ہے۔ کما فی قولہ اذ قال اللہ یا
عیسی انی متوفیک و رافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ الآیۃ۔ پھر مسلمان کیونکر نصاری پر غالب ہوئے تو
جواب یہ ہے کہ آیت مین حضرت عیسی سے کفر و انکار کرنے والون پر غلبہ کی خبر ہے جیسے یہود کہ حضرت عیسی ع کے منکر ہین پس نصاری قیامت تک

اُن پر غالب ہیں گے اور مسلمان کبھی حضرت عیسیٰ کے منکر نہیں ہیں بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا بندہ رسول جانتے ہیں اور یہ آیت کریمہ بھی صریح
معجزہ ہے کہ قیامت تک کی خبر برابر صادق رہی پھر افسوس ہے کہ ہٹ دھرم انکار کرتے ہیں۔ اب رہے مسلمان و نصاریٰ تو اُن میں سے جو
متبع حضرت عیسیٰ ہوگا وہ بطریق اشارت کے غالب معلوم ہوتا ہے اور تحقیق تفصیلی اس آیت کی تفسیر میں گذر چکی اور خلاصہ یہ ہے کہ اتباع
دو طرح کی ہے ایک بحقیقت دوسری برائے نام پس اتباع بحقیقت یہ کہ حضرت عیسیٰ کو بندہ و رسول جانکر جو کچھ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت
سکھلائی ہے اسپر یقین و ایمان رکھے اور اتباع برائے نام یہ کہ اُن کی پیروی کا دعویٰ کرے اور نام لیوا کہلائے اگرچہ درحقیقت اُن سے
کوسوں دور بلکہ بالکل دروغ و زور ہو جیسے متاخرین نصاریٰ ہیں پس حقیقی اتباع کرنیوالے تو ضرور بدلیل اشارت کے غالب ہیں اور جو شخص
سچا مسلمان ہے اور دل سے اسلام کا یقین رکھتا ہے وہ درحقیقت عیسیٰ کا متبع ہے بلکہ اُمت محمدی صلعم میں سے سچے مسلمان گستاخی نہو تو
حضرت عیسیٰ کے واسطے متبع ہونے میں فخر ہیں اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام نصاریٰ پر غالب ہوئے اور برابر نصرانیوں سے کہتے تھے کہ حضرت
عیسیٰ کے تم کون ہو ہم ہی اُن کی اتباع کے واسطے اولیٰ ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جو نام کے مسلمان ہیں راہ توحید سے غافل ہیں دل میں یقین
نہیں ہے کہیں سیتلا پوجنے دوڑے اور کہیں شیخ سدو کے نام پر بکرے مارے اور کہیں قبروں پر ناک رگڑی گرد پھرے۔ جب اعتقادی امور میں
یہ حال ہے تو نور ایمان کہاں سے آیا پھر اُن کے اعمال پوچھنا کیا۔ کوئی بدفعلی اُن سے نہیں چھوٹی اور کوئی بدخلقی نہیں بچی ہے۔ زناکاری شرابخواری
جھوٹ فریب مکاری فتنہ پردازی مرغ بازی بٹیر بازی غرض کوئی کہاں تک بیان کریگا یہ اُن کے اعتقاد اور یہ اُن کے اعمال ہیں اور اُنکے
عالم لوگ تو اپنا معتقد بنانے پر مرتے ہیں اور پیر لوگ اپنے مریدوں کو مسئلہ وحدت وجود سکھلانے پر فخر کرتے ہیں جب یہ نوبت پہونچی
تو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کا داتا ہے پھر اُن میں حاکم کی حرکتیں ظاہر اور قاضی کی رشوت خواری ظاہر اور ثقہ گواہ کہاں جسپر فیصلہ
ہو پھر حکومت سوائے ظلم و فساد کے اور کیا ہوگی لہذا ایسی صورت میں سب نام لیوا متبع معلوم ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جسکو چاہے حاکم فرمائے اور وہی
ہر چیز پر قادر ہے اللہم اعز الاسلام و اہلہ و وفقنا وانت ارحم الراحمین۔ اے لوگو راہ توحید و اسلام کو مضبوط پکڑو تاکہ دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ
کی نصرت سے سرفراز ہو اور علما پہلے صلاحیت اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ
و مجوس جو اسلام میں اس نظر سے عیب لگاتے ہیں کہ جتنے برے کام ہیں وہ دنیا کے لوگوں میں سے اہل اسلام میں زیادہ ہیں لہذا یہ مذہب
قابل قدر نہیں ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس طرح کسی مذہب کی خوبی نہیں دکھلائی دیتی ہے بلکہ اس مذہب کے اعتقاد و اعمال کو دیکھو تو معلوم ہو
اور اُن لوگوں کو مت دیکھو جو برائے نام اس مذہب کے مدعی ہیں کیونکہ یہ لوگ تو برائے نام اس مذہب کے ہیں نام لیوا ہو کر گویا بدنام کرتے ہیں
مترجم کہتا ہے کہ بنظر انصاف دیکھو تو یہ بات بھی حقیقت اسلام و صدق رسالت کی دلیل ہے اور غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی
اس امر کی بھی خبر فرمائی تھی کہ جیسے اگلی اُمتوں نے دین بگاڑا ویسی یہ اُمت بھی اُن سے ایک عدد زائد تہتر فرقہ ہو جائیگی۔ اور امام مسلم
نے اپنی صحیح میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ رات و دن نجائینگے یہانتک
کہ لات و عزیٰ پوجے جاوینگے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق
لیظہرہ علی الدین کلہ۔ الآیۃ تب مجھے یقین تھا کہ یہ تمام و کمال ہوگا آپنے فرمایا کہ ہاں جسقدر اللہ عزوجل کی مشیت ہوگی وہاں تک ہوگا۔ پھر
اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دیگا جس سے ہر وہ شخص مر جاویگا جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا اور باقی وہ لوگ
رہ جاوینگے جنمیں کچھ بھلائی نہیں ہے پس وے لوگ اپنے باپ دادونکے دین کی طرف پھر جاوینگے رواہ مسلم۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ علی الدین کلہ

مفرد کیونکر ہو تو جواب آنکہ کفر کے دین سب شیطانی راہ ورکج ہونے مین یکسان ہین کما قیل الکفر ملة واحدة۔ اگر کہا جاوے کہ دین موکد بلفظ کل ہو اور دین اسلام بھی ایک دین ہو وہ بھی داخل ہو جائیگا تو جواب یہ کہ الدین مین الف لام عہد کا ہو اور مراد کل ادیان باطلہ ہین پس دین اسلام اسمین داخل نہین ہو۔ واضح ہو کہ راہ مستقیم مانند خط مستقیم کے ایک ہی ہو سکتی ہو اور ماسوائے اسکے جانب افراط یا تفریط مین جملہ راہین کج ہو نگی لہذا اہل اسلام اُمت قسط وعدل ہین اُن پر لازم ہو کہ اپنے دین مین جو اُمور قرآن وحدیث سے ثابت ہین بس ٹھیک ٹھیک انھین پر اُنکی حد تک مستقیم رہین کسی جانب کو ہوا وہوس سے تجاوز و میلان نہ کرین ورنہ اسلام سے خارج ہو جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین توحید کے مدعی بنے رہین اور اپنے آپ کو محب رسول اللہ صلعم تصور کرین کیونکہ دعوی دروغ ہو والسلام ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون الخ مقتدی نے جس شخص کی اقتدا وتقلید کی اگر اسی پر نظر رکھی اور دیدار حق تعالیٰ سے نظر غافل کئے رہا تو اُس کو رب بنا لیا اور مشرک قرار دیا یعنی طاعت فقط حق تعالیٰ عزوجل کی ہو اگرچہ درمیان مین انبیا و اولیا وسیلہ ہوتے ہین پس ان وسائل کی طاعت کرنے مین یہ لحاظ نہ رکھے کہ یہ طاعت اُن کی طاعت ہو بلکہ یہ طاعت عین طاعت آلٰہی ہو جو بوسیلہ اُن کے معلوم ہوئی ہو کیونکہ توحید کے دین مین یہی ہو کہ قِدم کو جو فقط باری تعالیٰ جل جلالہ ہو حدث سے جو تمام ماسوائے حق تعالیٰ ہو مفرد کرے اور اس افراد مین وسائط و وسائل پر نظر رکھنا شرک ہو اور تصدیق اُسکی پوری آیت مین ہو یعنی قولہ وما اُمروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا۔ وحدانیت کی غیرت نے درمیان مین شاہد و آیات وجملہ مخلوقات مین سے کسی کو باقی نہین رکھا چنانچہ فرمایا۔ قل اللہ ثم ذرہم یعنی دین توحید مین صرف اللہ ہی اللہ تعالیٰ ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ ہو وہ کچھ نہین ہو۔ اسیواسطے جب آنحضرت علیہ السلام نے غیرت قدم کو لحاظ کیا تو اپنی مدح مین اپنی حد سے تجاوز کرنا منع کیا یعنی حدوث کی تعریف اسی کی حد تک ہو اور شان قدم تک نہ پہونچنے پاوے چنانچہ فرمایا۔ لاتطرونی کما اطرت النصاری المسیح۔ یعنی میری تعریف مین تم ایسے نہ اطرا کرنا جیسے مسیح کی شان مین نصرانی اطرا پر چلے اور مشرک ہو کر ضال وگمراہ ہو گئے چنانچہ قولہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کی تفسیر صحیح حدیث مین یہی آئی ہو کہ مغضوب علیہم یہودی ہین اور ضالین نصرانی ہین اور ان دونون کی راہون سے پناہ مانگنے کی سورۂ فاتحہ کی اس آیت مین تعلیم ہو۔ آنحضرت علیہ السلام کو ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی متابعت کا حکم اسی معنی کر تھا کہ درگاہ قدم کو حدوث کے لگاؤ سے پاک منزہ رکھتے ہین ابراہیم بمرتبہ خلت فائز تھے یہ نہین دیکھتے کہ نمرود ملعون نے جب آگ مین ڈالنے کا قصد کیا اسوقت ملائکہ آسمان وزمین کو اضطراب وجنبش ہوئی کہ الٰہی یہ کیا شان ہو جہان مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہین کہ کافر منکر ایک موحد خلیل کو آگ مین ڈالنے پر قابو دیا گیا اور اُن کو اجازت ملی کہ جو ابراہیم تم سے مدد چاہے وہ مدد دو لیکن حضرت خلیل علیہ السلام تمام یقین رکھتے تھے کہ تاثیر فقط قدرت آلٰہی کی ہو کسی اور کی حرکت سے کچھ نہین ہو سکتا لہذا کمال مطمئن تھے کہ جب درمیان مین غیر کا وجود محض ہیچ ہو اگرچہ جس حکمت کیواسطے حدوث پیدا ہوئے ہین وہ حکمت اُن سے بتاثیر قدرت قدیمہ ظہور کرتی ہو پس اس معنی سے تو یہ باطل نہین اور باطل کہنا بایں معنی ہو کہ اُنکی ہستی مستقل ومؤثر گمان کی جاوے لہذا قولہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا عین صدق ہو اور قولہ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل بھی درست ہے ہکذا سنح للمترجم واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ آنحضرت علیہ السلام کو ملت حنیفیہ ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم تھا پس آپ نے حالت صحو مین فنار الکل فی الکل کی اور قدم کے حدوث سے پاک منزہ ہر طرح بے لگاؤ ہونے کی خبر فرمائی بقولہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہو کہ اسوقت مجھ مین کسی رسول مکرم وفرشتہ مقرب کی گنجایش نہین یعنی اشارہ کر دیا کہ میرا سر باطنی اللہ تعالیٰ کی توحید وتفرید کیلئے فارغ ہو اسمین کسی حادث کا گذر نہین ہو۔ قال المترجم علمار رح نے کہا کہ یہ حدیث نہین بلکہ کسی اُمتی بزرگ کا

قول معلوم ہوتا ہو د طریقہ سند سے بعض نے کہا کہ موضوع ہو اور بعض نے کہا کہ ضعیف ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ الویزیدرحہ نے مقالۃ التوحید مین کہا کہ خبردار توحید مین کسی کا لحاظ نہ رکھنا یہ نہین ہو سکتا کہ تو حبیب علیہ السلام یا کلیمؑ و خلیلؑ کو لحاظ کرے اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین راہ پاوے۔ **قال المترجم** قول توحید ابت دقیق ہو اور اسکی صحت مین شک نہین اور اسیواسطے شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی مین بعض صوفیہ کے طریقہ تصور شیخ پر انکار کیا یعنی بعضے صوفی اپنے مریدون کو تعلیم کرتے ہین کہ مراقبہ مین اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھو یہانتک کہ غیر مراقبہ مین بھی ہر وقت تمھارے سامنے وہی صورت نظر آئے تو شاہ صاحبؒ نے اسکو توحید کے خلاف بلکہ صاف شرک کہدیا ہے اور مترجم کہتا ہو کہ تصور کی تحقیق و اُس کے اسرار کی توضیح بہت طول چاہتی ہو اور اتنا یاد رکھو کہ تصور کے عجیب آثار و غریب اسرار ہین اور توحید مین اگر جناب باری تعالیٰ کی نسبت کوئی ارتصور کسی قسم کا آوے یعنی کسی طرح کی کوئی صورت خیال مین سماوے تو اُس کو فوراً رد کر دے کہ میرا پروردگار تعالیٰ اُس سے پاک منزہ ہو اور یہ سب نفس و شیطان کے تخیلات ہین و نعوذ باللہ منہا۔ **قال الشیخ** رح شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام کے تقرب و خصائص کیا کیا ہین اور کیسے مکرم ہین تو کہا کہ واللہ ایک ہمیشہ ہوا کہ مجھے یہ خیال بھی نہین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو پیدا بھی کیا ہو آمین شیخ شبلی رحہ نے اشارہ کیا کہ شہود الٰہی عزوجل کے سامنے شبلی خود نابود ہو تو غیر کا مشاہدہ کہان ہا بعض مشائخ نے کہا کہ یہود و خصوص نصاریٰ نے کچھ پیر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کے طلب مین اڑنا چاہا و لیکن ایسی چیز سے سکون و آرام پاکر طلب و کوشش سے مطمئن ہو بیٹھے جو خود اُن کے مثل ہو یعنی وہ بھی اُن کے مانند ایک مخلوق بشر ہو کہ آدمی سے پیدا ہوا پس اُنھون نے حق تعالیٰ کو ایسی راہ سے ڈھونڈھا جو اُس کی راہ نہین پس گمراہ ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جس کی آنکھ مین نور توفیق کا سُرمہ عنایت کیا اُسکے سامنے راہ کھلی ہوئی ہو اور جو اس سے اندھا ہو وہ راہ حق سے مردود ہو اور راہ شیطان و نفس پر بھٹکا پھرتا ہو اور عجیب ہو کہ ان لوگون کو خود معرفت نہین مگر اہل معرفت و اسلام و توحید کو بے راہ بتلاتے ہین۔ اور خود اپنے باپ دادون کی راہ پر تقلید کیے جاتے اور مقام توحید سے کہین پیچھے گرے پڑے ہین مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قل یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اہواء قوم قد ضلوا من قبل الآیۃ۔ یعنی اے محمد صلعم تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے کہدے کہ اے لوگو تم اپنے دین مین حق کے برخلاف غلو مت کرو کہ عزیرؑ و عیسیٰؑ کو بیٹا بناؤ اور اپنے اگلون کی تقلید مت کرو جنھون نے اپنے جی کی چاہی بات کو شیطان کی سجاوٹ سے گڑھ کر مان لیا اور خود بھٹکے اور دوسرون کو گمراہ کر دیا۔ بالجملہ جن کے دلون مین بچھڑا پوجنا رچ گیا۔ اور جنھون نے مورتین گڑھی ہوئی اپنے معبود بنالئے اور جنھون نے اپنے خیالی معبود کے بیٹون سے دھیان لڑایا جن کا پوتا و پروتا دیکھنے مین نہ آیا بھلا وے کب عقل کی نورانی راہ پر آوینگے جہان سوائے ذات پاکؐ وحدہ لا شریک کے کسی حادث چیز کا گزر نہین ہو اور یہ پیچ پیچ چھوڑ کر کہان دوبے لگاؤ قدیم پاک جامع صفات کمال معبود کو مانین گے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے تو ہو سکتا ہو پھر شیخ نے لکھا کہ اس اُمت مین جو مکار پیر ہین کہ درحقیقت شیطان کے نائب ہین اور صورت اپنی نیک لوگون کی سی بناتے ہین جو رسول اللہ صلعم کے نائب ہوتے ہین پس صورت و لباس و ظاہر مین تو عباد الرحمن بنتے ہین اور سیرتؐ بد باطنی مین شیطان ہین بڑی بڑی داڑھیان لٹکائے رنگے کپڑے و تہ بند و جبہ و دستار جمائے یہ کہتے پھرتے ہین کہ ہم بزرگ خانوادے کے ہین ہم فلانے بزرگ کی اولاد ہین اللہ تعالیٰ انکے مکر سے بچائے۔ اور تماشا یہ ہین اُن کی لنبی داڑھی کی ہنسائی پھیلاوے۔ یہ بدبخت سمجھتے ہین کہ معرفت و توحید بھی کچھ نسب و خانوادے سے ملتی ہو اور لوگون کو مرید بناتے اور خود گمراہ ہین اُن کو بھی گمراہ کرتے ہین۔ تو بہ تو بہ بھلا جسکو اللہ تعالیٰ نے معرفت و توحید سے باتباع سنت سید المقربین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفراز فرما کر اسکا دل تمام اغیار سے پاک کر کے قبول نہین کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو جائے یہ ہرگز ممکن نہین ہو مترجم کہتا ہو کہ اس فساد کی اصل جڑ تو فرقہ شیعہ و رافضہ سے نکلی ہو

اللہ تعالیٰ اُن کے شر سے بچاوے۔ جنیدؒ نے کہا کہ بندہ کے حق مین بھلائی کی علامت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو علم نافع دے اور بحث وجدال ونام ومال وجاہ ومنال چاہنے والون کی صحبت سے بچا کر ایسی صاف باطن قوم کی صحبت عطا کرے جو دنیا سے درحقیقت بے رغبت اور خاموش وگمنامی پسند وراہ سنت پر مستقیم واپنے نفس کی ہوا وہوس سے دور بھاگنے والے وبندگان خدا پر شفقت کرنیوالے امانت دار دین کے خیر خواہ اور اسکی حفاظت مین ہمہ تن مصروف ہین مترجم کہتا ہو کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہو کہ عالم ہو یا صوفی ہو جب اُس نے دنیا کا نام ومال چاہا تو اُس کی محنت کا ثمرہ اسکو یہان مل جائیگا پس متدین عالم کو چاہیئے کہ اپنی گمنامی پر اُسکے مقابلہ مین رنج وحسد نہ کرے اور نفس کے جھگڑے مین صبر وثبات کی توفیق چاہے اگرچہ وہی نام کے چاہنے والے بیدین گمراہ اسکی تحقیر وتوہین کرین اور آخر مین اللہ تعالیٰ چاہتا ہو تو وہ خود بخود نیکنام مشہور ہو جاتا ہو۔ جیسے یہود ونصاریٰ نے دین اسلام کی نسبت یہی چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا بلکہ اسکا بلند وظاہر کرنا چاہا اور وہی ہوا چنانچہ قولہ تعالیٰ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم الآیۃ سے ظاہر ہو۔ شیخ نے کہا کہ یہ ان مشرکون کی پوری جہالت تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت سے اُنکو کچھ نصیب نہ تھا یہ کیسے ہوسکتا ہو کہ اپنے خیالات کی آگ روشن کرکے وے ایسے سورج وچاند کی روشنیان مٹا دین جو توحید مین بے غبار دکھاتے ہین کہ اُن پر کسی نجس مشرک انسان کی نگاہ نہین ٹھہرتی ہو اور جن بندون مین یہ توحید ہو اُن کے روبرو شیطانی آگ بیچاری کی کیا قدر ہوگی کیونکہ وہان بحکم قولہ نور علی نور کے سبب اسکے کہ صفات الٰہی کے واسطے نہایت نہین ہو وہ آب وتاب روزافزون ہو کہ اُنکی آگ کا وجود نابود ہو۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ الخ اللہ تعالیٰ نے تمام حکمت بالغہ ودقائق امتحان کیلئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہو کہ ایک رسول پاک کے واسطہ سے بندون کو اپنی راہ کا علم وعمل تعلیم فرماوے پس وہ اس واسطہ الٰہی سے اسطرح سیکھے کہ نظر اصلی عبادت اصل یعنی حق سبحانہ تعالیٰ ہو اور کمال قدر سے واسطہ کا شکریہ جان ومال سے ادا کرے کیونکہ اس نعمت کے فیض مین اللہ تعالیٰ نے اسکو واسطہ کردیا پس وہی اُن کو اللہ تعالیٰ کی راہ عبودیت بتلاویگا یعنی پہلے اُن کو آگاہ کریگا کہ تمھارا خالق جل جلالہ وہ پاک پروردگار ہو جس کی ذات وصفات ہرگز تم بندون کی عقل وگمان مین نہین آسکتی ہو لیکن یہ سمجھو کہ وہ قدیم ہو جسکی نہ ابتدا ہو نہ انتہا ہو اسکا کوئی شریک نہین ہوسکتا جو چاہے وہ کرے اسی کی قدرت مین تمام مخلوقات آسمان وزمین وحیوان ونبات سب مسخر ہین جس دم جس پر جو تاثیر ہوتی ہو وہی اُسکا اثر ہوتا ہو وہ سب دیکھتا سنتا جانتا ہے یعنی کان آنکھ وغیرہ سے نہین بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہو وہ کسی چیز سے مشابہ نہین وہ سب سے پاک منزہ ہو جو بات عیب ونقصان ہوا کرتی ہو وہ کوئی بھی جناب الٰہی مین گنجائش نہین رکھتی ہو وہان بیٹا بیٹی جورو وغیرہ کو کچھ گنجائش نہین وہ پاک ہو غرضکہ پہلے اس طریقہ سے حضرت معبود عزوجل کو پہچنوا دیگا جب جان چکے کہ ہمارا معبود ایسا ایسا عظمت وجلال والا پاک ہو جس نے ایسی ایسی مخلوقات پیدا کی جسمین عجیب عجیب حکمتین ہین جسکی ایک پتی بھی کوئی نہین پیدا کرسکتا ہو اور یہ سب ہمارے ہی واسطے ہو اُسنے اپنے فائدہ کیلئے کچھ نہین پیدا کیا کیونکہ وہ پاک ہو وہان کسی احتیاج کو دخل نہین ہو پس ہم پر واجب ہو کہ اسکا شکریہ ادا کرین جو اُسنے ہم کو اس خوبی وعقل کیساتھ پیدا کیا مگر یہ معلوم کہ اُسکے شکریہ کیلئے کوئی چیز کہان سے لاوین بلکہ انھین ہاتھ پاؤن زبان ودل سے ادا کرینگے پھر بھلا شکریہ کیا ادا ہوگا لیکن اسکی رحمت ہو کہ اسکو قبول کیا پھر یہ بھی ہم سے نہین ممکن کہ ہر آتی جاتی سانس پر شکریہ ادا کرسکین اسپر اور زیادتی یہ کہ صحت وسلامتی وعافیت و رزق وغیرہ ہزارون نعمتین دین جن کا شمار نہین ہوسکتا تو کن کن نعمتون کا شکریہ کیسے ادا ہو آخر ضرور اقرار ہوا کہ الٰہی ہم عاجز ہین ہم سے کہان شکریہ ادا ہوسکتا ہو اسپر مزید رحمت دیکھو کہ جنت ونعمت دینے کا وعدہ فرمایا الٰہی تیری رحمت کا کون پار پاوے لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ تیرے ہی واسطے بندگی کرنا واجب ہو پس رسول پاک نے سکھلایا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی دل وجان سے خوش ہو کر اسطرح ادا کرو اور اسکا

یہ طریقہ ہو اور زنا وچوری ودغابازی وظلم وفساد وغیرہ ایسی ایسی بری باتوں سے باز رہو اور عفت وامانت ودیانت وعدل وامن وخیر خواہی وغیرہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر دنیا کی چند روزہ زندگی بسر کر لو کہ مرتے ہی اس قید خانہ سے چھوٹ کر راحت وآرام میں پہونچو اللھم توفنی مسلما ومؤمنا وانت ارحم الراحمین۔ پس جسکو واسطہ مقرر کیا اسپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو کہ اسکے واسطے سے ہم پر یہ فضل فرمایا اگرچہ واسطہ کو خود یہ اختیار نہیں کہ یہ فضل جسکو چاہے اسکو عطا فرماوے بلکہ ہدایت وتوفیق حضرت باری تعالیٰ عزوجل کے اختیار میں ہو وہی قادر مختار ہو جو کرتا ہو عین حکمت ہو کسی بندہ کی مجال نہیں کہ اس حکمت کو پہونچ سکے۔ لہذا جس بندے نے اپنے خالق معبود کو پہچانا وہ صدق دل سے اقرار کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کیا وہ عین عدل وسراسر حکمت ہو اور کسی بندے کا دہان کچھ دعوی نہیں اور کسی زاہد وعابد کا جو شب وروز عبادت ہی میں رہا ہو کچھ استحقاق نہیں چنانچہ اوپر بیان ہو گیا لیکن اسکا فضل ہو کہ نہ شکریہ ادا ہوا اور نہ عبادت مگر اپنے فضل سے جنت دی اسمیں کوئی سبب استحقاق نہ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی عبادہ الصالحین پھر جسکو رسول وواسطہ کیا وہ ادب سکھلانے میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب ومقبول کرنے میں واسطہ نہیں ہو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیا اور اسکو گنا ہگاروں کا شفیع بنایا ولیکن کسی معاملہ ہدایات میں شریک نہیں کیا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا بس اسکی طرف گمان ہی نہیں۔ پھر قولہ بالھدی ودین الحق۔ میں ہدی تو قرآن نورانی ہو اور دین الحق حقائق شریعت ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اپنی درگاہ تک پہونچنے کی راہ بنایا کہ وے راہ مستقیم پر علامات ہیں اور اس اندھیرے گھر میں نور ہیں جن کے پیچھے پیچھے چلنے والا اس درگاہ عظمت وجلال تک پہونچ جاویگا۔ **قال المترجم** واضح ہے کہ راہ بہت باریک ہے اسمیں لوگوں کی عقل ٹکراتی پھرتی ہو اور ہرگز اسپر اعتماد نہیں اسی واسطے کرم فرما کر رسول بھیجدیے بس علماء کا اجماع ہو کہ جو شخص کھاتے پیتے سوتے اٹھتے بیٹھتے بسر کرنے میں آخر دم تک ہر ہر بات میں وہی طریقہ برتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تو عین ثواب ہو اور نیت صادقہ سے وہ ٹھیک راہ مستقیم پر ہو پھر اس سے نیچے وہ جو فرائض وواجبات وسنن موکدہ میں مستقیم ہو پھر جو فرائض وواجبات میں مضبوط وسنن قریب بواجب میں ثابت ہو علی ہذا القیاس واللہ اعلم پھر اہل کتاب کے سرگروہ لوگوں کا شر وفساد بیان کیا۔ بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق

وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي

اور اٹکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپیہ اور خرچ نہیں کرتے

سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا

اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دکھوالی مار کی جسدن آگ دہکا دینگے اسپر دوزخ میں پھر داغیں گے اس سے

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا

ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہو جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ

مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

اپنے گاڑنے کا

اللہ تعالیٰ نے احبار ورہبان کی پیروی کرنیوالوں کا حال تو اوپر بیان کر دیا کہ کمال حماقت سے انکو ارباب بنالیا اور حکم اللہ تعالیٰ ورسول

کو معطل چھوڑ دیا اور شرک و ضلالت میں پڑ گئے اب احبار و رہبان کا حال کہ کیسے دنیا میں منہمک دین میں مفسد ہیں بیان فرمایا بقولہ تعالے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۔ اے ایمان والو تم آگاہ ہو کہ إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ ۔ احبار و رہبان میں سے
بہتیرے ۔ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھا جاتے ہیں اموال لوگوں کے بباطل ضحاک رح نے کہا کہ احبار سے
علماء یہود اور رہبان سے علماء نصاریٰ مراد ہیں مشہور یہ کہ راہب وہ نصرانی جو ہجرا بنکر صومعہ میں عبادت کیلئے تنہا بیٹھا ہو اور شاید
اکثر انہیں کے علماء ایسا کرتے ہوں گے اور قولہ کثیرا من الاحبار ۔ سے معلوم ہوا کہ قلیل ان میں سے ایسے نہ تھے بلکہ وہ تقوی رکھتے تھے اور
بدون تحریف و تبدیل کے اصل کتاب الٰہی کی پابندی کرتے تھے کذا قیل اور مترجم کہتا ہے کہ قید کثیر سے یہ بات نہیں نکلتی کہ متقی اور اصل
دین پر تھے بلکہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض لوگ باطل طور پر مال کھانے والے نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ تحریف و تبدیل کرتے تھے یا نہیں
مگر احبار یہود میں سے مانند عبداللہ بن سلام رض وغیرہ کے متقی تھے اگرچہ ان کی کتابیں تو مدت سے تحریف ہو گئی تھیں لہذا اصل کو تحریف سے
تمیز کرنے میں انکو خود پریشانی تھی بہرحال مومنوں کو ان کی بدافعالی و حرکات سے ہوشیار کر دیا تاکہ ان کو عالم سمجھکر انکے فریب و دھوکا
نہ کھائیں اور ان کو باپیر فساد سمجھکر بندگان خدا کو اُن کے دام تزویر سے بچا دیں اور خود اپنے درمیان اُنکے مانند حرکات سے حفاظت رکھیں
اور الناس سے ظاہر ان لوگوں کے معتقد و متبع مراد ہیں اور شاید عموماً ہو یعنی ان کی بددیانتی یہ ہے کہ باطل سے عام لوگوں کا مال کھا جانا
چاہتے ہیں اور کھا جانے سے یہ مراد کہ لے لیتے ہیں اور محاورہ کے طور پر اس کو کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ مال لینے کا بڑا نفع یہی ہے کہ کھایا جاوے
و بالباطل لے باطل کے معاوضہ میں چنانچہ یہودی اپنے ہاتھوں کتابیں لکھتے اور ان میں احکام کی تحریف کرتے اور کہتے کہ توریت یہی ہے اور
بعض مفسرین نے کہا کہ بالباطل لے بوجہ الباطل یعنی باطل وجہ و ذریعہ سے جو حلال نہیں ہے جیسے احکام میں رشوت لینا وغیرہ اور یہی قول
اوجہ ہے اور یہود و نصاریٰ سب کو اور جملہ وجوہ کو شامل ہے اور حاصل آنکہ احبار و رہبان کا یہ حال ہے کہ باطل وجوہ سے لوگوں کے مال لیتے
ہیں ۔ بعض نے کہا کہ عوام کے سامنے یہ دعوی کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی بدون اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ احبار و رہبان کو راضی
رکھو اور جان و مال سے اُن کی خدمت کرو اور ہر چند مشہور بات جانتے تھے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے احکام مانے اور جو باتیں شرع
میں منع ہیں اُنسے باز رہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گا لیکن احبار و رہبان کے ایسے متبع تھے کہ جو وہ کہتے اسی کو لیتے جیسے قوم ہنود میں برہمنون
کیلئے قواعد مقرر تھے یا جیسے غیر ملک دین سے واقف نہونے کیلئے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی دریائے اٹک سے پار اُترے وہ دھرم سے جاتا
رہا اور عوام انہیں باتوں پر مانند قطعی احکام کے یقین و عمل کرتے تھے بعض مفسرین نے کہا کہ توریت میں بعثت محمد صلعم و فضل و خاتمیت کی
آیات تھیں تو ان میں تحریف کر کے حضرت موسیٰ کو خاتم الانبیاء اور دین یہود کو باقی قرار دیتے تھے اور ان حرکتوں سے مال تحصیل کرتے
اور بسا اوقات اس دین کو باقی قرار دیکر اسکی تقویت کیلئے عوام پر مال واجب کرتے بالجملہ فریب و مکر کے صیغے شیطان سے سیکھ کر دین کے
پیرایہ میں دین فروشی کر کے دنیا کماتے تھے ۔ امام رازی رح نے تفسیر کبیر میں اُن کے ہتھکنڈون کو مشرح بیان کر کے لکھا کہ یہی سب صیغے
مکر و فریب کے ہمارے زمانہ میں بھی موجود ہیں کہ اکثر مکار دنیادار دین فروش عالم و فقیر ایسے ہیں کہ انہیں طریقوں سے جاہل احمقوں کے مال
کھاتے ہیں اور لکھا کہ اگر تو ہمارے زمانہ کے شیخی بگھارنے والے عالموں کو اور مکار پیر فقیروں کو تامل نظر سے دیکھے یعنی براہ سنت شرع مقدس پر انکی
آزمایش کرے تو اسلام و توحید سے کہیں دور پاویگا اور تجھے یہ نظر آویگا کہ گویا یہ آیات انہیں عالموں و پیروں کی شان میں اُتری ہیں اور انہیں کا
تفصیلی حال ان آیات میں بیان ہوا ہے ۔ ذرا غور سے دیکھو تو بعضے پیر فقیروں کا یہ حال ہے کہ دعوی تو یہ کہ دنیا کی طرف مجھے التفات نہیں اور کسی

مخلوق کی طرف میری نظر نہین بلکہ مین فقط اپنے معبود ہی کی طرف راجع ہون اور ایسی ایسی باتین کریگا کہ گویا طہارت مین ملائکہ سے ہمسر ہو گیا پھر جب دنیا کے امور مین سے کوئی پیش آیا تو ایسا اوندھے منہ گرا کہ کمال حرص سے ایک ٹکڑا روٹی پر لڑ مریگا۔ ہذا حاصل کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ او مترجم کہتا ہے کہ اوپر اشارہ ہوا کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا مین مومنون کو خطاب کر کے احبار و رہبان کے مذموم حرکات بیان کرنے مین فوائد و اشارات معنوی بہت بلیغ ہین از انجملہ قیامت تک کے مومنون کو افادہ دیا کہ ان مین جسوقت ایسے عالم و درویش ہون تو اُن کو یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان پر قیاس کر کے راہ توحید اسلام پر مستقیم رہین اور اُن کے فریبون مین نہ پھنسین کہ دولت برباد اور دین تباہ اور رسوائی آخرت باقی رہجائیگی کیونکہ صرف مال ہی برباد نہوا بلکہ جب اس سے عقیدت ہوئی تو قلب تباہ ہوا جسکا انجام فسق و فجور و ضلالت و بے ایمانی پر خاتمہ ہے نعوذ باللہ منہ اسلیے کہ وہ مکار پیر کبھی راہ راست پر نہ آنے دیگا اور دین کے پیرایہ مین جو اُسنے مکر پھیلایا ہے اسی کی طرف دعوت کریگا پس راہ حق سے روک کر باز رکھیگا۔ چنانچہ احبار و رہبان کا یہی حال تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے بطریق باطل اُن کے اموال کھانے کے ساتھ آگاہ فرمایا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور راہ الٰہی سے روکتے ہین چنانچہ علماء یہود ڈرتے تھے کہ اگر عوام کو معلوم ہو گیا کہ توریت مین آنحضرت صلعم کا وصف جمیل و اسلام کی مدح مذکور ہے تو اسلام مین داخل ہو کر لوگ ہم کو چھوڑ دینگے اور یہ اموال نذرانہ کے جاتے رہین گے پس باطل وجہون سے اموال کھاتے اور لوگون کو اسلام کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت سے آگاہ نکرتے اور تحریف و تبدیل کتاب توریت مین سرگرم ہوتے اور انکی بیبا کی طرح طرح کے اخبار و آثار مین مروی ہے جسکو بخوف طوالت یہان ذکر نہین کیا جاتا اور سب کا نتیجہ یہی کہ لوگون کو دین حق سے روکتے تھے۔ ایسے ہی اسلام مین جو عالم و درویش اسی خصلت کے ہین وہ بھی اپنے مطالب کے لیے دین کے پیرایہ مین اموال جمع کرنے کیلیے خلاف شرع و خلاف سنت باتین نکالتے ہین اور عوام جہال جو ذرا سی انوکھی بات دیکھکر کرامت و ولایت کے قائل ہو جاتے ہین اپنے پیرون و معتقدون کی باتین کیسی ہی خلاف شرع ہون عمدگی پر محمول کر لیتے اور کہتے ہین کہ یہ بزرگ تو ہم سے زیادہ واقف ہے جو وہ فرماتا ہے وہی ٹھیک ہے ہم کو حکم شریعت کی سمجھ نہین پس ایسے پیرون و مریدون کا حال احبار و رہبان اور اُن کے متبعین کے حال سے خوب ہی مشابہ بلکہ بالکل یکسان بلکہ بعض خاص خاص مواقع مین بڑھا ہوا ہے جیسے پورب کے بعضے پیر ایسے ہین کہ سجادہ نشین تو بڑے خدا اور اُن کے بھائی چھوٹے خدا کہلاتے ہین بالجملہ یہ سب دین فروشی صرف دنیا کمانے و اموال جمع کرنے کی غرض سے ہے جسکا انجام بہت خراب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اموال جمع کرنیوالون کا حال و انجام بیان فرمایا۔ بقولہ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور وہ لوگ جو کنز کرتے یعنی خزانہ کا گنجھا جمع کرتے ہین سونے چاندی کا اور اسکو راہ الٰہی مین خرچ نہین کرتے ہین۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ پس تو اُنکو عذاب الیم کی بشارت سنا دے۔ یہ بطریق تہکم ہے یعنی نتیجہ ان اموال پر پھولنے کا یہ کہ عذاب الیم سے مزہ چکھین اور وہ انھین اموال سے حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل آتی ہے۔ واضح ہو کہ قولہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط اور قولہ فبشرہم الخ اسکی خبر ہے پھر علماء تفسیر کے یہان اقوال ہین اول آنکہ والذین گویا عطف تفسیری انھین احبار و رہبان کا ہے یعنی اسم موصول سے وہی مراد ہین اور اوپر یہ بیان ہوا تھا کہ باطل وجوہ سے لوگون کے اموال لیتے ہین اور اس سے بطور مبالغہ ان کا حال قبیح بیان کیا کہ مال جمع کرنے پر حریص ہین اور اسمین کمال بخیلی کرتے ہین۔ یہ قول معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہے۔ دوم آنکہ مسلمانون مین سے ایسا کرنیوالے مراد ہین۔ یہ ابن عباس رض سے مروی ہے اور یہی سدی رح نے کہا کہ مسلمانون مین سے وہ مراد ہین جو زکوۃ نہ نکالین بیضاوی رح نے کہا کہ اُن کو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے قریب کر کے بیان کرنا بغرض تغلیظ ہے یعنی اشعار ہے کہ کنز جمع کرنیوالے بہت بُرے ہین کہ اُنکو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے ملا کر بیان فرمایا اور یہی قول دوم پر دلالت کرتا ہے

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانون پر یہ امر بہت بھاری معلوم ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کے سامنے ذکر کیا پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم پر زکوۃ اسی واسطے فرض کردی ہو کہ اسکو نکال کر ما بقی مال کو پاک کر دیوے۔ قول سوم آنکہ اہل کتاب و مسلمانون دونون کے حق مین نازل ہوئی ہو اور یہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ عموم لفظ سے ہر وہ شخص مراد ہو جو مال جمع کرے اور اسمین سے حق شرعی نہ نکالے خواہ یہودی و نصرانی ہو یا اور کوئی ہو کذا قیل مترجم کہتا ہو کہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط ہو بدلیل دخول فا بر خبر یعنی قولہ فبشرہم پس حاصل یہ ہوا کہ جو ایسا کرے اسکی جزا یہ ہو۔ اور یہ ہر ایسے صفت والے کو شامل ہوگا کیونکہ مبتدا بسبب معنی شرطیہ کے محصل نہ رہا کہ قوم معین ہو کما تقرر فی موضعہ پھر بنا بر قول ائمہ حنفیہ کے کفار مکلف بفروع نہین ہین لہذا اقدست کی راہ سے ان کا بیان ہوگا اور یہ تشریع ان پر نہین ہو تاکہ شمول انکا از راہ تشریع ہو کیونکہ محصل اسکا یہ ہو کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوۃ نہ دے وہ دوزخ کے عذاب بطریق خاص مین گرفتار ہوگا اور ظاہر ہو کہ یہود و نصاری وغیرہ کی حالت کفر مین زکوۃ دینے کا کچھ اعتبار نہین ہو پس حق حکم مین صرف مسلمان باقی رہے ہان مذمت کے حق مین اہل کتاب نظیر و تمثیل ہین اور اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اقوال سلف جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئے ہین کچھ مختلف نہین ہین۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اب رہا بیان اس کا کہ کنز کس کو کہتے ہین تو حضرت ابوذر وغیرہ سے مروی ہو کہ حاجت سے زائد جو جمع کرے وہ کنز ہو اگرچہ اسمین سے زکوۃ دیوے اور دیگر علماء رح نے کہا کہ جس مال کی زکوۃ دیجائے وہ کنز نہین اگرچہ حاجت سے زائد کتنا ہی خزانہ ہو۔ یہی حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و جابر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم و عمر بن عبد العزیز وغیرہ رحمہم اللہ سے مروی ہو اور یہی صحیح ہو چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ والذین یکنزون الذہب الآیۃ۔ زکوۃ نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا پھر جب زکوۃ نازل ہوئی تو اللہ تعالی نے اسکو مالون کے واسطے پاک کرنیوالی کر دیا سو اگر میرے پاس احد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے کچھ ڈر نہین ہو مین اس کی زکوۃ دیدونگا اور اس کو طاعت الٰہی مین خرچ کرونگا۔ رواہ عنہ البخاری واحمد والبیہقی وغیرہم۔ اور ایک حدیث مرفوع مین ثابت ہو کہ جس مال کی زکوۃ دیدی جائے وہ کنز نہین ہو یعنی لغت و عرف کی راہ سے وہ کنز ہو لیکن شرع مین جس کنز پر عذاب کی وعید آئی ہو ویسا کنز نہین رہتا ہو۔ وقال البیضاوی رح اور یہ جو حدیث مین آیا کہ جس نے سونا چاندی چھوڑا اسکو اسی سے جہنم مین داغ دیا جائیگا تو اس سے مراد ایسا مال ہو جسکی اسنے زکوۃ و حق شرعی نہین دیا ہو بدلیل حدیث دیگر جو ابو ہریرہ رض کی روایت سے ہو کہ جو کوئی سونے یا چاندی کا مالک کہ وہ اسکی زکوۃ نہین نکالتا تھا اسکا یہ مال مذکور تیار کرکے آتش دوزخ سے تاب دیکر داغ دیا جائے گا پس اس کی پیشانی و دونون پہلو و پیٹھ داغی جاویگی اس دن کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا یہانتک کہ لوگون کا فیصلہ ہو پھر وہ اپنی بابت راہ پاوے یا دوزخ کی طرف یا جنت کی طرف والحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہما۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ قولہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ سے مراد انفاق بطریق زکوۃ اور حق واجبی ہو یعنی زکوۃ نہین دیتے اور جو حقوق شرعی ان پر واجب ہین ان مین خرچ نہین کرتے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ زکوۃ سے تخصیص کرنا وقت سے خالی نہین ہو اسواسطے کہ مال مین عام حق شرعی زکوۃ ہو اور دیگر حقوق واجبہ بخصوصیت بھی ہوتے ہین مثلاً کسی پر اسکے اقارب کا نفقہ واجب ہے یا جوار مین کوئی عاجز مسلمان ہو کہ کوئی اور اسکو نفقہ دینے والا نہین ہے وہہنا بحث لا یسعہ المقام۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر لا ینفقونہا مفرد ہو اور مرجع ما قبل تثنیہ ہو تو جواب یہ ہو کہ ضمیر از راہ معنی راجع ہو نہ از راہ لفظ کیونکہ ذہب و فضہ مین سے فضہ کا لفظ بھی مؤنث ہو اور ذہب کا لفظ مذکر ہو و لیکن کنز و خزانہ کی صورت مین از راہ معنی کے ہر ایک بتعداد کثیرہ مجموعہ واقع ہو کر بسبب جماعت کے ضمیر مؤنث سے تعبیر ہوا اور چونکہ مجموعہ خزانہ ہونے مین دونون یکسان ہین لہذا ضمیر واحد کافی ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ذہب و فضہ اوپر مذکور ہونے سے ہر ایک کا مفرد اعتبار نہین یعنی یہ مقصود نہین ہو کہ ذہب کو خزانہ کرتے اور فضہ کو خزانہ کرتے ہین تاکہ لا ینفقونہا کی ضمیر مین لا ینفقونہما بضمیر تثنیہ نہ ہونے کا سوال پیش ہو کیونکہ

مقصود اس سے یہ کہ خزانہ جمع کرتے ہین اور جس چیز سے جمع کرتے ہین وہ بیان کر دی کہ ذہب و فضہ سے کیونکہ خزانہ جمع کرنے مین خصوصیت روپیہ یا اشرفی کی مقصود نہین ہوتی بلکہ اکثر مخلوط جمع کرتے ہین ہان بیان مین انھین دونون کی خصوصیت کی حالانکہ فلوس وغیرہ اموال کثیرہ اگر جمع کرے اور زکوۃ وحقوق واجبہ نہ نکالے تو وہ بھی کنز ہو جاوینگے تو خصوصیت ذکر یا اسوجہ سے کہ تمام تفصیل وتطویل سے احتراز ہوا اور مقصود جملہ اموال ہین یعنی خزانہ رکھنے مین ۔ چونکہ یہی دونون اشرف سمجھے جاتے ہین اور انھین سے خزانہ کرنا معروف ہی لہذا ان ہی دونون کے بیان پر اکتفا کیا اور مقصود یہ کہ جو لوگ کنز وخزانہ جمع کرتے ہین اور اسکو اللہ تعالی کے مقرر کئے ہوے حقوق واجبہ مین خرچ نہین کرتے اُن کو عذاب الیم کی بشارت دیدے بشارت کا لفظ بطریق تہکم ہی ۔ پھر عذاب الیم کی بشارت کس دن کے واسطے اور کیونکر ہی تو بیان فرمایا ۔ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۔ اس دن کہ تاب دیا جائیگا ان کنوز پر جہنم کی آگ مین یعنی پچاس ہزار برس والے دن مین یہ خزانے دوزخ مین جھونک کر تپائے جائینگے ۔ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۔ پھر داغ دی جائینگی اس سے اُن لوگون کی پیشانیان وپہلو وپیٹھین ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دینار پر دینار یا درم پر درم نہین رکھا جائیگا بلکہ اُن کی کھال چوڑی کرکے ہر درم ودینار آتش دوزخ سے تپا ہوا علیحدہ رکھا جائیگا ۔ ابوبکر الوراق رح سے پوچھا گیا کہ پیشانی وپہلو وپیٹھ کی خصوصیت مین کیا حکمت ہی ۔ کہا کہ کنز جمع کرنیوالا حقدار فقیر محتاج کو دیکھکر بجائے ترحم کے اس سے جبین بجبین ہوکر اس سے پہلو تہی کرتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہی ۔ بعض نے کہا کہ ان مقامات کے ذکر سے مقصود یہ کہ داغ دینے مین ہر چہار طرف سے احاطہ کیا جائیگا چنانچہ پیشانی سے اگلی جہت اور پیٹھ سے پچھلی طرف اور دونون پہلو سے دائین بائین طرف سے احاطہ مراد ہی ۔ حدیث ابوہریرہ رض مین ہی کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوۃ نہین دیتا قیامت مین اُس کے عذاب کیلئے آگ کے پتر کرکے اسکی پیشانی ودونون پہلو وپیٹھ داغی جائیگی اس دن کہ مقدار اسکی پچاس ہزار برس ہوگی پس برابر اسپر عذاب ہوتا رہیگا یہان تک کہ بندون کا حساب کتاب فیصلہ پاوے پس یہ شخص بھی اپنی راہ دیکھے خواہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف رواہ مسلم پھر اگر دوزخی ہوا تو دوزخ کے عذاب کا حال معلوم ہی اللہ تعالی اس سے محفوظ رکھے ۔ اس حدیث سے نکلا کہ یہ عذاب قبل فیصلہ حساب وکتاب کے میدان حشر ہی مین زکوۃ نہ دینے والے پر طاری ہوگا ۔ اس سے نکلا کہ زکوۃ کا فرض بھی بڑے مرتبہ کا ہی کیونکہ نہین کہ اللہ تعالی نے اسکو جابجا نماز کے ساتھ ملاکر يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة فرمایا ہی ۔ ابن عمر وابن عباس وحضرت عمر وجابر رض والوہریرہ وغیرہم سے مرفوع وموقوف روایت ہی کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دیجاوے وہ کنز نہین رہتا یعنی یہ کنز جس پر عذاب کا حکم ہی نہین رہتا اگرچہ زمین کے نیچے مدفون ہو اور جس مال کی زکوۃ نہ دی جاوے وہ کنز ہی اگرچہ دفینہ نہو بلکہ اوپر ہی رکھا ہو پس قیامت کے روز آتش دوزخ سے تاب دیکر اس سے مالک کو بطور مذکور داغ دیا جائیگا ۔ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۔ اے يقال لهم او قائلا لهم ذلك ۔ یعنی بطور مذکور داغ دیئے جاوینگے درحالیکہ اُن سے یہ قول کہا جاتا ہوگا کہ یہ وہی ہی جو تم نے اپنے واسطے کنز کیا تھا کہ فقیرون محتاجون پر ترس نہ کھایا اور حقوق واجبہ کو چھوڑا اور ان مالون کو بہت پیار سے خزانہ کرکے اپنے نفع کیلئے رکھا یہ نہین سمجھے کہ ایسے برتاؤ سے یہ تمھارے لئے عین مضرت وسبب عذاب ہی ۔ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔ پس اب چکھو جسکو تم کنز کرتے رہے یعنی اب اُس کے وبال بدانجامی کو چکھو ۔ مال کو اس طور سے جمع کرنیوالون کے حق مین مال کا انجام یہ ہوگا جو بیان ہوا اور اُن سے یہ مزہ چکھنے کو کہنا بطریق تہکم وملامت ہی ۔ جیسے احبار ورہبان کو عذاب الیم کی بشارت دینے کا حکم بھی اسی معنی مین ہی اور محصل اسکا یہی ہی کہ دنیا کی چیزین جو مخلوق الٰہی ہین ان مین جب ایک مخلوق بخل کرکے برخلاف حکم ورضا خالق کے اپنے تصرف مین لاوے اور ظلم وفساد کرے تو یہی چیزین اُسکے حق مین وبال عذاب

ہیں اگرچہ فی الحال ظاہری صورت سے اسکو اپنا انجام نظر نہ آوے بلکہ فریب نفس سے ان چیزوں کو منفعت سمجھے ہیں سے حکماء ربانی نے کہا کہ جس چیز کو آدمی محبوب کرکے طاعت الٰہی پر مقدم کرتا ہے اسی سے عذاب اٹھاتا ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی مذمت مخصوص کرکے بیان فرمائی حالانکہ کوئی آدمی ہو جب ایسا کریگا عذاب پاویگا تو اس وجہ سے کہ عام لوگ تین قسم کے لوگوں کے عیال ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے دوم علماء کے اور سوم درویش لوگوں کے پس جب یہ تین فریق بگڑے تو سب لوگ خراب برباد ہو جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ احبار جو غالباً علماء یہود پر بولا جاتا ہے اس آیت کریمہ میں علماء نصاریٰ کو بھی شامل ہے اگرچہ علیحدہ اطلاق میں عالم نصاریٰ کو قسیس و قسیسین کہتے ہیں جیسے ان کے درویشوں و عابدوں کو راہب کہتے ہیں۔ اور مقصود اس بیان سے یہ کہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالے عالموں و پیروں سے پرہیز کریں و نہ پیروی کرنیوالے بھی برباد ہونگے چنانچہ یہود و نصاریٰ نے پرہیز نہ کیا بلکہ احبار و رہبان کو ارباب بنایا تو دین سے بالکل اندھے ہوگئے اور دینی عقل گم ہوگئی حالانکہ ان کے علماء و درویش آخرت سے منہ موڑ کے دنیا کے اموال جمع کرتے پیرمرید [illegible] ہو رہے تھے اور چونکہ آخر اسلام میں بھی یہی حالت ہونیوالی تھی لہذا مومنوں کو اس سے تحذیر فرمائی اور حدیث صحیح میں ہے کہ واللہ تم لوگ بھی اپنے سے اگلی امتوں کی چال قدم بقدم چلو گے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ہمارے علماء میں سے جو بگڑا اسمیں احبار یہود کی مشابہت ہوتی ہے اور ہمارے زاہدوں و عابدوں میں سے جو بگڑا اسمیں راہب نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے حاصل تحذیر یہ ہے کہ ان کے احبار و رہبان کا یہ خراب حال تھا کہ بطریق باطل وہ لوگوں کے مال لیتے اور دنیاوی ریاست چاہتے اور دین فروشی کرتے اور خود بخیل و مال جمع کرنے پر حریص تھے اور انھیں مالوں کے لالچ سے راہ [illegible] الہذا [illegible] حق سے زیادہ [illegible] جانے کا عذاب پایا اور آیت اگرچہ احبار و رہبان کی مذمت میں [illegible] ہے لیکن آئندہ جو کوئی ان احبار و رہبان کے اقوال و افعال میں مشابہ ہوا [illegible] جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ امر منصوص [illegible] ہوا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سوائے قدر [illegible] کے زائد مال کو کنز کہتے تھے اگرچہ اسکی زکوٰۃ دیدی جاوے اور سیوطی نے اپنی تفسیر میں ابوامامہ [illegible] سے روایت کی کہ تلواروں کا حلیہ یعنی ان پر چڑھی ہوئی چاندی جو [illegible] وہ بھی کنز ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے کہ چار ہزار تک تو نفقہ ہے اور اس سے زائد کنز ہے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ [illegible] ہوا کہ یہ قبل نزول زکوٰۃ تھا اور بعد زکوٰۃ کے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مالوں کے لئے پاکی کر دیا ہے پھر ان شرفی و درہم [illegible] تعریف اور تکثیر کرنے کی مذمت بہت احادیث میں وارد ہے۔ حافظ ابن کثیر نے چند احادیث کو بیان وارد کیا جس کی [illegible] یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کا فرمان نقل کیا کہ برا دی ہو چاندی کو یعنی چاندی کو دولت کنز جمع کرنیوالے کو اور برا [illegible] جمع کرنیوالے کو۔ [illegible] کو تین مرتبہ کہا تو آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ امر دشوار گذرا انھوں نے عرض کی کہ پھر ہم کون چیز ذخیرہ کریں تو فرمایا کہ ایسی زبان جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ایسا دل جو شکر کرے اور ایسی بیوی جو آخرت کے واسطے مددگار ہو۔ اور ابو داؤد وغیرہ [illegible] کہ جب یہ آیت اتری والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ تو آنحضرت صلعم کے صحابہ پر یہ امر دشوار ہوا پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آنحضرت صلعم سے پوچھتا ہوں پس جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی واسطے فرض فرمائی ہے کہ [illegible] اموال پاک ہو جاویں [illegible] الحدیث۔ شداد بن اوس کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کریں [illegible] تو تم ان کلمات دعا کو ذخیرہ جمع کرو۔ اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک واسئلک حسن عبادتک واسئلک قلبا سلیما واسئلک لسانا صادقا واسئلک من خیر ما تعلم واعوذبک من شر ما تعلم واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب۔ اور [illegible]

مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہو رب کعبہ کی کہ وہی لوگ زیادہ خسارے مین ہین۔ مین نے عرض کی کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یہ کون لوگ ہین فرمایا کہ بہت مال والے لوگ ہین مگر وہ جس نے یون ریلدیا اور یون ریلدیا الی آخرہ یعنی بہت مالدارون مین سے وہ مستثنیٰ ہین جنھون نے راہ خدا مین آگے پیچھے داہنے بائین ہر طرف بھر لپ خرچ کیا اور ایسے لوگ تھوڑے ہین۔ اسی واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ آیت کریمہ کو اگلے احبار و رہبان کے ساتھ مسلمانون کے حق مین بھی کہتے تھے اور ابن عباسؓ و سدی رح سے مروی ہو کہ آیت عامہ ہو یعنی کچھ احبار و رہبان کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اُن کے بد افعال کے بیان سے یہ مقصود ہو کہ جو کوئی ایسا کریگا اُس کا یہی حال ہوگا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اصحاب صفہ مین سے ایک شخص مرا جسکے پاس ایک دینار نکلا تو آنحضرت صلعم نے نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ ایک داغ ہو۔ فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فی العرائس قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا الخ اللہ تعالیٰ نے بخیلون کو راہ خدا مین مال نہ خرچ کرنے پر ملامت فرمائی ہو اور یہ خصلت بسبب شائبہ نفاق ہی کے ہوتی ہو بعض نے کہا کہ جس نے اپنے ملک کی چیزون سے قلیل کے ساتھ بھی بخل کیا اُسنے اپنی نجات کا دروازہ بند کر کے ہلاکت کا دروازہ کھول لیا مترجم کہتا ہو کہ بخل کی مذمت احادیث مین بکثرت وارد ہو اور صحیح حدیث مین ہو کہ دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ ایک چھوارے کے ٹکڑے سے ہو۔ واضح ہو کہ شرع کے موافق خرچ کرنا محمود ہو اور اگر خلاف شرع کوئی شخص خرچ کرتا ہو تو وہ بخیل کا بھائی مسرف ہے۔ نعوذ باللہ منہما۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

مہینون کی گنتی اللہ پاس بارہ مہینے ہین اللہ کے حکم مین جس دن پیدا کئے آسمان و زمین

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ

اُن مین چار ہین ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو اُن مین ظلم نہ کرو اپنے اوپر اور لڑو مشرکون سے

كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ

ہر حال جیسے وہ لڑتے ہین تم سے ہر حال اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والون کے یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہو سو بڑھائی بات ہے

فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ

کفر کے عہد مین گمراہی مین پڑتے ہین اس سے کافر حلال گنتے ہین اسکو ایک برس اور ادب کا گنتے ہین ایک برس کہ پوری کرین گنتی جو اللہ نے رکھی ادب کی

اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

پھر حلال کرتے ہین جو منع کیا اللہ نے بھلے دکھائے ہین اُنکو اُن کے بُرے کام اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ع

منکر قوم کو

یہان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کو مشرکین کے ایک قبیح حرکت ایجاد کرنے کے بیان اور اظہار راہ مستقیم کے لئے شروع کیا بقولہ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ۔ عدۃ مصدر بمعنی شمار یا مراد مفعول ہو اے معدود اور معنی یہ کہ شمار مہینون کا جو سال کے لئے ہین۔ عِندَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینہ ہین فِي كِتَابِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب مین۔ یہ صفت اثنا عشر واقع ہے اور کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہو یا کتاب بمصدر بمعنی حکم ہو یعنی حکم الٰہی مین۔ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ جس دن کہ

آسمانون وزمین کو پیدا کیا ظرف متعلق بمعنی ثبوت ہو یا متعلق بکتاب ہو اگر مصدر قرار دیا جاوے اور معنی یہ کہ یہ بات فی نفس الامر ثابت ہو جب سے اللہ تعالیٰ نے اجرام وازمنہ کو پیدا کیا۔ اور ان مہینون کے نام عربی مین محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول۔ جمادی الثانی۔ رجب۔ شعبان شہر رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ ہین۔ سال کے یہ مہینے قمری ہین جو چاند کی سیر کے حساب سے ہین اور اہل اسلام انھین مہینون کے شمار سے صوم وحج و دیگر امور احکام وحیض ونفاس کا برتاؤ کرتے ہین اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اس حساب سے سال کے تین سو چون دن ہوتے ہین اور فتاوی ہندیہ وغیرہ کتب فقہ مین ہو کہ تین سو چون دن اور تیس جزو کے گیارہ جزو ہوتے اور ایام سال شمسی کے جو آفتاب کے پورے دورے کے حساب سے ہو تین سو پینسٹھ یوم وچہارم یوم ہو پس انھاے سال شمسی تو موسم گرمی وسردی کے حساب سے یکسان ہین لہذا ہر فصل اپنے مہینون مین واقع ہوگی اور چونکہ سال قمری بہ نسبت سال شمسی کے دس دن کے قریب کم ہوتا ہو لہذا ہر تین سال مین ایک مہینہ کامل کم ہوگا اسی لئے ہندی لوگ ایک مہینہ لوند لگاتے ہین تاکہ فصل شمسی کا حساب ٹھیک ہو اور لوند کچھ اعتقاد ہنود سے متعلق نہین جیسا کہ عوام زعم کرکے پھر اپنے تئین شک مین ڈالتے ہین چنانچہ اگر ہر مہینہ مین یہ کمی بیشی کر دیجاوے جیسے انگریزی ورومی مہینہ مین تیس و اکتیس سے کر دی گئی ہو تو لوند کی کچھ ضرورت نہین ہوتی ہو یہین سے معلوم ہوا کہ سال شمسی موافق فصول ہو اور سال قمری نہین اسی لئے کبھی رمضان جاڑون مین اور کبھی برسات اور کبھی گرمی مین واقع ہوتا ہو اور ہر حال مین بندے حکم الٰہی پر امتحان کرلئے جاتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ ابتدائے خلق اجرام وازمنہ سے اللہ تعالیٰ نے سال کا شمار انھین مہینون سے حکم تعبدی قرار دیا اور اسی کو انبیا ورسل علیہم السلام لائے ہین اور اسی شمار پر کتب آسمانی نازل ہوئی ہین حتی کہ حیض ونفاس کے احکام شمسی سے متعلق نہین ہوسکتے کیونکہ واسطہ اسمین چاند کا عروج ہو جیسا کہ کتب فنون مین مصرح ہو پس اس سے یہ حکم نکل آیا کہ قبطی ورومی وانگریزی مہینون کا احکام تعبدی مین کچھ اعتبار نہین ہو بلکہ قمری مہینون کو معتبر رکھو کہ انھین کو اللہ تعالیٰ نے روز پیدائش اجرام وازمنہ سے ثابت فرمایا ہو مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان بارہ مہینون قمریہ مین سے چار حرم ہین حرم جمع حرام یعنی محترم ہین جنمین سے تین پے درپے ہین یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم۔ اور ایک فرد ہو اور وہ رجب ہو۔ اسی ترتیب سے مفسر رحمہ نے ذکر کرکے اشارہ کیا کہ دو برس مین سے چار دن ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ الا ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات والارض السنۃ اثنا عشر شہرا منہا اربعۃ حرم ثلث متوالیات ذو القعدۃ وذوالحجۃ والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان یعنی آگاہ رہو کہ زمانہ گھوما جیسے آسمانون وزمین پیدا ہونے کے روز تھا سال بارہ مہینہ کا اسمین سے چار ماہ حرام ہین تین پے درپے ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک رجب جو قبیلہ مضر کا رجب کہلاتا ہو جو جمادی الثانی وشعبان کے بیچ مین پڑتا ہو۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ علیہ السلام الا ان الزمان قد استدار کہیئتہ الخ کے معنی یہ ہین کہ ابتدائے خلقت مین یہ امر جس طرح اللہ تعالیٰ نے رکھا اسی کو ثابت ومقرر فرمایا اور اسی پر ثابت رہنے کی تاکید کی اس طرح کہ اسمین کوئی تقدیم وتاخیر وزیادتی ونقصان ونسی وتبدیل مت کرو جیسے جاہلیت والے نسی سے تغیر کرتے تھے اور بعضے مفسرین ومتکلمین نے اس حدیث مین کہا کہ اتفاق سے اس سال آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع ماہ ذی الحجہ مین واقع ہوا تھا حالانکہ عرب اپنے جاہلیت مین نسی کرنے کے سبب سے اکثر سوائے ذی الحجہ کے دوسرے مہینہ مین حج کرتے تھے اور ان لوگون نے زعم کیا کہ ابوبکر رض نے سال گذشتہ مین یعنی نوین سال ہجرت کے جو بحکم آنحضرت صلعم حج کیا تھا وہ بھی ماہ ذوالقعدہ مین واقع ہوا تھا ولیکن یہ زعم صحیح نہین ہو چنانچہ آیت النسی کی تفسیر مین آگے آویگا اور اغرب قول وہ ہو جو طبرانی نے بعض سلف سے روایت کیا کہ سال حجۃ الوداع مین اتفاق سے مشرکون ویہود ونصاری سب کا حج مومنون سے متفق واقع ہوا تھا۔ وفیہ نظر ایضا۔ بالجملہ بشہادت حدیث کے بھی یہی ثابت ہوتا ہو کہ چارون ماہ حرام دو سال کے اندر

آتے ہین اور کوفیون نے اُن کو محرم و رجب و ذو القعدہ و ذو الحجہ سے شمار کرکے ایک ہی سال مین قرار دیا ہو ولیکن نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین
ترتیب اول ہی کو بدلالت حدیث کے صواب قرار دیا ہو اور ابن المنیر رح نے اپنی تفسیر مین اعتراض کیا کہ یہ سب اس بنا پر ہوگا کہ پہلا مہینہ ماہ محرم
سے شمار کیا جاوے حالانکہ یہ امر زمانہ حضرت عمر رض مین بمشورت صحابہ رضی اللہ عنہ قرار پایا ورنہ سابق مین عرب سال عام الفیل سے تاریخ شمار کرتے
اور ابتدائے اسلام مین ربیع الاول سے ابتدا لیتے تھے۔ فلیتامل۔ خطیب رح نے کہا کہ المحرم با الف لام ہو سوائے اور مہینون کے اسلئے کہ وہ اول ماہ
سنہ گویا الف لام سے اشعار ہو کہ اسی مہینہ سے ابتدا سال ہوا اور محرم اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین قتال حرام جانتے تھے اور ابتدا اسلام مین بھی
یہ حکم مستقر رہا اور بعض نے کہا کہ محرم اسلئے کہ اسی مہینہ مین ابلیس پر جنت حرام ہوئی اور نکالا گیا۔ رجب از ترجیب یعنی تعظیم ہو اور ذو القعدہ اسلئے کہ
عرب اس مہینہ مین قعود کرتے یعنی قتال سے بیٹھ رہتے تھے اور ذو الحجہ بکسر الحا بسبب ادائے حج کے کہلاتا تھا و قد اطال السخاوی رح فی الکلام علی ذلک
فی رسالۃ فی الایام والشہور۔ بالجملہ اسمین اختلاف ہو کہ ترتیب ان چار ماہ حرام کی اسطرح ہو کہ دو سال مین پڑتے ہین یا اسطرح کہ ایک ہی سال
مین آتے ہین۔ ابن وہب وغیرہ نے کہا کہ اس اختلاف کا فائدہ جب ظاہر ہوگا کہ کسی نے قسم کھائی کہ ترتیب وار ماہہائے حرام کے روزے رکھونگا
تو قول اول پر ذو القعدہ سے اور دوم پر محرم سے شروع کریگا۔ خطیب رح نے کہا کہ حدیث استدارۃ کے معنی یہ ہین کہ مہینے اپنے اپنے مدار پر قائم ہوگئے
جیسے ابتدائے خلقت مین تھے اور حج اپنے مہینہ ذو الحجہ مین لازم ہوگیا اور نسی وغیرہ زمانہ جاہلیت کی تبدیل جس سے کبھی حج ذی الحجہ مین اور کبھی ذو القعدہ
اور کبھی محرم وغیرہ مین پڑا کرتا تھا باطل ہوئی۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ یہ دین قیم ہو یعنی مہینون کا باعتبار قمر ہونا
اور ان مین سے چار کا ماہہائے حرام ہونا یہی دین مستقیم دین ابراہیم و اسمٰعیل ہو جو عرب نے میراث پایا ہو۔ بعض نے کہا کہ دین از دان یدین
بمعنی حساب ہو کما فی الحدیث الکیس من دان نفسہ یعنی دانا و پختہ کار وہ ہو جسنے اپنے نفس سے محاسبہ رکھا اور غفلت کرکے اپنی خواہشون پر چلنے
کیلئے عاجز نہوا۔ پس معنی یہ کہ یہی حساب مستقیم ہو اور بعض تابعین نے کہا کہ دین قیم وہ دین ہو جو متغیر و متبدل و زائل نہو۔ اگر کہا جاوے کہ چاہئے
مہینون کو محترم رکھنا کیا معنی ہین جواب یہ کہ معصیت سے ان کی ہتک حرمت نکرے اور طاعت مین سرگرم رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیا تمام باقی
سال مین اسکی اجازت ہو۔ جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان مہینون مین معصیت کا گناہ بہت بڑھکر ہو جیسے ان مین ثواب طاعت بھی بڑھا ہوا
ہو اور عرب بھی ان مہینون کو معظم و مکرم رکھتے اور یہ علم انکو میراث نبوت خلیل و اسمٰعیل علیہما السلام پہونچا تھا حتی کہ آدمی اپنے باپ کے قاتل کو پاتا مگر
احترام ماہ سے اسکو کچھ نہ چھیڑتا تھا اگرچہ عرب اپنی جہالت سے خصوص ان مہینون کے ایام پر قائم نہ رہتے بلکہ چار مہینہ کی اوقات کو استیفا کر لیتے
... ہوجن چنانچہ آگے آتا ہو اگر کہا جاوے کہ اجزاء زمانہ تو باہم متشابہ ہین پھر اس امتیاز کا کیا سبب ہو جواب یہ کہ علم الٰہی ان حقائق کو محیط ہے
آدمی تو صرف ظاہر صورت کو دیکھتا ہو اور عقل باعتبار ثواب و عقاب کی حالت کے یہان استقلال نہین رکھتی چنانچہ آخر ماہ رمضان جس دن چاند
ہوگا ... معلوم ہوا اور ثواب اسکا سفر و حضر معلوم ہو حالانکہ چاند رات کی صبح کا روزہ جو روز عید ہو حرام ہو پس شرائع مقررہ سے حکمت بالغہ الٰہی عز و جل
... کی تاب نہین چنانچہ دیکھو اللہ تعالی نے دیگر بلاد سے بلد الحرام کو متمیز کیا اور دیگر ایام ہفتہ سے روز جمعہ کو اور دیگر ایام سال
... ذکر کو اور دیگر ماہہائے سال سے ماہ رمضان کو باعتبار جہات حرمت کے متمیز کیا حتی کہ شب و روز کے بعض ساعات متمیز ہین اور یہ تمیز
باعتبار امور حقیقت معنوی کے ٹھیک ہو اگرچہ عقل بسبب اسکے کنہ ماہیت سے جاہل رہے اسکو نہ جانے حالانکہ اپنے جسم و شخص مین قلب کی
... حقیقت بیان کرنے کے جانتا ہو اور خود معلوم کہ اشخاص مین سے انبیاء علیہم السلام مخصوص ہین اور خود مشہور و معلوم کہ باوجود
ظاہری مشابہت جسم کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے نہایت لطیف خوشبو کہ عطر گلاب بصرہ اسکے سامنے ہستی نہین رکھتا ہو

مہکتی رہتی تھی اور آپکے پیشاب کو ایک صحابی نے دھوکے سے پی لیا تھا عمر بھر اُسکے بدن سے عطر گلاب کے مانند خوشبو آتی رہی پس باوجود عقلی دلائل و ان مشاہدات نقلی کے ایام و شہور کے امتیاز مین تامل کرنا محض نادانی و عقل کا بھدا پن ہی بلکہ عقل سلیم جب حکمت بالغہ الٰہی پر ایمان لائی اور یقین کیا کہ اﷲ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہی خود مختار رہی ہر چیز کی حقیقت اسی کی خلقت ہی تو جو اُس نے حکم دیا وہ عین صواب ہی لہٰذا یہان فرمایا کہ شمار ماہہائے قمریہ اور اُن مین سے چار ماہ محرم رکھنا یہی دین مستقیم ہے۔ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ پس تم لوگ ان مہینون مین اپنی جانون پر ظلم نہ کرو اور مظلمہ اپنی گردنون پر مت لادو۔ ضمیر فیہن راجع بجانب اربعہ حرم ہی یعنی ماہہائے حرام مین معاصی مت کرو جن کا وبال تمھاری جانون پر ہوگا پس تم اپنی جانون پر ظلم کرنیوالے مت ہو کیونکہ اﷲ تعالیٰ نے ان مہینون کو اختصاص دیا ہی پس اُن مین کوئی معصیت کرنا زیادہ وبال کی موجب ہی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ حالانکہ رفث و فسوق و جدال ہر وقت مین گناہ ہی لیکن ماہہائے حج مین منع فرمانے سے تاکید مقصود ہی جس سے تنبیہ ہی کہ ان ایام مین طاعت حج وغیرہ موجب مزید ثواب ہے معصیت رفث وغیرہ مستوجب مزید عقاب ہے پس یہ ایام مشرف و ممیز ہین۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ ضمیر مذکور راجع بماہہائے اثنا عشر ہی یعنی بارھون مہینون مین گناہ مت کرو اور مقصود یہ کہ اپنی عمر قلیل کو طاعت مین بسر کردو اور معصیت و فساد سے ظلم کا وبال اپنے اوپر مت لادو۔ فراء رح وغیرہ نے کہا کہ قول اول اولیٰ ہی اسلئے کہ نظم کلام بزبان عرب ہی اور عرب تین سے دس تک لفظ فیہن لاتے اور اس سے زائد کی طرف فیہا بولتے ہین اور اصل یہ کہ جمع قلت کی طرف جماعت مؤنث کی لفظ سے کنایہ کرتے اور جمع کثرت کی طرف واحدۂ مؤنث سے کنایہ کرتے ہین پس اگر اثنا عشر کی طرف ضمیر ہوتی تو فیہا ہوتا لہٰذا فیہن بجانب اربعہ حرم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ علی ہذا قول اول ہی صواب ہے پھر اولیٰ کیون کہا تو جواب یہ ہی کہ گو اصل یہی ہی کہ جو فراء رح نے ذکر فرمائی لیکن استعمال مین کبھی ایک کو دوسرے کی جگہ بھی لاتے ہین جیسے شعر النابغہ ؎ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ؏ بہن فلول من قراع الکتائب ؏ فیہن ضمیر بجانب سیوف ہے باوجودیکہ وہ جمع کثرت ہے۔ اختلاف ہی کہ ظلم سے معنی عموم مراد ہین جو اُن سے قتال وغیرہ کو شامل ہین یا فقط نسی سے ممانعت ہی۔ قول اول ظاہر آیت ہی۔ و قتادہ رح نے کہا کہ ماہہائے حرام مین ظلم کا گناہ بہت بھاری ہی بہ نسبت دیگر ازمنہ کے اگرچہ ظلم ہر حال مین بھاری گناہ ہے ولیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر مین جسکو چاہتا ہی عظیم کر دیتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق مین سے انواع و اقسام سے برگزیدہ فرمایا چنانچہ ملائکہ سے رسول اور بنی آدم سے رسول برگزیدہ کئے اور کلام مین سے اپنا ذکر یعنی قرآن برگزیدہ فرمایا اور زمین مین سے مواضع مساجد کو اور مہینون مین سے رمضان و ماہہائے حرام کو اور ایام مین سے جمعہ کو اور راتون مین سے شب قدر کو برگزیدہ کر دیا پس جسکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا تم بھی اس کی تعظیم رکھو کیونکہ اہل عقل و اہل فہم کے نزدیک مخلوقات مین سے کسی کی تعظیم کچھ نہین مگر یون ہی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے معظم کیا ہے اُن کی تعظیم بواسطۂ حکم الٰہی کے ثابت رکھو۔ اور قول دوم یعنی مخصوص نسی سے ممانعت بقرینہ مقام ہی خطیب رح نے کہا کہ سبب نزول اس آیت کا مشرکین کی نسی واقع ہوئی جس کو مشرکین عمل مین لاتے تھے جس سے حج کبھی ذی الحجہ مین اور کبھی پہلے اور کبھی پیچھے آجاتا تھا۔

اور رہا قتال تو اسلام مین سوائے جہاد کے ہر قتال جو معصیت ہو بالضرور مانند اور معصیات کے ماہہائے حرام مین بتاکید ممنوع ہی اور جہاد مین اختلاف ہے عطاء رح سے منصوص ہی کہ حرم یا ماہہائے حرام مین جہاد کرنا حلال نہین ہی اور یہی ایک جماعت اہل علم کا مذہب ہے اور جمہور نے کہا کہ ماہہائے حرام مین قتال کی ممانعت منسوخ ہی اور ناسخ اسکی آیۃ السیف ہی جو ابتدائے سورہ مین گذری اور نیز آنحضرت صلعم نے حنین مین ہوازن پر ماہ شوال مین جہاد کیا اور طائف کو ذوالقعدہ مین محاصرہ کیا تھا اور نیز استدلال لیتے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وَقَاتِلُوا

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً اے جمیعًا یعنی مقاتلہ کرو مشرکین سے سب سے۔ كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ۔ جیسے وہ تم سے مقاتلہ کرتے ہیں سب کے سب۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مہینون مین اُن سے قتال جائز ہی کیونکہ عموم اشخاص مستلزم ہے عموم احوال و ازمنہ کو یعنی جب عمومًا مشرکین سے قتال کا حکم دیا تو ضرور ہوا کہ ہر حال مین اور ہر وقت جائز ہو تاکہ ہر فریق مشرک سے جس حال و جس وقت مین ہو مقاتلہ کرسکین۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ظاہر کلام و سیاق اسی کو مشعر ہی کہ یہ حکم عام طور پر ہی اور اگر ماہہائے حرام مین قتال حرام ہوتا تو اُن کے گذرنے کی قید ہوتی اور فعل رسول اللہ صلعم اسکا بیان ہوگیا کہ شوال مین ہوازن کو شکست دی اور جب اُن کے بھاگے ہوئے طائف مین محصور ہوئے تو چالیس روز تک اُن کا محاصرہ کیا اور بدون فتح کے واپس ہوئے پس ثابت ہوا کہ ماہہائے حرام مین سے ذوالقعدہ مین محاصرہ کیا پھر لکھا کہ قول اول کے جو لوگ قائل ہین کہ ماہہائے حرام مین قتال نہین روا ہی اُن کے قول کے موافق کہا جائے گا کہ ماہہائے حرام مین قتال شروع کرنا حرام ہی اور حرمت اُن کی منسوخ نہین بدلیل قولہ تعالٰی یا ایہا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام۔ اور بدلیل قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ و بدلیل قولہ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین۔ اور دو قول مین سے ایک قول کے موافق یہ اشہر الحرم جن کے انسلاخ کی قید ہی یہی چارون ماہہائے حرام ہین نہ وہ چار مہینہ جن کی مہلت دی گئی تھی بقولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر الآیۃ۔ اور قولہ تعالٰی قاتلوا المشرکین کافۃ الخ مین ماہہائے حرام کے اندر قتال کی حالت منصوص نہین بلکہ احتمال ہی کہ یہ حکم اپنے ماقبل سے منقطع ہو اور جملہ مستانفہ اس مقصود کیواسطے ہو کہ مومنون کو آمادگی و جوش حاصل ہو یعنی جیسے مشرکین تمھارے واسطے مجتمع ہوتے ہین ویسے ہی تم بھی اُن کے واسطے متفق و مجتمع ہو اور نیز یہ بھی احتمال ہی کہ مومنون کو ماہہائے حرام مین مشرکین کے ساتھ قتال حلال ہونے کی اجازت ایک قید کے ساتھ دیگئی یعنے کما یقاتلونکم کافۃ یعنی ان ماہہائے حرام مین جب وہ ابتدا کرکے تم سے قتال شروع کرتے ہین تو تم کو بھی اجازت ہی کہ اُن سے مقاتلہ کرو جیسے قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص مین ہی یا جیسے قولہ لا تقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم الآیہ۔ مین مشرکون کی طرف سے ابتدا ہونے کی صورت مین اجازت ہی۔ ایسا ہی جواب آنحضرت صلعم کے حصار کرنے کا بھی ہوسکتا ہی کیونکہ ہوازن نے ابتدا کرکے لوگ جمع کئے اور سامان مہیا کیا تھا تب ہی آپ نے اُنکی طرف قصد کیا اور بعد شکست دینے کے طائف کا محاصرہ کرنا اسی کا تتمہ تھا کیونکہ طائف والے قوم ثقیف انھین ہوازن کے ہم سوگند تھے اور ہوازن بھاگے ہوئے بھی اُن کے ساتھ متفق ہوگئے تھے پس اُنکو محاصرہ کیا یہانتک کہ ماہ حرام آگیا حالانکہ ابتدا اسکی حلال مہینہ سے ہوئی تھی اور ایک امر کی حالت بقا مین بعض ایسے امور جائز ہوجاتے ہین جو حالت ابتدا مین جائز نہ تھی اور شرع مین اُسکے نظائر بہت ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ مثلاً ہبہ مین اگر ابتدا ہی شیوع ہو مثلاً نصف مکان شائع غیر مقسوم ہبہ کیا تو امام ابو حنیفہ کے قول پر روا نہین حالانکہ تمام ہبہ کرنے کے بعد اگر نصف کا کوئی مستحق نکلا اور شیوع ہوگیا تو برداشت کرلیا جائیگا اور ایسے ہی نکاح و بیوع و اجارات وغیرہ مین بہت سے مسائل ہین جو اُسکی نظیر ہین کہ حالت بقا مین بعض وہ اُمور برداشت ہوجاتے ہین جو ابتدا مین جائز نہین ہوتے ہین۔ بالجملہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قول اول پر آیات و احادیث مین اتفاق ہوجاتا ہی جبکہ قول اول کے یہ معنی لئے جاوین کہ ماہہائے حرام مین ابتدا کرنا قتال کے ساتھ روا نہین ہی اور منسوخ کہنے کی حاجت نہین ہوتی ہی۔ واللہ اعلم لہذا محققین علماء کا میلان اسی طرف ہی کیونکہ تعظیم حرمات الٰہی اسمین زیادہ ہی اور وہ اقرب بتقوی ہی فافہم۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالٰی ساتھ ہی متقیون کے۔ ساتھ ہونا قرب غیرہ کے طور پر نہین کیونکہ اللہ تعالٰی کمیات وغیرہ مخلوقات کی مشابہت سے بھی پاک و برتر ہی پس اسکا وہم بھی نہ ہوگا بلکہ مراد یہ کہ اللہ تعالٰی کی مدد و نصرت اور جسطرح معیت

اُس کی شان پاک کے لائق ہو اس طرح ساتھ ہے اور ظاہر ایہان بقرینۂ جہاد کے مدد و نصرت الٰہی کا ساتھ ہونا مراد ہو
پس نصرتِ الٰہی جس کے ساتھ ہو وہ ضرور مظفر و منصور ہوگا لہٰذا لازم ہے کہ نافرمانی سے پرہیز کر کے طاعت
پر قائم ہو کر متقی رہیں۔ تاکہ نصرت کے مستحق ہوں۔ واضح ہو کہ ماہہائے حرام جب مومنوں پر
محترم کیے گئے تو مومنین ان مہینوں میں قتال نہیں کر سکتے تھے بخلاف مشرکین کے کہ ان مہینوں کو اگرچہ وہ بھی محترم جانتے تھے لیکن انھوں نے
نسی کا ایک قاعدہ نکال رکھا تھا کہ ایک مہینہ کو اپنی جگہ سے ٹال کر دوسرے مہینہ کی جگہ لیجاتے تھے پس وہ لوگ اس اختراعی طریقہ سے ماہِ
حرام میں مومنوں سے لڑنے پر آمادہ ہو سکتے تھے پس جب مومنوں کو بھی اجازت دی کہ اگر ماہ حرام میں وہ تم سے ابتدا کریں اور چھیڑیں تو مارو
تو اب مومنوں پر کوئی مشکل باقی نہ رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قاعدۂ نسی کی مذمت فرمائی تاکہ مومنین بھی اُس سے بچتے رہیں۔ بقولہ تعالیٰ
اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ مشرکوں نے نسی میں کئی وجہ سے کفر کیا از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شرع مقرر میں اپنی رائے
سے تغیر کیا اور از انجملہ یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر لیا اور جسکو حلال کیا تھا اُسکو حرام کر دیا۔ از انجملہ یہ کہ مخصوص معین کو مفہوم
مردود کر ڈالا۔ اور بیان اسکا یہ ہو کہ نسی خواہ نافع رح کی قرأۃ پر بتشدید یا رہو بایں طور کہ آخری حرف ہمزہ کو یا سے بدل کر یا راول میں ادغام کیا گیا
یا آخر ہمزہ اپنی اصل پر موافق جمہور کے رہو معنی اُسکے تاخیر ہیں اور جوہری رحہ نے کہا کہ فعیل بمعنی مفعول ہو لیے منسوء پھر تحویل کر کے نسی ہوا جیسے مقتول
سے قتیل ہوا و لیکن اس تقدیر سے زیادہ کا حمل مجاز ہوگا بتقدیر ذو یعنی انما النسی ذو زیادۃ۔ اور اظہر یہ ہو کہ مصدر ہو ماخوذ از انسا بمعنی آخر جیسے
نذیر از انذار اور نکیر از انکار اور بریں تقدیر احتیاج حذف نہیں اور قرأت نسی و نساء وغیرہ مصادر سے اسکی مؤید ہیں۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت
میں ان مہینوں کو جو ماہہائے حرام مذکور ہوئے ہیں حرام رکھتے ولیکن چونکہ اکثروں کی اوقات لوٹ مار و قتل و غارت وغیرہ میں بسر ہوتی تھی
لہٰذا پے در پے تین ماہ کے حرام رہنے سے کلفت اُٹھاتے اسلئے جب قتل و غارت کی احتیاج پڑتی تو ان ماہ حرام میں بھی قتال کو روا رکھکر
بجائے اسکے سال کے کسی دوسرے مہینے کو جو اسکے بعد ہو بجائے اسکے حرام کر لیتے تاکہ چار مہینہ کی تعداد باقی رہو اور خصوصیت کو چھوڑ دیتے پس
یہی زمانہ جاہلیت کی نسی تھی جسکی نسبت اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اَلنَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ ہے یعنی ماہ حرام کی تاخیر کر دینا کفر پر اور زیادتی
ہے کیونکہ جو مہینہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر کے اور جو حلال کیا تھا اُسکو حرام کر کے اپنے کفر پر اور کفر بڑھایا اور اللہ تعالیٰ
نے حرمت کیلئے اوقات مخصوص کر دیئے تھے اس خصوصیت کو ترک کر کے چار کی گنتی پوری کر لی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یُضَلُّ
بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یضل بضم اول بر بناء مجہول قرأۃ حمزہ و کسائی و حفص و ابو عمرو ہو یعنی گمراہ کیے جاتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ
جو کافر ہوئے ہیں۔ باقیوں کی قرأۃ میں یضل بفتح اول بر بناء معروف ہو یعنی گمراہ ہوتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں اور یعقوب
کی قرأۃ میں یُضِل از اضلال بصیغۂ معروف ہو پس فاعل اللہ تعالیٰ اور موصول اسکا مفعول ہو یعنی اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ کافروں کو گمراہی
دیتا ہے یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا درحالیکہ کافر لوگ حلال رکھتے ہیں اس نسی کو ایک سال۔ وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا اور حرام رکھتے ہیں
دوسرے سال۔ لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ تاکہ موافقت کریں شمار اس چیز کا جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔ یعنی ایک
مہینہ کو حلال کر کے بجائے اسکے دوسرے کو حرام قرار دینے سے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ چار ماہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیئے ہیں اُن کا شمار باقی
رہے۔ اس وجہ بیان میں اشارت ہو کہ تحلیل و تحریم کی پابندی مقصود نہ تھی بلکہ گویا جدید شرع نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی تحریم سے موافقت کرنا
مقصود تھی اگر کہا جاوے کہ ایک سال میں تحلیل و ایک سال میں تحریم بیان کی حالانکہ مہینوں کی نسبت ایسا کرتے تھے تو جواب یہ کہ نسی کو عمل میں لانا

بیان کر دیا کہ ایک سال میں جب ضرورت ہوتی ماہ حرام کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال جب ضرورت نہ ہوتی تو اپنے حال پر حرام رکھتے اور تعداد میں موافقت اور ترک خصوصیت سے نسی کرتے۔ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو حلال کر لیتے تھے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جمرۂ عقبہ پر خطبہ پڑھا اور بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ اے لوگو نسی کرنا فعل شیطانی اور کفر میں زیادتی ہے کافر اس فعل سے گمراہی میں بڑھائے جاتے ہیں کہ ایک سال میں ماہ حرام کو حلال اور دوسرے سال حرام کرتے ہیں محرم کو کسی سال حلال کر لیتے اور بجائے اُسکے صفر کو حرام کرتے اور ایک سال حرام رکھتے تھے اور یہی نسی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مفسرین نے اختلاف کیا کہ پہلے پہل کس نے نسی کو نکالا۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ جنادہ بن عمرو بن امیۃ الکنانی ہے اور بعض نے کہا کہ عمرو بن لحیی ہے جس نے پہلے پہل سانڈ چھوڑنا نکالا اور بعض نے کہا کہ بنی کنانہ میں سے نعیم بن ثعلبہ ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں محمد بن اسحاقؒ کا کلام جید مفید ہے کہ مہینوں کی بابت نسی جس نے پہلے پہل عرب کے واسطے نکالی اور حلال کو حرام و حرام کو حلال کیا۔ وہ علمس حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے۔ اسکے بعد اُسکا بیٹا عباد بجائے اُسکے قائم ہوا پھر اسکا بیٹا قلع بن عباد پھر امیہ بن قلع پھر عوف بن امیہ پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف قائم ہوا پس زمانہ اسلام آیا۔ ابن عباسؓ و مجاہد وغیرہ نے کیفیت بیان کی کہ جنادہ بن عوف جسکو ابو ثمامہ کہتے تھے اپنے گدھے پر سوار آکر مجمع حجاج میں کہتا کہ اے لوگو مجھے عیب نہیں لگایا جاتا اور اُلٹا جواب نہیں دیا جاتا اور جو کہتا ہوں رد نہیں کیا جاتا۔ اے لوگو تمھارے آلھہ یعنی بتوں نے امسال محرم کو حلال کیا اور صفر تک نسی کر کے صفر کو حرام کیا پھر سال آیندہ میں صفر کو حلال اور محرم کو حرام کرتا تھا اور لوگ اپنے کفر میں ان اعمال کو اچھا سمجھتے اور اسی کی پابندی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ اُن کے برے اعمال اُنکی نظروں میں زینت دیئے گئے پس یہ اعمال قبیح ان کو اچھے نظر آتے تھے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ قوم کافرین کو راہ نہیں دیتا ہے یعنی جو لوگ کفر پر اڑے رہے وہ راہ صواب پر نہیں پہونچتے ہیں اور اس راہ کا دکھلانا و بتانا اور اُس کی طرف رہنمائی تو اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے لئے رسولوں کے بھیجنے و دلائل توحید سے قائم کر دی ہے پس جو نیک ہیں وہ رہنمائی سے راہ پر آجاتے ہیں اور جو سرکش کافر مفسد و خود رائے ہیں وہ راہ پر نہیں آتے ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نسی کفار کی کئی تفسیریں روایت کیں۔ مجاہدؒ نے مرد کنانی کا قول بیان کیا کہ لوگوں سے آکر کہتا کہ ہم نے محرم کو حرام کیا اور صفر کو مؤخر کیا پھر دوسرے سال آکر کہتا کہ ہم نے صفر کو حرام اور محرم کو مؤخر کیا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بقولہ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ یعنی چار کا شمار باقی رکھتے اور تاخیر سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیتے تھے۔ اور ایسا ہی ابو وائل و ضحاکؒ و قتادہ سے مروی ہے۔ قال المترجم یہی صورت نسی کی اوپر مذکور ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ جس سال صفر تک تاخیر کی ہے اگر بعد محرم کو حلال کرنے کے بھی ضرورت قتال باقی رہے تو صفر کو ربیع الاول تک تاخیر کر دیتے حتی کہ سال کے تمام مہینوں پر نسی چھا جاتی تھی ولیکن ظاہر بعض اقوال صرف محرم کی تاخیر کو مشعر ہیں اور محمل اُن کا یہ ہے کہ صورت تاخیر بیان کرنے میں بطور مثال ہیں۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ علمس مذکور ان پر محرم کو حلال کرتا اس شرط سے کہ سال آیندہ میں محرم و صفر دونوں حرام کریں۔ ابن کثیرؒ نے اعتراض کیا کہ اگر یہ تفسیر صحیح ہو تو لازم آویگا کہ اول سال اُنھوں نے فقط تین ہی مہینہ حرام رکھے اور سال آیندہ میں پانچ حرام کئے پس مواطاۃ عدۃ ما حرم اللہ تعالیٰ نہیں باقی رہی۔ مجاہدؒ سے ایک اور صورت نسی کی ذکر کی کہ مہینوں کے نام میں تاخیر و تبدیل کرتے پس ذی الحجہ ایک سال محرم کے وقت کو کہتے اور دوسرے سال عود کر کے ذی القعدہ کو ذی الحجہ کہتے پس ہر مہینہ دو سال حج کرتے تھے چنانچہ نویں سال ہجرت میں حج ابو بکر رضی اللہ عنہ ذی القعدہ میں واقع ہوا پھر آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع دوسرے سال ذی الحجہ میں واقع ہوا اور یہی حضرت صلعم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے۔ الا ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات الخ۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر کو بھی ضعیف قرار دیا اور کہا کہ

اس صورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج کیونکر صحیح ہوتا جبکہ مہینہ درحقیقت ذوالقعدہ کا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی حج کی نسبت فرمایا ہے
أذان من اللہ ورسولہ یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ الآیۃ۔ کیونکہ یہ ندا اسی حج ابی بکرؓ میں واقع ہوئی۔ پس ذی الحجہ میں نہ ہوتا
تو حج اکبر نہ ہوتا اور نسی اس امر پر موقوف نہیں ہے جو دوران سال دہر مہینہ دو سال حج کرنے کی ذکر کی ہے کیونکہ بدون اسکے حاصل ہے کہ محرم
کو حلال کیا اور اسکی حرمت کو صفر تک تاخیر دی حالانکہ سال اپنے نظام پر موجود ہے اور سال آئندہ میں محرم کو اپنی حرمت پر باقی رکھا۔ لیکن
وے لوگ کبھی تو متوالی تینوں ماہ حرام میں سے تیسری کی تحریم کو مقدم کرتے یعنی محرم کو اور کبھی تاخیر دیکر صفر پر ڈالتے تھے۔ فافہم واللہ اعلم
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا الخ۔ اللہ تعالیٰ نے ایام فراق کو معدود ذکر دیا اور ایام وصال کو بلا حساب
و بلا انقطاع کر دیا کما قال تعالیٰ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اور ایام عبادت کیلئے ایک مقطع قرار دیا حالانکہ اسکی جزا و ثواب کیلئے جو مشاہدہ ہے
کوئی مقطع نہیں رکھا۔ کما قال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ اس سے اہل اشتیاق کو جوش شوق میں ڈالا کہ دوام وصال کے
تصور سے قلیل ایام فراق کو صبر کے ساتھ گزاریں گے۔ کتاب ازلی میں ایام عبودیت کیواسطے انحصار ہو چکا اور وہی زمانہ امتحان ہے اور یہ اوقات
ممکنات کے ہیں پھر جب مکان ممکنات سے باہر ہوا تو پھر بلا مکان کے سوائے انوار رحمٰن کے اور کچھ نہیں باقی رہتا اور وہاں نہ رات ہے نہ دن ہے۔ نہ
انقلاب دوران اور نہ حدود و مکان اور نہ زمانہ کا نام و نشان بلکہ نقطہ کشف جمال ازل برابر ہے جلال ابد و بالعکس ہے نہ وہاں شام غروب فنا ہے اور
نہ صبح علال تبدار پس وقت عارف کشف جمال میں وقت ثانی نہیں بلکہ بحر قدم میں دوام و سرمدیت بازوئے بقار سے طیران در فضاء
ابدیت ہے ایسے بندوں پر طوارق زمانیہ و علل حدثانیہ سے کچھ جاری نہیں ہوتا۔ مبارک ایام وصال جنکو نصیب ہوں ؎ طوبیٰ لاعین
قوم انت بینہم ؛ فہن فی نعمۃ من وجہک الحسن ؛ خوشوقت اُس قوم کی آنکھیں جنمیں تو موجود ہو کیونکہ ان آنکھوں کو تیرے چہرۂ پاک حسن سے نعمت
غیر مترقبہ حاصل ہے قولہ یوم خلق السموات والارض۔ اسمیں اشارت مرور قضاء و قدر پر تجلی ازلی کے ساتھ کشف اوقات سرمدیہ کا اشارہ
ہے۔ یوم تو آفتاب کے طلوع سے غروب تک کے وقت کو کہتے ہیں اور معلوم ہو چکا کہ کشف جمال و جلال قدم میں نہ طلوع ہے نہ غروب۔ بلکہ ازل
و ابد ہے اور تمام ازل و ابد و دور و دہر سب اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے میں فانی ہیں۔ عدم سے ایک وقت بقدر یوم کے ایجاد کر کے اسمیں مخلوق
کو پیدا کیا۔ قال المترجم یوم بقدر ہفتہ و ہفتہ بنام یوم سب تعبیر کے لائق ہے۔ فافہم قولہ منہا اربعۃ حرم۔ کرم و رحمت سے ماہہائے قرب پیدا
کر دیئے جنمیں مناسک عبادات و کشف مقامات سے مزید شرف رکھا گیا پس دنیاوی تنعم و عیش سے انہیں منع کر کے تعفف کا حکم دیا اور انہیں
مہینوں میں اُن کو سامان کر کے جوار رحمت و کنار عطوفت کی طرف جانے کا حکم دیا پس بصورت عشاق ہر چیز سے منقطع ہو کر جوار خانہ مراد کو
جاتے ہیں اور ماسوائے ان ایام کے اہل النفس کو رفاہیت اور تنعم کی اجازت دی پھر اس حکم کو مؤکد فرمایا بقولہ ذلک الدین القیم۔ یعنی
راہ راست بجانب حق سبحانہ تعالیٰ و مشاہدہ و وصال و کشف جمال ہے پھر ان اوقات میں مخالفت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی۔ بقولہ فلا تظلموا
فیہن انفسکم یعنی نفوس پر ظلم اسطرح مت کرو کہ مجاہدات سے ان کو روک دو اور مشاہدات کی طلب سے باز رہو بلکہ حظوظ شہوات اُن کو دیدو۔ بعض نے
کہا کہ اپنے نفس کا ظالم وہ ہے جو نفس کو اسکی مرادات و اتباع شہوات میں مطلق العنان چھوڑے کہ وہ بدکاریاں کرتا پھرے اور محارم پر قدم
دھرتا پھرے۔ اور اُن سے تجاوز کرے۔ پھر جو لوگ اپنے نفوس کی اتباع پر مستقیم اور درحقیقت ان افعال سے نفوس پر ظلم کرنیوالے
ہیں اُنکا حال فرمایا۔ بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ یہ اُن کی مذمت ہے کہ باطل طریقہ جو اُن کی فاسد رائے سے نکلے اور یہ رائے اُن کے
خیالات شیطانیہ سے پیدا ہوئے اور یہ خیالات شیطانی اُن کے نفوس کے مطلق العنان ہونے سے پیدا ہوئے ہیں وے اپنی جہالت

سے اُن کو اپنے نزدیک یعنی نفوس کی آنکھون سے پسندیدہ دیکھتے ہین کیونکہ سنت آلہیہ نہین پہچانتے اور اس سے اندھے ہین۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ اُن کو عذاب نہین کیا بلکہ ایسی راہ پر چھوڑا جسمین اُن کی ہلاکت ہو۔ جعفر صادق رحمہ نے ریاکاری کو بھی سوء اعمال مین شمار کیا پھر اللہ تعالی نے مومنون کو ترک لذات دنیا و مرادات نفس پر آمادہ اور رجوع آخرت و رضاء حق تعالی پر برانگیختہ کیا بقولہ تعالی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہیے کوچ کرو اللہ کی راہ مین

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ

ڈھیے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑ کر سو کچھ نہین

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ

دنیا کا برتنا آخرت کے حساب مین مگر تھوڑا اگر نہ نکلوگے تم کو دیگا دکھ کی مار اور بدل لاویگا

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ

اور لوگ تمھارے سوائے اور کچھ نہ بگاڑو گے اُس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

تو اُس کی مدد کی ہے اللہ نے جسوقت اُسکو نکالا تھا کافرون نے دو جان سے جب دونون تھے غار مین

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُسپر اور مدد اُسکی پہونچین

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ فوجین کہ تم نے نہین دیکھین اور نیچے ڈالی بات کافرون کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

شیخ جلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے جب لوگون کو غزوہ تبوک کے واسطے چلنے کو بلایا اور وہ زمانہ تنگی و سخت گرمی کا تھا اور مدینہ کے باغون مین پھل پکنے کا وقت تھا پس لوگون پر اُسوقت مین سفر جہاد گران گزرا تب یہ کلام نازل ہوا۔ وقال الحافظ رحمہ وغیرہ یہان سے اللہ تعالی نے ان لوگون پر عتاب شروع کیا جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ مفسرین مین اختلاف نہین کہ یہ کلام غزوہ تبوک سے متعلق ہے۔ تبوک بفتح تا فوقانیہ و با موحدہ ایک مقام ہے قریب شام کے مدینہ سے دس مرحلہ دور ہے آنحضرت صلعم نے غزوہ طائف سے واپس ہو کر اِن نصاری پر جہاد کا قصد کیا بعض علماء نے کہا کہ باعث عزم مذکور قولہ تعالی قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ واقع ہوا بالجملہ صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے کہ اکثر غزوات مین جہان کا قصد ہوتا اُسکے سوائے دوسرے غزوہ کی طرف توریہ فرماتے تھے مگر غزوہ تبوک مین مصرح فرما کر لوگون کو آگاہ کر دیا تاکہ سامان سفر درست کرین کیونکہ سفر دور و دراز تھا اور حالت یہ کچھ تھی جو مذکور ہوئی۔ پس لوگون پر گران گزرا چنانچہ بعضے پیچھے رہے اور اس غزوہ مین عجائب معجزات بہت واقع ہوئے چنانچہ آخر تک اسکے بیان مین بعض بعض مذکور ہونگے اور شروع کلام شاید کہ لوگون پر عموماً عتاب ہے بسبب اسکے کہ اُن پر ایسے وقت مین سفر گران گزرا اور شاید جو لوگ پیچھے رہے تھے انھین پر عتاب ہے تو یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ۔ واضح ہو کہ اگر پیچھے رہنے والون پر عتاب ہے تو سب نہین

پیچھے رہے ﷺ اور ایسے ہی گران گزرنا بھی ظاہر اسباب پر نہین ہوا ولیکن موافق عادت قرآنی کے خطاب عام فرمایا۔ مالکم استفہام توبیخ و ملامت ہے
اور نفر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بسبب کسی حادثہ کے حرکت کر جانے کو کہتے ہین۔ واستنفر الامام۔ امام نے استنفار کیا یعنی جہاد کیلئے نقل حرکت
کرنے پر آمادہ کیا و فی الحدیث اذا استنفرتم فانفروا یعنی جب تم سے نفر کو یعنی جہاد کے واسطے نکلنے کو کہا جاوے تو فوراً تعمیل کرو۔ اسم اس سے نفیر
آتا ہے اور آیت مین نفر بمعنی لغوی ہے بسبب قولہ فی سبیل اللہ۔ اگرچہ عرف اسلام مین نفر واسطے جہاد کے نکلنے مین حقیقت ہوگیا اور شاید بروجہ
تجرید ہو۔ اثاقلتم۔ دراصل تثاقلتم تھا پھر تا فوقیہ کو ثا مثلثہ کرکے بعد ادغام کے ہمزہ وصل سے اثاقلتم کیا گیا اور معنی اسکے بوجھل ہونا اور مراد
لازم ہے یعنی درنگی و توقف کیونکہ گران بار آدمی جلدی نہین کرتا۔ اور یہ لازمی ہے الی سے متعدی نہین ہوتا الا بتضمین معنی فعل دیگر لہذا اثاقلتم الی
الارض۔ مین کہا گیا کہ متضمن معنی میل ہے لیے بتا طئتم و ملتم عن الجہاد والی الارض۔ یعنی سستی و درنگی کرکے مائل ہوئے جہاد سے طرف زمین کے
یعنی طرف بیٹھ رہنے اپنے وطن کے۔ المعنی۔ اے ایمان والو کیا ہے تم کو کہ جب تم سے کہا گیا کہ جہاد کے واسطے نکلو تو تم بوجھل ہو کر جہاد سے
بے رغبتی کرکے اپنے وطن مین بیٹھ رہے و توقف کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ہمزہ
استفہام انکاری و تعجب لانے کو ہے یعنی کیا تم راضی ہوگئے زندگانی دنیا و اس کی لذات کے ساتھ بدلے آخرت و اسکی نعمتون کے۔ تم کو
ایسا نہین چاہیئے۔ جو عرفان و یقین سے حیات دنیا کو فانی و آخرت کو باقی جان چکا پھر اس سے عجب ہے کہ دنیا پر راضی ہو۔ چونکہ حقیقی
مومنین میں یہان باعث توقف یہ نہین تھا بلکہ تنگی و مشقت سفر و شدت گرمی و کثرت دشمن و بے سامانی کا باعث تھا لہذا قطعاً نہین فرمایا کہ
تم ایسے ہی ہوگئے ہو ولیکن امور توقف چونکہ از جانب نفس بمقابلہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم تھے لہذا بحسب صورت ظاہر کے اُن کو متنبہ کردیا
کہ حیات دنیا پر نظر مت کرو اور آخرت باقی کی طالب ہو۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ نہین متاع زندگانی
دنیا بمقابلہ آخرت مگر قلیل۔ یعنی آخرت و اسکی نعمتون باقیہ کے پلہ مین متاع حیات دنیا بہت قلیل ہے حدیث مین اُسکی مثال یون آئی ہے
کہ سمندر مین کوئی انگلی ڈبو دے تو بھلا اسمین کسقدر آیا پس یہی مثال ہے کہ نعیم آخرت بمنزلہ سمندر کے اور متاع دنیا جسقدر انگلی مین لگا بعض
نے کہا کہ قلیل سے معدوم بھی مراد ہوسکتا ہے کیونکہ نعمت آخرت باقیہ غیر متناہی ہین اور متاع دنیا یہی متناہی اور دونون مین کچھ نسبت نہین ہے
ولیکن اول اظہر ہے کیونکہ نسبت معدوم ہونے سے متاع دنیا کا عدم لازم نہین ہان ایسا ہے کہ گویا معدوم ہے پس حاصل آنکہ جہاد پر کمر باندھو
اور درنگ مت کرو۔ یہین سے کہا گیا کہ آیت مین دلیل ہے کہ جہاد ہر حال و ہر وقت مین واجب ہے۔ قال ابن کثیر رح کہا گیا کہ یہ آیت اور قولہ تعالیٰ
انفروا خفافا و ثقالا و جاہدوا الآیۃ۔ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ الآیۃ۔ یہ آیات منسوخ ہین بقولہ تعالیٰ
وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ منہم۔ لہذا جہاد فرض کفایہ ہے کہ سب ترک کرین تو گنہگار ہین اور اگر بعض اسپر قائم رہین
تو کافی ہے اور قول نسخ ہی ابن عباس و عکرمہ و حسن و زید بن اسلم سے مروی ہے ولیکن شیخ ابن جریر رح نے اسکو رد کردیا اسطرح کہ خود جہاد کے
قصد کرنے مین یہ نچاہیئے کہ تمام مومنین ملک خالی کرکے چلے جاوین۔ اور یہ آیت و ما عندا اُس کے ان مومنون کے حق مین ہین جنکو آنحضرت صلعم
نے جہاد پر چلنے کا حکم دیا پس اُن پر متعین ہوگیا کہ وہ ضرور چلین گے چنانچہ اگر تعمیل نکرینگے تو مستوجب عذاب ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ الا۔ دراصل ان لا۔ ہے نون حرف شرط کو لام مین ادغام کیا گیا یعنی اگر تم نفر نہ کروگے
یعنی جہاد کیلئے رسول اللہ صلعم کے کہنے کے موافق ساتھ ہوکر نہ نکلوگے تو عذاب الیم سے تم کو اللہ تعالیٰ معذب فرماویگا۔ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ۔ اور سوائے تمھارے اور قوم کو تمھاری جگہ بدلیگا۔ بعض نے کہا کہ یہ قوم اہل یمن ہین اور شاید مراد اشعری لوگ ہین اور بعض نے کہا

کہ اہل فارس ہیں یعنی قوم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اور حق یہ ہے کہ علماء تفسیر نے بنظر قرائن وصلاحیت کے اقوام کو بیان کیا ورنہ آیت کریمہ کی تفسیر کسی قوم سے نہیں ہو سکتی کہ وہ مراد ہو اسلئے کہ آیت جملہ شرطیہ ہے یعنی اگر تم ایسا نہ کروگے تو ایسا ہوگا پس جملہ محصلہ نہیں ہے تاکہ کسی قوم کی تعیین ہو اور حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سخت تہدید فرمائی کہ اگر تم لوگ آنحضرت صلعم کے استنفار کو قبول نہ کروگے تو تم پر عذاب الیم نازل کرکے بجائے تمہارے اور قوم کو لا دیگا جو مطیع ومنقاد ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ جیسے قوم وجیسے بندے چاہے پیدا فرمادے بلکہ جس قوم کو چاہے جیسا کر دے لہذا فرمایا۔ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ضمیر تضروہ۔ راجع بجانب الٰہی عزوجل یا بجانب رسول اللہ صلعم یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مملکت میں کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یا تم لوگ آنحضرت صلعم کی معاونت چھوڑنے سے اس کا کچھ ضرر نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارا مددگار ہونا فتح ونصرت کیلئے ضروری نہیں اگرچہ تمہارے لئے ہی مفید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اپنے رسول واسلام کو غالب کریگا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چونکہ نفس انسانی ان مقامات میں وساوس شیطانی کی وجہ سے متزلزل ہوتا ہے لہذا اشاہد بیان فرمایا بقولہ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ ان لاتنصروہ لم یحتج الیکم فانہ قد نصرہ اللہ۔ اگر تم اسکی نصرت نکرو تو تمہاری مددگاری امر ضروری نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نصرت عطا فرمائی ہے جبکہ سوائے ایک آدمی کے اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ جبکہ اسکو کافروں نے نکالا یعنی مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ نہ آنکہ خود باہر کر دیا کیونکہ خود تو تلاش میں تھے کہ پادیں تو سب کے سب موافق مشورہ دار الندوہ کے ایکبارگی ٹوٹ پڑیں وقتل کر ڈالیں جیسا اوپر قصہ گزر چکا پس مراد آنکہ کافروں کے حرکات نے اُسکو نکل جانے پر مجبور کیا پس وہ نکلا۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ در حالیکہ وہ دو میں سے ایک تھا یعنی ایک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ اگر کہا جاوے کہ ثانی جب آنحضرت صلعم ہوئے تو اول ابوبکر الصدیق ہوئے حالانکہ مرتبہ صدیق خود مؤخر ہے تو جواب یہ کہ عرب کی زبان میں ایسی ترکیب میں رتبہ وغیرہ کا لحاظ کچھ نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ ان اعداد میں سے ایک عدد پس معنی یہ کہ دو میں سے ایک آنحضرت صلعم تھے اور فائدہ یہ نکلا کہ کل دو ہی تھے وقد قال تعالیٰ وما من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم۔ اپنی ذات پاک کو چہارم فرمایا یعنی تین مشورہ کرنیوالوں کے ساتھ چوتھا علم الٰہی ہوتا ہے پس رتبہ یہاں مراد نہیں کیونکہ ممکن ہی نہیں ہے اس لئے کہ خالق کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں ہے پس مقصود یہ کہ نصرت دی اپنے رسول کو مکہ سے نکلنے کے وقت در حالیکہ ہمگی دو عدد میں سے ایک وہ تھا۔ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ جبکہ یہ دونوں کے دونوں غار میں تھے اس غار سے جبل ثور کا غار مراد ہے جسمیں آنحضرت صلعم مع ابوبکرؓ کے تین روز پوشیدہ رہے تھے تاکہ کافر لوگ راستوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر واپس آویں اور اس مدت تک حضرت صدیق کے غلام کھانا پانی پہونچاتے اور حضرت صدیق کی چھوٹی بیٹی اسماء بنت ابی بکر بھی متعہد ہوتی تھیں اور یہ قصہ بخاری کی حدیث کیفیت ہجرت وغیرہ میں مفصل مذکور ہے اور آیت میں ابوبکرؓ کی بڑی فضیلت ہے اور دلیل ہے کہ معیت ابوبکرؓ کی امر شائع مستفیض اس درجہ پر تھی کہ تعبیر بلفظ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ کافی تھی اور اُمت کا بھی اجماع ہے کہ ثانی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے کشاف میں کہا کہ علمائے فرمایا کہ جس نے حضرت صدیقؓ کے مصاحب ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا کیونکہ اُس نے نص قرآنی کا انکار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جبکہ رسول اللہ صلعم کہتا تھا اپنے مصاحب سے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ تو کچھ غم نہ کھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ خفاجی رح نے کہا کہ ساتھ ہونے سے ایک خصوصیت کا ساتھ ہونا مراد ہے ورنہ عموماً اللہ تعالیٰ اپنے علم وغیرہ سے ہر بندہ کے ساتھ ہے اگر کہا جاوے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مرتبہ صدیقیت پر تھے پھر کیونکر غمگین ہوئے جیسا کہ آیت سے نکلتا ہے جواب یہ کہ آنحضرت صلعم پر نظر کرکے گھبرائے تھے اور اپنی ذات کیواسطے کچھ غمگین نہ تھے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم

بعد مغرب کے حجرۂ شریف مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر باہر آئے اور جماعت کفار کو گھیرے کھڑا دیکھکر سورۂ یٰسین تا قولہ فہم لا یبصرون پڑھکر مشت خاک اُن کی آنکھون پر چھونک کر اُن کے روبرو سے نکلے ہوئے چلے گئے۔ اور کفار اندھون کی طرح کھڑے رہے صبح کو کف افسوس مل کر لوگ دوڑائے اور دیدبان بٹھائے۔ آنحضرت صلعم نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے یہان تشریف لائے اور ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ ابوبکرؓ نے ساتھ ہونے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ ہان پس ساتھ لئے ہوئے جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ روایت ہو کہ ابوبکرؓ کبھی آگے ہو لیتے اور کبھی پیچھے تو آپنے پوچھا۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مجھے دیدبانون کا خیال ہوتا ہو تو آگے ہو لیتا ہون اور جب درپئے طلب کافرون کا خیال آتا ہو تو پیچھے ہو لیتا ہون یہانتک کہ غار مذکور تک پہونچے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ذرا توقف فرمائے کہ مین غار کو پاک کرون پھر کلسنٹے وغیرہ سے پاک کر کے عرض کیا کہ آپ اندر آجائیے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ قصہ روایت کر کے کہتے کہ واللہ یہ رات ابوبکرؓ کیواسطے ساتھ ہونے کے عمر و اسکی اولاد سے بہتر تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غم صرف اس امر پر تھا کہ کافر لوگ درپے طلب ہین ایسا نہو کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت پہونچے اور اس سے یہ لازم نہین کہ دین اسلام پھیلنے اور نصرت رسول اللہ صلعم کا وعدہ دیا گیا ہو اسکے خلاف کیون غم ہوا اسلیئے کہ اذیت پہونچنا اسکے منافی نہین جیسے جنگ اُحد مین ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود یہ قصہ بیان فرمایا کہ جب ہم غار مین تھے تو مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کافر لوگ یعنی جو غار پر اُدھر اُدھر ڈھونڈھ رہے ہین اگر اُن مین سے کوئی نیچی نظر کرے تو ہم کو اپنے قدمون کے نیچے دیکھ لے آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا گمان کیا ہے ایسے دو آدمیون کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ والحدیث فی الصحیحین۔ پس اللہ تعالیٰ نے کافرون کو غار سے اندھا کر دیا پس وے لوگ اسکے گرداگرد پھرتے رہے مگر کسی نے ہم کو نہ دیکھا زاد الطبرانی والبیہقی عنہ۔ نووی رح نے کہا کہ اسمین آنحضرت کے توکل عظیم کا بیان اور حضرت صدیق کی کمال فضیلت پر تنصیص ہے۔ شعبی رحمہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت مین تمام اہل زمین کو عتاب فرمایا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تو حوض کوثر پر میرا صاحب تو غار مین میرا صاحب ہو۔ رواہ الترمذی قال حسن صحیح غریب۔ اہل علم نے اس آیت سے بہت سے وجوہ افضلیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی استنباط کئے ہین۔ حاصل کلام آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت مدد دی جبکہ غار مین اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تو کچھ غم مت کر ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یعنی نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہو۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت اسپر نازل فرمائی۔ ضمیر علیہ مین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف راجع ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو برابر سکینت و وقار پر تھے پس معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر اپنی طمانینت نازل فرمائی جس سے اُن کے دل کو تسکین ہو گئی کہ نصرت الٰہی شامل حال ہو آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت نہین پہونچ سکتی ہو۔ بعض نے لکھا کہ ابن عباسؓ و اکثر مفسرین کا یہی قول ہو۔ قول دوم یہ کہ ضمیر مذکور راجع بآنحضرت صلعم ہے اور فا در قولہ فانزل فا تعقیب نہین ہو یعنی یہ معنی نہین کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت نازل فرمائی بلکہ سیاق کلام سے اثبات نصرت ہو پس جب اس حالت مین آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھی کو تسکین دی تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر طمانینت نازل فرمائی تھی اور بعض نے کہا کہ سکینت سے مراد ایسی عصمت ہو کہ اُس کے ہوتے ہوئے کوئی خوف کسی سبب سے نہ آئے بلکہ ہمہ تن مسبب الاسباب پر نظر رہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت اُتاری اور اسی کا مؤید ہے قولہ تعالیٰ۔ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا اور تائید دی اسکو یعنی آنحضرت صلعم کو ایسے لشکرون سے جنکو تم نے نہ دیکھا اگر پوچھا جائے کہ یہ کہان تائید دینے کا بیان ہو تو معالم وغیرہ مین لکھا کہ حالت مذکورہ یعنی غار مین اور دیگر اوقات

حالت جہاد وغیرہ مین پس غار مین تائید ملائکہ باین معنی تھی کہ کافرون کے رُخ کو غار سے پھیرتے اور آنکھین اُسمین نظر کرنیسے اندھی کرتے یعنی بینائیان خیرہ کرتے تھے اور جنگ بدر وغیرہ مین تائید ملائکہ معروف ہی اور ظاہر یہ ہی کہ بعد اخراج کے مواطن جنگ مین تائید کا بیان ہی اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت تائید وسکینت دی جبکہ ہجرت کے وقت غار مین اپنے ساتھی سمیت تھا اور بعد اس کے مواطن قتال مین ملائکہ کے گروہون سے تائید کی جنکو تم نے نہ دیکھا۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے کافرون کے کلمہ کو پست کردیا یعنی دعوت شرک کو مغلوب کردیا جسکی گردن بڑہ چلی تھی وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا اور کلمۃ اللہ یعنی کلمہ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہ و محمد رسول اللہ ہی غالب ہی ضمیر ہی فاصل سے قطعاً جملہ اسمیہ کردیا اور مفاد یہ کہ کلمہ الٰہی کسی حال مین پست نہ تھا کہ اب غالب ہو بلکہ وہ ہر حال مین غالب ہی ہان لوگ البتہ اس سے محروم تھے کیونکہ کلمہ توحید سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت والوہیت کا بیان ہی اور وہ ہر حال مین ظاہر وباہر ہے اور ہر چیز اُسکی قدرت وحکم مین مسخر ہی۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت وملک مین غالب اور اپنی صنع مین حکیم ہی جو کچھ جسوقت جس حال سے جاری ہی سب اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر اور اسی کی حکمت بالغہ سے جاری ہی جس کا پار کوئی نہین پا سکتا ف۔ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو رضاء الٰہی ومشاہدۂ پاک باقی حاصل کرنے کیلئے دنیا واسکی لذات چھوڑنے پر آمادگی دلائی بقولہ ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ۔ اور اسمین اہل طریقت کو اشارت ہی کہ کرامات کو مشاہدہ پرست اختیار کرو۔ مترجم کہتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ صدور کرامات کو آدمی کیواسطے نقص سمجھتے تھے کیونکہ یہ توجہ بجانب عالم ہی اور غفلت از مشاہدہ خالق عزوجل۔ اور قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو مصرح بیان کردیا ہی اور حاصل اشارت یہ ہی کہ کرامات اگرچہ صاحب کرامت کے بزرگ ہونے کی دلیل ہین لیکن چونکہ امر باقی نہین لہذا اُنکی خواہش جو موجب غفلت از مشاہدہ ہی نہین چاہتے۔ ہان اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جس سے صادر فرمادے اُس کے حق مین چونکہ اُسی راہ سے تجلی بھی ہوگی کچھ نقصان نہین۔ فافہم واللہ اعلم۔ یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ دنیا مین لوگ باہم نصیحت مین خوف کرکے آخرت کی فضیحت مین گرفتار ہوتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل وخوار اور آخرت کو مشرف وپایدار فرمایا بقولہ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ اور اسمین اشارت ہی کہ عارف صادق نے دنیا مین جو کچھ قرب ومعرفت ووجد وحالت وفضل وکرامت پائی ہی وہ درگاہ کبریائی مین حاضر ہونیکی نعمتون سے جو آخرت مین ملینگی بہت کم ہین کیونکہ وصال حق وکشف جمال کے مقابلہ مین تمام نعمتین فانی وہیچ ہین جیسے بحر زخار کے مقابلہ مین ایک قطرہ حباب ناپایدار ہے۔ شیخ نہرجوری رح نے فرمایا کہ دنیا ایک سمندر ہی اور آخرت اُسکا کنارہ ہی اور جس چیز پر سوار ہوکر پار ہو وہ ایک ہی چیز ہے یعنی تقویٰ اور لوگ اس سمندر سے پار ہونیکے مسافر ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ دنیا آب بلکہ سراب ہے اگر ہفت سمندر سے دامن تر ہو اس سراب سے دامن اُٹھائے گذرنا ضرور ہی قولہ تعالیٰ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الخ۔ جو بندہ ازلی تائید سے سرفراز ہوا اُسکو کسی نصرت ومدد کی حاجت نہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے معزز کیا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنایا حالانکہ آنحضرت اسکی مدد ونصرت سے مستغنی ہین بلکہ مددگار کو خود اس نصرت کی توفیق پانے سے شرف حاصل ہی کیونکہ نصرت حق عزوجل اس پیرایہ سے اسپر ظاہر ہوئی جو بندہ اپنے مولیٰ عزوجل کی طرف منقطع ہوجائے اللہ تعالیٰ ہر حال مین اُسکی اعانت فرماتا ہی اور ہر نعمت اسکو پہونچاتا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو اس طرح بیان فرمایا کہ جب غار مین اپنے ساتھی سمیت داخل ہوا تو اُسپر کشف جمال سے اور اُسکے ساتھی پر ظہور نور جمال سے طمانینت نازل کی اور حاصل یہ کہ تمھاری نصرت کی کیا حاجت ہی جسکو اُس کے مولیٰ نے نصرت دی جبکہ وہ مکڑی کے جالے کے اندر مخفی ہوا اور اُسکے دشمنون نے اُسکے ساتھ کچھ قابو نہ پایا۔ مترجم کہتا ہی کہ مشہور ہی کہ جب حضرت صلعم غار مین داخل ہوئے تو اوپر سے مکڑی نے

جالا تانا۔ چنانچہ کافرون نے کہا کہ اگر اس غار مین جاتے تو مکڑی کا جالا باقی نہ ہوتا حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر سے مشرکون کے پاؤن دیکھتے تھے
یہی شیخ نے اشارہ کیا۔ اور نیز اس کلام مین بیان ہو کہ رسول کو کسی کی نصرت کی حاجت نہین جبکہ اللہ تعالی نے اُسکو نصرت ازلی اور رعایت رسالت
و نبوت سے منصور فرمایا پس وہ تمام خلائق پر غالب ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالی نے اس امر کو عموماً آیات سے آنکھون دکھلایا چنانچہ بدر مین ایک
مٹھی خاک سے لشکر بھاگا اور حنین مین بھی جب آپ تنہا رہ گئے اور ایک مٹھی خاک کافرون پر جھونک دی اور فرمایا کہ خوار ہون یہ چہرے بھاگو
میرے دوبدو تو تمام لشکر کفر دہل گیا اُنکے دل اُن کے سینون مین اُچھلنے لگے اور آنکھین و منہ و ناک سب کنکریون وغیرہ سے بھر گئے اور نہایت
مضطرب ہو کر بھاگنا شروع کیا اور یہ بیان بھی عوام کی تسکین کیواسطے ہو ورنہ امر حقیقت اس سے بھی اعلی و اجل ہو پس واللہ ثم باللہ کہ مرد
عارف بیقین جانتا ہو کہ نصرت الٰہی کسی سبب پر موقوف نہین اور تن تنہا حضرت صلعم تمام عالم کے مقابلہ مین کافی تھے۔ ارے یہ نہین جانتے کہ
اللہ تعالی قادر ہو کہ تمام کافر و تمام خلائق کو ایک دم مین ہلاک کرے ایک دم مین عاجز و مطیع کرے سب کے سب ہاتھ باندھکر حاضر ہون قد
قال تعالی قل فمن یملک لکم من اللہ شیئاً ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین
من اصابع الرحمن الحدیث۔ پس بالیقین نصرت الٰہی کی حاجت ہو اور کسی شخص کی مددگاری امر محتاج الیہ نہین بلکہ مددگار کے حق مین شرف ہو فافہم
شیخ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ اللہ تعالی نے اسکو منصور فرمایا چنانچہ بقولہ واللہ یعصمک من الناس سب کی نصرت سے بے پروا کر دیا اور
جو بندہ کہ میدان عصمت مین مشرف ہو وہ تمام مخلوق کی نصرت سے بے پروا ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ ابتدا مین رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے
بعض بعض آپ کی چوکیداری و حراست کیا کرتے تھے اور رات بھر مسلح ہو کر گرد گھومتے پس جب یہ آیت اُتری تو آپنے حجرے سے سر نکال کر فرمایا
کہ اب تم جاؤ آرام کرو اللہ تعالی نے مجھے عصمت مین کر دیا یعنی کوئی قتل نہین کر سکتا۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار مین حبیب کی
صحبت مین صدیق رضی اللہ عنہ کی خاصیت کا اشارہ ہو یعنی آنحضرت صلعم کی صحبت کیواسطے صدیق رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم
کیساتھ ہونیکے واسطے صدیق مین ایک خاص خصوصیت تھی کیونکہ مقام قرب منزلت مین اتحاد مشرب سے معیت ہو اور مشرب صدیق رض کا بحر نبوت رسالت
سے تھا اور یہ تقدیر قدیم تھی پس اگر یہ امر نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم کی صحبت و معیت کیلیے منفرد نہ ہوتے اور صدیق رض ایسی منزل مین تھے کہ وہان ظہور وحدت تھا
اور درمیان سے صدیق وہی سب مرتفع تھے اور اعلی مرتبہ اس مقام کا مقام نبوت ہو پس انتہا مرتبہ صدیق ابتداء مرتبہ نبی ہو اور وہ ایسا مقام
ہے کہ وہان اللہ تعالی کے سوائے کچھ نہین ہو پس اُسی نور قدس سے دونون نکلے اور اسی کے ساتھ غار مین داخل ہوئے۔ حبیب علیہ السلام نے صدیق رض
کو اپنے ساتھ ہونیکے خصائص پہنچوائے جبکہ صدیق پر طوارق امتحان کا ظہور ہوا کما قال تعالی اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یعنی کبھی اس
خیال سے غمگین مت ہو کہ ازلی برگزیدگی و عصمت مین تغیر آویگا ایسا نہین ہو سکتا بلکہ وہ پاک پروردگار اگرچہ فرد و صمد غنی پاک ہو لیکن فضل سے ہم کو
سرفراز کیا پس تا ابد وہ ہمارے ساتھ ہے باینمعنی کہ اسکی قدرت و عنایت ازلی و اُس کا علم قدیم اور اُسکا ظہور مشاہدہ از راہ قلب و روح و عقل بوصف
قرب و مناجات یکسان ہمارے ساتھ ہو۔ ابن عطاء رح نے قولہ اذ ہما فی الغار مین کہا کہ محل قرب کے غار انوار ازلی مین تھے اور کہا کہ قولہ لاتحزن الخ
جو کوئی ایسا ہو کہ اللہ تعالی اُسکے ساتھ ہو اُسکو غمگین نہ ہونا چاہیے۔ شبلی رح نے قولہ ثانی اثنین مین کہا کہ تشخص مین تو دو تھے اور قلب کی راہ سے اپنے
مولی کے ساتھ واحد تھے۔ ابن عطاء رح نے قولہ ان اللہ معنا مین کہا کہ معیت الٰہی ہمارے ساتھ ازل مین ہو چکی چنانچہ ہم مین وصل دیا اور ساتھ
کر دیا پس فصل و جدائی کا رنج مت کر۔ و بعض نے کہا کہ صدیق رض کو غم صرف اس امر کا تھا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت لاحق نہ ہوا اور بعض نے کہا کہ اس
جہت سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر پیش آوے جس سے اسلام مین ضعف ہو جائے۔ مترجم کہتا ہو کہ شان الٰہی سبحانہ اعلی و اجل ہو اُسکی عظمت و کبریائی

جب بمرتبہ کمال حاصل ہو تو وہ مرتبہ نبوت ہی اور درجہ بدرجہ کمی سے مرتبہ انسانی مین نقص ہوتا ہی اور اسی قدر اپنی فنا مین قصور ہوتا ہی پس یہ بات
بعید نہین کہ بندہ برگزیدہ کسی مکروہ مین گرفتار ہو چنانچہ آنحضرت صلعم ابتدا مین عرب قریش کے ہاتھون اذیت مین آئے لہذا صدیق کو ایسا خوف
وغم ہونا بنظر عظمت و کبریاء الٰہی کے بجائے خود تھا تا آنکہ بوحی الٰہی و کلام نبوت یہ امر ظاہر ہوا کہ اس واقعہ مین معیت الٰہی ہی یعنی ظہور تجلی افضال
و طلوع آفتاب ترقی و کمال ہی پس اسلام روز بروز قوی ہو گا اور ایسا نہ ہو گا کہ جیسے بعض انبیاء سابقین کو اللہ تعالیٰ نے قوم کے ملعون ہاتھون سے
قتل کر کے اُٹھا لیا اور مقام قرب و منزلت مین بلا لیا اور اس قوم ملعون کو طغیان و گمراہی مین چھوڑ دیا۔ فافہم۔ فارس رح نے کہا کہ حزن سے اسلئے منع کیا
کہ حزن ایک علت ہی پس معرفت دیدی کہ اس مقام پر حزن لائق نہین ہی کیونکہ مقام قرب مین ایسے اعلیٰ مقام ہی بعض نے کہا کہ دونون مقام مشاہدہ
مین تھے پس غیرت حق نے انکو چشم خلائق سے غار مین پوشیدہ کیا اور یہ ایک تجلی خاص ہی تو نہین دیکھتا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا ایسے
دو آدمیون کیساتھ کیا گمان ہی جنکا تیسرا اللہ تعالیٰ ہی یعنی مشاہدہ و نصرت و مدد سے تیسرا وہ پاک پروردگار ہی۔ یعنی وہی اُنکا ناصر و معین ہی بعض نے کہا کہ قولہ
فقد نصرہ اللہ۔ یہ نصرت عجیب فضل و کرامت تھی کہ کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ وہان کشف مقامات سے وہ اعلیٰ مشاہدات تھے جو جس بدن سے نجات ہو کر
حاصل ہوتے ہین جیسے دیدار حق سبحانہ تعالیٰ بعد فنا جسم و جسمانیات کے بعد ایجاد خاص کے حاصل ہوتی ہی نہ ان آنکھون جیسا کہ سابق مین تحقیق ہو چکا۔ پس
اگر اس حالت مین یہ نصرت خاصہ نہ ہوتی تو سطوات عظمت و کشف مشاہدہ خاصہ مین متلاشی ہو جاتے۔ اسرار صوفیہ مین کہا جاتا ہے کہ قطعات مین
و مقامات کیلئے جو خصوصیات بیان ہوتے ہین صحیح ہین اگرچہ وہ خیالات پر مبنی نہین کیونکہ کون جانتا تھا کہ یہ غار ایسے سردار بنی آدم و اشرف عالم
کا ٹھکانا ہو گا ولیکن اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی رحمت سے جسکو چاہا مخصوص فرمایا اسی طرح جسکی قسمت مین جو فضل چاہا تقسیم کر دیا بعض کہتے ہین کہ
بعضے لوگون کے دل عرش سے متعلق ہین وہ اللہ تعالیٰ کو وہان طلب کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ فرماتا ہی۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یہ تو
یقینی بات ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر زبان و مکان سے پاک منزہ ہی لیکن اس خطاب مین اہل دل کیلئے حیات اسرار ہی۔ شیخ نے لکھا کہ مجھے یہان ایک
نکتہ عجیب کشف ہوا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ مین نفی اتحاد بوحدانیت ہی جیسے عیسیٰؑ و اسکی مان سے
نفی فرمائی جبکہ نصاریٰ نے یہ زعم کیا۔ کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس رد کر دیا کہ ما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ پس عیسیٰؑ و اُن کی مان سے الوہیت کی نفی فرمائی
ایسے ہی یہان بھی سید المرسلین و سید الصدیقین سے اُن کی نفی فرمائی تا کہ کوئی احمق یہ گمان نہ کرے کہ عرش سے ثریٰ تک ساحت کبریا و ازلیت مین
اثر نہ تھا اسواسطے کہ الوہیت قدیمہ تو انقسام و افتراق و اجتماع وغیرہ سے ممتنع ہے اور قولہ ان اللہ معنا سے اسکی تحقیق کر دی اور اسمین تلویح
ہے کہ اتحاد محال ہی اور جو اشارہ بیان ہوا اس کی دلیل اس قول سے ہی کہ لاتحزن۔ اس طرح کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے طلب مین حزن کا
اثبات فرمایا اور یہ حزن از راہ حال و وقت ہی کہ اسمین تغیر نہ آوے اور فوت نہ ہو جاوے حالانکہ زمانہ امتحان کا ہی۔ پس آنحضرت علیہ السلام نے
آگاہ فرمایا کہ یہ وقت و حال ہم سے فوت نہین ہو سکتا کیونکہ او تعالیٰ کشف و وقت و حال کے فضل فرمانے سے ہمارے ساتھ ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس کشف و حال مین مزید فرمایا بقولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ کیونکہ صدیق رض کو اسی سے غمگینی تھی۔ اسمین اشارت یہ ہی کہ سکینت مذکور پہلے
قلب محمد صلعم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور یہ کشف و قرب مین وضوح کے واسطے تھی اگرچہ آنحضرت صلعم ہر حال مین مستقیم
تھے اور کبھی آپکو اس حال و وقت کے گم ہو جانے کا خوف نہین ہوا ولیکن ان کے قلب پر اس سکینت کا نزول بغرض زیادتی استقامت قلب صدیق
رضی اللہ عنہ کے تھا کہ اُن کے دل سے بالکل حزن و اندوہ جاتا رہے تاکہ رسول اللہ صلعم کے جمال سے منور ہو جاوے اور اگر بدون واسطہ آنحضرت صلعم
کے صدیق رض کے قلب پر اسکا نزول ہوتا تو انوار قدم کے اشراق سے وہ فانی ہو جاتے کیونکہ ایسے اوقات مین اُسکے نزول کو سوائے انبیاء

ومرسلین اولی العزم کے دیگر انبیاء ورسول بھی نہین اُٹھا سکتے ہین پس گویا کلام یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سکینت کو جو ابو بکرؓ کیلئے رکھی محمد صلعم پر نازل فرمایا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بوجہ قوت معرفت حضرت صدیق کے جو ایسے رسول افضل واکرم کے صدیق تھے ابتداءً یہ سکینت صدیقؓ پر نازل ہوئی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم پر یہ سکینت اول ہی سے تھی اور بعض نے کہا کہ نزول سکینت کا قلب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر از جانب الٰہی اسطرح ہوا کہ محمد صلعم نے صدیقؓ سے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو کی طرف کیا ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے پس سکون وطمانینت حاصل ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح رہے کہ ہر کلام وخطاب کے ساتھ انوار توفیق ومعرفت از جانب حق عز وجل ہوا کرتے ہین اور جو شخص توفیق یافتہ ہوتا ہے اُسی کو حاصل ہوتے ہین۔ اسی واسطے جب کلام مجید کی تعلیم وتعلم کی تاکید فرمائی اور بعض نے عرض کیا کہ ہم آپ پڑھتے اور اولاد کو پڑھاتے ہین پھر آپ کچھ خوف نہ فرمائین تو آنحضرت صلعم نے بطریق استعجاب فرمایا کہ مین تجھے فقیہ جانتا تھا ارے تو نہین دیکھتا کہ آسمانی کتابین توریت وانجیل ان یہود ونصاری کی بغل مین تھین مگر اُن کو کچھ فائدہ نہوا یعنی توفیق جاتی رہی آخر اُنھون نے اُن مین تحریف کر دی کہ اب اصلی توریت وانجیل کا پتہ بھی نہین ملتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو تجھکو یہ اشارہ بھی مفہوم ہوگا کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے حضرت صدیقؓ کیلئے حصول طمانینت مین کافی ہو گیا۔ فافہم۔ رہا کلام طمانینت مین تو شیخؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ امور تقدیری اپنے مقدرہ طور پر جاری ہونے کی حالت مین قلب کو سکون رہنا طمانینت ہے۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ابو بکرؓ کو حزن نہو ولیکن آنحضرت صلعم نے ازراہ شفقت کے متنبہ کر دیا کہ ایسے حال مین جو آدمی پر حزن طاری ہوتا ہے تو اس سے بچنا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر قولہ لاتحزن کے یہ معنی کہ خبردار محزون نہ ہونا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف مرجح نہین ہو سکتا تو جواب یہ کہ بات یہی ہے ولیکن احتمال تو باقی ہے۔ فافہم۔ ابن طاہرؒ نے کہا کہ اس آیت مین آنحضرت صلعم نے ان اللہ معنا کہا یعنی اسم ذات کو لیا اور کسی اسم صفتی کو نہین کہا اور اسم ذات کو مقدم کیا اور اپنا ذکر مؤخر کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر جب اُسکے مانند وقت پیش آیا تو اُنھون نے یون کہا۔ ان معی ربی سیہدین۔ پس اپنا ذکر مقدم کیا اور اسم رب۔ یعنی اسم صفت سے دعا کی حالانکہ اسم ذات اسم خاص ہے اور اسم رب بمعنی تربیت وپرورش کرنیوالا اسم عام ہے پس آنحضرت صلعم کی دعا رمرتبہ ادب مین اعلیٰ وارفع ہے اسی واسطے امت محمد صلعم شرک سے محفوظ رہی اور اُمت موسیٰ علیہ السلام گوسالہ کی عبادت مین پڑ گئی۔ نیز اس مقام پر کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مرتبہ غیرت مین کسی غیر کو درمیان مین نہ دیکھا۔ اور نبی صلعم بسبب مشاہدہ کے غیرت سے مستغنی تھے اور موسیٰ علیہ السلام مشاہدہ کے مفتقر تھے پس اُنھون نے ان معی ربی۔ کہا اور حبیب علیہ السلام نے ان اللہ معنا۔ کہا پس موسیٰ علیہ السلام رویت صفات مین پڑے چنانچہ اُنھون نے تربیت رب سے التجا کی اور آنحضرت صلعم دیدار ذات مین تھے لہذا اسم ذات سے جو عین الجمع ہے دعا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر مزید نعمت کو بیان فرمایا بقولہ وآیدہ بجنود لم تروہا۔ ان جنود سے لشکر ملائکہ کی تفسیر گذر چکی اور باطنی طمانینت سے جو اشارات بیان ہوئے ہین اُسکے موافق یہان جمال ازل کی تجلیات ہین جو آنحضرت صلعم کے اسرار پر خاصۃً نازل ہوئے کیونکہ ان خاصہ تجلیات بلکہ اخص الخاص کا برداشت کرنیوالا سوائے آنحضرت صلعم کے اسرار کے اور کوئی نہ تھا۔ جعفرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر وثوق وتوکل ویقین کے لشکر ہین کہ ان امور مین بھی آنحضرت صلعم بدرجۂ کمال تھے۔ بعض کا قول ہے کہ ظاہری صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثانی اثنین تھے ولیکن باطن مین فنا فی الواحد تھے۔ پھر اللہ عز وجل نے سب پر یہ احسان بیان کیا کہ اُسنے طبیعتون کی تاریکی دور فرمائی اور شرائع کی روشنی پھیلائی بقولہ تعالیٰ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا۔ اسمین اشارت ہے کہ جتنی باطل باتین وجھوٹے دعوے ہین سب توحید وحقیقت کے تحت مین فانی ونابود ہین اور باقی وہی کلمۂ توحید ہے۔ اور معنی کلمۃ اللہ کے اسکا انفراد یعنی فردانیت ہے اور اسکی توحید بوحدت اور اُسکا تنزہ وتقدس از گمان داوہام خلائق ہے

یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پس وہ عزیز بعزت کبریائی ہو اور حکیم اپنے افعال میں ہو یہ اسکی حکمت ہو کہ اپنے اولیاء کو کشف بقا سے اختصاص دیا پھر اللہ عزوجل نے سب کو آمادگی دلائی کہ راہ حق میں ارواح واشباح قربان کرنے میں جلدی کریں تاکہ میدان وحدت میں پہونچکر اسکے کشف جمال وادراک وصال سے سرفراز ہوں۔ بقولہ تعالیٰ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر کچھ مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو تیرے ساتھ چلتے

وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

لیکن دور نظر آئی انکو طرف اور اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی کہ ہم مقدور رکھتے تو نکلتے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جان اور اللہ جانتا ہے وہ جھوٹے ہیں

سفیان الثوری رح نے ابو الضحیٰ رح سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی جہاد کیواسطے نکلو درحالیکہ خفاف ہو یا ثقال ہو۔ ظاہر امراد ابو الضحیٰ کی یہ ہو کہ اس سورہ میں احکام جہاد سے متعلق اول آیت نازل ہوئی ہو اور معنی حالت خفاف کے یہ ہیں کہ ایسی حالت ہو کہ اس حالت میں آدمی پر جہاد آسان وسبک ہوا ور ثقال سے یہ مراد کہ اس حالت میں جہاد اسپر گران ہو اور یہ تفسیر اعم واشمل ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلعم نے کفار روم پر جہاد کیلئے تبوک کا قصد کیا تو آپکے ساتھ ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں نفیر عام کا حکم دیا کہ جو لوگ بلوغ وآزادی کے ساتھ مکلف بجہاد ہیں وہ جس حال میں ہوں آپکا ساتھ دیں۔ خواہ حالت نشاط ہو یا حالت اکراہ اور خواہ حالت تنگدستی ہو یا فراخی۔ وابن عباس رض وعکرمہ وابو صالح وحسن بصری وشمر بن عطیہ ومقاتل وشعبی وزید بن اسلم نے کہا کہ قولہ انفروا خفافا وثقالا یعنی جوان ہوں یا بوڑھے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ جوان ہوں یا بوڑھے وتوانگر ہوں یا مسکین ایسا ہی ابو صالح وغیرہ سے بھی مروی ہو اور حکم بن عتیبہ رح نے کہا کہ مشغول ہوں یا غیر مشغول عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ نشاط ہوں یا غیر نشاط۔ مترجم کہتا ہو کہ نشاط بضم نون وتشدید معجمہ جمع ناشط یعنی بصفت نشاط بکسر نون بدون تشدید معجمہ یہی قتادہ رح کا قول ہو اور ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا تھا کہ ہم میں ثقیل وحاجتمند پیشہ ور اور شغل میں پھنسے ہوئے وغیرہ لوگ بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قولہ انفروا خفافا وثقالا۔ نازل فرماکر کسی کا عذر نہیں قبول کیا یعنی جس حال پر ہوں جہاد کو نکلیں اور یہی قول شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ مراد عموم حالت ہو یعنی خواہ ایسی حالت ہو کہ اسمیں جہاد آسان ہو یا ایسی حالت کہ گران ہو پس دیگر تفاسیر جو مروی ہوئی ہیں یعنی نشاط وغیر نشاط یا قوی وضعیف یا جوان وبوڑھے یا فقیر وتوانگر وغیرہ ہر ایک اس عموم کی بعض صورتوں سے تفسیر ہو اور سب اس عموم میں داخل ہیں پس تفاسیر ائمہ سلف میں کچھ اختلاف نہیں ہو اور یہ بات اصول میں قرار پائی کہ جب تک عموم مقتضائے لفظ پر محمول کرنا ممکن ہو تب تک خصوص پر انحصار نہ کیا جائیگا اور حاصل اسکا یہ ہوا کہ جہاد کیلئے عموما ہر شخص پر نکلنا فرض کر دیا جائے کسی حال میں ہو۔ اگر کہا جائے کہ بچہ وغلام بھی داخل ہو جاوینگے۔ جواب یہ کہ مکلف ہونیکی اہلیت پائی جانیکے بعد تعمیم ہو یعنی مرد بالغ آزاد ہو تب اسپر جہاد کا حکم متوجہ ہوتا ہو۔ پھر مترجم کہتا ہو کہ یہاں چند مقامات ہیں اول آنکہ یہ تعمیم خاص غزوۂ تبوک کیواسطے تھی یا عموما حکم ہو۔ اور ظاہر آیت اسی امر کو مقتضی ہو کہ حکم عام ہو اگرچہ نزول اسکا استنفار غزوۂ تبوک میں ہوا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابو طلحہ رض جب سورۂ براۃ کی قراۃ میں اس آیت تک

جہاد کی طرف بلایا جانا ۱۲

پہونچے تو کہا کہ مین دیکھتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو خواہ بوڑھے ہون یا جوان ہون جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دیا ہو اے میرے بیٹو میرے لئے سفر جہاد کا سامان درست کر دو۔ ان کے بیٹون نے کہا کہ آپنے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین پھر حضرت عمرؓ کیساتھ ہو کر جہاد کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اب ہم آپکی طرف سے جہاد کرینگے مگر اُنھون نے اس سے انکار کیا پس سمندر کی راہ سے جہاد کیا اور اسی سفر مین انتقال کیا اور کوئی جزیرہ نہ ملا جسمین اُن کو دفن کرتے یہان تک کہ نو دن کے بعد ایک جزیرہ ملا جسمین اُن کو دفن کیا حالانکہ اُن کی لاش مین کچھ تغیر نہین ہوا تھا۔ ابن جریرؒ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انفروا خفافا و ثقالاً۔ پس مین خفیف ہونگا یا ثقیل ہونگا یعنی دو حال سے خالی نہین۔ پس ہر حال مجھ پر جہاد کیلئے نکلنا لازم ہو۔ اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی کہ جہاد مین جانا چاہتے تھے تو بعض نے کہا کہ اب آپکو اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا ہو۔ فرمایا کہ سورۂ بعوث مین ہم پر قولہ انفروا خفافا وثقالا۔ کا حکم اترا ہو پس یہ روایات و مانند اُن کے دلالت کرتی ہین کہ حکم عام ہو اور غزوہ تبوک کیساتھ یا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہین۔ لیکن اس صورت مین وارد ہوگا کہ بیمار و لنجا و اپاہج کوئی معذور نہو تو بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر انفروا خفافاً۔ وجوب کے لئے نہین ہے اور یہ زعم بہت ضعیف ہو اور بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر نفر بوجہ مذکور انھین لوگون سے مخصوص ہو جن کو آنحضرت صلعم نے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا تھا اور یہ بھی ضعیف ہو اور بعض نے کہا کہ اندھے و لنجے وغیرہ کو شامل نہین جیسے مجنون و طفل کو نہین شامل ہو۔ سدی رحؒ نے فرمایا کہ قولہ انفروا خفافا وثقالاً یعنی جہاد کیلئے نکلو خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ اور خواہ قوی ہو یا ضعیف ہو۔ آنحضرت صلعم کے پاس ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ مین موٹاپے سے بہت بھاری ہون اور شکوہ کر کے اجازت چاہی کہ ساتھ نجائے پس یہ کلام نازل ہوا۔ پس لوگون پر بہت شاق گذرا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا بقولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لایجدون ماینفقون حرج اذا نصحوا اللہ ورسولہ۔ بعض فقہا نے کہا کہ ظاہر النسخ سے مراد تخصیص ہو فافہم۔ ابن عباسؓ و محمد بن کعبؒ و عطاء خراسانی وغیرہم سے مروی ہو کہ یہ آیت منسوخ ہو بقولہ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ الآیۃ۔ اور کلام اسمین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور ظاہر یہ کہ نسخ نہین ہو اور اندھے و ضعیف و مریض وغیرہ جن پر خطاب متوجہ نہین وہ اس عموم مین داخل ہی نہین اور یہ معلوم ہو کہ آیت کریمہ غزوہ تبوک مین نازل ہوئی حالانکہ اس جہاد مین آنحضرت صلعم نے عورتون و بعض مردون کو مدینہ مین چھوڑ دیا تھا پس یہ دلیل ہو کہ جہاد فرض کفایہ ہو اور ہر ہر فرد پر معین نہین ہو ولیکن بعض محققین کے نزدیک امام جن لوگون کو استنفار کرے اُن پر متعین ہو جاتا ہو کہ نکلین پھر اللہ تعالیٰ نے تخصیص و تاکید فرمائی بقولہ۔ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور جہاد کرو اپنے مالون و جانون سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین۔ کل افراد پر دونون امر جمع کرنا مقصود نہین بلکہ محتاج لوگ اپنی جان سے جہاد کرینگے اور تونگر لوگ جان و مال دونون سے جہاد کرینگے۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ای ذٰلک المذکور من النفر والجہاد بالاموال والانفس خیر لکم۔ یعنی یہ جو حکم مذکور ہوا کہ خفاف و ثقال ہر حال مین جہاد کو نکلو اور اپنے مالون و جانون سے جہاد کرو یہ تمھارے لئے بہتر ہے یعنی یہ امر جو تم پر فرض کیا گیا تو جب تم اسمین غور و تامل سے دیکھو اور نفس کے خطرات دفع کر دو تو تمھارے لئے بہتر معلوم ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم علم رکھتے ہو کیونکہ اسکا بہتر ہونا بعد تامل کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ ابتدا مین نفس پر گران گذرتا ہو اور بعض نے کہا کہ خیر لکم بمعنی خاص لکم۔ ہو یعنی یہ امر تمھارے واسطے مخصوص ہو پس یہ وہم نہین ہوتا کہ اس سے اس حکم کی فرضیت نہین نکلتی بلکہ بہتر ہونا ثابت ہوتا ہو اور جزاء شرط بقرینہ ما قبل کے محذوف ہو یعنی ان کنتم تعلمون انہ خیر فاعملوا اگر تم جانتے ہو کہ یہ بات تمھارے لئے بہتر ہو تو اسکو عمل مین لاؤ۔ اور ظاہر یہ ہو کہ خیر جو افعل التفضیل ہو اپنے معنی پر ہو اور بہتر ہونا بہ نسبت نہ نکلنے کے ہو

یعنی انہ خیر لکم من القعود۔ جہاد کیواسطے نکلنا تمہارے لئے نہ نکلنے سے بہتر ہے اسیواسطے تم پر مفروض ہوا بمانند قولہ تعالیٰ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم الآیۃ۔ اور ایک شخص نے چاہا تھا کہ کن اعمال سے آدمی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو پہونچ سکتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ برابر تو رات و دن نماز مین کھڑا رہے اور کبھی روزہ افطار نہ کرے تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ ضعیف سے یہ نہین ہوسکتا فرمایا کہ اگر تو اسکو ادا بھی کرتا تب بھی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو نہ پہونچتا اس حدیث سے کسقدر بہتر ہونا ظاہر ہوا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ ذلکم خیر لکم یعنی یہ امر تمہارے لئے دنیا و آخرت مین بہتر ہے کیونکہ تم جہاد مین تھوڑا خرچ کروگے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا مین کافرون کے اموال کو غنیمت دیگا اور اسکے ساتھ آخرت مین ثواب کثیر تمہارے لئے ذخیرہ ہوگا اور حدیث مین ہے کہ جہاد کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی کہ یا اسکو شہادت و وفات دیکر جنت مین داخل فرماویگا اور یا اسکے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کرکے غنیمت کے مالون سے بھرا ہوا اسکے ٹھکانے واپس کریگا کسی امر کی بہتری بیان کرنا اس کی فرضیت کے منافی نہین ہے جیساکہ قولہ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ سے ظاہر ہے اور ثلاثیات امام احمد مین انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ تو اسلام لا۔ اس نے کہا کہ مین مکروہ و شاق رکھتا ہون تو فرمایا کہ اسلام مین داخل ہو اگرچہ تو کراہیت رکھتا ہو یعنی وہ فی نفسہ بہتر ہے پس تیرے نفس کی بالفعل کراہیت کا کچھ اعتبار نہین جب تو جان جائیگا تو تجھ پر اسکی بہتری کھل جائے گی فافہم۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر مین جماعت اسلام کیساتھ روانہ ہوئے اور اس راہ سے گذرے جہان قوم ثمود کی بستی تھی اور لوگون کو ناقہ صالح علیہ السلام کے پانی پینے کا گھاٹ اور اسکی آمد و رفت کا رستہ دکھلایا اور جو لوگ ان کے کھنڈرون مین جاکر سیر کرتے تھے انکو منع کیا کہ اللہ تعالیٰ غنی بے پروا ہے تم لوگ یہان مت جاؤ شاید تم پر بھی عذاب آوے مگر انکو روتے ہوئے خوفناک حالت مین ہو تو مضائقہ نہین ہے پھر قوم ثمود کے کنوؤن سے جن لوگون نے پانی لیا تھا وہ سب پھنکوا دیا اور روانہ ہوکر آگے ایک کنوئین پر منزل فرمائی جس سے اہل ایمان قوم صالح کے پانی پیتے تھے جیساکہ سابق مین قصہ ثمود مین بیان ہوچکا ہے پھر مقام تبوک مین پہونچکر وہان کے قیام کے بعد واپس ہوئے تو راہ مین منافقین کے حق مین آیات نازل ہوئی ہین اور حال یہ تھا کہ بہت سے منافقین مدینہ مین پیچھے رہے تھے اور انہین اتفاق سے تین آدمی اہل ایمان سے بھی رہ گئے تھے چنانچہ انکا قصہ بھی آگے آویگا پس منافقین کے حق مین اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لَوْ كَانَ مَا تدعوھم الیہ عَرَضًا قَرِيبًا متاعا من الدنیا سھلۃ الماخذ۔ وَّسَفَرًا قَاصِدًا وسفرا وسطا یعنی اگر ہوتا یہ امر جس کی طرف تونے اُن کو بلایا تھا اسباب دنیاوی کہ قریب سہل طور پر مل سکتا اور ہوتا سفر درمیانی لَّاتَّبَعُوكَ تو البتہ یہ لوگ تیرے پیچھے ہو لیتے۔ عرض بفتحتین ما یعترض اور وہ متاع دنیا ہے اور کبھی سوائے درم و دینار کے جملہ اسباب کو عرض کرتے ہین اور یہان معنی اول مراد ہین اور بولتے ہین کہ الدنیا کلھا عرض حاضر یاکل منہ البر والفاجر یعنی تمام دنیا ایک عرض حاضر ہے جس سے نیکوکار و بدکار سبھی کھاتے ہین حاصل آنکہ منافقون کا جو آخرت پر یقین نہین رکھتے بلکہ دنیا ہی کی ہوس مین پڑے ہین انکا یہ حال ہے کہ جس بات کی طرف تونے انکو بلایا تھا اگر دنیا کے متاع و منافع مین سے کوئی سہل الحصول بات ہوتی اور وہ درمیانی درجہ کے سفر سے بدون مشقت کے حاصل ہوتی تو البتہ تیرے ساتھ ہو لیتے۔ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ شقہ بالضم دور کا سفر جو مشقت سے قطع ہو اور مراد سفر تبوک ہے کیونکہ سفر دور اور موسم گرمی و شدت کا تھا یعنی اُن منافقون پر یہ سفر قریب ہونے بلکہ دور اور مشقت ہونے سے گران و شاق ہوا۔ پس پیچھے رہے وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ اور غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے عنقریب باللہ تعالیٰ کی قسم کھاوینگے بطور اعتذار کے کہ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ۔ اگر ہم کو ساتھ سفر کرنے کی قدرت حاصل ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے یعنی اگر ہمارے پاس اس سفر کی ضروری چیزین

عذر جاہنا کے ۱۲

مہیا ہو گئی ہوتیں تو ساتھ ہو گئے ہوتے۔ استطاعت کسی امر کی یہ کہ جو اسباب وسائط ظاہری اس امر کیلئے درکار ہیں وہ مہیا ہو جاویں اور بعض لوگوں نے موٹا ہونا عذر قرار دیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے واقع ہونے سے پہلے غیب کی خبر دی کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچیں گے تو یہ منافقین حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاوینگے کہ ہم کو استطاعت نہ تھی اگر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ جملہ بدل از قولہ سیحلفون باللہ ہے یعنی قسم کھانیوالے اپنے آپ کو ہلاک کرینگے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وے قسم میں جھوٹے ہیں پس جو شخص جھوٹی قسم کھائے اُسنے آپ کو ہلاک کیا کیونکہ سخت گناہ میں اپنے نفس کو ڈالدیا۔ حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسمیں بستیوں کو اُجاڑ کر چھوڑتی ہیں۔ واضح ہو کہ گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹ قسم کھانا نہایت سخت ہے اور یہی یمین غموس کہلاتی ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسمیں کفارہ نہیں کیونکہ ایسا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ کفارہ سے عفو نہیں بلکہ توبہ واستغفار کرے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا یعنی ابواب ازل تک خفاف بعقول قدسیہ اور ثقال بقلوب ملکوتیہ جاؤ۔ نیز خفاف بارواح روحانیہ وثقال بقلوب سماویہ حاضر ہو اور نیز خفاف بارادت صادقہ وثقال بمحبت مفرطہ ہو۔ نیز خفاف بایمان اور ثقال بایقان ہو۔ نیز خفاف بانس ثقال بقدس ہو۔ نیز خفاف بانوار مودت اور ثقال بامانت معرفت ہو۔ اور نیز خفاف بتجرید از حدوث اور ثقال بانوار توحید ہو۔ نیز خفاف اس طرح ہو کہ اپنے آپکو محتاج وفقیر جانو اور مولیٰ عزوجل کو غنی جان کر ثقال ہو۔ اور نیز خفاف بقناعت ہو اور ثقال بتوکل ہو اور نیز خفاف ببسط اور ثقال بانقباض ہو۔ ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ خفاف بقلب اور ثقال باجسام وابدان ہو۔ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خفاف وثقال بوقت نشاط وکراہیت ہے کیونکہ اس سے بیعت ممکن ہے چنانچہ جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے بیعت کرلی کہ ہم ہر حال میں خواہ بحال نشاط ہوں یا مکروہ ہوں مطیع رہیں گے۔ بعض نے کہا کہ خفاف تو طاعات کی طرف یعنی طاعات ادا کرنے میں ہلکے پھلکے سبک جاوینگے اور ثقال بجانب معصیت ہوں گے یعنی گناہ کرنے میں سست وگران ہونگے بعض نے کہا کہ اموال سے جہاد یہ کہ فقیروں کو دیدو اور کسی حال میں اُن سے مت روکو اور اپنے نفوس سے جہاد کرو تا کہ تم پر شیطان غالب نہو جاوے۔ فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو خطاب کر کے فرمایا۔

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ

اللہ بخشے تجکو۔ کیوں رخصت دی تو نے اُنکو جبتک معلوم ہوتے تجھ پر جنھوں نے سچ کہا اور جانتا تو

الْكَاذِبِينَ ۝ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جھوٹوں کو۔ نہیں رخصت مانگتے تجھسے جو لوگ یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر

أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اس سے کہ لڑیں اپنے مالوں اور جانوں سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو

مفسر رح نے لکھا کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت کو یہ اجازت دیدی تھی کہ سفر تبوک میں ساتھ ہونے سے بچھڑ رہے پس یہ کلام نازل ہوا اور اسمیں عفو کو مقدم کر دیا تا کہ آنحضرت صلعم کا دل مطمئن رہے۔ عَفَا اللَّهُ عَنكَ اللہ تعالیٰ تجھے اے محمد صلعم عفو فرما دے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ تو نے اُن کو کیوں اجازت دیدی کہ تجھ سے بچھڑ کر اپنے وطن میں رہیں اور کیوں تو نے اُن کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا تا کہ تجھے کھل جاتے ایسے لوگ جو تجھ سے سچ بولے وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ اور تجھے جھوٹے لوگ یعنی منافق لوگ معلوم ہو جاتے۔ استفہام قولہ لم اذنت لہم۔ انکاری ہے معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے عفو کرے یہ بات تجھے نہ چاہیئے تھی کہ تو نے متخلفین کو

اجازت دیدی قبل اسکے کہ تجھ پر مومن و منافق ظاہر ہون مفسرین نے یہی قول اختیار کیا کہ آیت مین آنحضرت صلعم کو عتاب ہے عون سے روایت ہے کہ اپنے شاگردون سے کہتے تھے کہ بھلا تم نے اس سے بہتر کوئی معاتبت دیکھی کہ عفو کرنے کو پہلے ہی فرما دیا پھر عتاب کیا۔ ایسا ہی مورق عجلی وغیرہ سے منقول ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو جیسے تم دیکھتے ہو عتاب فرمایا پھر سورۂ نور مین اجازت دا اختیار دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو بقولہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ اور ایسا ہی عطا خراسانی سے مروی ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت چند منافقون کے حق مین اتری جنھون نے آپس مین کہا تھا کہ جاؤ تم آنحضرت صلعم سے جھوٹ سچ طور پر اجازت لیلو پس اگر اجازت دین تو خیر ورنہ اپنے گھرون مین بیٹھ رہنا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حتی یتبین لک آخر کھل جاتا کہ عذر لانیوالون مین سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے بعض نے کہا کہ منافقون کو بیٹھ رہنے کی اجازت دینے پر عتاب نہین بلکہ ساتھ نکلنے کی اجازت پر عتاب ہے ولیکن قول اول ارجح ہے بدلالت کلام مابعد۔ اور خطیب رح نے ذکر کیا کہ مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ آیمن آنحضرت صلعم کو عتاب ہے یا نہین ہے پس عمرو بن میمون نے کہا کہ دو باتین آنحضرت صلعم نے بلا اجازت کین ایک تو اہل بدر کا فدیہ لینا اور دوم منافقون کو تخلف کرنیکی اجازت دینا پس اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس لطف کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے عتاب سے پہلے عفو کو بیان فرما دیا پس عتاب مشمول لطف ہے۔ قاضی عیاض رح نے شفا مین کہا کہ منافقون کو تخلف کی اجازت دینے یا نہ دینے کے بارے مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی امر مقدم نہین ہوا تھا اور اس امر سے کوئی نہی نہین آئی تھی تاکہ یہ معصیت شمار ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو معصیت نہین شمار کیا بلکہ اہل علم نے اس خطاب کو بھی عتاب نہین شمار کیا ہے اور بعضے لوگ جو اسطرف گئے ہین کہ یہ عتاب ہے تو اہل علم نے اُن کی غلطی بیان کی ہے اور بات یہ ہے کہ آیت مین عفا بمعنی غفر نہین ہے بلکہ ایسا ہی جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ عفا اللہ لکم عن صدقۃ الخیل والرقیق یعنی خیل و رقیق کی زکوٰۃ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو عفو کیا۔ حالانکہ گھوڑون و مملوکون پر زکوٰۃ واجب ہی نہین ہوئی ہے اور معنی یہ کہ تم پر یہ لازم نہین ہے اور قشیری رح نے ایسی ہی کلام کے بعد کہا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ عفو کا لفظ عرب مین سوائے گناہ کے نہین مستعمل ہوتا تو یہ شخص زبان عرب سے واقف نہین اور مکی رح نے کہا کہ یہ استفتاح کلام ہے جیسے بولتے ہین اصلحک اللہ۔ اعزک اللہ سمرقندی رح نے کہا کہ عفا اللہ بمعنی عافاک اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ قاضی عیاض نے جو کچھ بیان کیا زبان عرب کے عرف و بلاغت سے یہی بات کو مفید ہے جو قشیری رح نے ذکر کی اور کوئی شک نہین کہ یہی ابلغ وارجح واصوب ہے۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر وغیرہ مین مبالغہ کر دیا جیسے اپنے بادشاہ سے آدمی کہتا ہے کہ اصلحک اللہ الامیر انہ قد کان کذا یعنی ہمارا رب تعالیٰ بادشاہ کو اچھا رکھے کہ بات یہ ہوئی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیۃ ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت مین منافقون کو نہین پہچانتے تھے یہانتک کہ سورۂ براۃ نازل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے اہل صدق کے حال کو بیان فرمایا بقولہ لَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی نہین اجازت مانگتے تجھ سے قعود کی اور جہاد سے پیچھے رہنے کی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز آخرت پر۔ اَنْ یُّجَاهِدُوْا فی ان یجاہدوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اس بات مین کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ خطیب رح نے لکھا کہ ان یجاہدوا پر سے فی کا حذف بسبب ظہور کے مستحسن ہے اور حاصل آنکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور روز آخرت کا یقین کیا کہ وہ جزا و ثواب کا دن ہے وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت جھوٹے طور پر بے رغبتی جہاد کی وجہ سے نہین مانگتے بلکہ تیرے اشارہ پر جہاد کی طرف مبادرت کرتے ہین چنانچہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ ہم اجازت نہین لیتے کیونکہ بار بار اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف ندب فرمایا ہے بلکہ یہ حال تھا کہ جس کسی کو مصلحت و ضرورت مدینہ مین چھوڑتے اسپر بہت گران گزرتا تھا چنانچہ حضرت علی رض سے اسی غزوۂ تبوک مین جب مدینہ مین رہنے کو کہا تو اُن پر بہت شاق ہوا اور رضی

نہ ہوئے یہانتک کہ یون فرمایا کہ کیا تو راضی نہین کہ میری نسبت ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے تھے بعض نے لکھا کہ قولہ ان یجاہدوا محل نصب مین مفعول لہ ہے اسے کراہتہ ان یجاہدوا یعنی جان ومال سے جہاد کرنے کو مکروہ رکھنے کی وجہ سے تخلف کی اجازت نہین چاہتے۔ بالجملہ سورۂ نور مین جو اجازت مذکور ہے کہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ یہ استیذان اگر عموماً ہے حتی کہ اہل ایمان کو شامل ہے تو دونون آیتون مین کچھ منافات نہین اسلئے کہ اجازت بروجہ کراہیت جہاد نہین مانگتے اور سورۂ نور کی آیت مین بعض دیگر ضرورتون واقعی سے اجازت مانگنے کا حکم مذکور ہے علاوہ برین وہ جملہ شرطیہ ہے وقوع لازمی نہین فافہم۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگون کو جو مخالفت ومعصیت سے تقویٰ رکھتے اور طاعت کی طرف جلدی کرتے ہین۔ یہ پہچان تو اہل صدق والیقان کی تھی۔

پھر منافقون کی شناخت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

رخصت وہی مانگتے ہین تجھ سے جو نہین یقین رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور شک مین پڑے ہین دل اُن کے سو وہ

فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

اپنے شک ہی مین بھٹکتے ہین اور اگر چاہتے نکلنا تو طیار کرتے کچھ اسباب اُسکا و لیکن

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

خوش نہ لگا اللہ کو اُنکا اُٹھنا سو بوجھل کر دیا اُنکو اور حکم ہوا کہ بیٹھو ساتھ بیٹھنے والون کے

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی جہاد سے بچھڑنے مین وہی لوگ تجھ سے بلاعذر اجازت مانگتے ہین جو نہین ایمان لائے اللہ تعالیٰ وروز قیامت پر۔ یہی منافقین انتالیس آدمی تھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اور روز قیامت دونون کی تخصیص ایمان مین وعدم ایمان مین یعنی دونون فریق کی پہچان مین اس اشعار کیلئے کہ جہاد پر باعث انھین دونون پر ایمان ہے اور جہاد سے متخلف انھین دونون پر عدم ایمان ہے پس منافقین چونکہ روز آخرت کی جزا وثواب پر یقین نہ رکھتے تھے اور عذاب سے خوف نکرتے لہذا نفاق مین پڑے۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک قبول کیا اُن کے دلون نے۔ شک کی اضافت دلون کی طرف اسلئے کہ وہی معرفت وایمان کا مقام ہے پس جب ایقان نہ تھا بلکہ اسمین شک داخل ہوا۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔ پس وہ اپنے شک مین متحیر ہین یعنی اُن کے دلون کے قبول نے یہ نتیجہ دیا کہ وے شک مین متحیر ہین نہ مومنون کے ساتھ اور نہ کافرون کے ساتھ پھر اُن کی تقدیری خواری کا بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً اور اگر وہ لوگ جہاد مین نکلنا چاہتے تو البتہ اُس کے لئے سامان جمع کرتے یعنی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی تو چلنے کے وقت تک اگر چاہتے تو بہت سامان جمع ہو سکتا تھا۔ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ یہ استدراک از مفہوم سابق ہے کیونکہ لو ارادوا الخروج سے نکلا کہ وے لوگ نکلے نہین اور نہ سامان کیا پس اس سے استدراک کیا۔ گویا یون کہا گیا کہ نکلے نہین بلکہ توقف مین ڈالے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اتباع مکروہ رکھا فَثَبَّطَهُمْ پس نامردی اور کسل کی وجہ سے اُن کو متوقف ڈال دیا حاصل آنکہ رضائے الٰہی نہ تھی کہ منافق لوگ جہاد مین نکلین پس اُنکو ممنوع کر دیا۔ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ۔ اور اُن سے کہا گیا کہ بیٹھنے والون کے ساتھ بیٹھے رہو۔ بعض نے کہا کہ کہنے والا شیطان تھا اُسنے بطور وسوسہ اُن کے دل مین ڈالا اور بعض نے کہا کہ آپس مین اُنھون نے یہ باتین کہی تھین بعض نے کہا کہ حضرت صلعم نے اُنکی اجازت مانگنے کے وقت ایسا کہا تھا۔ اور شیخ مفسر رح وغیرہ نے کہا کہ یہ قول تقدیری ہے یعنی

اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق مین ایسا مقدر کیا ہو۔ و بیضاوی مین ہو کہ قیل سے فی الحقیقۃ صیغۂ امر کا وقوع مراد نہین ہو بلکہ اُن کے دلون مین جہاد کی کراہت ڈالے جانے کی مثال ہو۔ اور قاعدین مین احتمال ہو کہ معذور لوگ ہون یا غیر معذور ہون اور بہر حال ان لوگون کے حق مین مذمت سے خالی نہین ہے کیونکہ عورتین لڑکے اور لنجے اپاہج مراد ہین تو ان تندرست لوگون سے معذورون کا ساتھ دینا اُن کے حق مین عیب ہو اور اگر ایسے لوگ مراد ہون جو بلا عذر بیٹھ رہے تو جو اُن کے ساتھ بیٹھ رہے وہ انھین کا مقتدی ہے اگر کہا جاوے کہ منافقون کا آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلنا دو حال سے خالی نہین یا تو اسمین مصلحت ہوگی یا مفسدہ ہوگا پس اگر مصلحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم الآخر کیون فرمایا اور اگر مفسدہ تھا تو آنحضرت صلعم کو کیون فرمایا کہ لم اذنت لھم الآیۃ۔ جواب دیا گیا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم۔ مین آنحضرت صلعم کو عتاب نہین بلکہ تلطف تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا اور منافقون کے وہان نکلنے مین بڑا سخت فساد تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ

اگر نکلتے تم مین کچھ نہ بڑھاتے تمھارا مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمھارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

اور تم مین بعضے جاسوس ہین اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے بے انصافون کو کرتے رہے ہین تلاش بگاڑ کی آگے سے

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَاۗءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○

اور اُلٹتے رہے ہین تیرے کام جبتک آپہونچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ اور اگر یہ منافق نکلتے تو تم مین یعنی تمھاری جماعت مین یا فیکم بمعنی معکم ہے یعنی تمھارے ساتھ مین - مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمھارے لیے مگر خبال یعنی شر و فساد بڑھاتے۔ اس استثنار مین دو قول ہین اول آنکہ استثنا منقطع ہو یعنی الا بمعنی لکن ہو تقدیر یہ کہ ما زادوکم قوۃ ولکن طلبوا لکم الخبال یعنی اُن سے تم کو کوئی قوت نہ بڑھتی ولیکن تمھارے بیچ مین وے فساد پھیلانا چاہتے۔ اعتراض کیا گیا کہ استثنار منقطع تو مفرغ نہین ہوتا حالانکہ یہان مستثنیٰ منہ مذکور نہین پس استثنار منقطع نہین۔ کذا قال الکشاف والبیضاوی وابو السعود وغیرہم اور خفاجی نے کہا کہ اسمین بحث ہو اسواسطے کہ جب قرینہ دلالت کرتا ہو تو منقطع کے مفرغ ہونے مین مضائقہ نہین ہو جیسے کسی سے کہا جاوے کہ ما انیسک فی البادیہ۔ جنگل مین تمھارا کون انیس ہو اور وہ جواب دیوے کہ۔ مالی بہا الا الیعافیر سوائے یعافیر کے میرا کوئی انیس نہین ہو تو یہ روا ہو حالانکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مثال مذکور کا استثنار منقطع ہونا غیر مسلم ہو پس بدون شاہد کے محض منع و اعتراض متوجہ نہین فافہم۔ واضح ہو کہ باعث اس تکلف کا یہ وہم واقع ہوا کہ ما زادوکم الا خبالاً۔ مین اگر ان لوگون نے فساد کو صرف زیادہ کیا تو کیا اصلی فساد انہین پہلے سے موجود تھا حالانکہ یہ صحیح نہین ہو اور بیضاوی وغیرہ نے قول دوم اختیار کیا کہ استثنار مذکور متصل ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خیال اُن مین موجود ہوجتی کہ اگر منافق ساتھ نکلتے تو اسکو بڑھا دیتے کیونکہ زیادتی تو باعتبار اسم العام کے ہو اور وہ لفظ شئے ہے ما زادوکم بخروجہم شیئاً الا خبالاً یعنی نہ زیادہ کرتے تمھارے لیے اپنے نکلنے مین کچھ بھی مگر خبال۔ وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اسے ولاسرعوا بمشون بینکم بالنمیمۃ یعنی چغلی و لگائی بجھائی کے گھوڑے تمھارے درمیان تیز دوڑاتے۔ ایضاع تیز رفتاری۔ وضع البعیر وضعاً۔ اونٹ تیز چلا یا اور یہان مومنون کے درمیان فساد کی باتین پھیلانا مراد ہے یا اسطرح کہ شکست کھاکر بھاگتے تو تم مین رعب فساد ڈالتے۔ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ جملہ حال از ضمیر اوضعوا۔ ہو یعنی تمھارے لیے فتنہ چاہتے ہین باین طور کہ تم مین پھوٹ ڈالین یا تمھارے دلون مین رعب ڈالین۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تم مین بعضے اُن کی

باتین سننے والے ہین یعنی بعضے اُن کی بات ماننے والے ہین یعنی ضعیف مسلمان جو اُن کی باتین سُنکر اُنکی اطاعت کرتے تھے یا چغلخور جو تمھاری باتین سُنکر اُن سے نقل کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ فیکم سماعون لھم یعنی اُن کے مطیع اور اُن کی باتون کی تحسین کرنے اور کلام کی تعریف کرنیوالے ہین پس وہ لوگ مسلمانون وکافرون سے بالفعل عداوت ڈالنا چاہتے ہین۔ مجاہد و زید بن اسلمؒ نے کہا کہ تم مین جاسوس ہین کہ تمھارے اخبار نقل کرتے ہین لیکن اس تقدیر پر منافقون کیساتھ نکلنے کی کوئی خصوصیت نہین ہے اور معنی اول اظہر اور قتادہؒ و ایک جماعت کثیر سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول۔ وغیرہ اپنی قوم مین اشراف تھے اور اسکی دوستی مین شک جاتا تھا اور اس قوم مین کچھ لوگ اُنکی محبت وطاعت والے تھے جو اُن کے اقوال مین اُن کی پیروی کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے خوب آگاہ ہے یعنی جو لوگ مخالفت احکام الٰہی و معصیت سے اپنے اوپر ظلم کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کو خوب جانتا ہے۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ۔ البتہ اُنھون نے اس سے پہلے فتنہ چاہا یعنی احد کے روز بھی منافقون کی جماعت لشکر سے پھر گئے۔ اور ابن جریج سے روایت ہے کہ بارہ منافق تبوک سے واپس ہوتے وقت رات تاریک مین عقبہ پر جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلعم سے فریب کرین پس جبریل علیہ السلام نے آکر آگاہ فرمایا۔ اور اول اولیٰ ہے۔ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ۔ اور تقلیب کیا تیرے لئے اُمور کو۔ ایسی تدبیرین نکالین اور رائین دوڑائین و حیلے نکالے کہ تیرے امر کو اور تیرے ساتھیون کو متفرق کرین۔ اول جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود و منافق سب دشمن تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز ایسی کھلی فتح دی تو عبداللہ بن ابی منافق نے لوگون سے کہا کہ یہ کام تو چلا پس مصلحت یہ ہے کہ اُن مین شریک ہوجاؤ پس ظاہر مین داخل اسلام ہوگئے لیکن جب کوئی امر ایسا ہوا جو شوکت اسلام کا باعث ہے تو اُن کو غیظ و ملال ہوا۔ حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ۔ یہانتک کہ آئی تائید و نصرت الٰہی۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ۔ اور ظاہر ہوا امر اللہ کا یعنی دین اللہ تعالیٰ کا۔ وَهُمْ كَارِهُونَ۔ حالانکہ یہ منافق لوگ کراہت کرتے رہے۔ قال البیضاویؒ وغیرہ دونون آیتین آنحضرت صلعم و مومنون کی تسلی کے لیئے ہین کہ اُن کے بچھڑنے سے تمھارا کچھ نقصان نہین ہے اور بیان اُن کے توقف و وجہ کراہت خروج کا اور اُن کی پردہ دری ہے۔ ـــــ فی العرائس قولہ تعالیٰ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم۔ اللہ تعالیٰ کی سنت مین سے ہے کہ جب غرائب علم اور نوال قرب و لطائف وصل سے کوئی خزانہ اپنے کسی حبیب و صفی و نبی پر کھولنا چاہتا ہے تو ایک بندہ ہو یا کئی ہون ان کو محل امتحان مین ڈالکر اسپر کوئی ایسی لغزش جو شان ممکنات سے ہے جاری کر دیتا ہے تاکہ غیبت کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ ہو اور اُس کے قلب کو فراق کی تلخی پہونچے اور ندامت سے اُس کی روح پگھل جاوے اور خوف عتاب سے اسکی عقل کو حیرانی ہو اور پردۂ حجاب سے بدن سوختہ ہو پس اسکے بعد اسکے مطلع قلب سے آفتاب عزت و جلال کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے مشرقستان روح سے صبح وصال چمکنا شروع ہوتی ہے اور انوار صفات دل و ذرون اسرار سے ظاہر ہوتے ہین اور ارض فواد مین سبحات ذات کی روشنی ملتی ہے اور انوار افعال سے مجمع عقل منور ہوتا ہے پس بعد قبض سابق کے بندہ حالت بسط مین مشاہدہ بدیہیہ و صلات ابدیہ و خطابات سرمدیہ دیکھتا سنتا ہے پس اُسکے انوار کیساتھ ازل و ابد کے میدان مین بازوئے نور سے اڑتا ہے اور جو ذلت اسکو حاصل ہوئی تھی وہ اب عزت ہوگئی اور جو گناہ تصور کیا گیا تھا وہ اب کشف و وصال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اسکے گناہ کو تمام جہان کی نیکیون سے مقابلہ فرماتا ہے کیونکہ یہ بندہ تو ازل مین اسکی محبت کے ساتھ سرفراز تھا اور قدم مین اُس کے قرب سے مختار تھا اسکے سیئات بھی حسنات ہین اور اُن کو سیئہ تو باعتبار اسکے مرتبہ کے کہتے ہین پس اسکی لغزشین سب قربات ہین کیونکہ زمین مین وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر عارف اپنے عرفان کے لائق آداب مین ماخوذ ہے پس اگر بندہ عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفات معلوم کرکے یقین کرکے اسی پاک معبود کی عبادت کرے اور یقین کامل رکھے پھر اُس سے اللہ تعالیٰ کسی وقت اونچے درجہ پر پہونچاوے تب یہ شخص

زیادہ ادب کے مقام میں ہو پس اگر وہاں بھی زبانی ذکر کرے یا نماز میں بالکل دل سے حاضر نہ ہو تو بہت بعید ہوگا اگرچہ اسوقت میں اس کا زبانی ذکر کرنا درحقیقت گناہ نہیں ہو لیکن اُسکے رتبہ کے موافق گناہ ہو۔ پس اُسکو یاد رکھنا چاہیے پس یہی شیخ نے لکھا کہ اُس کے سئیات نیکیاں ہوتی ہیں وہ تمام بندوں میں اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہو۔ اسکی سب حرکتیں پسندیدہ واقع ہوتی ہیں اور اُس کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحسن ہوتے ہیں اور یہی شان احباب و محب میں جاری ہو کیونکہ جو خود محبوب و معشوق ہو جو کوئی امر اُسکی طرف سے ظاہر ہو وہ بھی اچھا ہوگا ؎ فان لطفت جارت بکل ملاحۃ ؛ وان سکتت جارت بکل جمیل ؛ اسکی ملاحت و حسن صورت ہر گناہ کے واسطے شافع ہے جو کچھ کرے سب دل سے محو ہو اور وجہ خوبی ہو سب اُسکی طرف سے دل میں ثابت ہو کسی ملامت کرنیوالے کا کلام مؤثر نہیں اور کسی عتاب کرنیوالے کا حکم نہیں بلکہ اس سے اور بھی آتش عشق دونی ہو جاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم پر عتاب سے پہلے عفو کو بیان فرمایا۔ اور حکمت ہو کہ خطاب عتاب کے جلال میں بسبب ہیبت و عظمت کے فنا نہ ہو جائے پہلے عفو سے تلطف فرمایا اور یہ اسی کے واسطے ہو جسکی معرفت کامل ہو کیا نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعرفکم با للہ واخوفکم منہ۔ یعنی تم میں سے میں سب سے زیادہ عارف بحق تعالیٰ اور سب سے زیادہ اس سے خوف کرنیوالا ہوں بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جب انبیاء و اولیاء میں سے کسی کو معتوب فرماتا ہو تو کلام عتاب سے پہلے یا اس کے پیچھے ایک نیک فعل کا ذکر فرماتا ہو جیسے یہاں فرمایا عفا اللہ عنک شیخ حسین بن منصور رح نے کہا کہ اہل بسط اپنی اپنی مقدار و اختلاف مقامات میں ہو اور ہر ایک اپنے خط کو بطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور ادب کو حضور میں بجا لاتا ہے اور جو نہیں استعمال میں لاتا وہ ادب دیا جاتا ہو پس بعض کو ادب دینے سے پہلے انس دیا گیا اور بعض کو ادب دینے کے بعد انس دیا گیا اور یہ امر ہر ایک کے مختلف مقامات کے لحاظ سے ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل تادیب کے انس عطا ہوا کیونکہ اگر بعد تادیب کے انس عطا ہوتا تو قرب حق کے سبب سے خطور میں ہوتا اور یہ بات یوں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو۔ کما فی سورۃ النور۔ فأذن لمن شئت منہم۔ پھر اسی پر ادب دینے کے طور پر فرمایا عفا اللہ عنک پس اگر امر مذکور نہ ہوتا تو البتہ از خود فانی ہو جاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حکایت فرمائی کہ اپنے بیٹے کی نسبت دعا میں کہا کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہو یعنی جبکہ وہ طوفان میں غرق ہونے لگا۔ پھر نوح علیہ السلام کو بہت ادب دینے کے طور پر فرمایا کہ انہ لیس من اہلک۔ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہو الیٰ قولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین پس اگر بعد تادیب کے انس نہ دیا جاتا تو خطور میں پڑ جاتے اور یہ نوح علیہ السلام کا مقام ہو اور جس کسی کو فضیلت نظر آتی ہو درحقیقت اسمیں قصور نہیں بلکہ ہر ایک کیلئے ایک مرتبہ خاص ہو۔ شیخ نے لکھا کہ یہاں عجائب خطاب میں سے مجھے ایک نکتہ لطیف ظاہر ہوا کہ مسامحہ و انس کا لفظ جو جاری ہوا ہو وہ فعل ماضی پر ہو اور فعل مستقبل پر نہیں ہو اور کلام الٰہی ازلی ہے پس ثابت ہوا کہ عفا اللہ عنک فی الازل قبل وجود العمل یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل میں قبل وجود عمل کے عفو فرمایا۔ پس آپکے فؤاد کو اس سے کس قدر فرحت ہوئی ہوگی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سابق سے عفو فرما دیا ہو پھر اُسکے ساتھ انبساط کا استعمال فرمایا بموضع استفہام از امر بطریق بسط و استیناس کے پس فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ اور اگر بجائے اسکے یوں ہوتا کہ ان اللہ یعفو عنک۔ تو موقع خطاب میں بہت متوحش ہوتے کیونکہ جسکی امید ہو وہ ایسا نہیں ہوتا جیسے پایا ہوا مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ ہو کہ صیغہ مستقبل میں اُمید ہو اور اسمیں فی الحال نفس کو اسقدر وثوق نہیں ہے جسقدر زمانہ ماضی پر ہو لہذا عفا اللہ عنک۔ میں زیادہ استیناس ہو بہ نسبت ان اللہ یعفو عنک کے۔ کیونکہ پھر اسمیں نفس کو کسی قدر اضطراب ہے اور قولہ تعالیٰ لا یستاذنک الذین یومنون اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرما دیا کہ ولایت و نبوت گویا ایک چیز کے شگاف دیئے ہوئے دو ٹکڑے کیے ہوئے ہیں پس غیب سے جو امر واقع ہوتا ہو اُسکو ولی و نبی تو اپنے یقین و عرفان سے قبول کر لیتے ہیں اور کوئی ولی کسی حال میں نبی سے مخالف نہیں ہو سکتا اور کیونکر مخالف ہو سکتا ہو کیونکہ سر الہامی میں ولی کو نبی کی متابعت کا حکم دیا گیا ہو پس وہ کسی حال میں اُسکے مخالف نہیں ہو سکتا شاید

بعض امور ایسے ہین کہ اُنکے کنہ تک عوام کی رسائی نہ ہوسکے ولیکن کوئی ولی ہو اپنے نبی سے مخالف ہو تو جھوٹا ہو یعنی کوئی ولی اس سے مخالف نہین ہو سکتا ہو۔ واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ لایستاذنک الذین یومنون باللہ۔ جو بندہ کہ اجازت دادہ شدہ اجازت تام پائے ہوئے ہو پس وہ کیونکر اجازت مانگے گا۔ اگر کھڑا ہوا تو اجازت سے کھڑا ہوا اور اگر بیٹھا تو اجازت سے بیٹھا پس جو حرکات اسپر جاری ہوتے ہین یہ وہی ہین جن کے حق مین اسکو سابق اجازت ہو چکی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ حاصل اس کلام کا یہ ہو کہ ازل کے علم محیط وعلم تقدیر مین ہر ایک بندہ جن اعمال وحرکات کو یہان بجالاتا ہو۔ اُنھین سے مامور ہو گیا ہو یعنی یہی اُس کے حق مین مقدر ہو چکے ہین اور وہ قبضۂ قضا وقدر مین مسخر ہو چکا ہو پس اہل ایمان جن اعمال کے پابند تھے اُن کے جملہ حرکات آمد ورفت واُٹھنا بیٹھنا وغیرہ سب بحکم تقدیر ازلی اور وہین کی اجازت سے تھے پس اب وے کیا اجازت چاہین گے کیونکہ سابقہ ازل مین تمام فضل وکرم سے قبل اُن کے وجود کے اُن کو اجازت ان افعال کی حاصل ہو گئی جو کرتے ہین اور جو نہین کرتے اُن کی اجازت نہین ہو۔ فافہم قولہ تعالیٰ ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بندون کا ارادہ واقع نہین ہوتا جب تک ارادۂ الٰہی متعلق نہ ہو کیونکہ فرمایا ولکن کرہ اللہ انبعاثہم ان منافقون سے صدق ارادت کی نفی فرمائی اور اگر ارادت مین صادق ہوتے تو جہان تک ممکن تھا اپنے آپ کو قربان کرنے سے قبول کر لیتے اور جب قبول نہ کیا اور بسبب طاقت بہانہ جوئی کی تو معلوم ہوا کہ ارادے سچ نہ ہوئے تھے بلکہ سقیم تھے پس اتنے نہ ہوئے کہ اپنے ارادون کے موافق جہاد کے لئے باہر ہو جاوین بلکہ اسی طرف پیچھے رہے۔ واضح ہو کہ اگر اسی طرح تیری طرف سے ہوا وہوس کا زور ہو تو تجھے حیلہ وفریب کی راہین کھل جاوین۔ جیسے ان منافقون نے تمام دروغ حیلے کئے اور باہر نہ نکلے۔ جعفر صادق رح نے کہا کہ اگر وے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہوتے تو شرما کر اپنی جان ومال سے اُسکے واسطے خارج ہو جاتے اور ایک ہی حکم کے واسطے بالکل قربان ہو جاتے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر وے لوگ توکل چاہتے تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کر کے اسکی راہ اختیار کرتے کیونکہ اسکی طرف یہی راہ ہو۔ قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم الخ۔ اہل نفاق جن کو قہر کے سانپ نے ڈسا اور تریاق کا وجود نہین ہے اُنکا حال بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا نکلنا مکروہ رکھا پس زبان حکم سے اُن کو عبودیت کی طرف دعوت فرمائی اور سابق احکام ازلیہ مین اُن پر شقاوت جاری کی پس بدون کشف جمال ربوبیت کے وہ لوگ احکام عبودیت سے مخاطب تھے۔ اسے اُن کا امتحان کیا اور حکم سے اُن کو درگاہ کبریائی سے راند دیا۔ اعمال ادا کرنے کا حکم دیا اور احوال سے ممنوع فرمایا وہ پاک ہو جو چاہے کرے سب اسی کی مخلوق ہے جعفر صادق رح نے کہا کہ بندون سے حق کا مطالبہ کیا اور انکو اسکی اہلیت نہین دی پھر اُن کو معذور نہین فرمایا بلکہ اسپر ملامت کی۔ تو نہین دیکھتا کہ اُن کا مقولہ نقل فرمایا کہ وقالوا لاتنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا۔ شیخ ابن الفرغی نے کہا کہ مثل اسکی ایسی ہو کہ ایک ہی پانی برسا اور اُسنے اقسام شجر کو سیراب کیا مگر اُن کے پھل پھول مختلف ہین اور اگر گلاب کو پیشاب سے سینچا جاوے تو بھی اس سے وہی خوشبو آویگی اور تھوہڑ کو اگر گلاب سے سینچین تو وہی تلخ پھل ہاتھ آوینگے یہ وہی لطیفہ ہو جسپر توفیق قبولیت اور ترد ید لعنت جاری ہو۔ قولہ لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور الخ منافقون کا حال بیان فرمایا کہ حسد اُن مین سمایا ہوا اور معرفت نہایت قلیل بلکہ ندارد پس اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندون کی شناخت سے محروم ہو کر چاہتے تھے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ سے باز رکھین اور اسمین کامیابی کی اُمید رکھتے تھے پھر جب انبیاء دادلیا کو راہ راست مین مستقیم پایا تو ظلمات کفر وحسد مین جل گئے۔ شیخ سوسی رح نے کہا کہ اُنھون نے چاہا تھا کہ تو دنیا کی جستجو مین پڑ جاوے اور اسی طرف مائل ہو لیکن فضل الٰہی سے یہ نہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تیرے سر باطن کو جملہ اشیاء کی طرف میل کرنے سے پاک کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کر دیا پس حق کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے خزانہ تجھپر کشادہ کر دیئے مگر تو نے ان چیزون سے سکون حاصل کرنے سے انکار کیا حالانکہ منافق تیری اس حرکت سے کراہت

رکھتے تھے کذا فی العرائس۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقین کی جبلت مذمومہ کو تمام تفصیل بیان فرمایا جس سے دنیا میں بھی خوار و رسوا ہوئے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

اور بعضے اُن میں کہتے ہیں مجھکو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑے ہیں اور دوزخ

لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

گھیر رہی ہے منکروں کو　اگر تجھکو پہونچے کچھ خوبی وہ بری لگے اُن کو اور اگر پہونچے سختی

يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ

کہیں ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام آگے ہی اور پھر کر جاویں خوشیاں کرتے　تو کہہ ہم کو نہ پہونچے گا

اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

مگر وہی جو لکھدیا اللہ نے ہم کو وہی ہے صاحب ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسا کریں مسلمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور منافقوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ کہتا ہے کہ اجازت دیجیے اے محمد صلعم مجھکو یعنی مدینہ میں تخلف کرنے کی اور ساتھ نہ جانے کی اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ جب آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کے واسطے سامان کیا تو ایک روز جد بن قیس سے کہا کہ اے ابووہب تجھے جلاد بنی الاصفر کی رغبت ہے اُس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میری قوم والے جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا بہت حریص و فریفتہ ہوں اور مجھے خوف ہے کہ میں بنوالاصفر کی لڑکیاں دیکھکر بے صبر ہو جاؤں پس آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں یہیں رہ جاؤں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے اور میں اپنے مال سے جہاد میں اعانت کروں گا پس اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا ہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و بہت سے ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ یہ شخص جد بن قیس تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس شخص نے یہ علت نکالی حالانکہ سوائے نفاق کے اسمیں کچھ علت نہ تھی۔ جد بفتح جیم۔ ایک شخص اشراف بنوسلمہ سے منافق تھا اور صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنوسلمہ کو فرمایا کہ تمھارا کون سردار ہے بولے کہ جد بن قیس لیکن ہم اُسکو بخیل جانتے ہیں تو فرمایا کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے تمھارا سردار یہ گورا چٹا گھونگروالا بشر بن البراء بن معرور ہے۔ جلاد بکسر جیم از جلد بمعنی شمشیر زنی کرنا یقال جالدتہ بالسیف و بالسوط یعنی میں نے اسکو تلوار ماری و کوڑا مارا۔ اور یہاں مراد مجالدۃ از باب مفاعلت ہے یعنی رومیوں سے جہاد کی لڑائی کرنا۔ بنوالاصفر۔ اہل روم ہیں منسوب باصفر بن روم بن اسحاق بعض نے کہا کہ روم کا رنگ زردی مائل تھا اسلیئے بنوالاصفر کہلائے بعض نے کہا کہ روم نے بادشاہ حبشہ کی دختر سے نکاح کیا تو اولاد گورے و کالے سے مل کر درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی اور بعض نے کہا کہ ایک مرتبہ لشکر حبش نے غالب ہو کر رومی عورتوں سے اولاد جنائی وہی بنوالاصفر ہیں۔ کما فی مجمع البحار والقاموس وغیرہما۔ ابووہب کنیت جد بن قیس مذکور ہے جس نے نفاق کا جواب دیا پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا آگاہ رہو کہ ایسے منافق لوگ فتنہ میں گر پڑے یعنی جو فتنہ اُسنے بیان کیا وہ تو بنایا ہوا تھا مگر خبردار ہو کہ فتنہ یہی ہے جسمیں یہ شخص اور اُسکے مثل لوگ گرے یعنی جہاد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ دینے سے بچھڑنا اور نفاق کا ظاہر ہونا پھر وعید فرمائی۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور البتہ جہنم ضرور کافروں کو محیط ہے۔ جملہ اسمیہ کو اتنی تاکیدات سے بحسب اقتضائے مقام بیان فرمایا اور جہنم کا محیط ہونا یعنی کافروں کا مجمع ہونا کہ جس سے اُن کو چھٹکارا نہ ہوگا اگرچہ آخرت میں ہوگا لیکن ایسا قطعی الوقوع ہے کہ جملہ اسمیہ سے جو مشعر دوام ہے بیان فرمایا اور اسمیں اشارہ ہے کہ ہمیشہ اسی میں طرح پڑے رہیں گے اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ جہنم کے محیط ہونے کے اسباب یعنی خواہش نفس کی پابندی و شہوات کی پیروی

ان لوگون سے ظہور مین آتی ہی لہذا جہنم گویا ابھی اُن کو محیط ہی اور بالکافرین سے اشعار ہی کہ کفر اسکی علت ہی اور اشارہ ہی کہ اُن کے ایسے حرکات
یہ کفر ہین اور اُمید باقی رکھی کہ اگر کفر ترک کرین اور اُسپر نہ مرین تو نجات ہو سکتی ہی پھر ان کے نفاق و جھوٹ کا حال بیان فرمایا۔ اِنْ تُصِبْكَ
حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔ اگر تجکو اے محمد صلعم بعض جہاد مین کچھ بھلائی پہونچتی ہی یعنی فتح و غنیمت وغیرہ اگرچہ تھوڑی سی بھلائی ہو وہ
اُنکو دُکھ دیتی ہی اور ناگوار ہوتی ہی اُن کے دلی حسد و نفاق کا یہان تک مرتبہ پہونچا ہوا ہی۔ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ اور اگر تجکو کچھ
مصیبت پہونچتی ہی یعنی بعض جہاد مین کوئی سختی پیش آتی ہی اگرچہ تھوڑی ہو جیسے اُحد مین واقع ہوا پس یہ امر بمقتضائے حکمت بالغہ الٰہی ہے
جیسے ہرقل بادشاہ روم نے آنحضرت صلعم کا حال ابوسفیان سے پوچھتے وقت کہا تھا کہ انبیاء کے جہاد مین یہی ہوتا ہی کہ کسی وقت تک کبھی
مومنون کی فتح اور کبھی کفار کا غلبہ رہتا ہی آخر کار کامل غلبہ اسلام کو ہو جاتا ہی و لیکن بد اعتقاد منافقون کا یہ حال ہی کہ جب اہل اسلام کو کچھ سختی
پیش آئی یعنی ظاہر نظر مین اگرچہ باطن مین شہادت وغیرہ سے اُنکی کرامت ہوتی ہی تاہم منافقون کا یہ مقولہ ہی کہ يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا
اَمْرَنَا۔ خوشی مین بھرے ہوے اپنی رائے پر بھروسا کرتے ہوے کہتے ہین کہ ہم نے تو اپنا امر لے لیا تھا یعنی جہاد سے بیٹھ رہے اور بچاؤ کر لیا
تھا مِنْ قَبْلُ اس واقعہ سے پہلے ہی وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ اور منہ موڑتے ہین در حالیکہ فرحناک ہین یعنی تم لوگون کے ادنیٰ مصیبت سے بھی خوش ہوتے
ہین۔ اس کلام مین اشارت ہی کہ دین اسلام یا اہل اسلام کی مصیبت پر خوش ہونا اس راہ سے نفاق ہی اور کلام معرض مذمت مین مشعر ہی کہ امر مقدر
کسی احتیاط سے نہین رکتا پس خلاف شرع اُسکی تدبیر کرنا مذموم ہی اور عقل جزوی و تدبیر پر بھروسا کرنا شرک ہی پس حواس و عقل کو کام مین لانا
جہان تک مطابق شرع ہی وہ ایک امر ہی کہ انسان پر لازم کیا گیا حتی کہ زہر نہ کھاوے اور شیر کے منہ مین خود نہ جاوے و لیکن تدبیر پر اعتماد نہین ہے
اور تمام اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ تو کہدے اے محمد صلعم کہ ہرگز نہ پہونچے گا ہم کو مگر
وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے لکھ دیا۔ هُوَ مَوْلٰىنَا وہی ہمارا ناصر و حافظ ہی وہی ہماری جانون سے بھی ہمارے لئے اولیٰ ہی۔ حاصل آنکہ
ہر نیکی و بدی جو انسان کو پہونچنے والی ہی سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین مکتوب و مقدر کر دی ہی اور وہ خالق اپنے مخلوق پر زیادہ مہربان ہے
جو اُسنے لکھا سب عین حکمت ہی پس وہ ضرور انسان کو پہونچے گی کسی تدبیر سے نہ کوئی نفع اُس کے خلاف مل سکتا ہی اور نہ کوئی ضرر دفع ہو سکتا
ہے پس خلاف شرع تدبیر مذموم ہی اور اعتماد کسی تدبیر پر جائز نہین۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر
مومنون کو توکل کرنا چاہئیے سبھی پر فرض ہی کہ اسی پر توکل کرین لیکن کافر تو مشرک و کافر ہین وہ اور چیزون پر اعتماد کر کے شرک کرتے اور احکام
الٰہی سے کفر کرتے ہین لہذا مطیع بندون مومنون کو ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرین کیونکہ یہی لوگ توفیق سے سرفراز ہین ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ازل مین انبیاء و اولیاء کے لئے یہی لکھا گیا کہ سعادت ولایت اور شرف نبوت و حقیقت
وصل و لطائف علوم مشاہدہ اُنکو حاصل ہون اور جو امور کہ بظاہر بصورت بلیات اُن کو پہونچتے ہین وہ اُن کے احوال کی ترقی ہین کیونکہ اللہ تعا
نے اُن کے دلون کو نور رضا سے منور فرمایا ہی پس جو امر اُسکی طرف سے پہونچا اُسکو عین رضامندی سے قبول کر کے مقام قرب مین بلند درجہ
پایا پس ہر امر خواہ مکروہ ہو یا گوارہ ہو اُن کیلئے بہتر ہے مترجم نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ مومن کا حال بہت خوب ہی کہ اُسکی ہر بات اُس کے
حق مین بہتر ہی چنانچہ امر گوارا پہونچا و اُسنے شکر کیا تو بھلائی ملی اور امر ناگوار پہونچا و اُسنے صبر کیا تو بھلائی ملی پس ہر طرح بھلائی پائی اور یہ سوائے
مومن کے اور کسی کے واسطے نہین ہی و الحدیث فی السنن و الصحیح۔ بالجملہ یہ بندے اس معاملہ مین بنصرت الٰہی محفوظ ہین اور اسی پر متوکل و راضی ہین
اور جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا یقین کرتے ہین کہ ہو مولٰنا یعنی وہی ہمارا مولیٰ ہی اور اسی محبت مین جو امر کہ دوسرون پر ناگوار ہی وہ بمحبت ایمانی ان پر

گوارا ہی اور مومن کی یہی شان ہی لہذا فرمایا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ مومن عارف ہوتا ہی اور عارف وہ ہی جس پر قضا و قدر سے جو امور وقتاً فوقتاً جاری ہوں اُن میں اُسکو سکون ہو اور کسی بات سے ترشرو نہ ہو۔ پھر اللہ تعالی نے منافق و کافر جاہلوں کو ایسے پسندیدہ طور سے متنبہ کرنے کا حکم دیا جس سے سمجھ لیں کہ بندہ مطیع ہر حال میں بفوز عظیم ہی جیسے غیر مطیع و منافق ہر حال میں فی الواقع خائب خاسر ہی بقولہ تعالی

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ تم کیا چیتوگے ہمارے حق میں مگر دو خوبی میں سے ایک اور ہم اُمیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝

کچھ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ ایہا المنافقون ان یقع۔ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ۔ تربصون صیغہ خطاب ہی در اصل تتربصون بود تار تھا جنمیں سے ایک تا رحذف ہوئی جیسا کہ باب تفعل میں مطرد ہی اور معنی اُسکے تنتظرون۔ اے تم انتظار کرتے ہو۔ قولہ بنا متعلق لفعل محذوف اے ان یقع بنا۔ یہ کہ ہمارے ساتھ واقع ہو۔ استفہام توبیخی ہی۔ الحسنیین تثنیہ حسنی تانیث احسن ہی یعنی بہت بھلی بات باعتبار انجام کے اور دونوں بھلی باتوں کی تفسیر ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہ ہمارے نصرت و شہادت مروی ہی۔ المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ کیا تم انتظار کرتے ہو اے منافقو یہ کہ واقع ہو ہمارے ساتھ کوئی امر سوائے ایک کے دو بہت بھلائیوں سے۔ خواہ تم پر و کافرون پر تمہیں فتح ہو یا ہمارے لئے شہادت کیونکہ مسلمان جب اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کو گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اُسکو ثواب و مال غنیمت ملیگا اور یا شہید ہو کر جنت پا دیگا جو کہ سب سے نیک انجام ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہی کہ اللہ تعالی نے کفالت فرمائی ایسے بندہ کے لئے جو اسکی راہ میں جہاد کو نکلا درحالیکہ راہ الٰہی میں جہاد و تصدیق کلمے کے سوائے کسی امر نے اسکو اُسکے گھر سے نہیں نکالا ہی اس بات کی کفالت کہ اُسکو جنت میں داخل کر دیگا یا جہان سے نکلا تھا وہیں اُسکو واپس کر دے گا اجر و غنیمت کیساتھ کما فی الصحاح۔ حاصل آنکہ منافقون کو ملامت ہی کہ اہل ایمان کے حق میں انھیں دو باتوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہیں اُسکے سوا اسکے اور کیا انتظار کرتے ہیں حالانکہ یہ ہر ایک بات بہت بھلی ہی کیونکہ انجام بہت نیک ہی پھر خود منافقون کی حکمت عملی کا انجام بتلایا کہ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم تمہارے حق میں انتظار کرتے ہیں دو باتوں میں سے ایک بات کے وقوع کا۔ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ ایک یہ کہ پہونچاوے تم کو اللہ تعالی اپنے پاس سے کوئی عذاب یعنی آسمان سے کوئی عذاب تم پر آئے جسمیں ہمارا لگاؤ نہ ہو جیسے صیحہ و پتھر برسنا وغیرہ کا عذاب اگلی اُمتوں کے نافرمانون پر آیا اَوْ بِاَيْدِيْنَا یا تم کو ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہونچاوے مثلاً اسطرح کہ ہم کو منافقون کے قتل کا حکم دیدے پس ہم اسکی طاعت میں تم کو قتل و قید و غارت کریں۔ حاصل آنکہ تمھارا انجام انھیں دونوں باتوں میں سے ایک بات کی طرف ہی پس معلوم ہوا کہ تمھارا برتاؤ بہت خراب ہی جسکا انجام ایسا خراب ہی فَتَرَبَّصُوْٓا پس تم انتظار کرو ہمارے حق میں اس امر کا جو مذکور ہوا۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں یعنی تمہارے انجام کار کے منتظر ہیں۔ فتربصوا۔ میں فا فصیحہ ہی اور صیغہ امر سے امتثال مقصود نہیں بلکہ تہدید ہی یعنی اپنے بد انجام کو سنکر اگر یہ برتاؤ نہیں چھوڑتے ہو تو اچھا ہمارے لئے منتظر رہو انجام نیک دیکھو اور ہم بھی منتظر ہیں کہ ناچار تمھارا بد انجام دیکھیں کیونکہ جو ہر ایک کا انجام مذکور ہوا اُس سے تجاوز نہیں ہوسکتا پھر منافقون کی نماز روزہ وغیرہ اعمال بدنی اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی مدد وغیرہ کا جو نفاق سے بدون صدق یقین کے کرتے تھے قبول نہ ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالی۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

تو کہہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے تحقیق تم ہو رہے ہو لوگ بے حکم

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا اُن کے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ

مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے سو تو تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

یہی چاہتا ہے اللہ کہ اُن کو عذاب کرے اُن چیزوں سے دنیا کے جیتے اور نکلے اُن کی جان جبتک وہ کافر ہی رہیں

قُلْ اَنْفِقُوْا ـ فی طاعۃ اللہ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ـ طائعین او کارہین ـ لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ـ انفقتموہ ـ کہدے اے محمد صلعم کہ خرچ کرو اومنافقو طاعت الٰہی میں طوعًا یا کرہًا یعنی درحالیکہ تم طائع ہو یا کارہ ہو ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائیگا جو کچھ تم نے خرچ کیا ـ اگر کہا جاوے کہ منافق کب بطوع ورغبت خرچ کرتے تھے کیونکہ ہمیشہ کراہت سے خرچ کرتے بدلیل قولہ ولا ینفقون الا وہم کارہون ـ پھر یہان کیونکر اُن کو طوع سے خرچ کرنیکا حکم دیا ـ تو جواب یہ ہو کہ طوع سے خرچ کرنا باعتبار ظاہر کے کیونکہ منافق لوگ نفاق سے ظاہر میں ایسے خرچ کرتے کہ بطوع ورغبت معلوم ہوتا اور آگے جو اللہ تعالیٰ نے خبر فرمائی کہ ولا ینفقون الا وہم کارہون ـ تو یہ واقعی حقیقت کا بیان ہو یعنی درحقیقت تو کراہت ہی سے خرچ کرتے تھے اور بعض نے جواب دیا کہ طوع بمعنی رغبت نہیں بلکہ طوع سے وہ خرچ جو بدون اللہ تعالیٰ ورسول کے لازم کرنے کے ریاکاری و دکھلانے کو ہو وے ـ اور کرہًا جو اللہ تعالیٰ ورسول کے لازم کرنے پر ہو ـ یعنی قولہ انفقوا طوعًا او کرہًا ـ خرچ کرو تم بدون اللہ تعالیٰ ورسول کے لازم کرنے کے یا دونوں کے لازم کرنے سے ـ پس لازم کرنے کو کرہ اسواسطے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے پس خرچ کرنا ان پر لازم کرنا ایسا شاق تھا جیسے کسی پر اکراہ وزبردستی کی جاتی ہے ـ اور بعض نے جواب دیا کہ طوعًا سے وہ خرچ جو منافقون کے سرداروں کی طرف سے بلا اکراہ ہو ـ اور کرہًا وہ جو اُن کے سرداروں کی اکراہ سے ہو کیونکہ سردار نفاق مصلحت دیکھکر تابع منافقون کو مال خرچ کرنے پر اکراہ کرتے یعنی خرچ کرو چاہو بدون اکراہ اپنے سرداروں کے یا اُن کے اکراہ کرنے سے بہرحال تم سے ہرگز مقبول نہ ہوگا ـ سوال ہوا کہ انفقوا طوعًا میں طوع کا اعراب کیونکر ہے جواب یہ کہ طوع وکرہ ہردو مصدر بمعنی اسم فاعل ہیں اور نصب بوجہ حال ہونے کے یعنی انفقوا طائعین او کارہین تم لوگ خرچ کرو درحالیکہ طائع ہو یا کارہ ہو ـ سوال ہوا کہ انفقوا صیغۂ امر سے خرچ کرنے کا حکم دیا پھر لن یتقبل سے کیوں عدم قبول فرمایا ـ جواب یہ گیا کہ معنی اس کے شرط وجزا ہیں یعنی اگر تم خرچ کرو تو قبول نہ ہوگا ـ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ عدم قبولیت کا انفاق سے مشروط ہونا مرتبط نہیں ہے اور صحیح جواب بیضاوی رح ومفسرین وغیرہ کا ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے یعنی تمھارے نفقات قبول نہیں خواہ طوعًا خرچ کرو یا کرہًا ـ بیضاوی رح نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ کہ قبول نہونے میں ہردو انفاق کے مساوات ظاہر ہوگئی گویا اُن کو حکم ہوا کہ امتحان کرو خرچ کرکے دیکھو بھلا قبول ہوتا ہے یا نہیں پس ہرگز قبول نہوگا ـ اور یہ کلام پاک جواب ہے جد بن قیس منافق کا جس نے آنحضرت صلعم کے استنفار کے وقت کہا تھا کہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے یہیں رہنے دیجیے اور میں اپنے مال سے آپ کی مدد کرونگا ـ قبول نہ ہونا دو باتوں کو محتمل ہے ایک یہ کہ منافق اگر مال لاویں تو اُن سے امام نہ لیوے اور دوسرا یہ کہ منافقون کو ثواب نہ ملے گا پھر قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی بطریق استیناف کے بقولہ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ـ لے لانکم کنتم کافرین یعنی تمھارا انفاق

[۱] جہاد کیلیے نکلنے کو بلانا ۱۲

کسی طرح ہو قبول نہ ہونا اس لئے کہ تم قوم کافر تھے اور کافر کی کوئی طاعت قبول نہین بدین معنی کہ آخرت مین اسپر ثواب نہ پاویگا۔ لہذا علماء کا اجماع ہو کہ عبادات صحیح و ثواب مترتب ہونے کے واسطے ایمان و دلی تصدیق ضروری ہو اور علماء حنفیہ نے کہا کہ کفار فروع اعمال شرع سے مکلف و مخاطب نہین بلکہ ایمان لانے سے مکلف ہین اور شافعیہ نے کہا کہ مکلف ہین اور فائدہ یہ کہ عذاب مین زیادتی ہوا اور بعد تامل کے کفار کا ایمان نہ لانا متضمن ترک جمیع حسنات ہو پس عذاب ضعیف بحکم قولہ تعالی لکل منکم ضعف الآیۃ ہر کافر کے لئے ثابت ہو۔ اس تفسیر سے واضح ہوا کہ فاسق سے مراد کافر ہے چنانچہ کلام مابعد جو اس جملہ کے لئے بیان و توضیح ہو اُسپر دلالت کرتا ہو یعنی قولہ **وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ** بتاء فوقیہ قراۃ حفص و اکثر اور بیاء تحتیہ قراۃ حمزہ و کسائی کیونکہ فاعل مؤنث حقیقی نہین یعنی۔ **نَفَقَاتُهُمْ** لے ما منعہم قبول نفقاتہم نہین محروم رکھا اُنکو اُنکے نفقات مقبول ہونے سے۔ **إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ**۔ الا کفرہم یہا مگر ان باتون نے جنمین سے اول یہ کہ اُنھون نے اللہ تعالی کے ساتھ و اُسکے رسول برحق محمد صلعم کے ساتھ کفر کیا یعنی درحقیقت کفر کیا۔ اگرچہ ظاہر مین اقرار کہتے تھے پس زبانی اقرار کچھ مفید نہین ہو۔ سوال ہوا کہ اللہ تعالی کے قائل تھے جواب یہ کہ حدیث وفد عبدالقیس مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے توحید کی یہ تفسیر فرمائی کہ گواہی دے کہ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ۔ لہذا علماء کا اتفاق ہے کہ بدون صادق اقرار نبوت آنحضرت صلعم کے توحید پوری نہین ہو بھید یہ کہ اللہ تعالی پر ایمان اسکے صفات کمالیہ عظمت و جلال کی معرفت سے ہو کیونکہ حقیقت اُسکی برتر از خیال و قیاس و گمان و عقل جزوی ہو اور بدون ارشاد و ہدایت نبوت کے آدمی ایسے اُمور کا جناب باری تعالی و تقدس مین گمان کریگا جو لائق نہین پس وہ اللہ تعالی کا قائل ہوگا بلکہ اپنے مظنون کا معتقد و اُسی پر مومن ہوگا اسی واسطے مشرکین مکہ باوجودیکہ اللہ تعالی کو خالق آسمان و زمین کہتے تھے مشرک ہوئے کہ بتون کا اشراک جائز جانتے حالانکہ اللہ تعالی سبحانہ وہ ہو کہ وہان کسی شرک کو دخل نہین پس درحقیقت اللہ تعالی سے منکر و کافر ہوئے اسیطرح اہل کتاب یہود و نصاری کو جو بیٹا وغیرہ نعوذ باللہ من ذلک ثابت کرتے تھے کافر فرمایا بقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ۔ اور بہت سے نادان آدمیون نے زعم کیا کہ اللہ تعالی کے واحد ہونے کے یہ معنی کہ ایک ہو لہذا بدین معنی واحد کے قائل ہوئے اور بعضے ہنود کو موحد کہنے لگتے ہین حالانکہ یہ خود بڑی جہالت ہو لہذا فقہاء اکبر وغیرہ مین صاف مصرح لکھ دیا کہ توحید کے معنی یہ ہین کہ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اسکا کوئی شریک نہین کسی امر مین۔ اور یہ معنی نہین کہ واحد بمعنی معدود ہو وحدت ہو فافہم۔ و تدبر۔ بالجملہ جن باتون سے منافق قبول نفقات سے محروم ہوئے ان مین سے اول تو اعتقادی یہ بات کہ اللہ تعالی و رسول سے منکر ہین اور دوم عملی یہ کہ **وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ**۔ اے انہم لا یصلون فی حال من الاحوال الا فی حال الکسل و التثاقل یعنی تمام حالتون مین سے کسی حال مین وے نماز نہین پڑھتے مگر ایک حالت مین جو کہ حالت کسل و گرانی ہو۔ اسکی وجہ یہ کہ اُن کو ادا کرنے پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہین اور نہ چھوڑنے پر عذاب کا خوف تھا بلکہ خالی دکھلانے اور اسلام ظاہر کرنے کو کسل و بوجھل ہوکر پڑھ لیتے تھے۔ **وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ** ۔ اور نہین خرچ کرتے کوئی نفقہ خواہ واجب ہو یا نفل ہو مگر اس حال مین کہ وے کراہت رکھنے والے ہوتے ہین اگرچہ اپنی کراہت کو ظاہر نہین کرتے پس قولہ قل انفقوا طوعا مین بطوع خرچ کرنا بلحاظ ظاہر کے ہو اور یہان اُن کی حقیقت کا بیان ہو یعنی درحقیقت ہمیشہ کراہت کے ساتھ خرچ کرتے ہین۔ حاصل یہ کہ کسی کار خیر مین بسبب بے ایمانی کے اُن کی سچی نیت و ہمت نہین ہو پس اللہ تعالی قبول نہین فرماتا۔ حدیث مین ہو کہ آدمی جب تک خوشی و نشاط مین ہو نوافل نماز وغیرہ ادا کرے اور کسل و ماندگی تک نوبت نہ پہونچا دے کیونکہ اللہ تعالی کو ثواب دینے مین ملالت نہ ہوگی تم خود ہی عبادت سے ماندہ ہو جاؤگے اور حدیث مین فرمایا کہ اللہ تعالی طیب ہو وہ طیب ہی قبول فرماتا ہو اسیواسطے ان منافقون سے کوئی نفقہ قبول نہ فرمایا بقولہ

انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی اللہ تعالیٰ انھین بندون سے قبول فرماتا ہی جو متقی ہین۔ اگر کہا جائے کہ قبول نہ ہونے کے واسطے اُن کا کافر
ہونا کافی سبب ہی پھر کراہت و کسل وغیرہ کا سبب کیون فرمایا کیونکہ مستقل سبب ہوتے ہوئے اور کا اثر نہین رہتا تو جواب یہ ہی کہ اہل
سنت کے نزدیک جملہ سبب خالی معرّف ہین کچھ موجب نہین ہین پس ایک ہی امر کے واسطے چند معرّف کا جمع ہونا جائز ہی۔ فافہم۔ فَلَا تُعْجِبْكَ
أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ [علامت ۱۲] یعنی جب منافقون کی حالت معلوم ہوگئی تو اے محمد صلعم نہ اعجاب مین ڈالین تجکو اُن کے
اموال اور نہ اُنکی اولاد۔ یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہی لیکن جملہ مومنین اسمین شامل ہین۔ اعجاب کسی چیز سے مسرور ہو اُسکی خوبی پر راضی
ہونا اور بعض نے کہا کہ اُسکے ساتھ کچھ فخر و یہ اعتقاد بھی ہو کہ ایسے اوروں پاس نہین ہی اور یہی یعنی اپنے مال و اولاد پر اعجاب ہونے کے مناسب
ہین اور رہا یہان تو غیر کے مال و اولاد پر اعجاب ہی پس اعجاب بمعنی استحسان ہی یعنی اُنکے اموال و اولاد کو مستحسن مت جان۔ خطیبؒ نے اموال
سے وہ مال لیا جو اُنھون نے جہاد مین خرچ کرنے کو دیا پس معنی یہ ہو سکتے ہین کہ جو اموال اُنھون نے جہاد مین خرچ کو دیا اور اُنکی اولاد جو بظاہر
اہل اسلام کی اولاد ہی تجھے مستحسن معلوم نہو کیونکہ یہ بلا ثواب نامقبول ہی اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اُن کے اموال و اولاد کی نسبت مستحسن و محمود
ہونا مت بیان کر اسلیے کہ یہ اُن کیلیے وبال و استدراج ہی کما قال تعالیٰ۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم۔ ان یعذبہم۔ بِهَا
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہی کہ اُنکو عذاب کرے ان چیزون سے دنیا کی زندگی مین۔ کیونکہ ان کے جمع کرنے و حفاظت
مین مشقت و تکلیف اُٹھاوین اور بطریق نفاق کے مومنون کو دینے و زکوٰۃ نکالنے مین خرچ کرنے پر غم کھاوین اور نقصان اولاد مین
مصیبت پاوین۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات منافقون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ مومن کو بھی نقصان مال و اولاد کی مصیبت پہونچتی ہی تو جواب
یہ ہی کہ مومن کو اعتقاد ہی کہ وہ آخرت ہی کیواسطے مخلوق ہی اور اُسکو جو مصیبت پہونچے وہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہی اور جانتا ہے
کہ آخرت مین اُسکے لیے اس سے بہتر ثواب حاصل ہی پس مال و اولاد اُسکے حق مین وبال و عذاب نہوئے بخلاف منافق کے کہ اُسکا یہ اعتقاد نہین پس
مال و اولاد پر جو غم و رنج و مشقت اُسکو پہونچی وہ دنیا مین اُسپر عذاب ہوئی لہذا فرمایا کہ منافقون کے حق مین مال و اولاد سے اللہ تعالیٰ یہی
چاہتا ہی کہ حیات دنیاوی مین اُن کو عذاب دے۔ وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ۔ زہوق مشقت سے نکلنا جملہ
عطف ہی تعذبہم پر یعنی اور اُن کے اجسام سے اُنکی ارواح نکلین اس حال مین کہ وے کافر ہین۔ پس آخرت مین اُنکو دائمی سخت عذاب
دیوے۔ زمخشریؒ نے کہا کہ قولہ انما یرید اللہ سے مراد استدراج ہی یعنی باوجود معصیت کے اُن کو نعمت پر نعمت دینا جسمین مشغول رہین
یہانتک کہ مرین گویا یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقون کے حق مین یہی چاہتا ہی کہ برابر اُنکو اپنی نعمتون سے بھرا رکھے یہان تک کہ اُنکی
موت آوے اس حال مین کہ وے کافر ہون اور آخرت سے نظر پھیرے ہوئے انھین نعمتون کی طرف مشغول ہون۔ پس آخرت مین عذاب
شدید اُٹھاوین خطیبؒ نے لکھا کہ جس کسی کو مال و اولاد کی کثرت ہوئی حالانکہ وہ سرور و افتخار و کفران نعمت مین گرفتار ہی اُس کے حق مین
وبال و عذاب سمجھنا چاہیے کیونکہ ایسی حالت مین دلالت ہی کہ نفس اسمین مستغرق اور اللہ تعالیٰ سے منقطع ہی اور حدیث مین ہی کہ تین باتین
ہلاک کرنیوالی ہین۔ ایک یہ کہ شحّ مطاع ہو یعنی بخل کی اطاعت کی جاوے۔ دوم خواہش نفس کی پیروی کی جاوے۔ اور سوم اپنے اوپر آدمی
اعجاب کرے اور حدیث مین ہی کہ مکثرین تباہ ہوئے یعنی مال مین اکثار کرنے والون کی عاقبت اکثر خراب ہوتی ہی اور حدیث مین ہی کہ آدمی اپنا
مال گنتا رہتا ہی اُس کا مال کیا ہی سوائے اسکے کہ کھا کر فنا کر ڈالا یا پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر عاقبت کیلیے باقی رکھ لیا۔ [خودرائی ۱۲] اور اس باب مین روایات
بہت ہین اور مقصود کلام یہ کہ دنیا کے اطناب و اسپر افتخار و اُسکی محبت سے زجر فرمایا کیونکہ آدمی دنیا کے واسطے نہین پیدا ہوا بلکہ آخرت ہی کیلیے مخلوق کر

پس دنیا سے اُسکو احجاب ہے اسکی طرف میلان نچاہیئے بلکہ اصلی گھر کی طرف راغب ہوا ور وہ آخرت ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وہم کسالیٰ۔ حق تعالیٰ نے ایسے بندون کا حال بیان فرمایا جو اُسکے جلال سے جاہل اور اُسکے مشاہدۂ جمال سے محجوب ہین اور اُن کو اپنے خالق کی عبودیت سے طعم وصال نہین اور اگر اُن کو نماز مین مناجات آلٰہی سے ذوق ہوتا اور نماز مین آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی تو اُن کا وہ حال ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے نمازی کا حال بیان فرمایا کہ وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور جو اپنا حال بیان فرمایا بقولہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین رکھی گئی ہے لیکن یہ مرتبہ بزرگ انھین بندون کیواسطے مخصوص ہے جو عظمت و جلال آلٰہی کے سامنے خشوع و خضوع رکھتے ہین کما قال تعالیٰ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الآیۃ۔ اور اُن کا وصف فرمایا بقولہ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔ شیخ محمد بن الفضل نے کہا کہ جسنے امر آلٰہی کو نہ پہچانا وہ کسل کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور جسنے پہچانا وہ عین غبت سے قیام کرتا ہے قولہ تعالیٰ فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم۔ اس مین اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر مومنون کو تحذیر فرمائی کہ دنیاداروں کے ساتھ جو اموال و اولاد ہین جنکو وہ حیات و دنیا وی کی زینت جانتے ہین ان چیزون کو بنظر استحسان نہ دیکھین کیونکہ اس سے آخرت و اُسکے کامون سے باز رہین گے اسلیئے کہ دنیا کو بنظر شہوت و خواہش نفس دیکھنے والا اُسی دم ملک ملکوت و انوار جبروت سے کم جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اموال و دنیا منافقین کیلیئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب ہین اور دنیا مین مورث عذاب ہین کیونکہ دنیا جب بہت ہوجاتی ہے تو خواہ مخواہ حرام و شبہات سے خالی نہین ہوتی اور جسنے حرام و شبہات کے مال کھانے وہ باطنی اندھے پن مین گرفتار ہوکر مکاشفۂ آخرت سے محروم ہوجاتا ہے چنانچہ وارد ہوا کہ دنیا کے حلال مین حساب ہوگا اور جو حرام ہے وہ تو بالکل عذاب ہے بعض مشائخ نے اس کلام پاک کے معنی مین کہا کہ لوگ جن اموال و غلام و خدام سے زینت کرتے اور اُسی کی کثرت چاہتے ہین اور بطور استدراج اُنکو ملتی ہین تجکو اس سے اعجاب نہو کیونکہ ان اموال و اولاد سے اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ دنیا وی زندگی مین اُن کو عذاب ہو یعنی اُسکے جمع کرنے مین اور اُسکے حفاظت کرنے مین مشقت اور اُسکی محبت مین اور اُسپر بخل کرنے مین اور اُسکے خرچ پر غمگین ہونے مین عذاب اُٹھاوین اور یہ سب عذاب تو اپنی خوشی خاطر سمیٹا اور برابر اُنپر طاری رہا یہانتک کہ کافر مرنے سے عذاب آخرت مین پھنسے۔ نعوذ باللہ منہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ منافقین جملہ مضرت دنیا و آخرت کے جامع اور جملہ منافع دارین سے خالی ہین تو پھر اُن کے فضائح و قبائح کو ذکر کیا از انجملہ یہ ہے کہ نفاق و بیباکی سے جھوٹی قسمین کھاتے ہین چنانچہ فرمایا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی کہ وہ بیشک تم مین ہین اور وہ تم مین نہین و لیکن وہ لوگ ڈرتے ہین اگر پاوین کہین

مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝

بچاؤ یا کوئی گڑھے یا سر گھسانے کو جگہ تو اُلٹے بھاگین اسی طرف رسیان توڑاتے

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ اور قسم کھاتے ہین منافق لوگ اللہ تعالیٰ کی کہ البتہ وہ لوگ تم مین سے ہین یعنی منجملہ مومنون کے ہین۔ جملہ انہم لمنکم یہی مقسم بہ ہے اور لام تاکید ہے حاصل آنکہ ایسی تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاتے ہین کہ وے بھی اہل ایمان مین سے ہین یعنی توحید آلٰہی و رسالت محمد صلعم و قرآن و دار آخرت وغیرہ پر صدق دل سے مومن ہین۔ منافق لوگ جب اہل ایمان سے ملتے تو بیباکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اسطرح جھوٹی قسم کھاتے چنانچہ حق تعالیٰ نے رد فرمایا۔ وَمَا هُم مِّنكُمْ اور حال یہ ہے کہ وے لوگ تم سے نہین ہین یعنی مومن نہین ہین۔ اللہ تعالیٰ نے بھی جملہ اسمیہ سے اُنکے مومن ہونیکی نفی فرمائی جیسے اُنھون نے موکد قسم کھائی تھی۔ وَلَٰكِنَّهُمْ

قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ - ولیکن یہ لوگ ایسی قوم ہین کہ تم سے ڈرتے ہین کہ تم قتل و قید وغیرہ کا وہ برتاؤ اُن کے ساتھ نہ کرو جو مشرکون کیساتھ کرتے ہو۔ فرق یفرق فرقًا از سمع یسمع ترس و خوف کرنا ۔ حاصل آنکہ منافقون کے دل مین اسلام کا کچھ اعتقاد نہین بلکہ دکھلانے ہی کو ارکان اسلام ادا کرتے ہین اور تمہارے خوف سے جھوٹی قسم بہت تاکید کیساتھ کھا جاتے ہین کہ ہم بھی مسلمان ہین اور تقیہ کرتے ہین - حدیث مین ہے کہ جھوٹی قسم جان بوجھکر کھانا بستی اُجاڑ دیتا ہے منافق کی پہچان حدیث مین ہے کہ جھوٹ بات بولتا ہے - حدیث مین ہے کہ شر الناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذو الوجہین ہے یعنی جو آدمی کہ اُس سے ملکر کچھ کہا اور دوسرے کے پاس اُسکے خلاف کہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا بد ہے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کی فضیحت بڑھائی کہ مومنون سے ظاہر مین اسطرح قسم کھاتے ہین اور باطن مین اُنکے دشمن اور اُنسے گریز چاہتے ہین چنانچہ فرمایا - لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اگر پاتے وہ لوگ کوئی ملجا - پناہ کی جگہ خواہ اونچی ہو یا نیچی یا کوئی گروہ آدمیون وغیرہ کا ہو یا اسکے مانند کوئی چیز ایسی ہو اَوْ مَغٰرٰتٍ یا مغارات - جمع مغارہ یعنی انسان گھس جاوے اور زمین مین پست مقام و سرداب یعنی تہ خانہ وغیرہ - اَوْ مُدَّخَلًا یا مُدّخل بعد ادغام کے مدخل ہوا - وہ جگہ جسمین داخل ہو جاوین بعض نے کہا کہ ملجا عام ہے اونچی نیچی کہین کسی طرح کی جائے پناہ ہو مغارات - وہ غار جو پہاڑون مین ہون اور مدخل وہ جو زمین مین ہون - ابن عباس و مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ ملجا قلعہ و گڑھی وغیرہ جسمین متحصن ہون اور جائے حرز جسمین متحرز ہون مغارات - پہاڑون کے غار - مدخل وہ سرب جو زیر زمین ہو یعنی تہ خانہ و بل وغیرہ - حاصل آنکہ منافقین اگر اوپر یا نیچے یا کہین کوئی ٹھکانا پاتے - لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ تو اسکی طرف متوجہ ہو کر اُسمین گھس جاتے وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ - درحالیکہ اس کام مین تیزی و جلدی کرنیوالے ہوتے کوئی چیز اُنکو اس سے باز نہ رکھتی یجمحون از جموح. فرس جموح وہ گھوڑا کہ باگ سے ہرگز نہ رُکے - حاصل معنی یہ کہ منافقون کا حال تمسے عداوت و نفرت کا یہانتک ہے کہ ملجا و مغارات و مدخل تینون ٹھکانون مین سے اگر کوئی ٹھکانا پاتے باوجودیکہ یہ انسان کیلئے بندش و ضیق کے بُرے ٹھکانے ہین تو بھی منافق اُنکی طرف متوجہ ہوتے نہایت تیزی سے کہ جیسے جموح گھوڑے کو باگ نہین روک سکتی ہے اُنکو بھی کوئی چیز مانع نہو سکتی اور بہت جلدی اُسمین گھس جاتے - پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے باطنی قبائح کے آثار مین سے ایک نوع دیگر کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین صدقات کی تقسیم وغیرہ کی نسبت طعن کرنے کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ

اور بعضے اُنمین ہین کہ تجکو طعن دیتے ہین زکات بانٹنے مین سو اگر اُنکو ملے اُسمین سے تو راضی ہون اور اگر نہ ملے

اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

تبہی وہ ناخوش ہو جاوین اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُن کو اللہ نے اور اسکے رسول نے اور کہتے بس ہے ہمکو اللہ

سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○

دے رہے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو اللہ ہی چاہیئے -

مفسرین کے اقوال اس آیت کے سبب نزول مین مختلف ہین جیسا کہ خطیب رح نے کہا و لیکن مترجم کے نزدیک اقوال متفق ہین صرف تفصیل و اجمال کا اور اسباب نزول و عموم دخول کا فرق ہے پس سبب نزول کو بخاری رح و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ رح نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم مال غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ اتنے مین ذو الخویصرہ کا بیٹا (جسکا نام حرقوص تھا) آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کرو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو پھر کون عدل کریگا اگر مین ہی عدل نہین کرتا ہون عمر بن الخطاب رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ مین اس بے ادب کی گردن ماردون - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اس سے ایسے لوگ ہونگے جنکی نمازون کے سامنے تم مین کا آدمی اپنی نماز کو اور اُن کے روزون کے سامنے اپنے روزہ کو حقیر دیکھے گا حالانکہ یہ لوگ دین اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے سو اُن کو جہان کہین تم پاؤ نا قتل کر ڈالنا کہ آسمان کے نیچے جتنے

مقتول ہوں سب سے اچھے مقتول بدتر ہوں گے۔ الی آخر الحدیث۔ اور اس پوری حدیث کو ابو سعیدؓ نے روایت کرکے فرمایا کہ اسی ذوالخویصرہ والے و اُس کے ساتھیوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم نے غنیمت حنین کو تقسیم فرمایا تو ایک مرد کو میں نے کہتے سُنا کہ یہ تقسیم رضائے اللہ تعالیٰ کیواسطے نہیں ہوئی پس میں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے پیغمبر موسیٰؑ پر رحم فرماوے کہ موسیٰؑ کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی اور اُسنے صبر کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی شیخ ابن کثیرؒ نے قتادہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم ایک غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ ناگاہ ایک نومسلم اعرابی جنگلی آیا اور کہا کہ اے محمد اگر تم کو عدل کرنیکا حکم دیا گیا ہے تو واللہ تم نے عدل نہیں کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ خرابی ہو تیری پھر میرے سوائے کون تجھ پر عدل کریگا۔ پھر حضرت صلعم نے کہا کہ اے لوگو اس شخص و ایسوں سے پرہیز رکھنا کہ میری اُمت میں ایسے اور لوگ ہونگے کہ قرآن کی تلاوت کرینگے مگر اُن کے ترقوؤں سے نیچے نہ اُتریگا سو جب یہ لوگ خروج کریں تو اُن کو قتل کر ڈالنا۔ اس حکم کو تین بار فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قتادہ رح کا بیان مشابہ اس روایت شیخین کے ہے جسمیں ذوالخویصرہ کا حال مذکور ہوا۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے غنائم حنین تقسیم کرنے میں اہل مکہ کو زیادہ در زیادہ دیکر اُن کی تالیف قلوب فرمائی تھی جسپر دنیا کے بندے ذوالخویصرہ کے مانند بیدین منافقوں نے اعتراض کیا کلبیؒ نے کہا کہ اس تقسیم پر جواظ نامی منافق بولا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ بکری چرانے والوں میں غنیمت بانٹتا اور عدل کا دعویٰ کرتا ہے تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ او بے پدر کیا موسیٰؑ چرواہا نہ تھا اور کیا داؤد چرواہا نہ تھا۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ منافق کہنے لگے کہ محمد اس مال غنیمت کو جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور اپنی خواہش کی پابندی کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما ذکرہ الخطیب ابو بکر الاصم نے اپنی تفسیر میں روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تو فلاں شخص سے واقف ہے اُسنے عرض کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ آپ اُسکو اپنی مجلس میں تقرب دیتے اور بہت کچھ مال عطا فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں وہ منافق ہے اُسکے نفاق دور ہونے کیلئے مدارات کرتا ہوں اور اس لئے کہ اوروں کے دلوں میں فساد نہ ڈالے تو صحابی نے عرض کیا کہ کچھ آپ فلاں مرد کو بھی عطا فرمایا کریں۔ آپنے فرمایا کہ وہ تو سچا پورا مومن ہے اور یہ البتہ منافق ہے جسکا فساد مٹانے کو مال عطیہ بخشتا ہوں۔ بالجملہ یہ آیت منافقوں بے ایمانوں کی حالت قبیحہ کے بیان میں ہے چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ - لمز آخر زار معجمہ اصل میں آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا اور مستعمل بمعنی عیب لگانا پس لمز میں اشارہ بوجہ عیب ہونا ضرور ہے بخلاف غمز بالغین و زا مہملہ و نقطہ دار کے کہ وہ عام ہے خواہ یہ اشارہ آنکھ وغیرہ کا بوجہ عیب ہو یا نہو۔ اور یلمز مضارع بروزن یضرب یرفع دونوں آیا اور ایک قراۃ بروزن یصرف از تفعیل ہے۔ والحاصل یلمزک ای یعیبک۔ فارسیؒ نے کہا کہ تقدیر فی تقسیم الصدقات ہے اور بعض نے کہا فی امر الصدقات۔ یہ اولیٰ ہے کیونکہ تقسیم وغیرہ سب امر کو جنمیں منافقین عیب گیری کرتے تھے شامل ہے پس حاصل یہ کہ ومن المنافقین من یعیبک فی امر الصدقات۔ منافقوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ تجھکو اے محمد صلعم دربارہ صدقات کے عیب لگاتے ہیں۔ صدقات عام ہے خواہ مفروضہ ہو یعنی زکوٰۃ یا غیر مفروضہ جیسے تطوعات و غنائم وغیرہ۔ پس منافقوں کی غایت ہمت اموال حقیرۂ دنیاوی پر مقصور تھی۔ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا - ضمیر اعطوا راجع بجانب مَن موصولہ بحسب المعنی ہے اے فان اعطوا ہولاء اہل النفاق من الصدقات بقدر ما یریدون و تشتہی انفسہم رضوا عنک بما رفع منک یعنی اگر ان منافقوں کو دیا گیا صدقات میں سے اتنا کہ جسقدر بخواہش نفسانی چاہتے تھے تو جو کچھ تو نے کیا اُسپر تجھ سے راضی ہو جاتے ہیں کیونکہ یہی اُن کا غایت مقصود تھا اور دین و ثواب آخرت کے تو معتقد ہی نہیں ہیں لہذا فرمایا۔ وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ - اے وان لم یعطوا من الصدقات بقدر ما تشتہی انفسہم اذا ہم یسخطون۔ اور اگر اُن کو صدقات سے بقدر اُنکی خواہش نفسانی کے نہ دیا گیا تو ناگاہ وے سخط و خشم میں ہوتے ہیں۔ اذا حرف مفاجات ہے اور فائدہ یہ کہ شرط پائی جاتے ہی جزا مذکور کا ہجوم ہوتا ہے کیونکہ مقصود حطام دنیاوی کا فوت ہونا بے درنگ تامل کے اُن کو سخط میں گرفتار کرلیتا ہے علماء معانی نے کہا کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ منافقین بڑے

فرومایہ و دنی تھے کہ صدقات لینے پر اُنکی حرص کی نوبت یہان تک پہونچی کہ بانٹنے مین آنحضرت صلعم کو عیب لگایا باوجودیکہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق سے بڑھکر عادل اور جور و ظلم سے دور تھے ہرگز دنیا کی طرف مائل نہ تھے ضحاک رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم بحکم حق تعالیٰ تقسیم کرتے سو منافقون کو اگر بہت مل گیا تو خوش ہوگئے اور تھوڑا ملا تو ناراض ہوکر عیب لگانے لگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ اے ولو انہم اخذوا بالرضا ما آتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفرض اللہ تعالیٰ وقسمۃ لہم۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین تعظیم کیلئے اور اس تنبیہ کیلئے ہی کہ رسول اللہ صلعم کا فعل بحکم الٰہی ہوتا ہی وبنا بر قول اول کے اعطاء الٰہی بدین معنی کہ ان کو دینے کا حکم رسول پر بھیجا اور عطاء رسول آنکہ اُنکو حقیقتاً دیا و معنی یہ کہ اور اگر منافقین رضامندی سے لے لیتے اسقدر جو اُنکو رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ کے فرض کرنے و بانٹنے سے دیا۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ۔ اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہی وہی ہمارا کفایت فرمانیوالا ہی۔ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔ سیعطینا اللہ تعالیٰ من فضلہ بان یامر رسولہ باعطائنا وسیعطینا رسولہ ویوصلنا من غنیمۃ اُخری عنقریب ہمکو عطا فرما دیگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باین طور کہ اپنے رسول کو حکم دیگا کہ وہ ہم کو دیوے اور عنقریب اس حکم کے موافق رسول اللہ صلعم ہم کو عطا فرما دیگا یعنی دوسری غنیمت وغیرہ مین سے۔ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۔ ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہین۔ یہ دونون جملہ گویا حسبنا اللہ کی تفسیر ہین یعنی ہم کو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت ہے وہی ہمارے واسطے دنیا مین بہتری و آخرت مین بھلائی دیگا بس وہی ہمارا کافی ہو اسی واسطے درمیان مین حرف عطف نہین ہی قالہ الکرخی۔ اور جواب لو محذوف ہی اے ولو انہم رضوا بذلک و قالوا کذلک لکان خیرا لہم یعنی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور اسطرح کہتے کہ قالوا حسبنا اللہ الخ تو اُن کے حق مین بہتر ہوتا یا اگر وہ ایسا کرتے اور کہتے تو سچے ایمان والون کے انعام مین شامل ہوتے بالجملہ جزاء محذوف اسی کے مانند ظاہر ہی اسی وجہ سے حذف ہوئی ف سچے ایمان کا نشان ہی کہ حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ پر یقین و اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت ہو اور دیگر اُمور کو اصلی مقصود یعنی رغبت الٰہی کے حصول سے کبھی مانع نہ ہونے دیوے اور ہمیشہ قضائے الٰہی پر راضی ہو اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ جو میرے حکم قضاء پر راضی نہ ہو وہ میری بادشاہت سے نکل جاوے۔ نیک بخت سمجھ جائیگا کہ جب ہم اور سب اُسکی ملک و خلق و بندے ہین اور وہی سب کا مالک و خالق ہی تو ناراضی کیسی فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولو انہم رضوا ما آتاہم اللہ و رسولہ یہ ایسی مخلوق کا حال ہی جو مقام رضاء کے لائق نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ و رسول اور حقائق دین کے علم و معرفت سے محروم ہین اور اگر اُن کو معرفت ہوتی تو جس امر مین حق تعالیٰ اُنکو مبتلا کرتا اُسپر راضی ہوتے کیونکہ رضا بقضاء معرفت پر ہی۔ جو بندہ مقام رضا مین آیا اُسکی حالت یہ ہوتی ہی کہ جو بلا اُسکے سامنے آئی اور جس امتحان مین اُسکا قلب مبتلا ہوا اسمین خوش رہتا بلکہ لذت عجیب پاتا ہی کیونکہ اسکی نظر اس بلاء کے دینے والے پر ہوتی ہی اور وہ انوار معرفت سے مالامال ہو جاتا ہی جسکا نظیر دنیا و مافیہا بلکہ تمام عالم مین نہین ہی اسیواسطے جو تقدیر اسپر جاری ہوئی اُسکو دیکھو تو کیسی آسانی سے برداشت فرماتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ مصیبت پہونچنے پر جسنے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی ہم تو اللہ تعالیٰ کے ہین اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہین ہمارے پاک پروردگار تو ہم کو اس سے بہتر بجائے اسکے عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس سے بہتر دیتا ہی چنانچہ یہان بھی فرمایا کہ جو مقام رضا مین ثابت قدم ہی اللہ تعالیٰ ہر زندگی و موت وغیرہ مین بفضل عظیم اسکی خلافت فرماتا ہی کیونکہ فرمایا۔ وقالوا حسبنا اللہ الی آخرہ۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکا کافی ہوا اسکی اعلیٰ اُجرت یہ کہ اس کافی پاک کا مشاہدہ پاوے اور نعمت زائل شدہ کا بدلا تو ادنیٰ ہی اور فرمایا سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے عطا فرما دیگا۔ افضل عطاء یہ کہ قرب مشاہدہ نصیب کریگا اور اُسکا رسول پاک فوائد غیب اسوقت ظاہر کریگا اور حقائق ادب سے آراستہ کر دیگا تاکہ لائق درگاہ کبریائی ہون۔ انا الی اللہ راغبون۔ ہمکو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی ہی طرف حقیقت مین رغبت ہی

اور کسی چیز کی طرف نہین بس رغبت یہ کہ اسکے جمال پاک کا شوق ہو۔ اس آیت مین حق تعالی نے صادقین ۔ عارفین ۔ مریدین کو رضا کے دعا رکے آداب سکھلائے ہین ۔ ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ جو شخص تقدیر الٰہی پر راضی ہو اوہ کبھی غمگین نہین ہوتا ۔ فضیل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو راضی بتقدیر ہو اوہ اپنی منزلت سے بڑھکر تمنا نہین کرتا ۔ مترجم کہتا ہو کہ آگے جو آیت کریمہ آتی ہو اُسکے معنوی و اشارتی تعلق کو شیخ نے اس طرح ذکر کیا کہ منافقین و اہل دنیا جو زکوۃ وغیرہ سے حصہ مانگتے و دعوے ایمان و معرفت مین جھوٹے تھے اُن کے منہ مین دروغ کی خاک جھونک کر بیان فرمایا کہ صدقہ مشاہدہ جمال و انوار وصال جسکو منافقین کذاب مانگتے ہین وہ اُنکے لائق نہین بلکہ مخصوص باہل مقامات و بندگان ربانی و روحانی ہو اور حق تعالی نے خود اسکو تقسیم فرمایا مترجم کہتا ہو کہ تفسیر کلام کے مفسرین نے فرمایا کہ جب منافقون نے رسول اللہ صلعم پر تقسیم صدقات کے بارہ مین اپنی ناپاک زبان درازی کی تو اللہ تعالی نے اُن کے طعن دور کرنے کو بذات پاک اسکا مصرف بیان فرمایا بقولہ

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

زکوۃ جو ہے سو حق ہے　مفلسون کا　اور محتاجون کا　اور اُس کام پر جانیوالون کا　اور جنکا دل پرچانا ہو　اور گردنین چھڑانے مین

وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور جو تاوان بھرین　اور اللہ کی راہ مین　اور راہ کے مسافر کو　ٹھہرادیا ہو　اللہ کا　اور اللہ سب جانتا ہو　حکمت والا

آیت کریمہ مین حرف انما حصر کیلئے ہو یعنی مصرف زکوۃ انھین آٹھون اصناف مذکورہ مین منحصر ہو پس اُن کے سوائے کسی اور کو دینا جائز نہین مین کہتا ہون کہ اس پر اجماع و اتفاق ہو پھر مفسر رح نے بنا بر مذہب شافعی رح کے کہا کہ اُن مین سے کسی صنف کو محروم کرنا بھی جبکہ موجود ہو وے جائز نہین ہو بس امام المسلمین ان سب اصناف پر مساوی تقسیم کر دے اور اسکو یہ بھی اختیار ہو کہ کسی صنف کو دوسری صنف سے زیادہ دے اگرچہ دوسری کو بالکل محروم نہین کر سکتا ۔ مترجم کہتا ہو کہ اسمین اختلاف ہو وعنقریب تفسیر مین تفصیل آویگی ۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ حرف الف لام جو للفقراء وغیرہ پر ہو اُسنے افادہ دیا کہ ہر صنف کے تمام افراد کا استغراق واجب ہو یعنی ہر صنف کے تمام افراد کو دینا چاہیئے ولیکن چونکہ یہ امر متعذر ہو لہذا زکوۃ تقسیم کنندہ سے یہ وجوب ساقط ہوا اور اسقدر پر کفایت کی گئی کہ ہر صنف مین سے تین فرد کو دیدے اگر تین سے بھی کم کئے تو روا نہین ہو کیونکہ صیغہ جمع کم سے کم تین فرد پر صادق ہوگا والحاصل جب صیغہ جمع پر الف لام داخل ہوا تو معنی جمعیت کے ساقط ہو کر استغراق ہو گیا تھا لیکن جب استغراق پر عمل متعذر ہوا تو پھر مفاد صیغہ جمع پر عمل ضروری رہا پس تین سے کم کو دینا کافی نہ ہوگا پھر آیت مین اجمال تھا کہ فقراء مثلاً مسلمان و کافر وغیرہ سب کو شامل ہو یا خاص مراد ہو تو سنت نے بیان فرمایا کہ جس کو صدقہ دیا جائے ان اصناف مین سے وہ ضرور ہو کہ مسلمان ہو اور ہاشمی یا مطلبی نہ ہو ۔ بدلیل حدیث صحیح کہ بنو ہاشم و بنو المطلب بمنزلہ واحد ہین اور ایک روایت مین ہو کہ بنو المطلب نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی بنو ہاشم سے مفارقت نہین کی پس جیسے ہاشمی کو بالاتفاق نہ دیا جائے ویسے ہی بدلیل مذکور بنو المطلب کو بھی نہ دیا جائے گا اور یہی امام احمد کا قول بھی ایک روایت مین مروی ہے اور ائمہ حنفیہ نے اسمین خلاف کیا اور راجح ہو کہ ہاشمی کا غلام بھی نہونا شرط ہو کیونکہ جب غلام کی ملک عین مولی کی ہو تو گویا مولی ہاشمی کو دیا پس جائز نہین ۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون پس لفظ فقراء و مساکین وغیرہ کی تفسیر بیان ہوگی اور یہ امر کہ حرف انما سے انحصار اس امر کا مقصود ہو کہ صدقہ کا مصرف ان اصناف سے خارج نہین یا اس امر کا کہ صدقہ ان سب مین تقسیم کر دینا واجب ہو اور یہ امر کہ اس زمانہ مین جملہ اصناف مذکورہ باقی ہین یعنی ان سب کو دیا جائیگا یا بعض ساقط ہو گئے ہین اور نیز یہ امر کہ ہاشمی کے حق مین اب کیا فتوی ہو ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے صدقات کا مصرف بیان فرمایا بقولہ إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ تا بہ لِلْفُقَرَآءِ یعنی صدقات کا استحقاق تو انھین اصناف کیلئے

ہے جو آگے مذکور ہیں مفسر رحمہ نے کہا کہ صدقات سے زکوٰۃ یعنی اموال زکوٰۃ مراد ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ منجملہ اموال بیت المال کے خراج وغیرہ ہے اور
بالاتفاق اسکا مصرف انھیں اصناف میں منحصر نہیں اور حرف انما انھیں اصناف پر مصرف مقصور ہونے کیلئے ہے پس ان سے متجاوز کہیں صرف نہیں
ہوسکتا اور رسول اللہ صلعم کو یہ اختیار نہیں کہ منافق وغیرہ جس کسی کو چاہیں دیدیں اور خود آنحضرت صلعم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کبھی اس
مال میں سے جو لوگوں کا میل کچیل ہے نہیں لیا بلکہ پانچویں حصہ غنیمت پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ فرمایا۔ انما ہی من اوساخ الناس فلا تحل لمحمد
ولا لآل محمد۔ اور سبطین مکرمین سے ایک نے بمقتضائے بچپن ایک چھوارا منہ میں ڈال لیا تھا تو کخ کخ کہکر پھنکوا دیا کہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے
پس اس آیت سے طعن کرنے والے منافقوں حریصوں کی امید لوٹ گئی کہ جب صدقہ انھیں اصناف میں منحصر ہوا تو وہ کمبخت خواہ مخواہ اس میل
سے محروم و افسوس کرتے رہے۔ پس جب انحصار کے معنی ہیں جو مذکور ہوئے تو امام المسلمین یا صدقہ دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے ان آٹھوں صنفوں
کو تقسیم کردے یا بعض اصناف کو سب دیدے اور بعض کو محروم چھوڑے اور یہی حضرت عمر و حذیفہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و میمون
وغیرہم کا قول اور یہی ابو حنیفہ و مالک و احمد کا مذہب ہے و ابن جریر رحمہ نے کہا کہ یہی عامہ اہل علم کا قول ہے اور امام مالک رحمہ نے کہا کہ اسی پر اجماع ہے اور
ابن عبد البر نے کہا کہ مراد اجماع صحابہ ہے کیونکہ کوئی اسکے مخالف نہیں معلوم ہوا پس شافعی رحمہ و ایک جماعت نے جو کہا کہ آٹھوں اصناف کا استیعاب واجب
اور کسی کو محروم نہیں کرسکتا ضعیف ہے اسلئے کہ انحصار انما اسلئے نہیں کہ تقسیم ان اصناف پر باستیعاب واجب ہے و تمام الکلام فی الفقہ۔ پھر قولہ تعالیٰ لِلۡفُقَرَآءِ
وَالۡمَسٰكِيۡنِ لئے ثابتۃ للفقراء آہ او مصروفۃ لہم یعنی اموال زکوٰۃ ثابت ہیں یا پھیرے گئے ہیں واسطے فقراء کے اور واسطے مساکین کے الخ۔ اور حدیث
میں ہے۔ لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی یعنی حلال نہیں صدقہ کسی غنی کو اور نہ کسی کمائی کی قوت رکھنے والے تندرست کو۔ رواہ احمد و اہل السنن
پس تونگر کو حلال نہیں اور حدیث میں ہے کہ امرت ان آخذ الصدقۃ من اغنیائکم وارد ہا علی فقرائکم یعنی مجھے حکم ہے کہ تمھارے تونگروں سے صدقہ
لیکر تمھارے فقیروں پر رد کروں یعنی تمھارے فقیروں پر تقسیم کردوں۔ اس حدیث میں بھی ایتناس ہے کہ استیعاب جملہ اصناف واجب نہیں اور
نیز ظاہر ہوا کہ مسلمانوں ہی کے فقیروں وغیرہ کو دینا لازم ہے پس جیسے کافر رعایا سے صدقہ لیا نہ جائے ویسے ہی کافر فقیروں کو دیا بھی نہ جائے گا
ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ فقراء کو مقدم کیا اسلئے کہ شدت محتاجی میں انکا حال باقیوں کے بہ نسبت زیادہ پریشان ہوتا ہے اور یہ توجیہ چاہتی ہے کہ احتیاج
کی ترتیب سے ان اصناف کو ذکر فرمایا ہے واللہ اعلم ولیکن علماء رحمہ نے اختلاف کیا کہ فقیر زیادہ تباہ حال ہوتا ہے یا مسکین پس یعقوب بن السکیت و قتیبی و یونس
بن حبیب نے کہا کہ فقیر کے پاس قدر کفایت میں سے کچھ ہوتا ہے تو وہ بہ نسبت مسکین کے جسکے پاس کچھ نہیں ہوتا اچھا ہے اور یہی ابو حنیفہ و احمد و بعض اہل فقہ کا
قول ہے اور اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ مسکین اس سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے کہا کہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر۔ پس مالکان
کشتی کو مساکین فرمایا حالانکہ وہ اکثر بیش قیمت ہوتی ہے اور اسی قول کو طحاوی نے کوفیوں رحمہ سے حکایت کیا اور یہی شافعی کے دو قول میں سے ایک اور
یہی اکثر اصحاب شافعی کا قول ہے اور بعض علماء نے کہا کہ دونوں کا حال محتاجی میں برابر ہے اور یہی شافعی کا دوسرا قول ہے اور یہی ابو یوسف و اصحاب
مالک کا قول ہے اور ابن عباس و حسن و عکرمہ و مجاہد سے مروی ہے کہ محتاج متعفف تو فقیر ہے اور محتاج سائل کو مسکین کہتے ہیں۔ اور یہی ابن جریر رحمہ
و بہتیروں نے اختیار کیا۔ ولیکن حدیث لا تحل الصدقۃ لغنی آہ سے نکلتا ہے کہ فقیر ایسا محتاج ہے جو کمانے پر قادر نہ ہو اور شاید یہیں سے قتادہ نے کہا کہ فقیر
وہ ہے جو اپاہج ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ لوگوں کے پاس پھیرے لگانیوالا نہیں کہ اسکو لقمہ دو لقمہ یا
چھوہارا دو چھوہارے دیکر ٹال دیتے ہیں تو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر کون مسکین ہے فرمایا کہ جو بقدر کفایت نہیں پاتا کہ اسکو بے پروا کردے
اور اسکے حال سے آگاہی بھی نہیں ہوتی کہ کوئی اسکو صدقہ دیدے اور وہ خود لوگوں سے مانگتا نہیں ہے۔ والحدیث فی الصحیحین وغیرہما۔ اور

مسکین کی اس تفسیر سے قولہ اما السفینۃ فکانت لمساکین الآیۃ سے منافات نہین اور اسی کو ترجیح دیگئی ہی اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کہا کہ فقیر وہ ہی جو اسقدر نہ پاوے کہ اُسکے موقع کفایت مین واقع ہو اور کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہی کہ جسکے پاس بالکل مال نہو کہ اسکی حاجت روائی مین کام آوے قولہ۔ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا ۔ اے للذین یعملون علی الصدقات۔ اور صدقات ان لوگون کے واسطے ہین جو صدقات پر عامل مقرر ہون۔ وفی السراج پس عامل کو صدقہ مین سے دیا جاوے اگرچہ وہ تونگر ہو اور لفظ عامل مین ساعی و کاتب و عاشر و عریف و حاسب و حافظ اموال و وزن و پیمایہ کنندہ وغیرہ سب داخل ہین اور ساعی وہ ہی جسکو امام نے بغرض قبضہ صدقات روانہ کیے اور عریف جو ارباب استحقاق کو پہچانے اور جو لوگ کہ زکوٰۃ کو مال سے ممیز کرین اور جمع کرین اُن کی اُجرت بذمہ مالک ہے اور شرط یہ ہی کہ عامل ہاشمی نہو اور بنا بر قول شافعی رح کے مطلبی بھی نہو۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ ۔ اے وللذین یالف قلوبہم ۔ اور صدقات ان لوگون کے لیے ہین جنکے دلون کی تالیف کی جاوے اور وہ چند اقسام ہین بعض وہ اشراف کافر کہ جن کو اسواسطے دیا جاوے کہ وہ مسلمان ہوجاوین جیسے آنحضرت صلعم نے صفوان بن اُمیہ کو غنائم حنین سے دیا حالانکہ اسوقت مشرک تھا چنانچہ خود صفوان نے روایت کی کہ حنین کے روز آنحضرت صلعم نے مجھے عطیہ دیا حالانکہ آپ مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھے پھر برابر دیا کیے یہان تک کہ مجھے سب لوگون سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ رواہ مسلم وغیرہ اور بیضاوی رح نے کہا کہ اصح یہ کہ ایسے کافرون کو آپ اپنے مخصوص پانچوین حصہ مین سے جو خمس غنیمت مین سے ہوتا تھا عطا کرتے تھے اور بعض وہ کہ جن کے اسلام مین ضعف ہی دیا جاوے تاکہ اسکا اسلام خوب ثابت ہوجاوے جیسے طلقا قریش کو بروز حنین سو سو اونٹ دیے اور حدیث مین ہی کہ مین بعض آدمی کو دیتا ہون حالانکہ دوسرا بہ نسبت اُس کے مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہی بدین خوف کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اوندھے منہ جہنم مین نہ ڈالے اور بعض وہ کہ جن کے دینے سے اُن کے ہمسرون کے مسلمان ہوجانے کی اُمید ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم نے عیینہ بن حصن وعباس بن مرداس و اقرع بن حابس عطار بن تمیم کو دیا۔ وفی ذلک قال عباس ہذا اتجعل نہبی ونہب العبید، بین عیینۃ والاقرع۔ الی آخرہ علی مافی صحیح مسلم۔ اور بعض وہ کہ دار الاسلام سے ڈانڈ ملے ہوئے کفار کی شرارت ہم سے دور رکھے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنیوالون سے سختی پر لاکر زکوٰۃ وصول کرلاوے کیونکہ لشکر بھیجنے سے یہ آسان ہی۔ سراج مین کہا کہ کافرون کے اسلام لانے کی تالیف کیلئے اب دیا جائیگا نہ زکوٰۃ مین سے اور نہ کسی مال مین سے کیونکہ نہ دینے پر اجماع ہوگیا اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دیدی اور اہل اسلام کو تالیف کی حاجت نہین رہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافرون کو اسلام کی تالیف کیلئے دیا جاوے یا نہین تو اس مسئلہ مین اختلاف ہی چنانچہ عمرؓ و عامر شعبی و ایک جماعت سے مروی ہی کہ انہین نہ دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و اہل اسلام کو قوت و عزت دیکر بے پروا کردیا اور یہی قول مشہور مذہب امام مالک و امام ابوحنیفہ رح کا ہی حتی کہ بعض حنفیہ نے اسپر اجماع صحابہ کا دعوی کیا اور یہی رویانی رح و ایک جماعت کا قول ہی پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ دیگر علمانے کہا کہ اب بھی دیے جاوین کیونکہ آنحضرت صلعم نے بعد فتح مکہ و شکست ہوازن کے اُن کو دیا۔ قال المفسر رح اقسام مولفۃ القلوب مین سے ایک وہ قسم کہ اُن کو اس غرض سے دیا جاوے کہ اسلام لے آوین اور ایک وہ قسم کہ اہل اسلام سے پڑوسی کافرون کا ضرر دفع کرین ان دونونکو امام شافعی رح کے نزدیک نہ دیا جاوے اور باقی دو قسم کو ایک وہ کہ اسلام پر ثابت قدم رہین دوم وہ کہ اُنکی دیکھا دیکھی اُنکے ہمسر اسلام لاوین بنا بر اصح قول کے دیا جاوے بعض نے کہا کہ یہی ظاہر آیت کے موافق ہی کہ مولفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہی کیونکہ یہ امر ایسا ہی کہ کبھی اسکی ضرورت پڑتی ہی اور عمرؓ نے اسوقت کچھ ضرورت نہ دیکھی اسلئے اُنکا حصہ قطع کردیا اور زہری سے روایت ہی کہ مجھے اس کا منسوخ ہونا نہین معلوم ہوا۔ اور اسی پر مادردی رح نے فتوی دیا ہی۔ قال المترجم امام ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک مولفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہی اور شافعی رح کے نزدیک اُسکے اقسام چہارگانہ مین سے دو ساقط و دو باقی ہین و حاصل یہ کہ اُن کے نزدیک ساقط نہین ہی پھر بنا بر قول اول کے جب اُن کا حصہ ساقط ہوا تو یہ حصہ بھی باقی اصناف کی طرف پھیرا جاوے یعنی اموال صدقات اب چھ یا سات اصناف کیلئے منحصر ہین جنمین سے فقرا و مساکین و عاملین کا ذکر

ہوچکا اور چہارم مؤلفۃ القلوب ساقط ہوئے اور باقی یہ ہین یعنی پنجم ۔ قولہ ۔ وَفِي الرِّقَابِ یعنی فی فک الرقاب ۔ گردنین آزاد کرنے مین یعنی جن باندی
وغلامون کو اُن کے مالکون نے مکاتب کردیا ہو بایطرح کہ اُن کو تحریر لکھدی کہ تم اسقدر مال خواہ یکمشت یا قسط وار ادا کرو تو تم آزاد ہوجاؤ پس
مال صدقات سے اُن کی گردنین آزاد ہونے کیلئے دینا چاہیئے اور یہ مخصوص مسلمان باندی وغلام مکاتب کے حق مین ہی جیساکہ پہلے معلوم ہوچکا
واللہ اعلم اور یہی تفسیر حسن بصری اور مقاتل بن حیان وعمر بن عبدالعزیز وسعید بن جبیر ونخعی وزہری وابن زید وغیرہم سے مروی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ وشافعی ولیث بن سعد واکثر فقہار کا اور ایک روایت مالک رحمہ سے ہی اور قولہ تعالیٰ وآتوہم من
مال اللہ الذی آتاکم بھی اسی پر دلالت کرتا ہی بعض نے یہ تفسیر بیان کی کہ باندی غلام خرید کر آزاد کردیا جاوے اور کہا کہ یہی ابن عباس رض وابن عمر رض سے مروی
اور یہی مذہب مالک واحمد واسحق کا ہی مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رض وحسن بصری رح کا قول شیخ ابن کثیر نے یون لکھا کہ زکوٰۃ سے مملوک خرید کر آزاد کرنے مین مضائقہ
نہین ہی اور یہ قول صریح ہی کہ فی الرقاب کا لفظ اعم وشامل ہی کہ مکاتب کی آزادی مین اعانت ہو یا مستقل رقبہ خرید کر آزاد کردیا جاوے چنانچہ ابن کثیر رح
نے قول ابن عباس کے یہی معنی بیان کیے علاوہ ازین حسن بصری سے مکاتب کی اعانت کرنے کی تفسیر خود اوپر مذکور ہوچکی اور وہ دلیل ہی کہ اُن کی
مراد یہ ہی کہ آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ باوجود اعانت مکاتب کے یہ بھی روا ہی کہ مستقل رقبہ خرید کر آزاد کیا جاوے پس ظاہر ہوا کہ تفسیر مین کچھ اختلاف نہین
ہے اور بیضاوی نے ایک قول دیگر نقل کیا کہ مسلمان قیدیون کو قید کفار سے رہا کرانے مین خرچ کیا جاوے ۔ اگر کہا جاوے کہ اوپر سے للفقراء وغیرہ لام کیساتھ تھا
اور یہان فی الرقاب فرمایا تو یہان باقیون مین آخر تک لام سے فی کی طرف عدول مین کیا نکتہ ہی ۔ جواب یا گیا کہ اسلیئے کہ دلالت ہو کہ رقاب کیواسطے استحقاق
نہین بلکہ اس جہت کا استحقاق ہی یعنی ایسے لوگون کو اُنکی ذات کے لحاظ سے استحقاق نہین بلکہ فک رہائی کا استحقاق ہی پس اُنکا حصہ اُنکی رہائی مین صرف
ہو اور اُنکے ہاتھون مین نہ دیا جائے الا آنکہ وے بھی اسی کام مین صرف کرین اور اُس کو دوسرے کام مین صرف کرنیکا استحقاق نہین ہی اور بعض نے جواب دیا
کہ حرف فی واسطے ظرفیت کے ہی پس تنبیہ ہی کہ رقاب بنسبت زیادہ مستحق ہین کہ صدقات اُنھین مین رکھے جاوین باین طور کہ آزاد کرائے جاوین ۔ صنف ششم
قولہ ۔ وَالْغَارِمِينَ اے اور مستحق صدقات کے غارمین ہین ۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے قرضدار لوگ جنھون نے سوائے گناہ کے کام کے اور کام صلاح
کیواسطے قرضہ لیا ہو یا اگر گناہ کیواسطے لیا تھا مگر اب توبہ کرچکے ہین اور اُن کے پاس اسقدر نہین کہ یہ قرضہ ادا کرین یا ایسے لوگ جنھون نے مسلمانون
کے آپس کی اصلاح کیلئے لیا اگرچہ وہ خود تونگر ہون تو ان سب کو صدقات سے دیا جاوے ۔ غرم اصل لغت مین ایسی چیز کا لازم آنا جو نفس پر شاق
ہو اسی سبب سے قرضہ کو غرم کہتے ہین ۔ اور کبھی ہلاک سے تعبیر ہوتی ہی ۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان عذابہا کان غراما ۔ بسراج ومعالم وغیرہ مین ہی کہ غارمین کے
تین اقسام ہین ایک وہ جس نے اپنی ذاتی مصلحت سے قرضہ لیا ۔ دوم جسپر تاوان لازم آیا ۔ سوم جس نے فتنہ بجھانے کو قرضہ لیا پس بدون معصیت کے
اپنے واسطے قرضہ لینے والے کو یا توبہ کرلینے والے کو صدقہ دیا جاوے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو اور مکاتب کا بھی یہی حکم ہی اور جسپر قرضہ تاوان لازم
آیا جیسے کسی تنگدست نے دوسرے کی ضمانت کر کے برداشت کیا اور جس نے فتنہ فرو کرنے کو لیا اگرچہ تونگر ہو اُسکو دیا جاوے اور اسی طرح جسنے کسی
ایسی مصلحت کیواسطے جسکا نفع عام کو پہونچے قرضہ لیا جیسے ضرورت کے وقت تعمیر مسجد یا تعمیر پل وچاہ ورہائی اسیر وغیرہ اُسکو بھی دیا جائیگا ۔ حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبیصہ بن مخارق کو فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا حلال نہین مگر تین قسم کے لوگون کو ایک وہ کہ جس نے کوئی بوجھ اُٹھایا تو اُسکو سوال
کرنا حلال ہی ۔ دوم وہ کہ اُسکے مال پر کوئی آفت پہونچے کہ برباد ہوگیا تو اُسکو سوال حلال ہی یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور سوم وہ کہ اُسکو فاقہ پہونچا
چنانچہ اُسکی قوم کے تین آدمیون نے کہا کہ فلانا فاقہ کرتا ہی تو اُسکو سوال حلال ہوا یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور ماسوائے اُن کے جسنے سوال سے کھایا
اُسنے حرام کھایا ۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح مین روایت کیا ہی عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرضدار مرنیوالے کو

قیامت کے روز بلاکر سامنے کھڑا کریگا اور فرماویگا کہ اے آدمی تو نے کس کام مین یہ قرضہ لیا اور کس کام مین لوگون کے حقون کو ضائع کیا وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ مین نے لیا سو نہ کھایا نہ پیا اور نہ ضائع کیا ولیکن آگ لگی یا چوری ہوئی یا گھٹی آئی پس حق تعالیٰ فرماویگا کہ میرا بندہ سچا ہے اور مین تیری طرف سے ادا کرنے کا آج احق ہون پھر اللہ تعالیٰ کچھ منگوا کر اُس کے ترازو کے پلہ مین رکھوائیگا پس اُسکی نیکیان اُسکی برائیون پر بھاری وجھکتی ہونگی پس اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جنت مین داخل ہوگا۔ رواہ احمد اور حدیث مسلم مین ابوسعیدؓ سے ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایک شخص نے باغ خرما خریدا اور پھل بسبب آفت زدگی کے ضائع ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اُسکے قرضخوا ہون کو فرمایا کہ جو کچھ تم کو ملتا ہے وہی لیلو اور اس سے زیادہ تمہارے واسطے کچھ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ علما حنفیہ کے نزدیک جو شخص قاضی کے علم مین مفلس ٹھہرے قاضی اُسکو قید نہ کریگا اور قید کیا ہو تو رہا کر دیگا جیساکہ ادب القاضی وغیرہ کے مسائل سے واضح ہے لیکن مواخذہ آخرت سے بری نہ ہوگا مگر آنکہ آخرت مین اللہ تعالیٰ اُس کو عفو فرمادے واحادیث سابقہ اسپر دلالت کرتی ہین۔ فافہم۔ بالجملہ جو شخص غارم و قرض اُٹھائے ہوئے ہو موافق تفصیل مذکورہ بالا کے اُس کو صدقات سے دیا جاوے۔ قسم ہفتم۔ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ لئے فیمن ہو قائم فی سبیل اللہ۔ اے اُس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قائم ہو مفسر رح نے لکھا کہ اُن لوگون کے واسطے جو جہاد کرنے پر قائم ہون منجملہ ایسے لوگون کے جنکے واسطے فی نہین اگرچہ وہ تونگر ہون یعنی دیوان مین اُن کیلئے کوئی حق مقرر نہین ہے تو باوجود تونگر ہونے کے اُنکو دیا جاوے اور امام ابوحنیفہ و صاحبین نے کہا کہ غازی کو صدقات مین سے جبھی ملیگا کہ جہاد سے منقطع و فقیر ہو۔ امام احمدؒ و اسحٰق نے حج کو بھی سبیل اللہ مین سے قرار دیا اور اسمین ایک حدیث بھی آئی ہے جسمین حج کا فی سبیل اللہ ہونا مذکور ہے اور ابن عمرؓ نے کہا کہ وہ حاجی و عمرہ کرنیوالے لوگ ہین بعض نے کہا کہ لفظ عام ہے پس کسی خاص پر انحصار نہ کیا جائیگا بلکہ جملہ وجوہ خیر مانند تعمیر مساجد و پل و تکفین موتیٰ وغیرہ کے داخل ہین اور اس قول مین نظر ہے اسلئے کہ زکوۃ مین تملیک شرط ہے اور تعمیر مساجد وغیرہ مین تملیک نہین و ہذا علی اصل الحنفیہ و راولی وہ تفسیر ہے جو اول مذکور ہوئی یعنی غازی لوگ مراد ہین کیونکہ اسپر جمہور نے اتفاق کیا ہے قسم ہشتم۔ وَابْنِ السَّبِيلِ ط سبیل بمعنی راہ اور ابن سبیل مسافر یعنی مسافر کو دیا جاوے جبکا زادراہ سفر مین چک گیا ہو پس اسقدر دیا جاوے کہ گھر تک پہونچ جاوے اگرچہ وہ اپنے گھر سے تونگر ہو اور اگرچہ ایسے شخص کو پاوے جس سے قرض لے سکتا ہو اور امام مالکؒ نے کہا کہ اگر قرض مل سکتا ہو تو صدقات سے نہ دیا جاوے۔ فقہاء عراق نے کہا کہ ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہین جو سفر مین منقطع ہو گئے ہون اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ صدقہ کسی تونگر کو حلال نہین ہے مگر پانچ لوگون کو حلال ہے ایک وہ کہ جو اُسپر عامل مقرر ہو۔ دوم وہ کہ جس نے اسباب صدقہ کا اپنے مال سے خریدا ہو سوم وہ کہ غارم ہو چہارم وہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین غازی ہو پنجم وہ جسکو کسی مسکین نے جس نے صدقہ پایا تھا ہدیہ دیدیا۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن المنذر و ابن مردویہ۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارم کبھی مرد تونگر بھی ہوتا ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ مسلمانون مین فتنہ دور کرنے یا پل و مسجد وغیرہ تعمیر کرنے کیواسطے اُسنے بوجھ اُٹھایا ہو پس اگرچہ غنی ہو اُسکو اموال صدقہ مین سے دیا جاوے چنانچہ اوپر اسکی تفسیر گذری۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین لکھا کہ جس شہر مین زکوۃ واجب ہوئی ہے جب اسمین صدقہ کے مستحق موجود ہون تو اُن کے ہوتے ہوئے دوسرے شہر کو زکوۃ منتقل کر لیجانا مکروہ ہے اور حدیث معاذ رضؓ وغیرہ اسی پر دال ہے کہ وہان کے تونگرون سے لیکر وہین کے فقیرون پر تقسیم کی جاوے اور اگر سال گذرنے کیوقت جنگل مین ہو تو وہان سے جو زیادہ قریب شہر ہے اُسکے فقراء پر تقسیم کرے اور اگر مستحق لوگ لینے سے انکار کرین تو اُن سے قتال کیا جائیگا اور یہ بنا بر قول شافعی رح کے ہے۔ اور واضح ہو ثابت ہو گیا کہ مراد آیت سے یہ کہ اصناف مذکورہ مصرف زکوۃ ہین یہ نہین کہ ان اصناف مین تقسیم واجب ہے پس ائمہ ثلثہ باقیہ کے قول پر مستحقین کے انکار سے اُن سے قتال جائز نہ ہوگا اور امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ آیت مین امام شافعی رح کے قول پر دلیل نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جملہ صدقات کو ان اصناف کیلئے کر دیا ہے اور یہ مقصود نہین کہ مثلاً زید کی زکوۃ ان اصناف مذکورہ مین تقسیم کرنا واجب ہے چنانچہ

قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ الآیۃ مین بالاتفاق پانچوان حصہ اس آیت کے مستحقین مین بطریق توزیع تقسیم کرنا واجب نہین ہو پس ایسا ہی آیۃ الصدقات مین ہو اور اوپر بیان ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور دیگر علما کے نزدیک نہین۔ اگر کہا جاوے کہ للفقراء سے مؤلفۃ قلوبہم تک باللام فرمایا اور فی الرقاب سے مابعد مین بحرف فی فرمایا تو اسمین کیا نکتہ ہو۔ اس سوال کا جواب کشاف وبیضاوی وغیرہ مین دو طرح سے مذکور ہے ایک یہ کہ فی الرقاب بجائے للرقاب لاتے ہین ایذان ہو کہ قاب مابعد والے صدقہ کے زیادہ مستحق ہین گویا صدقات انھین مین موضوع ہین اور دوم یہ کہ اس اشعار کیلیے بجائے لام کے فی فرمایا کہ استحقاق اس جہت کا ثابت ہو نہ ان لوگون کا قطع نظر اس جہت کے یعنی فی الرقاب مین عدول نفی سے دلالت ہو کہ فک رقبہ کی جہت سے مکاتب لوگ مستحق ہین لہذا اگر صدقات کا مال مکاتبین وغارمین وفی سبیل اللہ تعالیٰ وابن السبیل کو دیا جاوے تو وے اسی راہ مین صرف کرین اور جائز نہین کہ جو چاہین کرین کذا قیل پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ مصدر مؤکد منصوب اپنے فعل مقدر سے ہے کیونکہ انما الصدقات للفقراء کے یہی معنی ہین کہ انما فرض اللہ الصدقات لہم۔ اللہ تعالیٰ نے انھین کیلیے صدقات فرض کیے پس فریضۃً مفعول مطلق بحذف فعل اسی کی تاکید کرتا ہو اے فرض اللہ لہم ذلک فریضۃً من عندہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کیلیے اسکو فرض کیا اپنی جانب سے فرض کرنا ہو بدون مداخلت کسی کے اجتہاد کے پس کسی کو اسمین تجاوز از تقسیم الٰہی بطریق اجتہاد و رائے وغیرہ جائز نہین۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ علیم ہو کہ بندون مین سے ہر چیز کے مستحق کو خوب جانتا اور حکیم ہو کہ تدبیر و حکمت سے اُن کیواسطے فرض فرماتا ہو لہذا صدقات کے مستحقین کو اپنے علم و حکمت سے منحصر کرنا فرمادیا کسی کی رائے و اجتہاد پر نہین چھوڑا ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء۔ صدقات سے فضل و لطف خاص کی طرف اشارت ہے پس او تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یہ الطاف و افضال منحصر ہین اہل معرفت و ایمان مین جن کے استحقاق کو او تعالیٰ جانتا ہو وہی علیم و حکیم ہو چنانچہ اسکے علم مین ہو کہ اسکے اہل معرفت جملہ اقسام بحسب تفاوت معرفت کے اسکی وحدانیت و فردانیت مین حیران ہین بعضے بالکل غائب ہین اور بعضے مستغرق اور بعضے والہ و بعضے ہائم ہین پس انکو طاقت نہین کہ ضروریات حوائج کے اکتساب مین مشغول ہون لہذا اُن کے لیے یہ حصص مقدر کر دیے تاکہ بقدر رزق الٰہی کے حلال طیب حاصل کرین پھر اُن کی تعداد آٹھ اقسام بیان کیے اور فقراء کو مقدم کیا جس سے ان اقسام کے سوائے اورون کی طمع کاٹ دی کہ اسکے سوائے کسی اور کو یہ حصہ نہین مل سکتا بدلیل حرف انما کہ صدقات انھین مین منحصر ہین۔ پھر فقراء وہ لوگ ہین جو تمام عالم سے اپنے دل الگ کیے اور تن اُٹھائے ہوئے ہین اور سب سے صاف پاک ہین کیونکہ قدس قدم سے متصف ہو کر اپنی خودی سے خارج ہو کر مقدس و منزہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت کے ساتھ منفرد و مجرد ہو رہے حالانکہ اپنے آپ کو مجرد و منزہ و مقدس وغیرہ کچھ نہین جانتے اسلیے کہ خودی سے خارج ہین ورنہ جو کوئی اپنے آپ کو منزہ سمجھے وہ شرک خفی سے سخت نجس ہو پس یہ لوگ کسی چیز کے فقر و محتاجی نہین رکھتے سوائے وصال ابدی کے کہ اسی وصال کے محتاج ہین اور مساکین وہ لوگ ہین جو محل انس مین نور قدم کے ساتھ سکون رکھتے اور جانون کو بندگی مین لگائے اپنی خودی سے خارج ہین اور اُن کے دل نور مین ڈوبے ہین اسیواسطے سید المرسلین صلعم نے مسکنت کو اختیار کیا کما روی عنہ اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ عاملین وہ عارف بندے ہین جن کو مرتبہ تمکین و استقامت کا مقام توحید مین حاصل اور وہ نور بقا مین واصل ہین انکو بسط و انبساط کا نتیجہ ملتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے جود کے خزائن اور اولیاء حق پر شفیق ہین۔ مؤلفۃ القلوب وہ مرید ہین جو نرمی دلی و صفائی نیت سے اسکی راہ چلے و شوق محبت مین جان فدائی مگر قوی منزلت والون کی نسبت ضعیف لوگ ہین پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ تحفہ اُن کے مواسات و نشاط خاطر بعبادات کیلیے دیا ولیکن یہ نہین ہو کہ اُنھون نے بغرض حصول ثواب یا مقام کے یا کسی کشف و کرامت پر مطلع ہونے کے اپنے اوپر مشقت لی و جان فدائی ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے اسی کے اوپر قربان ہونے کے لیے ایسا کیا ہو۔ فی الرقاب وہ لوگ ہین جن کے قلوب تو لذت محبت الٰہی مین مرہون اور اُن کے نفوس مجاہدہ مین محبوس ہین اور تمام و کمال وہ مشاہدہ مین نہین پہونچے پس کبھی قہر سے

قریب پہنچ جاتے ہیں اور کبھی انوار لطف مین فنا ہو جاتے ہین پس جبتک ان پر مجاہدہ کچھ باقی رہے یعنی لازم ہو کہ ابھی مجاہدہ بجالاوین تب تک مقام حقیقت مین نہین پہونچین گے چنانچہ حدیث مین آیا کہ مکاتب برابر غلام رہیگا جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی رہے۔ غارمین وہ لوگ ہین جنھون نے عبودیت مین حقوق معارف نہین ادا کئے اور ایقان مین حقائق ربوبیت کو نہین پایا اور وہ ہمیشہ اس قرضداری و غرامت مین پڑے رہین گے اسلئے کہ فقدان کے مانند وجدان کی انتہا نہین ہی اور صبر کیساتھ بذل وجود کرنا جسقدر اُن سے فوت ہوا اُسکو کون اُسکی طرف سے ادا کریگا اور وجدان مین شکر کیساتھ حقوق کون ادا کریگا پس قبل معرفت کے یہ قرضدار ہی کہ اپنا قرضہ ادا نہین کیا۔ اور فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ ہین جو مجاہدات کیساتھ اپنے نفوس پر جہاد کرتے اور کشف مشاہدات کیلئے شہود غیب مین قلوب کو مربوط کرتے ہین۔ ابن السبیل وہ لوگ کہ قلوب سے بیدار ازل مین اور ارواح سے میدان ابد مین اور عقول سے آیات کی راہ مین اور نفوس سے اولیاء اللہ کی جستجو مین مسافرت اختیار کرتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فریضۃً من اللہ۔ یعنی فریضہ ہی از جانب آلہی عز و جل کہ اہل ایمان و ایقان و عرفان کو اس قسمت سے مواسات فرمائی۔ واللہ علیم حکیم۔ ان بندگان کے دنیا سے غائب ہونے کو جانتا ہی اور اہل عقبیٰ و اہل آخرت کی اسطرح مواسات واجب کرنے مین حکمت الٰہی ہی۔ بعض نے کہا کہ فقراء تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوال نہین کرتا اور نہ تعریض اور نہ دینے سے لیتا ہی تو ایسا فقیر روحانیون کے مثل ہی۔ دوم وہ کہ سوال و تعریض نہین کرتا مگر دینے سے اسی قدر لیتا ہی جسقدر کہ اُسکو حاجت ہو تو اُسپر کچھ حساب نہین ہی۔ سوم وہ کہ بقدر روز ینہ کے مانگ لیتا ہی اور اگر حاجت نہین ہوتی تو باز رہتا ہی پس ایسا فقیر حظیرۃ القدس مین ہی۔ ابراہیم خواص نے کہا کہ فقیر کی صفت یہ ہی کہ جب کچھ پاس نہو تو سکون رکھے اور جب ہو تو خیرات و بخشش کرے اور مسکین وہ ہی جس پر ناداری کا نشان ظاہر ہو۔ اُستاد رحمہ نے کہا کہ سچا فقیر تو اہل حق کے نزدیک نہ آسمان کے نیچے نہ زمین کے اوپر نہ کہین اسکا نشان ہوتا ہی یعنی نہ آسمان سے سایہ کا محتاج اور نہ زمین سے اپنا بوجھ اُٹھانا چاہے اور نہ عبودیت مین اپنا نشان چاہے اور نہ کسی معلوم سے اسکو شغل ہو پس وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتا ہی اور اُستاد رحمہ نے کہا کہ ابن السبیل ان کے نزدیک وہ بندہ ہی کہ جو امور مالوف طبیعت مین اور جنھین طبیعت کو توطن ہو اُن سے مسافر رہے پس وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہی بھوک اسکا کھانا ہی اور خلوت اُسکا جلسہ ہی اور محبت اُسکا پینا ہی اور حق تعالیٰ اُسکا مشہود ہی واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہو کہ جب دونون طرح تجھے تفسیر اشارہ معلوم ہو چکا تو اگر تجھ سے سوال کیا جاوے کہ یہان منافقون کے قبائح و ذمائم کا بیان تھا اسمین اس آیت سے منافقون کے حق مین کیا تکمیل ہوئی تو جواب دے کہ اس آیت سے جب بیان کر دیا کہ صدقات کے مستحق ایسے اہل صدق اصناف مذکورہ ہین تو بتلا دیا کہ منافقین اہل استحقاق مین نہین پس وہ محروم ہین اور اُن کے طمع کی جڑ کاٹ دی کہ کبھی اس بارہ مین کلام نہ کرین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کی اور ایک قسم کی جہالت و قباحت بیان فرمائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے اور بہتان سے عیب لگاتے اور باتین اُڑاتے تھے۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور بعضے اُن مین بدگوئی کرتے ہین نبی کی اور کہتے ہین یہ شخص کان ہی تو کہہ کان ہی تمہارے بھلے کو یقین لاتا ہے

بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

اللہ پر اور یقین کرتا ہی بات مسلمانون کی اور مہر ہے ایمان والون کے حق مین تم مین سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہین

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اللہ کے رسول کی اُن کو دُکھ کی مار ہے

ومنھم اور منافقون مین سے۔ الذین یؤذون النبی کچھ ایسے لوگ ہین کہ نبی صلعم کو ایذا دیتے ہین یعنی اپنے بد اقوال و افعال

اسطرح کہ مثلاً رسول اللہ صلعم کی شان مین ایسی جھوٹی باتین کہتے جو آپ کی شان کے لائق نہ تھین اور جب اُن سے منع کیا جاتا ہو کہ ایسی بات نہ کہو ایسا نہ ہو کہ اُن کو خبر پہونچے تو جواب مین ایسے کہتے ہین جو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۔ اور کہتے ہین کہ وہ تو کان ہو یعنی جو کچھ کہو سُن لیتا ہو۔ محاورہ بولتے ہین کہ فلان اذن سامعۃ یعنی سننا ہوا کان ہو جو کہو وہ سن لیتا اور سچ مان لیتا ہو۔ نزول اُسکا منافقون کی ایک جماعت کے حق مین ہوا جو آنحضرت صلعم کی غیبت کرتے اور جب اُن مین سے بعض نے کہا کہ ایسی باتین نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اُنکو خبر پہونچے تو جلاس بن سُوید یا نبتل بن الحارث وغیرہ نے کہا کہ کچھ ڈر نہین جب ہم جا کر انکار کر کے قسم کھالین گے کہ ہم نے نہین کہا تو مان لین گے کیونکہ وہ نرے کان ہین۔ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تو کہدے کہ تمھارے لیے بہتری وبھلائی کا سننے والا ہو نہ شر و فساد کا۔ ایک قراۃ مین اذن خیر دونون مرفوع بتنوین ہین یعنی تم سے سُنکر تمھاری تصدیق کرے یہ تمھارے لیے اس سے بہتر ہو کہ تم کو جھٹلائے اور سچ نہ مانے پھر منافقون کو جھٹلایا اور کہا کہ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ یعنی ایسا نہین ہو بلکہ وہ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ اور تصدیق کرتا ہو مومنون کی کہ انھین کی بات مانتا ہو اور منافقون کو جھوٹا جانتا ہو۔ اول مین حرف بارسے تعدیہ ہو کہ باللہ فرمایا سو وہ بمعنی تصدیق ایمانی ہو اور دوم مین بلام ہو کہ للمومنین کہا اور یہ بمعنی سچا ماننا۔ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۔ حمزہ نے رحمۃ بالجر پڑھا اے اذن خیر و اذن رحمۃ عطف ہو خیر پر۔ اور دوسرون نے رحمۃ بالرفع پڑھا عطف اذن پر یعنی اذن خیر ورحمۃ پس اول پر یہ معنی کہ گوش رحمت ہو ان لوگون کیلیے جو تم مین سے ایمان لائے یعنی بطور نفاق کے ایمان ظاہر کیا پس ظاہر تمھارا قول قبول کرتا اور تمھارا پردہ فاش نہین کرتا ہو۔ اور قراۃ دوم پر یہ معنی معالم مین ہین کہ اہل ایمان کے لیے رحمت ہو کیونکہ مومنین کے ایمان سے مشرف ہونیکا وہی سبب ہو۔ پھر اس کلام مین بنا بر قراۃ اول کے تنبیہ ہو کہ تمھارا قول قبول کرنا کچھ اس وجہ سے نہین کہ وہ تمھارے حال سے نادان ہو بلکہ تم پر نرمی و رحمت کر کے مان لیتا ہو پس جب وہ ہر ایک کیلیے رحمت و شفقت ہو تو یہ کوئی عیب نہین پھر تم ایسی باتون سے اُسکو کیون ایذا دیتے ہو۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو جو لوگ ایذا دین اُن کیلیے دُکھ کی مار ہو یعنی منافقون کے خبیث وخوار ہونے کے باوجود جب وہ رحمت فرماتا ہو اور اُسپر یہ خبیث اُسکی بھلائی کے عوض اُسکو ایذا دیتے ہین تو ضرور اُن کو عذاب اور بڑے دُکھ والا عذاب ملیگا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم قبائح افعال منافقین کو کہ مخلوق کی رضا کیلیے خالق عز وجل کی جھوٹی قسم کھاتے ہین ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ○

قسمین کھاتے ہین اللہ کی تمھارے آگے کہ تم کو راضی کرین اور اللہ کو اور اُسکے رسول کو بہت ضرور ہو راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہین

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ○

وہ جان نہین چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور اُس کے رسول سے تو اسکو ہو دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس مین یہی ہے بڑی رسوائی۔

ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ قتادہ وسدی رح نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ منافقون کی جماعت مین سے ایک شخص جلاس بن سوید نے کہا کہ واللہ یہ ہمارے لوگ تو ہم مین سے بہتر و اشرف ہین اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اگر وہ سچ ہو تو ہم اس صورت مین گدھون سے بدتر ہون گے اُن کے ساتھ انصار کا ایک نوجوان لڑکا عامر بن قیس بیٹھا تھا اور اُسکو منافقون نے حقیر سمجھکر اُسکا کچھ لحاظ نہ کیا اور غیبت و بدگوئی کرنے لگے چنانچہ جب جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت نے وہ کلمہ کہا جو مذکور ہوا تو یہ لڑکا غضبناک ہو کر بولا کہ اللہ جو کچھ محمد صلعم کہتے ہین وہ سچ ہو اور تم لوگ بیشک گدھون سے بدتر ہو اور وہان سے آکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا اور آپنے جب منافقون کو بلا کر پوچھا تو قسمین کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز نہین کہا اور جس نے کہا ہو اُسپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پس آنحضرت صلعم نے اُنکی قسمون پر کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین لا کر قسمین کھائی تھین تسلیم کر لیا اور عامر بن قیس کی طرف التفات نہ کیا جس سے

عامر بن قیس کو غم ہوا اور دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا ظاہر کردے تو نازل ہوا قولہ تعالی یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ قسمین کھاتے ہین اللہ تعالی کے نام کی یعنی جھوٹی قسمین۔ لَکُمْ تمھارے واسطے اے مومنو یعنی تمھارے واسطے اللہ تعالی کی جھوٹی قسمون کی پروا نہین کرتے بلکہ تمھارا لحاظ کرتے ہین۔ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تم کو راضی کرلین۔ یہ بڑی سخت بات تھی کہ اپنے خالق عزوجل کی معصیت اُسکی مخلوق کے واسطے اختیار کی تاکہ مخلوق راضی رہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ حالانکہ سزاوار یہ تھا کہ اللہ تعالی و اُس کے رسول کو راضی رکھتے۔ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ لا رضوہما۔ اگر مؤمنین ہوتے تو اُنھین دونون کو راضی رکھتے یعنی انھین کی رضامندی چاہتے خواہ تمام مخلوق راضی ہو یا ناراض ہو۔ پس مومن نہ تھے اسیواسطے اسکے برعکس کیا۔ قول حکمت از مشکوۃ نبوت ثابت ہو کہ جو کوئی کسی مخلوق کے راضی کرنے کیلئے اپنے خالق کو ناراض کرے تو خالق عزوجل اُسی مخلوق کو اُسکے اوپر مسلط کردیتا ہو کہ اُسکو تباہ کردے اسمین تنبیہ ہو کہ آدمی پر فرض ہو کہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کو راضی رکھے اور اسی رضا کو جان و مال سے ڈھونڈھے اگرچہ تمام مخلوق اس سے ناراض ہوجاوے کیونکہ جب حق تعالی راضی ہو تو سبحان اللہ تعالی پھر کوئی مخلوق کیا کرسکتی ہو وہ خواہ مخواہ مطیع و مسخر ہوگی ضمیر یرضوہ۔ مین کلام کیا گیا کہ کس طرف راجع ہو بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہو واللہ احق ان یرضوہ و رسولہ احق ان یرضوہ۔ پس قسم دوم حذف ہوا اور بعض نے کہا کہ اول حذف ہوا اور دوم باقی ہو تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی کی رضا اسی طور سے ہو کہ اسکے رسول صلعم کو اطاعت و فرمانبرداری سے راضی رکھین کیونکہ فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین تھا۔ ان یرضوہما پھر ضمیر مفرد کردی گئی تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کی رضا، واحد ہو اور بعض نے کہا کہ اسم پاک اللہ کا تبرک کیلئے ہو اور مراد یہ کہ ورسولہ احق ان یرضوہ یعنی رسول اللہ صلعم کا راضی رکھنا ہی سزاوار تھا بایں طور کہ ظاہر و باطن سچے مطیع ہوتے اور کچھ خیال شیطانی نہ لاتے اور نہ زبان سے کلمہ شرارت نکالتے سو اگر مومن ہوتے تو اُسکو احق جانتے پھر اللہ تعالی نے منافقون کو ملامت فرمائی بقولہ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا منافقون کو سمجھ نہ آئی اور نہ جانے باوجودیکہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دین و شریعت تعلیم فرمائی۔ اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یہ بات کہ شان یہ ہو کہ جس نے محادت کی اللہ تعالی و اُس کے رسول سے بایں طور کہ اللہ تعالی و رسول کی جو حد ہو اسکے سوائے دوسری حد پر چلا اور جو شق کہ اللہ تعالی و رسول کی ہے اُسکے سوائے دوسری شق اختیار کی یعنی اُن کی راہ کے سوائے دوسری راہ کترایا۔ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ۔ لے فان نار جہنم جزار لہ۔ تو جہنم کی آگ اُسکی سزا ہو۔ خَالِدًا فِیْہَا اس حال سے کہ آگ مین اُس کے لئے ہمیشگی مقرر ہو جب سے داخل ہوگا۔ ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ یہ سزا تو بڑی سخت خواری ہو۔ واضح ہو کہ محادت لغت مین بمعنی مخالفت اور باہمی عداوت وغیرہ مین مستعمل ہو اور معنی وہ ہین جو مذکور ہوئے اور قولہ فان لہ الخ بفتح ان جواب شرط ہو پس جملہ ہونا چاہیئے لہذا الخبر مقدم قرار پائی اے فجزا لہ۔ رازیؒ نے کبیر مین کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ معنی اُسکے فلہ نار جہنم ہون اور حرف اَنّ بغرض تاکید مکرر ہوا پھر اعتراض کیا کہ اس صورت مین موکد اور تاکید کنندہ کے درمیان اجنبی چیز سے فصل لازم آتا ہو ولیکن یہ اعتراض کچھ نہین ہو پھر کہا کہ جواب مین محتمل ہو کہ محذوف ہوا اے من یحادد اللہ و رسولہ یہلک فان لہ نار جہنم۔ پس جملہ فان تعلیل محذوف ہو یعنی جس نے اللہ تعالی و رسول کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگا کیونکہ اُسکے لئے آتش دوزخ سزائے دائمی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ الم یعلموا سے منافقون کو کیونکر خطاب ہوا اسلئے کہ علماء معانی نے کہا کہ الم یعلم کا خطاب ایسے شخص کو ہوتا ہو جو کسی بات کو جان لینے کے بعد بھول گیا یا منکر ہوگیا ہو تو اُس سے کہا جاتا ہو کہ تو نے جانا نہین کہ بات ایسی ہو اور یہان منافق کبھی یقین نہین لائے تھے تو جواب اسکا تقریر تفسیر سے تجھے ظاہر ہوگیا ہوگا یعنی جبکہ رسول اللہ صلعم زمانہ دراز تک لوگون مین وعظ و نصیحت فرماتے اور شرائع و دین و جزا و سزا سکھلاتے و بتلاتے رہے تو منافقون کو خطاب کیا کہ باوجود ایسی تعلیم کے بھی کیا منافقون نے نہ جانا کہ مخالفت اللہ تعالی و رسول کی یہ سزائے سخت ہو پھر منافقون کو فضیحت و رسوائی سے ڈرایا۔ بقولہ تعالے

يَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ‌ ؕ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا‌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

ڈرا کرتے ہیں منافق کہ نازل نہ ہو اُن پر کوئی صورت کہ جتا دے اُنکو جو اُن کے دل میں ہی تو کہہ ٹھٹھے کرتے رہو اللہ

مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ۝ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ

کھولنے والا ہے جس چیز کا تم کو ڈر ہی اور جو تو اُن سے پوچھے تو کہیں ہم تو بول چال کرتے تھے اور کھیل تو کہہ کیا اللہ سے

وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ

اور اُس کے کلام سے اور رسول سے ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم کافر ہوگئے ایمان لاکر اگر ہم معاف کرینگے

عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۝

تم میں بعضوں کو البتہ مار بھی دینگے بعضوں کو اُسپر کہ وہ گنہگار تھے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ستر منافقون کا ذکر مع اُنکے نام و اُن کے باپون کے نام کے نازل کیا تھا پھر اُن کے نام و نسب کا ذکر منسوخ فرمایا اور یہ مومنون پر رحمت تھی کیونکہ اُن کی اولاد میں سچے ایمان والے پیدا ہونیوالے تھے یعنی بنظر رحمت اُن کے آباء منافقین کے نام نسخ فرمائے تاکہ عار و شرم دائمی باقی نہ رہے اور وقت نزول کے جو اُن کی تفضیح مقصود تھی وہ حاصل ہوگئی کہ نفاق و شک سے یقین نہین کرتے تھے کہ بہانے اقوال ذمیمہ و افعال قبیحہ سے اللہ تعالیٰ مطلع ہی پس نام بنام ہر ایک کے خفیہ نفاق و نالائق حرکات کو بیان کرکے فضیحت کردیا اسیوجہ اس سورہ کا نام مبعثرہ اور مشیرۃ بھی ہی کہ اُن کے قبائح کی خاک اُڑا دی چنانچہ فرمایا یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ حذر و خوف کرتے ہیں منافقین۔ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ۔ اس بات کا کہ اُتاری جائے مومنون پر۔ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ۔ ایسی سورہ جو آگاہ و خبردار کردے مومنون کو اُن باتون سے جو منافقون کے دلون میں ہیں یعنی منافقون کو جو کچھ حسد و عداوت و نفاق مومنون کے ساتھ ہی اس سے مومنون کو آگاہ کردے عجب ہی کہ منافقین اپنی شان میں قرآن کے نزول سے فضیحت و رسوائی کا خوف کرتے اور باوجود اس کے نفاق پر مستعد اور ٹھٹھول پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہی کہ منافقون میں بعض ایسے تھے کہ نزول قرآن و اپنی فضیحت سے ڈرتے تھے ولیکن شک اُن کے دل سے نہین جاتا تھا پس ہدایت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہی اور دلون کے بھید وہی پاک پروردگار خوب جانتا ہی اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بعد آنحضرت صلعم کے نفاق سے انکار کیا یعنی دلون کے بھید سے اللہ تعالیٰ وحی کیساتھ اپنے رسول صلعم کو آگاہ فرماتا تھا پس اب کسی پر منافق کا حقیقی اطلاق نہین ہوسکتا اور آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے بالجملہ قائل تھے کیونکہ حذر اُسکو متضمن ہی اور باوجود اسکے بسبب قطعی یقین نہ لانے کے منافق ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا۔ کہدے اے محمد صلعم ان منافقون سے کہ اچھا تم لوگ ٹھٹھول کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ضرور اللہ تعالیٰ اس بات کو ظاہر کردینے والا ہی جس سے تم حذر کرتے ہو۔ اس کلام میں اُن کی فضیحت مقدر ہونا نکلتی ہے اور یہ امر جیسے ان لوگون کے حق میں فضیحت اور صریح اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرنیوالا تھا مومنون کے حق میں مورث مزید ایمان تھا کیونکہ آیات مورث تنویر ایمان ہیں۔ کما قال تعالیٰ فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ قولہ قل استہزءوا۔ سے استہزاء کرنے کا خود حکم دیا۔ جواب یہ کہ یہ امر تہدیدی ہی جیسے کسی کو کہا جائے کہ اچھا تو شراب پی دیکھ تجھے کیسے دُرّے مارے جاتے ہیں۔ اور معالم وغیرہ میں ابن کیسان سے ذکر کیا جسکا حاصل یہ کہ بارہ منافقون نے تبوک سے لوٹتے ہوئے رات میں ایک گھاٹی پر توقف کیا تاکہ جب رسول اللہ صلعم یہاں پہونچیں تو اُن سے دغا کریں ولیکن آنحضرت صلعم کو وحی سے معلوم ہوگیا آپنے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا اُنھون نے مار کر منافقون کے اونٹ راہ سے ہٹا دیئے اور کسی کو نہ پہچانا پھر حضرت صلعم نے

نام بنام ایک ایک کو بتلا دیا اور کہا انکو قتل مت کرو کہ خلاف اخلاق و بدنامی ہے اللہ تعالیٰ اُن کو دبیل کی بیماری سے ہلاک کریگا۔ حدیث مسلم میں ہے
کہ میری اُمت میں بارہ منافق ہیں کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پادینگے جنمیں سے آٹھ کے دونوں شانوں کے بیچ شعلۂ آگ کے مانند دبیل نکل کر انکے
سینہ سے پھوٹے گا۔ قال تعالیٰ۔ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ اور جب تو اُن سے پوچھے کہ تم میرا اور قرآن کا ذکر کرکے اُس سے ٹھٹھول کرتے جاتے ہو
یعنی تبوک کو جاتے ہوئے۔ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ۔ تو تجھے جواب دینگے کہ ہم تو خوض و لعب کرتے تھے یعنی راستہ کاٹنے
کیلئے دل لگی کی باتیں کرتے تھے کچھ ٹھٹھول کرنا ہمارا قصد نہ تھا۔ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۔ تو کہیو
کہ بھلا کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ و اُسکی آیات اور اسکے رسول کو ٹھٹھا کرتے تھے۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمر رض نے کہا کہ تبوک جاتے ہوئے ایک شخص
نے کہا کہ میں نے تو اپنے ان قاریوں کے مانند کوئی نہیں دیکھا کہ کھانے میں سب سے بڑھکر پیٹو اور بولنے میں سب سے زیادہ جھوٹے اور لڑائی میں
بڑے بودے پس اسکو ایک ایمان والے نے جواب دیا کہ تو بڑا مفتری اور منافق معلوم ہوتا ہے جو ایسی جھوٹی باتیں بناتا ہے۔ میں جاکر رسول اللہ صلعم کو
خبر دونگا پس قرآن نازل ہوا عبداللہ رض کہتے ہیں کہ میں نے اس منافق کو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم کے ناقہ کے آگے آگے پتھروں سے ٹھوکر کھاتا دوڑتا
چلتا اور کہتا جاتا ہے کہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے اور حضرت صلعم فرماتے کہ اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزءون یعنی منافقوں کے
انکار کرنے کو نہ مانا بلکہ ایسا استہزا واقع ہونے کو ثابت کیا پھر بطریق استفہام توبیخی کے انکار کیا یعنی تم پر ملامت ہے کہ تم ایسا کرتے تھے۔ لَا تَعۡتَذِرُوۡا
اعتذار لغت میں محو اثر و انقطاع ہے کما فی قولہم اعتذر المنزل یعنی حویلی کا نشان مٹ گیا و اعتذرت المیاہ۔ پانی منقطع ہو گیا۔ اعتذار کرنیوالا یہی
چاہتا ہے کہ جو گناہ کیا اُسکا نشان مٹادے۔ پس اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو منع فرمایا کہ مت اعتذار کرو کیونکہ جھوٹے عذر قبول نہ ہونگے۔ قَدۡ كَفَرۡتُمۡ
بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ۔ البتہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد خواہ دل میں بالکل یقین نہ تھا یا مذبذب تھے اب کفر ظاہر کردیا
اسطرح کہ قرآن کلام الٰہی کو کہا کہ محمد صلعم اپنی طرف سے بتلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آیات و رسول سے استہزا کیا۔ مسئلہ جو کوئی کسی آیت پر یا آنحضرت صلعم
کا کلام جان کر حدیث پر یا مسئلہ شرعی پر اس ادعا سے کہ حکم شرعی ہے یا آنحضرت صلعم پر استہزا کرے یا استخفاف کرے یا عیب لگادے وہ کافر ہے اور اگر دل ہی میں
رکھے زبان سے نہ کہے تو وہ منافق حقیقی ہے اور اگر اُسکے دل میں شیطان نے ان باتوں کے ساتھ وسوسہ ڈالا اور اُسنے ایسا وسوسہ بہت بُرا اور شیطانی
دھوکا جانا تو وہ مومن ہے اور استغفار و اعوذ باللہ کرنے پر ثواب پاویگا۔ غور کرو کہ منافقوں کی جھوٹی قسم پر آنحضرت صلعم خاموش ہوتے اور عذر قبول کرتے
تو درحقیقت یہ رحمت و نرمی تھی مگر منافق کمبخت عیب لگاتے اور کہتے کہ وہ تو نرے کان ہی کان ہیں اب یہاں منافقوں کی باتوں کو قبول نہ کیا و صاف
صاف کھولدیا اور حق تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ لا تعتذروا قد کفرتم آہ یعنی مت جھوٹے عذر کرو البتہ تم نے استہزا وغیرہ باتوں سے ایمان ظاہر کرنے و کفر
دل ہی میں رکھنے کے بعد اب زبان سے بھی کفر ظاہر کردیا۔ محمد بن اسحاق نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلعم تبوک کو جاتے تھے تو منافقوں کی
ایک جماعت بھی ذرا دور ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی جنمیں سے ودیعہ بن ثابت و مخشی بن حمیر بھی تھے اُنھوں نے آپس میں اہل اسلام و ایمان کے
ڈرانے کو کہنا شروع کیا کہ کیا تم لوگ رومیوں کی دلیری و جوانمردی ایسی ہی سمجھتے ہو جیسے عرب آپس میں لڑتے ہیں واللہ میں تو دیکھتا ہوں کہ گویا تم کل کے
روز اُن کی لڑائی میں زنجیروں سے جکڑے پڑے ہو یعنی شکست کھا کر قید ہو گئے ہو تو مخشی بن حمیر جسکا یہ حال تھا کہ منافقوں کی باتوں سے پھدکا پھدکا
رہا کرتا اور اُنکے مسخرہ پن و استہزا پر خالی ہنس دیتا تھا خود کبھی کچھ نہیں کہتا وہ اسوقت بولا کہ مجھے خوف ہے کہ تمھاری اس گفتگو پر قرآن نازل ہو اور
مجھے تو پسندیدہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سو کوڑے مارے جاویں بنسبت اس کلام کے۔ یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ وہاں رسول اللہ صلعم نے عمار
بن یاسر رض سے کہا کہ جاکر قوم کی خبر لے کہ منافقوں کی آگ میں جلے جاتے ہیں اور منافقوں سے پوچھنا کہ تم نے کیا کہا اگر انکار کریں تو کہنا کہ نہیں

بلکہ ضرور تم نے ایسا ایسا کہا ہو جب عمار رضؓ نے اُن سے جاکر ایسا ہی کہا تو آنحضرت صلعم کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے اور بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ مخشی بن حمیر کا نام بعض نے جحش بن حمیر ذکر کیا جسکے لفظی معنی یہ ہیں کہ چھوٹے گدہے کا بچہ۔ اسنے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے جو پہونچا یہ میرا اور میرے باپ کے نام کا اثر ہے اور وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور دعا مانگی کہ اے میرے مولائے حق عزوجل مجھے اسطرح شہید کردے کہ کوئی یہ سراٹھکانا بھی نہ جانے۔ اور یہ نفاق کے بعد کمال اخلاص تھا کہ پھر تک کا نشان نہ ملے کہ کوئی شہید کہے اور اُس دن سے عبدالرحمٰن نام ہوا۔ اکثر علماء نے ذکر کیا کہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے کہ کہیں نشان نہ ملا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں عبدالرحمٰن کے مانند توبہ کرنیوالوں کو عفو فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ۔ اگر ہم تم میں سے ایک ٹکڑے کو عفو کریں جنھوں نے نفاق چھوڑ کر اخلاص کیا۔ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةً تو دوسرے گروہ منافق کو ضرور عذاب کرینگے۔ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ۔ اس سبب سے کہ وے مجرم یعنی منافق مرے ہیں۔ طائفہ بمعنی جماعت اور ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس جماعت نفاق میں سے فقط جحش بن حمیر ہی کو نجات ملی اور عفو کیا گیا اور چونکہ وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ کو عفو فرمایا تو اکیلے جحش بن حمیر پر کیونکر صادق ہوگا تو زجاج وغیرہ نے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ جو لفظ جماعت کیلئے ہے وہ عرب کبھی واحد پر بھی بولتے ہیں لہذا یہاں طائفہ اولی سے فقط جحش مراد ہیں جیسے قولہ ان ابراہیم کان امۃ الآیۃ میں اکیلے ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو امت فرمایا۔ فی العرائس قولہ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام پاک یعنی انک لعلی خلق عظیم سے کمال خلق سے موصوف فرمایا ایسے ہی دشمنوں کو قبیح خصلت سے مقبوح بیان فرمایا اگرچہ وہ اپنے عیوب نہیں دیکھتے تھے۔ استاد رحؒ نے کہا کہ منافقوں بدخلق نے رسول اللہ صلعم کو عین نشان کرم وفضل پر یعنی اُن کو صاف صاف جھوٹا نہ بتلانے پر عیب لگایا اور اپنے دروغ گوئی وچھوٹی قسم کھانے وغیرہ قبائح پر نظر نہ کی۔ سچ ہے مومن بھاری بھرکم کریم النفس ہوتا ہے جیسے منافق حقیر خوار وفرومایہ وبخیل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ منافقین جھوٹی قسموں وغیرہ سے مومنوں کو فریب دیتے اور کہتے کہ انہم لمنکم یعنی ہم تمھیں میں سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو عیب لگاتے و قرآن کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو جھٹلا دیا۔ بقولہ۔

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ‌ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ

منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھاویں بات بُری اور چھڑاویں بھلی سے

وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ‌ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ‌ؕ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝

اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے ہیں اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں بے حکم

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ[۱۷۱]۔ اہل نفاق میں سے مرد لوگ اور وہ اسوقت تین سو تھے۔ وَالۡمُنٰفِقٰتُ اور اہل نفاق میں سے عورتیں اور وہ اسوقت ایکسو ستر تھیں۔ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ۔ یہ خبر ہے یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں بعض از بعض ہیں۔ اسکے معنی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ منافقوں کے بعض کے بعض سے ہونے سے مقصود تشبیہ ہے کہ نفاق کرتے اور ایمان سے دور رہتے ہیں اہل نفاق کے مرد وعورتیں آپس میں متشابہ ہیں گویا ایک ہی چیز کے ٹکڑے ہیں۔ وحاصل یہ کہ اُنمیں سے مذکر ہوں یا مؤنث ہوں سب یکساں ہیں وہ ایمان نہیں لاوینگے قول دوم یہ کہ منافقین جو قسم کھاتے تھے کہ واللہ ہم تمھیں میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹ کھول دینے کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ یحلفون باللہ انہم لمنکم وما ہم منکم الآیۃ۔ وہی یہاں مقصود ہے کہ وے جو قسم کھاتے ہیں کہ تم میں سے ہیں تو جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے مرد وعورتیں آپس میں بعضہن من بعض ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ہم منکم سے تو بیان فرما دیا تھا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں پھر یہاں تکرار ہوگی تو جواب یہ کہ پہلے تو خلاصہ بیان فرما دیا تھا

یہان اُسکی تفسیر بیان فرمائی کہ وے تم مین سے نہین بلکہ آپس مین بعض از بعض ہین اور آگے جو بیان آتا ہی اور مومنون کے چال چلن سے اُلٹا منافقون کا
چال چلن ہونا ثابت کرتا ہو وہ گویا اُن کے مومنون مین سے نہونے پر دلیل ہی یعنی قولہ یَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ یعنی
منافق مرد و عورتین آپس مین ایک دوسرے مین سے ہین اس حال کیساتھ کہ حکم کرتے ہین امر منکر کا اور منع کرتے ہین امر معروف سے منکر اسم مفعول
ادا نکاریعنی ہر وہ امر جو عقل و شرع سے قبیح ہو جیسے معروف ہر وہ فعل جو شرع مین اچھا ہو پس مراد منکر سے کفر و شرک جملہ معاصی ہین جیسے معروف
ایمان و طاعات ہین و حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہون یا عورتین اُنکا حال یہ ہو کہ کفر و شرک و بُری باتین کرنے پر آپس مین ایک دوسرے کو اور
غیر لوگون کو آمادہ کرتے ہین اور بھلی باتون ایمان و طاعات سے روکتے ہین۔ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ اور اپنی مٹھیان بند کرتے ہین
یہ کنایہ بخل سے ہو یعنی نیک کامون مین خرچ کرنے سے بخل کرتے ہین اسوجہ سے دار آخرت پر اُن کو یقین نہین اسلیئے دنیاوی لذتون کھانے
پینے پہننے اوڑھنے لہو و لعب کھیل تماشے شادی بیاہ مین خرچ کرنے کو موقع سے خرچ کرنا سمجھتے اور محتاجون کی پرورش و خیرات و یتیمون و
بیکسون کی خبرگیری وغیرہ کے صرف کو فضول خیال کرکے مٹھیان بند کرلیتے ہین یہ اسوجہ سے کہ آخرت پر اُن کو یقین نہین ہی بخلاف مومنون کے
کہ وے بُری باتون سے منع کرتے اور بھلی باتون کا حکم کرتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتے ہین پس ثابت ہوا کہ منافق لوگ کچھ بھی مومنون
مین سے نہین ہین اور اُن مین کچھ ایمان نہین ہو۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ بھولے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پس اللہ تعالیٰ اُن کو بھولا۔ یہان یہ سوال
ہوتا ہی کہ بھولنا بندے کے اختیار سے باہر ہو اور یہ بھی ثابت ہولیا کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک پر مواخذہ نہین فرماتا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے میری اُمت سے بھول کا مواخذہ معاف کردیا ہو پھر یہان منافقون کو بھول پر کیون پکڑا اور دوسرا سوال یہ کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہو
تو جواب اول کا یہ ہو کہ نسیان سے یہان غفلت کرنا مراد ہو اور اللہ تعالیٰ کا بھولنا یہ کہ اُن کو لطف و فضل سے محروم و متروک کردیا پس قولہ نسوا اللہ
فنسیہم اسے غفلوا ذکر اللہ و طاعتہ فترکہم اللہ من لطفہ و فضلہ یعنی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی یاد و بندگی سے غفلت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنے لطف
و فضل سے محروم و متروک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین یہان نسیان کا اطلاق بطریق مقابلہ کے ہو جیسے کہتے ہین کہ تجھ پر کوئی ظلم کرے تو تو بھی اُسپر
ظلم کر حالانکہ مقصود یہ کہ تو بھی اُسکے ظلم کا بدلا اُسکو دیدے اور ظلم کا بدلا ظلم نہین ہوتا ہی بلکہ عین انصاف ہو پس مراد یہ کہ منافقون کے نسیان و غفلت
کرنے کا بدلا اُنکو دیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو بھولنے والا بھولے ہوے کیساتھ کرتا ہو حالانکہ
دنیا مین بندے اللہ تعالیٰ سے بندگی و نیکوکاری و بُرے کامون سے پرہیزگاری کا عہد کرکے اس مسافرخانہ مین چندروز بسر کرنے کو آئے تھے۔ اور
اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ عہد پورا کرکے اصلی گھر مین جب آؤگے تو تم کو ایسے گھر مین ٹھکانا ملیگا جہان پاک پروردگار سبحانہ کی رضامندی ہو بدون کسی
مشقت و تکلیف و غم وغیرہ کے جسمین ہمیشہ رہین گے پس مومنین نے عہد پورا کیا اور اس سرائے فانی کو بندگی کے ساتھ یاد الٰہی مین بسر کرکے جہان باقی مین
پہنچ گئے اور منافقون نے اسی گھر اور یہین کی زندگی پر اعتماد کیا اور اُلٹے بُرے کامون کا حکم اور بھلے کامون سے مانع ہوے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے
پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بدلا دیا کہ لطف و رحمت سے محروم و متروک کردیا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ لفظ ہم ضمیر فصل ہو اور اسم و خبر
دونون پر الف لام ہو تو حصر کا فائدہ نکلا اور معنی یہ ہوے کہ البتہ منافقین ہی فاسق لوگ ہین۔ سوال ہوا کہ بعضے مومن بھی گنہگار ہوتے ہین اور فاسق وہی
کہ طاعت سے باہر ہو جاتے تو گنہگاری کے وقت مومن بھی فاسق ہوا۔ جواب یہ ہو کہ یہان پورا فاسق مراد ہو پس فسق کرنے مین کامل درجہ منافقون
ہی کا ہوا اور جب یہ درجہ کامل ہوا تو کفر و شرک ہو گیا۔ دوسرا سوال یہ ہو کہ قولہ ان المنافقین۔ کی جگہ ضمیر کافی تھی یعنی انہم ہم الفاسقون تو جواب
یہ کہ ضمیر مین ایک ابہام ہوتا ہو پس فضیحت کرنے کو اسم ظاہر کردیا اور دوسرے یہ کہ کبھی اسم ظاہر بجائے ضمیر کے تحقیر کرنے کو لاتے ہین اور یہی یہان ہے۔

تمام آیت کا حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہوں یا عورتیں ہوں آپس میں مشابہ ہیں یا وے لوگ آپس میں یہ اُن سے اور وہ اُن سے ہیں اُن میں سے کوئی مومنوں میں سے نہیں۔ دیکھو اُن کا یہ حال ہے کہ بُرے کاموں کے کرنے کو کہتے اور بھلے کاموں سے منع کرتے ہیں اور چونکہ دار آخرت پر یقین نہیں تو لہو ولعب و معاصی میں ہزاروں خرچ کریں لیکن آخرت کیلئے خرچ کرنے میں مٹھی بند کئے اور بخیل ہیں کیونکہ دنیاوی زندگی و لہو ولعب ہی کو سچ جانتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی متروک و محروم کر دیا سو یہی لوگ تو پورے فاسق ہیں۔ اب اُنکا عذاب آگے بیان ہوگا۔ **ف** — **فی العرائس** قولہ المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض۔ اسمین بطریق اشارت بیان ہے کہ طینت نفاق میں جب قہر الٰہی تاثیر فرماتا ہے تو اُسوقت اہل نفاق کے طبائع بعض از بعض ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ بعض کی طینت سے جو سرزد ہوتا ہے اُسکو اُن میں سے دوسرے پسند کرتے ہیں اور اسمین متفق ہیں کہ منکرات کا حکم کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے بندوں کے ایذا دینے میں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی مخالفت کرنے پر خوش ہیں۔ **ابوبکر الوراق** رح نے کہا کہ ایک منافق دوسرے منافق کے لئے پردہ ہوتا ہے کہ باہم ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں بخلاف مومنوں کے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے کہ اُسکے عیوب اُسکو دکھلاتا اور نجات کی راہ دکھلاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ویقبضون ایدیہم نسوا اللہ فنسیہم اسمین اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ منافقین سخت بخیل ہوتے ہیں جب مال نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کب جان دینگے اور اپنی تنہائی میں اہل ایمان والیقان پر انگلیاں کاٹتے اور مٹھیاں بھینچتے ہیں۔ اہل بغض و نفاق کا یہی حال ہے کہ اُن میں سے ہر ایک جب بیٹھتا تو مٹھی مروڑتا اور انگلیاں کاٹتا اور حسد و عداوت پر اُبلتا ہے حالانکہ اہل ایمان و اولیاء الرحمن اُن کے حق میں سعادت کی دعا ہی مانگتے ہیں مگر ان جہنمیوں کی طرف سے احسان کا بدلا یہ اسارت اور یہ حسد و عداوت ہے دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اسکا جواب حضرت حق عزوجل نے اپنے تولی کے ساتھ اپنے اولیاء کی طرف سے فرمایا۔ قل موتوا بغیظکم۔ اے حبیب محمد صلعم تو ان منافقون سے کہدے کہ تم اپنے جلاپے میں مرو یعنی بندگان حق کا کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ پھر حق تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہ غیظ اُنکو اس سبب سے پیدا ہوا کہ منافقین و کفار بمقتضائے حکمت بالغۂ الٰہی تعالیٰ اُسکی سخت گرفت جبروتی کے قہر میں مقہور و سیاہ ہو کر حق تعالیٰ و اُسکے عہد کو فراموش کئے ہوئے ہیں برعکس مومنوں کے جو باختیار حضرت باری تعالیٰ اُسکی ربوبیت کے فسحت رحموتی کے لطف میں مسعود و مرحوم و منور ہو کر اُس کے عہد پر قائم اور اُسکی یاد میں مستغرق ہیں ناچار اُن کو اپنی ضد سے عداوت ہے کیونکہ اُنکی فطرت پر قہر کی گرفت سے نسیان طاری ہے بس حقیقت یاد الٰہی کا مزہ اُن کو کچھ نہیں ملا اسی سے جلال و عظمت و کبریاء الٰہی سے جاہل ہو کر یاد الٰہی چھوڑ کر قہر کے اندھیرے میں ٹاپتے پھرتے ہیں کبھی ان کو راہ راست نظر نہ آویگی۔ واضح ہو کہ جو کوئی معرفت الٰہی کا دعویٰ کرے اور اُسکو محبت الٰہی کا کچھ مزہ نہ آیا ہو اور یہ مدعی سچا نہ ہو تو اُسکا بھی یہی حال ہوگا پس اولیاء الٰہی کیسا تحقصہر نہ کر سکیگا اسیوجہ سے راہ مستقیم سے منہ موڑ کر دنیا جمع کرنے میں پڑ جاتے ہیں اور راہ حق سے محجوب ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کو جاہ و دوست دنیا کی محبت میں چھوڑ دیتا ہے اور اسمین سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں پاتے چنانچہ فرمایا یقبضون ایدیہم نسوا اللہ فنسیہم۔ بدون واو عاطفہ کے دونوں جملوں کا اتصال دلالت کرتا ہے کہ نسیان موروث حرمان ہوا۔ بعض نے فرمایا کہ قولہ یقبضون ایدیہم۔ مراد یہ کہ حاجات دعاؤں میں اپنے مولیٰ کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھاتے نہیں بلکہ بند رکھتے ہیں بعض نے کہا کہ صدقہ دینے سے یا مسکین کو دینے سے مٹھی بھینچے رہتے ہیں۔ سہل رح نے کہا کہ قولہ نسوا اللہ فنسیہم یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس جو نعمتیں بھیجیں اُن کی شکرگذاری بھولے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنی یاد سے و اپنے اور رسول پر ایمان لانے سے بھلا دیا۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقون کا عذاب اور اُن کی مشابہت بکفار ماضیہ بیان فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور عورتوں کو اور منکروں کو دوزخ کی آگ پڑے رہیں اسمین وہی بس ہے اُن کو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ

اور اللہ نے اُن کو پھٹکارا اور اُنکو ہے عذاب برقرار جس طرح تم سے اگلے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

زور میں اور بہت رکھتے مال اور اولاد پھر برت گئے اپنا حصّہ پھر تم نے برت لیا اپنا حصہ

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

جیسے برت گئے تھے اگلے اپنا حصّہ اور تم نے قدم ڈالے ہیں جیسے انھون نے قدم ڈالے تھے وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

مٹ گئے اُن کے کئے دنیا مین اور آخرت مین اور وہی لوگ پڑے ہین زیان مین

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ - وعد ماضی اور المنافقین والمنافقات و الکفار جملہ بحرف عطف مفعول یعنی جن لوگون کو وعدہ دیا اور نار جہنم وہ چیز جسکا وعدہ دیا پس وعد - کا استعمال یہان عذاب امر شر مین ہوا جیسے امر خیر و ثواب مین بھی آتا ہے اور فرق دونون کے مصدر مین ہے چنانچہ امر خیر و ثواب کے ساتھ - وَعَدَہٗ وعداً - ہے اور شر و عذاب مین - وَعَدَہٗ وعیداً ہے لہذا یہان بطور وعید کے وعدہ دینا مراد ہے - المنافقین وباقی دونون مین الف لام عہد کا ہے یا جنس کا یا استغراق کا بنا بر اول کے وہی منافقین وغیرہ ہونگے جو اسوقت موجود تھے اور قیامت تک اُسے اہل نفاق و کفر اُن کے ساتھ لاحق ہون گے اور حدیث صحیح مین جو ثابت ہوا کہ جو شخص ایسا ہو کہ باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فحش و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت دیا جاوے تو خیانت کرے تو ایسا شخص خالص منافق ہے) یہ منافق اُن کے ساتھ جو آیت مین مراد ہین داخل نہو گا کیونکہ اسمین خصائل نفاق پر حکم ہے اور شاید کہ وہ منافقین مراد ہون جو بلا توبہ مرنیوالے ہین دیگر حالتون مین یہ قید معتبر ہے - اور بنا بر دوم کے جنس اہل نفاق و کفر ہوگی وفیہ تامل - اور بنا بر سوم کے جملہ مرد منافق و عورتین منافقہ و جملہ کفار مراد ہین جو بلا توبہ کئے مرجاوین کیونکہ صیغہ سالم پر الف لام مفید استغراق ہے وفیہ بحث اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالی علیم و خبیر ہے اور ہر چیز اُس کے علم مین مقدر ہے پس معنی یہ ہین کہ وعدہ دیا اللہ تعالی نے جملہ منافقون مرد اور منافقات عورتون اور جملہ مرد و عورت کافرون کو آگ جہنم کا - یعنی جبکہ وہ نفاق و کفر سے بدون توبہ کے مرین تو اُن کیلئے جہنم کی آگ سزا ہے - خٰلِدِيْنَ فِيْهَا در حالیکہ خلود والے ہون گے اُس آگ مین - یعنی داخل ہونے پر اُن کے حق مین مقدر کر دیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہین گے کیونکہ داخل ہوتے ہی تو حالت خلود کی نہین ہو سکتی اور یہ شرط ہے کہ ذوالحال کے ساتھ حال کی مقارنت ہو - ہان تقدیر خلود فی النار اُنکے ساتھ ہے - بخلاف گنہگار اہل ایمان کے جو دنیا مین شرک و نفاق سے بری تھے مگر اعمال گناہ کی وجہ سے دوزخ مین بھادینگے اور مشیت ایزدی اُن کے حق مین جاری ہوگی تو شفاعت وغیرہ بھی ہوگی چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میری اُمت مین سے کچھ عاصی لوگ دوزخ مین جاوینگے تو اُن مین اور کفار وغیرہ مین فرق یہ ہوگا کہ گنہگار اہل ایمان کے حق مین بروقت داخل ہونیکے خلود مقدر نہو گا جیسا کافرون و منافقون کے حق مین ہے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اُن کے چہرے و دل کو آگ نہین جلاویگی بخلاف کافرون و منافقون کے کہ پہلے سے گرد آلودہ تیرہ و تار ہون گے اور دوزخ مین جلتے ہی سیاہ ہو جاوینگے نہایت بدشکل کے چنانچہ نیچے کا ہونٹ

پہاڑ برابر ناف تک لٹک پڑیگا اور دانت و داڑھین بھی اسی بڑی ہیات پر ہون گی نعوذ باللہ من عذاب النار۔ واضح ہو کہ پہلے منافقون کو ذکر فرمایا پھر کفار کو اُن پر عطف کیا تو ظاہر یہی یہان منافقون کا ذکر ہی اور اشارت ہی کہ منافقون نے دنیا مین بذریعہ نفاق کے دنیاوی حظوظ کمائے اور اپنے زعم مین اپنے پروردگار و اُس کے خالص بندون کو دھوکے دیئے اور درپردہ فتنہ پھیلایا جن کے قبائح فی الجملہ مذکور ہوئے بخلاف کافرون کے کہ وے اپنے پروردگار سے کھلم کھلا منھ موڑے تھے جس سے کوئی فریب نہین کھاتا تھا لہذا جہنم کا پہلا استحقاق منافقون کو ہوا اسی واسطے دوسری آیت مین فرمایا کہ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یعنی نفاق والے جہنم کے بہت نیچے طبقہ مین ہین اور عورتین چونکہ تابع ہوتی ہین لہذا منافقین کے بعد اُن کو رکھا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے وعید کے ساتھ مقرر کر دیا کہ جو مرد و عورتین کہ نفاق یا کفر پر مرین اُن کے واسطے جہنم کی آگ ہے کہ جسوقت اسمین داخل ہونگے تو پکار دیا جائے گا کہ تمھارے لئے ہمیشہ یہی ٹھکانا مقرر ہے چنانچہ حدیث مین آیا کہ جسوقت جنتی لوگ جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہون گے تو موت سیاہ مینڈھے کی شکل پر جنت و دوزخ کے بیچ مین لاکر ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمھارے لئے ہمیشگی ہی اور کبھی موت نہ آویگی اور اے اہل دوزخ تمھارے لئے بھی ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ هِيَ حَسْبُهُمْ۔ یہ آگ اُن لوگون کیلئے کافی ہی یعنی بھرپور عذاب و بدلا ہے۔ اس کلام مین دلالت ہی کہ عذاب دوزخ بہت بڑا عذاب ہی۔ اعوذ باللہ منها۔ ادنیٰ عذاب یہ کہ آگ کی جوتیون سے دماغ اُبلے۔ اور اعلیٰ عذاب بیان نہین ہوسکتا کہ اُسکا ایندھن آدمی و پتھر وغیرہ ہین وہ ستر گونہ آتش دنیا سے تیز اسمین پہاڑ و بتون کے انگارے اسمین آگ کے سانپ بچھو اسمین نہایت سیاہی و اندھیر اسمین کافر ایندھن اُسمین ہر کافر کا سو ستر پہاڑ برابر ہو کر ٹنگے اسمین کافر کی کھال نہایت موٹی ہو کر جل گر سے پھر تازی نئی ہو کر جلنے لگے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منها۔ حدیث ہی کہ مین نے آج کے دن وہ باتین دیکھین جو کبھی نہ دیکھی تھین تمھاری جنت و دوزخ اس دیوار کے درے دیکھین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَبِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ واضح ہو کہ منافقون کا عذاب بہت سخت ہی کہ ساتون طبقات جہنم مین سے نیچے ساتوین طبقہ مین ایسے ایسے صندوقون کے اندر بند رہین گے جنہین بعد بند ہونے کے کسی طرف راہ کھلنے کی نہ ہوگی اعوذ باللہ من ذلک۔ اور احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ ہی حسبہم یعنی اہل نفاق و کفر مین سے ہر ایک کیواسطے کافی موافق یہی دوزخ ہی اور ہر ایک کو اُس کے موافق اُسی دوزخ سے کافی عذاب ملیگا اور یہ کمال قدرت الٰہی ہی کہ ایک ہی چیز سے ہر ایک جو سوائے ایندھن ہونے کے اور کسی لائق نہ تھا اپنے موافق کافی عذاب پاویگا۔ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی رحمت سے دور کیا اور خوار کیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ اور اُن لوگون کیلئے عذاب مقیم ہی کہ کبھی منقطع نہ ہوگا کبھی نہ ہٹیگا۔ مراد اس سے وہی عذاب النار ہی جو مذکور ہوا یا اس سے زیادہ مراد ہی کیونکہ درک اسفل کا عذاب پاوینگے یا دنیا مین جو نفاق کی وجہ سے رنج و تعب اُٹھاتے ہین۔ پھر اُسوقت کے اہل نفاق و کفر کی تشبیہ اگلون سے بیان فرمائی بقولہ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ ای انتم مثل الذین من قبلکم تم لوگ ویسے ہی ہو جیسے تم سے اگلے گزر چکے۔ یا فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم۔ تم نے بدکاریان ویسی ہی کین جیسے تم سے اگلون نے بدکاریان کین۔ یا وعدتم کالذین الخ۔ یعنی تم کو عذاب کا ویسا ہی وعدہ دیا گیا جیسا تم سے اگلون کو دیا گیا۔ حق یہ کہ دلون کے آخرت سے ہٹے ہوئے دنیا ہی مال و متاع پر مقصور ہونے اور اُسی کے نام و لالچ مین زندگی گزارنے مین مشابہت ہی اور یہ متضمن نصیحت بھی ہی کہ ویسے مت بنو کہ آخر اُن کی طرح دنیا چھوڑ مروگے چنانچہ فرمایا۔ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ وہ لوگ تم سے

قوت مین زیادہ شدید اور مال و اولاد مین بڑھے ہوئے تھے۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ۔ خلاق حصہ مشتق از خلق بمعنی تقدیر اور مراد حصۂ دنیاوی جو ہر ایک کیلئے مقدر ہی اور حسن بصری رح و حضرت ابوہریرہ رض نے کہا کہ خلاق دین اور شاید مراد برتاؤ ہی اور استمتاع بہ نسبت تمتع کے زیادہ بلیغ ہی کیونکہ اسمین طلب کے معنی بھی ہین والمعنی پس حرص کے ساتھ اگلون نے اپنے حصۂ دنیا سے تمتع لیا۔ یا اپنی خواہش نفس کے برتاؤ پر عیش اڑائے۔ یہ اُن کی مذمت بیان فرمائی کہ دنیائے فانی کے شہوات پر اگرچہ اُسی قدر پائین جو مقدر تھین ایسے مغرور اور اُن کے حاصل کرنے پر ایسے مصروف ہوئے کہ لذت حقیقی دار آخرت سے بالکل غافل ہوکر جہنم کا ایندھن بن گئے پھر اس زمانہ کے اہل نفاق و کفر کی پوری تشبیہ اُن کے چال پر چلنے اور اُن کے حال سے مشابہ ہونے کی بیان فرمائی لقولہ تعالیٰ۔ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ سو تم نے بھی او منافقو و کافرو اسی طرح استمتاع لیا اپنے حظوظ دنیاویہ سے جیسے اُن لوگون نے استمتاع لیا تھا جو تم سے پہلے تھے اپنے مقدر حصۂ دنیاویہ سے۔ واضح ہو کہ اگلون کا حال بطور تمہید کے پہلے بیان کر کے پھر موجودہ لوگون کی تشبیہ استمتاع مین اُن کے ساتھ بیان فرمائی اور طریقہ تشبیہ سمجھانے مین ایک جگہ بیان کر دینا کافی تھا لہذا کلام مابعد مین اگلون کا باطل مین خوض کرنا پہلے بیان نہین کیا بلکہ تشبیہ بیان کر دی بقولہ۔ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا۔ خوض گھسنا پانی وغیرہ مین مخاضہ وہ جگہ جہان سے دریا مین گھسکر عبور کرین۔ المعنی وخضتم فی الباطل کالذین خاضوا من قبلکم۔ اور تم نے بھی آیات الٰہی مین فکر و نظر چھوڑ کر باطل مین خوض کیا جیسے تم سے اگلون نے خوض کیا۔ یا خضتم کالخوض الذی خاضوا۔ تم نے خوض کیا مانند اُس خوض کے جو اگلون نے کیا۔ بالجملہ اُن کے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ تشابہت قلوبہم۔ باہم متشابہ ہوئے ایسے کہ جو اُن کا چال چلن تھا وہی اُن کا اور جس طرح اُن کے دلون مین نورانی و سیدھی بات کے سوائے محسوس و تاریک و اوندھے سماقی تھی ویسی اُن مین۔ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یہی سب لوگ اُنھین حالتون والے ہین کہ دنیا و آخرت مین اُن کے اعمال مٹ گئے چنانچہ کسی جہان مین جو ثواب نیک کام کا ہے نہین پاوینگے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ اور یہی لوگ خاسر ہین انھین کو خواری و ٹوٹا نصیب ہی اور جن باتون مین نفع سوچتے ہین بعض بیکار ہین۔ دنیا مین جو بعضے کافرون و منافقون کو مال و اولاد کی کثرت ملتی ہے تو یہ اُن کا دنیاوی حصہ مقدر ہی ثواب اعمال نہین ہی کیونکہ دنیا تمام و کمال ایک مچھر کے پر برابر بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقت نہین رکھتی تو بھلا اپنے نیکوکار بندون کیلئے یہ خوار مایہ ملعونہ کو بدلا نہ فرماویگا بلکہ جیسے بدکارون کا عذاب بے قیاس ہی ویسے ہی نیکوکارون کا ثواب بے قیاس ہی اور ہر طرح عدل و انصاف ہی اب بندے مختار ہین چاہین وہ عذاب لین کہ جس سے ہم پناہ مانگتے ہین اور چاہین یہ ثواب لین اور ہم اپنے معبود حق سبحانہ تعالیٰ سے اسی کو اُسکے فضل و رحمت کیساتھ چاہتے ہین وہو مولنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ اس اُمت مین سے بھی اگلون کے مشابہ لوگ ہون گے چنانچہ ابوہریرہ رض نے حدیث روایت کی کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم لوگ بھی انھین لوگون کے چال چلن و راہ پر بالشت با بالشت و ہاتھ با ہاتھ و گز گز پیروی کرتے چلوگے جو تم سے اگلے ہین اور یہان تک پیروی مین حریص ہوگے کہ جو کوئی اُن مین ساہی کے بھٹ مین گھسا ہو تو تم بھی گھسو۔ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگلون سے کیا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مراد ہین فرمایا کہ پھر اور کون۔ ابوہریرہ نے کہا کہ تمھارا جی چاہے قرآن مجید کی آیت کالذین من قبلکم کانوا اشد الخ پڑھکر سمجھ لو ذکرہ ابن کثیر رح جاننا چاہیئے کہ نفاق بہت بری بیماری ہی اور آدمی اپنی جہالت سے غافل ہمیشہ اپنے آپ کو مغرور رہکر مومن صادق سمجھتا ہے بڑا نفاق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کو دل سے انکار کرتے اور ظاہر مین مانتے تھے اور چھوٹا نفاق یہ ہی کہ زبان سے ماننے کا اقرار کئے جاتے ہین اور دل سے غافل ہین اور جب غور کر کے دیکھین تو زبانی

باتین ہی باتین ہین درحقیقت دل مین کچھ بھی نہین اور کیا ہو کہ اعمال خیر پر عامل ہی نہین حالانکہ مومن اپنے اعمال کی نسبت حبط ہوجانے کا خوف رکھتا ہے۔ ابراہیم تیمی رح نے کہا کہ جب مین نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا یعنی دیکھا کہ میرے اعمال میرے قول زبانی کے موافق ہین یا نہین تو مجھے خوف طاری ہوا کہ مین اپنے آپ کو جھٹلانے والا ہون یعنی مطابق نہ پایا۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے تیس (۳۰) بزرگون کی زیارت پائی اور دیکھا کہ ہر ایک ان مین سے اپنے نفس پر یہ خوف کرتا تھا کہ مین کہین منافق تو نہین ہون اور حسن بصری رح سے مذکور ہے کہ نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہے اور نڈر وہی رہتا ہے جو منافق ہے اور جان بوجھکر بدکاری پر اصرار کرنا ایمان کی علامت نہین بقولہ تعالیٰ ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ آنحضرت صلعم نے جو منافقون کے علامات فرمائے ہین وہ اوپر مذکور ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے و منافقون کے درمیان نماز عشاء و صبح کی حاضری ہے کہ منافقون کو ان دونون مین حاضر ہونے کی استطاعت نہین ہوتی ہے سراج مین مذکور ہے کہ منافق ایسی ہی باتین کیا کرتا ہے جس سے اہل فضیلت اپنے رتبہ سے گرجاوین اور اُن کی خوبیان دیکھنے سے اندھا بنجاتا ہے اور مومن صادق کی یہ شان ہے کہ بدون کی بدی بھی نہین دیکھتے تو بھلا نیکون کی بدی ڈھونڈھنے کا کیا ذکر ہے اور منافق آدمی دین مین سے وہی باتین لیتا ہے جو دنیا مین اُس کے کارآمد ہون اور ایسی نہین لیتا جو عقبیٰ مین اُسکے کارآمد ہون۔ اور دین سے جو امور اسکے دنیا کے لئے مضر ہین اُن سے اجتناب کرتا ہے اور جو عقبیٰ مین مضر ہین اُن سے اجتناب نہین کرتا ہے پھر منافقون و کافرون کو جن اگلون کے ساتھ قلوب کی موافقت اور شہوات دنیاوی مین غفلت و اسی دار فانی پر اعتماد کرنے مین تشبیہ دی تھی انھین اگلون مین سے یہان چھ گروہ جنکو عرب جانتے بھی تھے اور اُن کو باوجود کفر و نفاق کے دنیا بھی نصیب نہ ہوئی بلکہ عذاب مین گرفتار ہوئے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ

کیا پہونچا نہین اُنکو احوال اگلون کا قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور قوم ابراہیم کا اور

مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِکٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ

مدین والون کا اور اُلٹی بستیون کا پہونچے اُن کو رسول اُن کے لیکر حکم صاف پھر اللہ نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا

وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

و لیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے

پہلے تو منافقون و کافرون کا حال باطنی دلون کے اعتقاد کا اور ظاہری چال چلن غفلت کے برتاؤ کا تمام اگلی کافر قومون کے ساتھ مشابہ و متوافق ہونے کا بیان کیا پھر اب فرمایا کہ اگلون کا یہ انجام ہوا تو ظاہر ہے کہ اُن کا بھی وہی انجام ہوگا چنانچہ فرمایا۔ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ استفہام تقریری بطریق تحذیر اور مثبت غفلت ہے کہ ان لوگون کو اگلون کے حالات سے عبرت نہین ہوتی پس معنی قولہ الم یاتہم۔ کیا نہین آئی اُن کے پاس یعنی البتہ پہونچ گئی اُن کے پاس۔ نبا الذین من قبلہم۔ خبر اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے گذرے عرب اگرچہ تمام اگلون کے حالات سے آگاہ و خبردار نہ رہے لیکن جب اگلی چند قومون کے حالات سے خبردار تھے تو یہ صحیح ہے کہ اُن کے پاس اگلی ایسی قومون کے اخبار جن سے عبرت حاصل کرتے پہونچ گئی۔ قَوْمِ نُوْحٍ یعنی اگلون مین سے قوم نوح تھی کہ نوح علیہ السلام نے اُن کو نوسو پچاس برس ایمان و توحید کی طرف بلایا مگر نہ مانے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس قدر بڑھایا کہ ان کی اولاد تمام روئے زمین و پہاڑون مین پھیل گئی اور مال کی بھی کثرت ہوئی آخر پانی کے طوفان سے ان سب کو غرق کردیا کہ نہ دنیا ملی نہ آخرت سوائے عذاب کے وہ دائمی ہے یہ انکا

انجام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے ۔ یہ سب سے پہلے تھے ۔ وَعَادٍ اور دوم قوم جسکا نام عاد تھا جب اُنھون نے
ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ریح العقیم تند آندھی سے تباہ ہوے اور باوجودیکہ بہت بڑے ڈیل ڈول و زور قوت پر اتراتے تھے اُنکو ہوا اُچھال کر
پٹکتی تھی کہ پاش پاش ہو جاتے تھے ۔ وَثَمُوْدَ اور سوم قوم ثمود جنکو عاد ثانیہ کہتے ہین جب صالح علیہ السلام کو جھٹلایا و اونٹنی جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نشانی تھی اُسکی کونچین کاٹین تو آواز کرخت ہولناک سے اُن کے قلب پھٹ گئے و ہلاک ہوے ۔ یہ سب عرب ہی کے اقوام ہین
اور عجیب قدرت الٰہی تعالیٰ ہی کہ اہل ایمان ان عذابون مین محفوظ رہے ۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ اور قوم ابراہیم علیہ السلام کہ جس قوم کا
نمرود بن کنعان بادشاہ تھا کہ مچھرون کے عذاب سے کچھ ہلاک ہوے اور باقیون سے نعمت جاتی رہی ۔ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ یعنی قوم شعیب
علیہ السلام کو کہ جب اُنھون نے شعیب کو جھٹلایا اور آخر مومنون کو ایذا و سخت دینی شروع کی تو زلزلہ مین گرفتار ہوے اور ابر سیاہ سے
عذاب یوم الظلۃ آیا کہ سب ہلاک ہوکر دائمی دوزخی ہوے ۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۔ اور موتفکات والے یعنی قوم لوط علیہ السلام
جن کا صدر مقام سدوم تھا اور لونڈون کے ساتھ اغلام کرتے ہین آجتک مصروف ہین جب نافرمانی کی تو اُن کے شہر اُن پر لوٹ دیئے گئے
اور سجیل سے پتھر برسے کہ سب ہلاک ہوے ۔ ائتفکت بہم ۔ اے انقلبت یعنی اُن کے بلاد اُن پر لوٹ پڑے کہ تہ و بالا ہوگئے پس قوم
لوط تو موتفکات اسی وجہ سے کہلاتے ہین کہ تہ و بالا ہوگئے تھے پس معنی حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمام اقوام گذشتہ جنھون نے جھٹلایا بالطریق اجمال
مراد ہین اس صورت مین ائتفاک بمعنی مجازی ہوگا کیونکہ حقیقت مین سب کے طبقات زمین نہین لوٹے گئے پس مراد یہ کہ اُن کی حالت لوٹ دیگئی
کہ ناز و نعمت سے عذاب و نقمت مین پھنسے پس اول قول پر اصحاب قریات موتفکات مراد ہین اور دوم پر اصحاب احوال موتفکات ۔ یعنی
مضاف مقدر ہی اور موتفکات صفت موصوف محذوف ۔ اور یہ سب قوم نوح پر عطف ہوکر الذین من قبلہم سے بدل البعض ہی اور موتفکات
سے اگر باقی اقوام گذشتہ مراد ہون تو بدل الکل بھی ہوسکتا ہے ۔ بات اتنی ہی کہ عرب کو جملہ اُمم ماضیہ کے اخبار نہین پہونچے تھے پس قول اول
اصح ہے ۔ حاصل معنی یہ کہ اُسوقت کے کافرون و منافقون کو کیا اپنے زمانہ سے اگلون یعنی قوم نوح و مابعد کے اخبار نہین پہونچے کہ عبرت
حاصل کرین پھر بیان فرمایا ۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ آئے تھے اُن اقوام کے پاس اُن کے رسول یعنی ہمارے رسول جو
ہم نے اُن کے پاس بھیجے تھے بینات کے ساتھ یعنی کھلے معجزات کے ساتھ یا یہ معنی کہ اُن کے پاس اُن کے رسول آیات و معجزات بینات لائے ۔
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ ۔ ای فکذبوہم ولم یومنوا فاہلکہم اللہ بعد اتمام الحجۃ علیہم فما ظلمہم ۔ یعنی حرف فا کے ساتھ بیان دلالت
کرتا ہی کہ عطف ہی کلام مقدر پر جسکی تقدیر یہان ظاہر ہے یعنی جب اقوام نے دنیا مین پیدا ہوکر اپنے معبود و خالق کو نہ پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے
بینات کیساتھ رسول بھیج دیے آیات بینات لائے مگر اُن لوگون نے نہ مانا اور کچھ پرواہ نہ کی اور جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب
مین گرفتار کر لیا کہ دنیا سے ہلاک ہوے اور ہمیشہ آخرت مین گرفتار رہین گے ۔ فما کان اللہ لیظلمہم ۔ سو اللہ تعالیٰ پاک معبود کی یہ شان نہین کہ اُنپر
ظلم فرماوے جیسے بندے آپس مین ظلم کرتے ہین ۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۔ ولیکن وے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے تھے
کہ ایک تو اپنے خالق عز و جل کو نہ پہچانا پھر رسول بھیجے و آیات تو اُن کو نہ مانا آخر اُن پر حجت پوری ہوئی اور سرکشی حد سے گذری تو ہلاک فرمایا
بالجملہ اس اُمت کے منافقون و کافرون کو قیامت تک نصیحت ہی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و آیات و پاکیزہ احکام عدل و برگزیدہ اخلاق کو مانین
و آخرت کی طرف متوجہ ہون اور دنیا کی طرف مائل نہ ہون ورنہ ہوشیار رہین کہ جس عذاب مین اگلے گرفتار ہوے وہی اُن کو نہ پہونچے شاید
آنحضرت صلعم کی دعا سے ظاہری عذاب نہ آوے تو عذاب آخرت ہر حال ضرور ہے ۔ جب منافقون و کفار اور اُن کے قبیح افعال

وبرے چال چلن وصفت عذاب کا بیان ہو چکا تو مومنون کے نیک چال چلن و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور عورتین ایک دوسرے کی مدد ہین سکھاتے ہین نیک بات اور منع کرتے ہین

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بری سے اور کھڑی رکھتے ہین نماز اور دیتے ہین زکوۃ اور حکم مین چلتے ہین اللہ کے اور اُس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ لوگ اُن پر رحم کرے گا اللہ البتہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ واؤ عاطفہ قصہ سابق پر عطف کیلیے ہے یعنی منافقین وکفار کا حال وقصہ اوپر مذکور ہوا۔ اور اب قصہ ان مردون کا ہے جو ایمان لائے اور ان عورتون کا جو ایمان لائین۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ آپس مین اہل ایمان بعض کے بعض اولیا ہین یعنی شان الٰہی ہین باہم اُن مین محبت ہے ایک کلمہ توحید پر متفق ایک ہی خالق عزوجل کے کہ وہی خالق ہے سب عبادت کرنیوالے سب ایک دل ہین باہم ایک دوسرے کی نصرت و مدد کرتے رہتے ہین کہ اس دار محنت مین رضا حق عزوجل کا ذخیرہ جمع کرین اور نفس وشیطان و اُس کے اعوان و مددگار کوئی اُن کو ضرر نہ پہونچانے پاوین اور شریرون سے بفضل الٰہی مامون ہوکر اس دار امتحان مین کمال کرتے ہوئے مسافر کی طرح اپنے اصلی گھر پہونچ جاوین پس باہم محبت سے مددگار ہین کہ رہزنون سے بچتے رہین۔ حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کیلیے دوسرا مومن بمانند عمارت کے کہ بعض کو بعض مضبوطی دیتا ہے اور آپنے اپنی مبارک اُنگلیان ایک ہاتھ کی دوسرے مین مشبک فرمائین اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومنون کی آپس مین محبت وشفقت کرنے کی مثال جیسے جسم مین سے ایک عضو مین درد ہوا تو تمام اعضاء بخار وبیخوابی کے ساتھ اُسی کے ہمدرد ہو جاتے ہین۔ بالجملہ منافق تو مومنون مین سے نہین بلکہ مومن مرد وعورتین البتہ بعض اولیاء بعض ہین۔ اگر کہا جاوے کہ منافقون کے حق مین بعضهم من بعض۔ کہا اور مومنون کیلیے بعضهم اولیاء بعض فرمایا اسمین کیا بھید تو جواب یہ کہ نفاق مین بڑون کی تقلید خواہش وطبیعت وعادت مین کرنے سے چھوٹون پیروی کرنیوالون مین نفاق حاصل ہوا تو اُن کے حق مین بعضهم من بعض فرمایا کہ بعض سے بعض کو حصول ہوا اور رہے مومنین تو اُن مین باہمی موافقت بسبب ہدایت اور حب فی اللہ عزوجل سے خلوص پیدا ہوا اور خواہش نفسانی وغیرہ سے نہین ہوا تو بعضهم اولیاء بعض فرمایا۔ پھر اُن کی خصلت ذکر فرمائی کہ۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہین امر معروف کے ساتھ یعنی ہر ایسے امر خیر کے ساتھ جو شرع سے پہچانا گیا اور اسمین طبیعت وخواہش کو دخل نہین دیتے وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتے ہین امر منکر سے یعنی ہر ایسے امر سے جس سے شرع نے انکار ونفرت فرمائی ہے پس یہ لوگ برخلاف منافقون کے ہین جو معروف سے منع کرتے اور منکر کا حکم کرتے ہین اور ایسے ہی منافقین نماز کو کسل وگرانی سے ٹھیک نہین ادا کرتے اُن کے برخلاف مومنین کو فرمایا وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو ٹھیک قائم کرتے ہین یعنی جیسی کے ساتھ اچھی طرح وضو کرکے ٹھیک وقت پر عاجزی وخشوع کرتے ہوئے قراۃ ورکوع وسجود وغیرہ کی تکمیل کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہین ایسے ہی منافق مال کے بندے اُس کو راہ حق مین خرچ کرنے ہوئے جان چراتے اور ہاتھ کھینچے لیتے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہین زکوۃ کو۔ یعنی خوشی خاطر سے جسقدر اللہ تعالی نے فرض کیا خلوص کے ساتھ دیتے ہین۔ ایسے ہی منافقین تو اللہ تعالی کو بھولے ہوئے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا۔ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرتے ہین اللہ تعالی واُس کے رسول کی یعنی جو کچھ

حکم دیا ہیں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے مطیع ہیں۔ وقد قال تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ پس اہل ایمان ہر دم اپنے معبود کی یاد سے مالا مال ہیں۔ اسیواسطے جب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الآیہ نازل ہوا اور خزانہ جمع کرنے پر عذاب کی وعید آئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ پھر ہم لوگ کیا جمع کریں تو فرمایا کہ قلب شاکر اور لسان ذاکر یعنی ایسا دل جو ہر دم اللہ تعالیٰ کی نعمت ایمان و سلامتی وغیرہ دینے پر شاکر گزار ہو اور ایسی زبان جو ہر وقت یاد میں بیدار رہے۔ بالجملہ منافقون کے بالکل برخلاف مومنون کی صفت ہے کہ باہم ایک دوسرے پر رحیم و شفیق و امر معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے اور نماز قائم کرنیوالے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے مطیع ہوتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ سین بمعنی قد یعنی مؤکد و متوقع ہے اور وعدہ الٰہی لامحالہ ہوگا پس معنی یہ کہ جن بندون کے ایسے صفات ہیں ضرور اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرما دیگا۔ اشارت ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں صبر و ثابت قدمی رکھیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ البتہ اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے جو چاہے کرے کوئی چیز مانع ہونہین سکتی حکیم ہے کہ جہان جو چیز چاہیے وہین ثابت فرماتا ہے۔ یہ رحمت الٰہی عجیب نعمت غیر متناہی ہے کہ جس کا کوئی پار نہین پاسکتا اور آگے اہل ایمان کے ثواب مین فی الجملہ توضیح فرمائی ہے۔ وفی العرائس قولہ والمومنین والمومنات الخ یعنی مومنین و مومنات باہم اولیا ہین کیونکہ اُن کی روحین انوار قدم مین مستغرق تھین وہین اللہ تعالیٰ نے باہم اُن مین اُلفت دیدی باین طور کہ اُن کو وصال کا مزہ چکھایا پس انوار محبت الٰہی کے دلون مین لیکر اُن انوار پر باہم عاشق ہوئے اور باہم ایک دوسرے کی محبت مین سرگرم پس اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری و اُس کے رسول کی معاونت و فرمانبرداری مین باہم معاونت کرتے ہین ابو عثمان نے کہا کہ مومنون باہم مددگار ہین کہ عبادت الٰہی مین معاونت اور اُس کی طرف مبادرت کرتے ہین اور ہر ایک دوسرے کی پیٹھ پر ٹیک دیتا ہے کہ اس سمندر سے پار ہوکر نجات پاوے تو نہین دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن کیلئے مومن مانند عمارت کے ہے کہ ایک کو دوسرے سے تقویت ہوتی ہے شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ مومنون کے باہمی موالات بےتکلف اُنکی جبلت ہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مومنون کیلئے حسن ثواب ذکر فرمایا بقولہ عز و جل

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

وعدہ دیا اللہ نے ایمان والے مردون اور عورتون کو باغ بہتی ہین نیچے اُن کے نہرین رہا کرین

فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ

اُن مین اور مکان ستھرے رہنے کے باغون مین اور رضامندی اللہ کی سب سے بڑی یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

بڑی مراد ملنی

ع ۶

وَعَدَ اللّٰهُ یہان وعد از وعدہ بشارت ہے وعدہ وعید آگے جیسے سابق مین اہل نفاق و کفر کے عذاب مین وعید تھا۔ المعنی۔ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ اَلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ مومن مردون و مومنہ عورتون کو جنکے اوصاف اوپر مذکور ہوئے ہین۔ جَنّٰتٍ جنتون کا یعنی وعدہ دیا کہ جو بندے بصفات مذکورہ بالا دنیا مین مطیع رہے ہین اُن کیلئے بدون کسی عذاب کفارۂ گناہ کے پہلے پہل جنات ہین جمع جنت بمعنی باغ تر و تازہ جسمین ہر قسم کے میوے ہون تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ ایسے جنات جن کے نیچے نہرین جاری ہونگی یعنی اُن کے درختون و مکانون کے نیچے نہرین جاری ہونگی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مقدرین الخلود فیہا۔ داخل ہوتے وقت اُنکے لیے مقدر ہوگا کہ اسمین ہمیشہ رہو کبھی نہ مرو نہ تمھارا شباب زائل ہو نہ اسمین سے کسی طرح زوال ہو۔ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور ایسے مساکن جو پاکیزہ خوشگوار ہین سونے و یاقوت و زمرد کے مکانات

جو آدمی کے واسطے سراسر عجائب قدرت الٰہی ہونگے - فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ یہ مساکن طیبہ واقع ہون گے جنات عدن مین - عدن لغت مین بمعنی اقامت وخلود ہی یقال عدن بالمکان یعدن عدونا اسے اقام بہ - اسی واسطے کہا گیا کہ جنات جملہ عدن ہین اور فائدہ یہ کہ ایک جنات تو باغہاے تروتازہ ہین جن کے تحت مین نہرین جاری ہین اور دوسری جنات موتیون وغیرہ کے مکانات ہین جنمین مسکنہاے طیبہ ہین اور اخبار وآثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدن مقام خاص جنت مین ہی پس وہ علم ہی اور کشاف مین کہا کہ عدن علم ہی بدلیل قولہ تعالیٰ جنات عدن التی وعد الرحمن عبادہ الآیۃ - وفی تفسیر الحافظ وعن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلعم جنتان من ذہب آنیتہما وما فیہما وجنتان من فضۃ آنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن - یعنی دو جنت سونے کی ہین اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہے سب سونے کا ہی اور دو جنت چاندی کی اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہی سب چاندی کا ہی اور نہین کوئی مانع درمیان قوم کے اور درمیان اس بات کے کہ اپنے پروردگار کی طرف نظر کرین مگر رداء کبریائی اسکی وجہ ذوالجلال پر جنت عدن مین - رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہی کہ بیہقی رح نے اس حدیث کے معنی مین تنبیہ کردی کہ یہ معنی نہین ہین کہ وجہ الٰہی جل جلالہ پر رداء کبریائی ہوگی بلکہ معنی یہ ہین کہ غایت جلال سے قوم کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ نظر کر سکین پھر دوسرے وقت جب اہل جنت عدن سے پردہ دور کیا جائیگا اور طاقت از جانب وتعالیٰ عطا ہوگی تو دیکھین گی - اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ عدن مقام خاص جنت مین ہی جس کے شرف کا بیان یہ کہ وہان حضرت رب العزت جل جلالہ سے اسقدر تقرب حاصل ہی کہ سوائے رداء کبریائی کے اور کچھ حائل نہ ہوگا - ابوموسیٰ رض نے مرفوع روایت کی کہ مومن کیلیے جنت مین مجوف ایک موتی کا ساٹھ میل طول کا خیمہ ہوگا اسمین اسکی ازواج ہون گی - اُن مین سے ہر ایک پاس جائیگا اور بعض کو بعض نہ دیکھین گے - رواہ البخاری ومسلم - ابوہریرہ رض سے ہی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز کو ٹھیک ادا کرتا رہا یعنی مال ہو تو زکوۃ دی و حج کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عز وجل نے کرم سے برحق کردیا کہ اُس کو جنت مین داخل کرے خواہ اُس نے ہجرت کی ہو اللہ تعالیٰ کی راہ مین یعنی جہاد کیا ہو یا وہین بیٹھا رہا جہان پیدا ہوا ہے - صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگون کو ہم یہ خبر نہ دیدین فرمایا کہ جنت مین سو درجے ایسے ہین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ مین جہاد کرنے والون کیلیے رکھ چھوڑے ہین ہر دو درجہ کے بیچ مین ایسا فرق ہی جیسا آسمان و زمین کے بیچ مین ہی سو جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ اعلائے جنت و اوسط جنت ہی اسی سے جنت کی نہرین جاری ہین اور اُس کے اوپر عرش الرحمن ہی - رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رض والطبرانی والترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن جبل مرفوعًا والترمذی عن عبادۃ بن الصامت ایضًا اور غرفہاے جنت کی بابت صحیح ہوا کہ اہل جنت بعض کو بعض ایسے دکھلاوین گے جیسے آسمان مین ڈوبے ہوئے تارے کو چمکتا دکھلاتے ہین اور فرمایا کہ واللہ ایسے لوگون کو ملین گے جنھون نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھا اور رسولون کی تصدیق کی - اور واضح ہو کہ جنت مین سب سے اعلیٰ مقام کا نام وسیلہ ہی وصحاح وسنن ومسانید مین کثرت سے وارد ہی کہ آپنے فرمایا کہ وہ ایک ہی شخص کو ملیگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ مین ہی ہون - قال المترجم یہ صریح نص ہی کہ آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سب سے مطلقًا افضل ہین اور حدیث مین ہی کہ جس نے بعد اذان کے میرے لیے وسیلہ ملنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی قیامت مین اُسپر میری شفاعت نازل ہوگی - ایک روایت مین ہی کہ قیامت مین اسکی شفاعت کرونگا ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ عمارت جنت سونے و چاندی کی اینٹون سے اور گارہ مصالحہ مسک کا اور ریزہ کنکر اُس کے موتیون کے اور خاک زعفران کی جو اُسمین داخل ہوگا ہمیشہ لذت عیش مین خوش کبھی نہین اُکتائیگا ہمیشہ زندہ کبھی نہین مریگا اور کبھی اُسکے کپڑے کہنہ نہ ہونگے اور کبھی اُسکا شباب زائل نہ ہوگا - رواہ احمد ونحوہ عن ابن عمر رض - اور حضرت علی رض سے مروی ہی کہ جنت مین غرفہ ہین جنکا اندر سے باہر اور باہر سے اندر دکھلائی دیتا ہی تو ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس کے لیے ہین فرمایا کہ جس نے پاکیزہ کلام کیا اور طعام دیا اور برابر روزے رکھے

اور رات میں نماز پڑھی جب لوگ سوتے ہیں۔ رواہ الترمذی والطبرانی وقال الحافظان کلا من الاسنادین جید حسن۔ اسامہ بن زید سے مرفوع روایت میں
ہے کہ قسم رب کعبہ کی جنت کا حصر نہیں وہ نور جگمگاتا ہے وہ ہرے بھرے خوشبودار درخت لہلہاتے ہیں الی آخر الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ اور صحاح میں
ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندگان صالحین کے لئے وہ کچھ مہیا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے
دل پر اُسکا خطور ہوا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ رضا کی نسبت رضوان میں زیادتی ہے کیونکہ زیادت کلمہ زیادت معنی پر دلیل ہوتا
ہے خصوص جبکہ موصوف بصفت کائن من اللہ ہو اور خصوص جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس کے اکبر ہونے کو فرمایا تو قیاس کی کیا مجال کہ اُسکی
بزرگی دریافت کرے۔ یعنی اور رضوان اللہ کی طرف سے سب سے اکبر ہے۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ اے اہل جنت
عرض کرینگے کہ پروردگار لبیک وسعدیک ہم تیرے حضور میں بخوشی بسر و چشم حاضر ہیں تیرے ہی قبضۂ قدرت میں سب بھلائی ہے۔ فرمادیگا کہ بھلا تم
راضی ہوئے عرض کرینگے کہ ہمارے رب ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی خلق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ رب تبارک و تعالیٰ
فرمادیگا کہ بھلا تم کو اس سے افضل دوں۔ عرض کرینگے کہ رب ہمارے اس سے افضل اور کیا ہے۔ فرمادیگا کہ تم پر اپنا رضوان نازل کرونگا اسکے بعد
کبھی تم پر سخط نہ فرماؤنگا۔ رواہ البخاری ومسلم وابوبکر البزار رحمہ اللہ ومحاملی رح نے جابر بن عبداللہ رض کی روایت سے اسی معنی کی حدیث میں آخر
کلام یوں روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ میرا رضوان اس سب سے اکبر ہے یعنی سب سے بزرگ مرتبہ ہے وقال الضیاء المقدسی اسنادہ عندی علی شرط
الصحیح کذا ذکرہ الحافظ رح۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے بدور السافرہ میں آثار و اخبار کثیرہ سے قولہ تعالیٰ الحسنیٰ وزیادۃ الآیۃ کی تفسیر میں
دیدار حضرت باری تعالیٰ مراد ہونا ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان جن کو اپنے خالق تبارک و تعالیٰ سے کمال محبت ہے جنت کو اسی وجہ سے
چاہتے ہیں کہ وہ مقام ہے جہاں اُن کو رضوان حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوگا وہ مقام ہے کہ جہاں دیدار پاک بلا کیفیت و تشبیہ نصیب ہوگا
سبحان اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر کون مقام ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہ جو کچھ انعام مومنوں کیلئے مذکور ہوا یہی فوز عظیم
ہے۔ دنیائے دنی ناپائدار کی لذات و متاع اور جواہر و سونا و چاندی و اولاد اور تمام روئے زمین کی سلطنت سہی جسکو کافر و منافق آخرت
سے منکر بے ایمان لوگ فوز عظیم سمجھتے ہیں وہ فوز عظیم کیسا کچھ بھی نہیں مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کیلئے سامان و نفع اُٹھانیوالا کردے جس سے
جنت حاصل ہو تو البتہ کیونکہ فوز عظیم یہی انعام آخرت ہے۔ وفی العرائس فی اشارات الآیۃ الکریمۃ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین
کو آخرت میں اعلیٰ شہود اور دیدار کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ وعدہ الٰہی ہے جسکو نقد وصول جان لو کیونکہ اسکی خبر عین معائنہ ہے صرف موت کی دیر ہے دنیا میں
اُس کے قدس سے معطر ہوائیں مشام اہل انس کو مفرح و معنبر ہوائیں اور ارواح اہل قدس کو معطر فرماتی ہیں اُنکے قلوب ہر چیز سے منقطع اسی کی طرف راغب
ہیں یہی انوار و ریاحین ہیں جن سے اُن کے دل اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شوق میں بیخود اور اُسکی محبت میں اپنی خودی سے باہر رہتے ہیں اور اُسی کے
شوق وصال میں طائر ہیں۔ واضح ہو کہ نفس آیت کریمہ میں اس وعدۂ پاکیزہ کو عبودیت کی کسی شرط سے مقترن نہیں فرمایا یعنی اپنے وعدہ کو مثلاً
یوں نہ فرمایا کہ مومنوں کے امر بالمعروف و نہی از منکر و اقامۃ الصلوٰۃ وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت عطا فرمائی بلکہ یہ افعال عبودیت تو
مومنوں کے اصلی نشان اور اُن پر آسان ہیں اور رحمت الٰہی فضل و احسان ہے تو آیت میں شرط عبودیت پر معلق نہ فرمانا دلیل ہے کہ یہ عطا اُن پر
بدون کسی علت کے فضل و احسان ہے اور جو چیز جس کھان کی ہے وہیں پہونچائے جانے میں داخل ہے کیونکہ اہل عرفان کی مٹی رضوان کی کھان سے ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ الآیۃ۔ حق تعالیٰ نے ازل میں مطیع بندوں کو اپنی درگاہ کی حضوری کے لئے
برگزیدہ فرمایا اور مومنین صادقین سے موسوم کیا۔ جب بندہ اپنے خالق کا مطیع اور مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صالح و شہید ہوتا ہے کیونکہ نفس الوصال

سے وماغ جان اُسکا معطر ہوجاتا ہی تو وہ اپنی جان راہ حق میں فدا کر دیتا ہی اور اللہ تعالی پروا نہیں فرماتا ان لغزشون کی جو اُس کی صورت ظاہری سے ظہور مین آتی ہین کیونکہ مومن سے جب گناہ سرزد ہوا تو وہ نادم ہوکر اُس معصیت کو جو اُس کے حق مین درگاہ مولی مین شرمساری کا سبب ہوئی ہی نظر عداوت سے دیکھتا ہی پس شہوت معصیت اُس کے حق مین منغص ومکدر ہوجاتی ہی اور پروردگار کی جناب مین شرمندگی سے اس کا دل پانی پانی ہوجاتا ہی پس اُس کی معصیت بھی طاعت ہوجاتی ہی - بندگان مومنون کو وعدہ جنت ہے اور وہ اصلی مشاہدہ کا مقام ہی جس کے کشف سے دنیا مین جنت دیدار وشہود مین اُن کے دل ڈوبے ہوئے ہین وے اس جنت کے سوائے کسی طرف نگاہ نہین کرتے ہین اور اُن کو مساکن طیبہ کا وعدہ دیا حالانکہ ارواح سے مشاہدۂ جمال وقرب وصال مین ساکن ہین پس معصیت پر غضب کی نگاہ سے دیکھکر وہ اشتہار مکدر وبے لذت کر دیتا ہی اور توبہ کرکے حضور مولی مین سر جھکاتا اور شرم وحیا سے اسکا دل پانی پانی ہوا جاتا ہی پس یہ معصیت کہان ہی اُسکے حق مین تو اور طاعت ہوگئی سنو کہ پاک معبود نے اُن کو جنتون کا وعدہ دیا اور حالت دیکھو کہ وے مشاہدۂ انوار جمال کے باغون مین مستغرق پڑے ہین پھر جنتون کی طرف کیا التفات کرین - اُنکو مساکن طیبہ کا وعدہ فرمایا اور وے مشاہدہ وقرب وصال کے پاکیزہ منازل مین ساکن ہین اور ہر دم لذت خطاب لطائف اسرار اُن پر جاری ہین اور اُس کی امید ووصال مین ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مارے اُسکی طاعت مین مسرور ومبتہج ہین اور انوار آیات کے دوران مین اُن کی عقلین نہایت خوش اور مشاہدۂ صفات سے اُن کے قلوب خوشگواری سے سیراب ہورہے ہین ان نہرون سے دمادم شربت محبت پیتے اور حیرت کے ساتھ لحظہ بلحظہ شکرگزار ہین اُسی کی توفیق وتائید پر نظر رکھے ہوے رضوان اکبر کے بال و پر سے پر فضا بلندی اسرار صفات وسبحات ذات مین اُن کی روحین بلند پرواز ہین ہمیشہ ہر دم اُن کو انکشاف جمال قدم وجلال سرمدی سے تعلق ہی - اسی کا نام رضوان اکبر ہے کہ اُن کے چہرون سے صبح صفات چمکتی ہی اور وہ حیران ہین اسی کا اکرام افضل ہی کہ انکی پیشانیون سے شہود ذات کا آفتاب روشن ہی اور ایسے حیران ہین - اے برادر یہ بندے ہین کہ اللہ تعالی شانہ نے دنیا ہی مین اُن کو ایسا سرفراز کیا کہ خاک سے ہمرنگ اور سایۂ عرش مین آرمیدہ ہین جو جنات ووعدہ خیرات اورون کیلئے کل ہی وہ اُن کو آج حاصل ہی پھر کل اُن کیلئے کیا کچھ کرامت حاصل ہوگی سنو کوئی جگہ پاکیزہ ہو کوئی باغ پر فضا ہو جبھی خوب ہی کہ وہان دیدار قدس قدم ہی تو اُس کے مشاہدہ پر منزل ومسکن پر کب نظر آتا ہی - استاد مے نے کہا کہ نشان اس رضوان اکبر کا یہ ہی کہ ہر مزہ سے گم ہو تو راحت اُنس پاوے جو مقاصر از راحت دار القدس نہین بلکہ اتم اعظم ہی فافہم - بالجملہ یہ بندے ہین کہ اُن کی نظر مین سوائے ذات وحدہ لاشریک اُسکی صفات و افعال قدرت کے کچھ نہین حتی کہ خود اُن کی نظر بھی نہین ہی - سنو کہ حضرت رب العزت وحدہ لاشریک کے غیرت قدم نے نہ چاہا کہ اہل اتحاد ووصال اپنی نظر مین وجود اہل کفر وضلال واغیار ناہنجار باقی رکھین لہذا آنحضرت صلعم کو مطلقاً جہاد کا حکم دیا - بقولہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ

اے نبی لڑائی کر کافرون سے اور منافقون سے اور تندخوئی کر اُن پر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيرُ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

اور وہ بری جگہ پہونچے قسمین کھاتے ہین اللہ کی ہم نے نہین کہا اور بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہوگئے ہین

بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

مسلمان ہو کر اور فکر کیا تھا جو نہ ملا اور یہ سب کرتے ہین بدلا اُسکا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا
اپنے فضل سے سو اگر توبہ کریں تو بھلا ہے اُن کے حق میں اور اگر نہ مانیں گے تو مار دیگا اُن کو اللہ دُکھ

اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
کی مار دنیا اور آخرت میں اور نہیں اُن کا روئے زمین میں حمایتی نہ مددگار

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول محمد صلعم کو اور اُن کی تبعیت میں تمام اُمت کو قیامت تک حکم کیا کہ کفار و منافقین سے جو قول و فعل حال میں مومنین کے برخلاف ہیں جہاد کریں اور حکم دیا کہ اُن پر غلظت و سختی کریں جیسے اُن کے برخلاف مومنوں کیلئے بحکم قولہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔ نرمی و مواسات کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دیدی کہ اہل کفر و نفاق کا مرجع دار آخرت میں جہنم ہے۔ اور منافقون نے جھوٹی قسمیں کھا کر جن باتوں کو زبان سے کہنے سے انکار کیا تھا اُسکی خبر دیدی کہ ضرور اُنھوں نے یہ باتیں کہی ہیں اور اسلام ظاہر کرنے کے بعد اب زبان سے کھلم کھلا آپس میں کفر بکنا شروع کیا ہے پس غیب کی خبر دیدی کہ منافق جھوٹے ہیں ضرور اُنھوں نے یہ کلمات زبان سے بکے ہیں اور تنبیہ کردی کہ منافقون نے جس امر کا ارادہ کیا تھا وہ اُن کو حاصل نہ ہوا۔ سبحان اللہ تعالیٰ پردہ رکھکر بات فرمائی کہ منافق سمجھ گئے پھر اُن کو توبہ کی طرف ارشاد کیا تو بعض جن کی تقدیر اچھی تھی سچے مسلمان ہوگئے۔ اب تفسیر سنو کہ فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ خطاب ہے محمد صلعم کو اور تبعیت میں مومنین داخل ہیں اور یہ مومنوں کے لیے فضیلت ہے اور مومن نہایت متبع رسول اللہ صلعم ہوتا ہے اور اُس کے کام بہ نسبت موافقت و اتباع رسول اللہ صلعم ہوتے ہیں لہذا لفظاً آنحضرت صلعم کو خطاب کیا کہ اے نبی اکرم محمد صلعم۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ تو جہاد کر کافرون و منافقون پر۔ کافرون پر تلوار سے جہاد ہے اور اصل مقصود یہ کہ پہلے فہمائش و نصیحت کی جاوے جب نہ مانیں اور فتنہ مٹتا نظر نہ آوے تو کہا جاوے کہ طریقہ عدل کے مطیع بنکر مغلوب رہو جب یہ بھی نہ مانیں تو تلوار سے فتنہ و فساد مٹا دو اور منافق چونکہ بظاہر مطیع تھے لیکن باطن میں فتنہ پھیلاتے تو اُن پر جہاد اسی قدر کافی ہے کہ زبان سے بھی فتنہ کی باتیں نہ نکالیں۔ حسن رح و قتادہ و مجاہد رح نے کہا کہ منافقون پر جہاد یہ کہ اُن پر حدود قائم کیے جاویں یعنی جب ایسا فعل بد کریں جس پر کوئی سزا مقرر ہے تو یہ سزا اُن پر جاری کردے اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمیں تاویل ہے اسلیے کہ حدود قائم کیے جانے کا حکم تو ایسے گنہگارون پر بھی ہے جو منافق نہ ہوں تو نفاق سے اُسکو کیا تعلق ہے۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ کفار سے جہاد تلوار سے اور منافقون سے زبانی کلام کے ساتھ بسختی و درشتی۔ یہی مقاتل و ربیع بن انس سے مروی ہے اور اسی کے مانند ابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود رض نے کہا کہ ہاتھ سے روکے اور قدرت نہ ہو تو زبانی درشتی کرے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال و تفاسیر میں کچھ منافات نہیں کیونکہ جیسی حالت ہو اسی کے موافق مواخذہ کرے اور شیخ ابن جریر رح نے یہ اختیار کیا کہ منافق جب کھلم کھلا اپنا نفاق ظاہر کرے تو اُسپر تلوار سے جہاد کیا جاوے۔ جمہور علماء کے نزدیک بدیگر دلائل سے ثابت ہے کہ منافق پر تلوار کا جہاد نہیں اور تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ آیت کریمہ سے ہر دو فریق پر مطلقاً جہاد کرنے کا حکم ثابت ہوا اور کیفیت جہاد دیگر دلائل منفصلہ سے ثابت ہوئی کہ کافرون پر تلوار سے اور منافقون پر کلام درشت و حجت واضحہ سے جہاد کیا جاوے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول سابق میں مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار مشرکون کیلئے چنانچہ حکم دیا۔ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین الآیۃ۔ دوم تلوار اہل کتاب یہود و نصاریٰ کیلئے کما قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الی قولہ من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون سوم تلوار منافقون کیلئے۔ کما قال یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔ چہارم تلوار مسلمان باغیون کیلئے کما قال فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ

له [illegible] گنہگاروں [illegible] قتل [illegible] ۱۲ م

الی امر اللہ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ کلام مقتضی ہے کہ منافق جب نفاق ظاہر کرے تو اُس کے ساتھ تلوار سے قتال کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید جمہور نے منافقین کی تلوار کو معنی مجازی پر محمول کیا ہو یعنی تیز زبان وحجت واضحہ سے اُن پر جہاد ہو ولیکن پوشیدہ نہیں کہ مختار ابن جریر اقویٰ ہے اور آیت میں بھی اسطرف دلالت ہے کیونکہ منافقین تو جبھی اہل نفاق معلوم ہونگے کہ جب ظاہر کریں اور اسوقت بمنزلہ کفار مجاہرین کے ہوئے یا بمنزلہ مرتدین کے اور مرتد کو بھی قتل کیا جاوے اور قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ ان کے ارتداد پر دلالت کرتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں ان منافقوں نے جہر نہیں کیا تو جواب یہ کہ بوحی الٰہی ودلیل قطعی اُن کا نفاق ایسا ظاہر ہوا جیسے اُن کے جہر سے ثابت ہوتا اور گویا اسیواسطے آنحضرت صلعم کو مخصوص حکم کیا کہ امر شرع میں یہ لوگ منافق ہی تھے ولیکن وارد ہوتا ہے کہ منافق مرتدون کے کہاں قتل کیے گئے اور جواب یوں ممکن ہے کہ توبہ ورجوع حقیقۃً یا حکماً یعنی بظاہر پائی گئی اور بنظر ظاہر شرع کے حکم نفاق خفیہ اُن پر جاری رہا اگرچہ پہلے بحکم قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ کے اظہار ارکان اسلام کے بعد کفر ظاہر کیا تھا۔ بیضاوی رحؒ وغیرہ نے جمہور کے موافق یوں تفسیر کی کہ جاہد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ واقامۃ الحدود یعنی اے نبی مکرم محمد صلعم جہاد کر کافروں پر یعنی تلوار کے ساتھ اور منافقوں پر یعنی باین طور کہ حجت واضحہ سے اُن کو ملزم کر اور حدود اُن پر قائم کر۔ وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ۔ اور ان لوگوں پر اس بارہ میں غلظت ودرشتی کر غلظت کے معنی درشتی کرنا خلاف لینت ونرمی کے۔ چونکہ آنحضرت صلعم رفق فرماتے تھے لہذا ایسا حکم دیا۔ وَمَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ اور جہنم ایسے لوگوں کا ٹھکانا ہے یہ جملہ مستانفہ ہے۔ کما قال ابو السعود رحؒ اسمیں اُن کے انجام کار کا بیان ہے۔ اور معنی یہ کہ کفر ونفاق کی صفت کیساتھ وہ جہنم کے لائق ہیں۔ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ اور مرجع اُن کا جہاں انجام کو جاوینگے وہ بُرا ٹھکانا ہے اور جہنم میں جاوینگے تو جہنم بہت بُری جگہ ہے یعنی فی نفسہٖ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ولیکن جو لوگ اُسمیں عذاب یاوینگے اُن کے حق میں بُری ہے يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا۔ اور قسم کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ کہ اُنھوں نے یہ نہیں کہا یعنی جھوٹ قسم یوں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم نے نہیں کہا۔ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ اور حال یہ کہ البتہ اُنھوں نے کلمہ کفر کہا چونکہ قسم کے ساتھ وہ منکر تھے لہذا ردمیں حرف لقد کے ساتھ جو مشعر قسم ہے اثبات فرمایا یعنی واللہ ضرور اُنھوں نے کلمہ کفر کہا۔ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ۔ اور کافر ہوئے اپنے اسلام کے۔ یہ مراد نہیں کہ پہلے اُن کو ایمان حاصل تھا بلکہ اسلام سے انقیاد مراد ہے یعنی بعد اظہار اسلام کے اب کلمہ کفر زبان سے بھی ظاہر کیا۔ ظاہر کلام مشعر ہے کہ منافقوں نے کوئی بات کہی تھی پھر جھوٹی قسمیں کھا کر اُس سے انکار کیا پس اصل مقصود یہ کہ اہل نفاق ایسے لوگ ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھانے میں بیباک اور زبان کے جھوٹے اور فسادکر نیوالے اور ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ ہیں اُن میں بالکل دیانت وامانت نہیں اُن سے خلق خدا کو سخت ضرر پہنچے اور بڑے فریب وفساد کی جڑ ہیں بلکہ کھلم کھلا کافروں سے بھی بڑھکر کیونکہ اُن سے کوئی فریب نہ کھاسکیگا اور نہ اس طرح بے امانت ہیں۔ اور بڑے باریک قبائح جو منافقوں کے ان اطوار میں مضمر ہیں اُن کا کہاں تک بیان ہو کیونکہ غور کرو تو جملہ قبائح اسمیں مندرج ہیں۔ پھر آیا اخبار وآثار سے کچھ مفصل معلوم ہوا کہ یہ کیا قصہ تھا اور آیا سب منافقین اسطرح کہنے والے تھے یا بعض نے کہا اُسکو سبب کی طرف بسبب یکسان حالت وباہمی رضامندی کے نسبت کر دیا گیا تو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے حق میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی تھی کہ تبوک کے مقام میں ایک مرد جُہنیؓ اور ایک انصاری میں کچھ جھگڑا ہوا اور جُہنی نے انصاری پر تعلی کی تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اے گروہ انصار اپنے بھائی کی مدد کرو سنگے واللہ ہمارے اور محمدؐ کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ اپنا کتا پال پال کے موٹا کر وہ تجھے کھائیگا اور ہم تو جب مدینہ لوٹ جاوینگے تو جو ہم میں عزت والے ہیں وہ ذلت والوں کو نکال باہر کرینگے۔

اس منافق خبیث کی یہ باتین کسی نے رسول اللہ صلعم تک پہونچائین پس آپنے اسکو بلوایا تو لگا قسمین کھانے کہ واللہ یا رسول اللہ مین نے تو کچھ بھی نہین کہا ہے پس اسی کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ۔ انس بن مالک رضؓ سے عبد اللہ بن الفضل نے سنا کہ واقعۂ حرہ مین جب میری قوم بہت مصیبت مین مبتلا ہوئی تو مجھے سخت غم لاحق ہوا تو زید بن ارقم نے مجھے میرا غم سنکر لکھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار ۔ ابن الفضل کو شک ہے کہ ابناء ابناء الانصار بھی کہا تھا یا نہین یعنی انصار کیلیے و اُن کی اولاد کے لئے دعاء مغفرت مانگی یا پوتون نا تیون تک کیلیے دعا فرمائی پھر انس رضؓ نے زید بن ارقم کے حق مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے اُسکے حق مین فرمایا کہ اوفی اللہ لہ باذنہ اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم خطبہ پڑھتے تھے اور ایک منافق کہنے لگا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہوے ۔ زید بن ارقم نے سنکر کہا کہ ہان واللہ محمد صلعم تو سچے ہین پھر تو ضرور گدھے سے بدتر ہے پھر آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ مین وہ منافق منکر ہو گیا تو اللہ تعالی نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل فرمائی بقولہ یحلفون باللہ ما قالوا الآیۃ ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ پھر انس نے زید بن ارقم کے حق مین کہا ۔ شاید آدمی کا وہم ہے اور یہ کلام امام زہری راوی اعلی یا موسی بن عقبہ راوی وسط کا قول ہے اور واضح رہے کہ مشہور یہ ہے کہ جو قصہ یہان مذکور ہوا یہ غزوہ بنی المصطلق مین واقع ہوا تھا نہ تبوک مین پس آیت کریمہ کے ذکر مین شاید راوی کو وہم ہوا کہ بجائے دوسری آیت کے اسکو ذکر کر دیا واللہ اعلم ۔ اور محمد بن اسحاق نے باسناد جید کعب رضؓ بن مالک انصاری سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے تو مجھے میری قوم نے سخت پکڑا کہ تو مرد شاعر ہے جاکر حضور مین کچھ عذر بنا کر اپنا اعتذار کرے پھر دروغگوئی کا گناہ ہوگا اس سے استغفار کر لینا ۔ تمام حدیث طویل جوانشاء اللہ تعالی آ رہی ذکر کی چنانچہ اسمین ہے کہ پھر کعب بن مالک نے بیان کیا کہ جن منافقون کے حق مین بچھڑ رہنے وغیرہ کے فضائح مین قرآن نازل ہوا اُن مین سے بعض وہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ موجود تھے چنانچہ جلاس بن سوید بن الصامت بھی تھا اور اُس نے عمیر بن سعد کی مان سے نکاح کیا تھا اور عمیر اُسکی تربیت مین تھے سو جب قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالی نے منافقون کو بعض فضائح و قبائح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جلاس بولا کہ واللہ اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہین ۔ یہ بات عمیر بن سعد نے سنی اور کہا کہ اے جلاس قسم ہے اللہ تعالی کی کہ مین تجھے لوگون سے زیادہ چاہتا ہون اور تیرے مجھ پر احسان ہین مجھے نہین منظور کہ تجھے برائی پہونچے ولیکن تو نے ایسی بات کہی کہ چھپانے مین خیانت ہے اور ذکر کرنے مین تیری فضیحت اور تیری طرف سے مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہے مگر دونون مین سے مجھے ایک آسان ہے پھر عمیر نے جاکر آنحضرت سے بیان کیا اور جب جلاس نے سنا تو جاکر قسمین کھائین کہ مین نے نہین کہا اور عمیر کا دشمن ہو گیا پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا ۔ ویحلفون باللہ ما قالوا الی آخر الآیۃ ۔ پس آنحضرت صلعم نے جلاس کو اُس کے دروغ پر آگاہ کیا ۔ ابن اسحق رح کا قول ہے کہ جلاس نے یہ سنکر توبہ کی و نفاق چھوڑا اور اچھا مسلمان ہو گیا ۔ عروہ بن الزبیر سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت جلاس کے حق مین بسبب مقولہ مذکورہ کے نازل ہوئی ہے اور ابن جریر رح نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم ایک درخت کے سایہ مین بیٹھے تھے پس اپنے اصحاب سے کہا کہ تمھاری طرف گھورتا ہوا ایک آدمی آویگا تم مین سے کوئی کچھ مت بولنا ۔ پھر ایک کرنجا آدمی ظاہر ہوا تو آنحضرت صلعم نے اُسکو بلا کر فرمایا کہ اے شخص تو اور تیرے ساتھی کیون مجھے برا بھلا کہتے ہین وہ اُٹھکر گیا اور اپنے ساتھیون کو لے آیا اور سبھون نے قسمین کھائی شروع کین کہ یا رسول اللہ قسم ہے اللہ تعالی کی ہم نے تو کچھ نہین کہا ہے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا ویحلفون باللہ ما قالوا ۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابن عباس وغیرہ اکابر اہل تفسیر ان منافقون کے نام و نسب کو ذکر نہین کرتے کیونکہ انکی اولاد مین سچے ایمان والے لوگ تھے پس تصریح نہین کرتے کہ باہم عار دلانے وغیرہ کا فتنہ نہ پھیلے کما قد عرفت ۔ واضح ہو کہ بعض روایات مین ہے کہ جب عمیر بن سعد نے جلاس کا کلمۂ نفاق کھول دیا تو جلاس دشمن ہو گیا اور چاہا کہ عمیر کو قتل کر دون مگر قابو نہ پایا

حتی کہ خود مسلمان ہوگیا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے اس کلام الٰہی کے یہی معنی بیان کئے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ اور قصد کیا ان منافقون نے ایسی چیز کا جسکو نہین پایا یعنی جلاس نے قتل عمیر پر قابو نہ پایا۔ بعض نے کہا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے حق مین ہو کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے قتل کا قصد کیا مگر اسکی ملعون امید پوری نہوئی۔ سدی رح نے کہا کہ چند ایسے لوگون کے حق مین اُتری جنھون نے چاہا تھا کہ بعد رسول اللہ صلعم کے عبداللہ بن ابی کو تاج بادشاہت پہنا دین مترجم کہتا ہو کہ صحیح بخاری مین بھی آیا ہو کہ قبل نزول مبارک آنحضرت صلعم کے وہان والون نے اس منافق کو تاج سرداری دینا چاہا تھا مگر پورا نہوا۔ یہ قصہ آل عمران وغیرہ مین گزر چکا ہو۔ قال الحافظ اور وارد ہوا کہ غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے ایک رات چند منافقون نے قصد کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کو فریب سے قتل کرین اور قصہ یہ تھا کہ راہ مین آنحضرت صلعم نے منادی کرا دی کہ لوگ یعنی تمام لشکر بطن وادی سے ہوکر گزرے اور گھاٹی کی راہ سے کوئی نہ جائے کہ وہ راہ فقط رسول اللہ صلعم نے اختیار فرمائی ہو پس بارہ منافقون نے مسلح ہوکر ڈھاٹے وغیرہ سے اپنے آپکو چھپایا اور گھاٹی کا قصد کیا تا کہ وہان ازدحام کرکے رسول اللہ صلعم کو اس ازدحام مین نیچے ڈھکیل دین مگر ان کی ملعون مراد پوری نہوئی۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے سے آنحضرت صلعم کے راحلہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے ہانکتے تھے کہ ناگاہ بارہ سوار پیچھے سے معترض ہوئے تو عمار نے آواز دی اور اُن کی سواریون کے منھون پر مارنا شروع کیا پس سب بھاگ گئے اور آنحضرت صلعم نے اُن کے نام ونسب اُن کا ارادہ بیان کردیا۔ وہذا مصرح فیما رواہ الامام احمد والبیہقی وغیرہما والقصۃ فی الصحاح ایضًا۔ وعلی ہذا معنی کلام بطریق شمار قبائح منافقین ہین یعنی اُن کے قبائح کو شمار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمین کھاتے ہین اور بعد اظہار اسلام کے کفر ظاہر کیا اور اُن لوگون نے ایسا قصد بھی کیا تھا جو پورا نہوا اور کچھ نہ پایا پس عجب اُن منافقون سے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے اُن کی محتاجی دور ہوئی اور تونگر ہوگئے اسپر اس احسان کا بدلہ یہ چاہتے تھے کہ فریب سے قتل کرین۔ ولذا قال تعالیٰ۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ما نقموا ای ما انکروا او ما وجدوا ما یورث نقمتہم یعنی اور نہین انکار کیا انھون نے الا اس بات کا کہ اُن کو غنی کردیا الخ یا یہ معنی کہ اور نہین پائی انھون نے کوئی ایسی چیز کہ جس سے اُن کو نقمت گھیرے مگر یہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ واُس کے رسول نے اپنے فضل سے تونگر کردیا یعنی اُن کو رسول اللہ صلعم کی طرف سے کوئی بدی نہین پہونچی بلکہ تونگری پہونچی تو انھون نے جو برائی چاہی وانکار کیا تو اسی وجہ سے کہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کو تونگری ملی حالانکہ یہ بات قابل احسان ماننے واطاعت کے ہو نہ آنکہ انکار وعداوت سے بدلا کیا جائے۔ بیضاوی وغیرہ کے کلام سے مستثنی منہ کی تقدیر یون ہو کہ وما نقموا شیئا الا ان اغناہم۔ ای الا اغناہم۔ یا۔ وما نقموا الشیٔ الا لان اغناہم۔ اور مروی ہو کہ جلاس بہت فقیر تھا اُس کا ایک مملوک مقتول ہوا تو آنحضرت صلعم نے اسکو بارہ ہزار درم دیت دلوائے تو وہ تونگر ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کو ہدایت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ۔ یک دراصل یکن مجزوم بجواب شرط ہو کہ جسمین سے نون تخفیفا حذف ہوا المعنی پھر اگر باوجود ایسے قبیح امر کے ارتکاب کے بھی وے توبہ کرین تو اُنکے لئے بہتر ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ عجیب شان ہو کہ پھر توبہ کی راہ بتائی اور توبہ قبول فرمائی پس معلوم ہوا کہ منافق ہو یا مرتد ہو اگر توبہ کرے تو قبول ہو اور فتاوی فقہ مین جو مذکور ہو کہ آنحضرت صلعم کی شان مین بدگوئی کرنیوالا پایا جاوے کرنیوالا قتل کیا جاوے اگرچہ توبہ کرے تو یہ براہ سیاست وحکم ہو لیکن از راہ دیانت اُس کی توبہ اگر سچے دل سے ہو تو قبول ہو فاحفظہ۔ اگر کہا جائے کہ توبہ بتانیث ہو پھر یک کی جگہ تک بتانیث چاہیے تو جواب یہ ہو کہ توبۃ توبہ ہر دو مصدر ہین پس یک کی ضمیر بجانب توب ہو علاوہ برین مصدر بما نند مخنث ہو کہ کبھی مذکر لایا جاوے کبھی مونث۔ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا۔ اور اگر یہ منافقین اعراض کرین باین طور کہ توبہ نکرین اور نفاق پر مصر رہین۔ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا۔

عذاب دیگا اُن کو اللہ تعالیٰ عذاب دردناک - فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ دنیا مین و آخرت مین - چنانچہ حدیث لیلۃ العقبہ مین ان منافقون کے حق مین یہ عذاب آیا کہ قلب کے لٹکاؤ کی رگون مین شعلہ آتش بھڑکا اور دوسری جانب نکلا کہ اس مرض سخت سے ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من موت النفاق والکفر پس منافق اگر کھلم کھلا قتل و قید کی بلامین گرفتار نہو تو اُسکا دنیا مین بلا عذاب ہونا لازم نہین اور جن احادیث سے مومن کا بہم بلاؤن مین گرفتار و شکر گزار رہنا تا آنکہ دنیا سے پاک مرجائے اور منافق کا سرکشی مین مغرور رہنا یہان تک کہ دفعۃً جڑ سے اُکھڑ کے جہنم مین گرے ثبوت ہوتا ہے اُن سے یہان کچھ منافات نہین کیونکہ عذاب الٰہی کے طریقے اور احوال جدا جدا ہین حتیٰ کہ منافق و کفار کے مال و اولاد کے ساتھ تندرستی کی زندگی بھی عذاب و وبال ہو - وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ - اور منافقون کیلیے زمین مین کوئی ولی و نصیر نہین ہو - اہل کفر مخذول و مطیع ہونگے اور عذاب الٰہی جس طرح چاہے آوے کوئی اُسکو روک نہین سکتا پھر منافق کس چیز پر غرہ ہو سکتے ہین ف - فی العرائس قولہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین نفس امارہ ہر انسان کے ساتھ اُسکا دشمن کافر ہو اور اُسپر جہاد اسطرح کہ اسکی خواہش سے اسکو مردہ کر ڈالے اور منافقین شیطان و اُس کے ذریات اور اُن پر جہاد اسطرح کہ ہمیشہ بھوکا و دنیا سے افسردہ رہکر شیاطین کی راہین تنگ کردے اور ان دشمنون پر زیادہ غلظت و سختی از جانب قلب ہوگی جو انوار روحانی سے بھرا ہوا و واضح ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ سچے اعتقاد والے کو روا ہو کہ کاذب مدعی و فاسق پر زجر و توبیخ کرے و ملامت کیواسطے اُس سے منہ موڑے - محمد بن علی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کافرون کیساتھ تلوار سے جہاد کر اور منافقون کے ساتھ زبان سے - سہل رح نے کہا کہ نفس بھی کافر ہو اُسپر مخالفت کی تلوار سے جہاد کرنا لازم ہو یعنی جو امور خلاف شرع و بیفایدہ وہ چاہے تو اُس سے مخالفت کر اور اُسپر ندامت کے بوجھ لاد اور اُسکو آخرت کے خوف مین ہانکے سے شاید اس تدبیر سے وہ توبہ کرے اور دار آخرت و صراط مستقیم کیطرف رجوع لاوے اور توبہ اُسی شخص کی ٹھیک ہوتی ہو جو نہایت شرم و خوف سے متحیر و مبہوت و بیقرار ہوگیا ہو چنانچہ تبوک سے پیچھے رہنے والون سے تین سچے مومن خلاف کر گئے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اُنکا حال فرمایا بقولہٖ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ الآیۃ اور عنقریب یہ قصہ آتا ہو انشاء اللہ تعالیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل نفاق مین سے بعض جو سب کا نمونہ ہین عہد شکنی و بخل وغیرہ قبائح سے مذموم موصوف ظاہر فرمایا - بقولہ تعالیٰ -

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور بعضے اُنمین وہ ہین کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کرین اور ہورہین نیکی والون مین

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے اُسمین بخل کیا اور پھرگئے ٹلا کر پھر اُس کا اثر رکھا نفاق اُنکے دل مین

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

جس دن تک اُس سے ملین گے اُسپر کہ خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ دیا اور اُسپر کہ بولتے تھے جھوٹ جان نہین چکے کہ اللہ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ ع

جانتا ہے اُن کا بھید اور مشورہ اور یہ کہ اللہ جاننے والا ہے ہر چھپے کا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ منافقون مین سے بعض وہ شخص ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو عہد و میثاق دیا کہ اگر مال مجھے روزی کرے تو مال سے صدقہ دون خیرات کرون پس نیکو کارون مین سے ہوجاؤن پھر جب پایا تو وعدہ وفا نہ کیا پس اس حرکت کی سزا مین تا دم مرگ

اُس کے دل مین نفاق قائم کر دیا نعوذ باللہ منہ تفسیر سنو کہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور منافقون مین سے بعض وہ شخص ہو کہ اُسنے
اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا کہ۔ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمکو دیا یعنی دنیاوی مال ومتاع بہت سا تو۔
لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ ضرور ہم صدقہ خیرات دینگے اور البتہ ہم صالحین سے ہوجاوینگے۔ قولہ لئن اتانا لام موطئة
القسم ہو پس قسم کے ساتھ مؤکد عہد کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر ہم کو مال ومتاع کثیر جسمین سے خیرات نکالنا آسان ہو عطا فرماویگا تو ہم
صدقہ دینگے پس قولہ لنصدقن بیان عہد ہو اور جواب قسم ہو اور رہا جواب شرط تو وہ محذوف ہو کیونکہ یہی جواب اسپر دلیل ہو اور اطلاق صدقہ
یعنی لنصدقن سے جو مفہوم ہو وہ عام ہو کہ صدقہ مفروضہ وغیر مفروضہ سب کو شامل ہو گویا عہد کرتے وقت خوب عموم اظہار کر کے عہد کیا اور آفت
نفاق سے اندھا پن رہا کہ اللہ تعالیٰ دل کے بھید کو جانتا ہو چنانچہ غیر مفروضہ کیسا اس منافق نے صدقہ مفروضہ بھی نہ دیا چنانچہ اوتعالیٰ نے
فرمایا ہو۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دیدیا تو اس مال سے بخل کر گئے اور کچھ بھی
صدقہ نہ دیا۔ وَتَوَلَّوْا اور طاعت الٰہی سے اعراض کیا منہ موڑا۔ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور حال یہ کہ وے لوگ منہ موڑنے والے ہین
یعنی ہر حال مین اُن کی خصلت وعادت ہی یہی ہو۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۔ پس اس خلاف عہد کرنے کی سزا مین نفاق اُنکا
اعقاب کر دیا اُن کے دلون مین یعنی اُنکے دلون مین نفاق بٹھلا دیا اور برابر مستمر کر دیا۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ ۔ اُس دن تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہون گے
یعنی دم مرگ تک اور اسکا حاصل یہ کہ نفاق پر مرینگے اور نفاق کی سزا پاوینگے اس لئے کہ جب نفاق پر موت ہوئی اور موت تک نفاق
رہا تو بعد موت کے ایمان مفید نہین ہو پس نفاق پر حشر ہوا۔ رہا یہ کہ منافق نے یہ سزائے نفاق کیون پائی تو فرمایا۔ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ
مَا وَعَدُوْهُ بسبب اُن کے خلاف کرنے کے اُس عہد مین جو اُنھون نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔
اور بسبب اُن کے جھوٹ بولنے کے۔ بِمَا مین ما مصدریہ ہو پس بما اخلفوا بسبب اخلافہم اور بما کانوا یکذبون۔ اسے بسبب کون
کذبہم۔ اور ایک قراۃ مین یکذّبون بتشدید از تکذیب آیا اور معنی یہ کہ اور بسبب اُن کے جھٹلانے کے رسول اللہ صلعم وآیات الٰہی کو
پس ظاہری اسباب مین سے ایک اُن کا خلاف وعدہ کرنا اور دوسرا جھوٹ بولنا بیان کیا یا اصلی نفاق یعنی رسول اللہ صلعم کی تکذیب
بیان فرمائی۔ اور حدیث مین ہو کہ منافق کی تین علامتین ہین جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت
دیا جائے تو خیانت کرے۔ وعبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چار باتین ہین جسمین ہون وہ خالص منافق ہے
اور جسمین اُنمین سے کوئی ہو تو اُسمین نفاق کی خصلت ہوگی یہان تک کہ اُسکو چھوڑ دے وہ چارون یہ ہین کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے
اور جب جھگڑے تو فجور کرے اور جب عہد کرے تو توڑے اور جب امانت دیا جائے تو اُسمین خیانت کرے۔ بالجملہ ان علامات سے منافق
پہچانا جاسکتا ہو اور جو منافق ہو اُسمین قبائح بہت ہون گے از انجملہ یہ قبائح بھی ہون گے اور دیگر قبائح مختلف منافقون مین مختلف
اطوار سے پائے جاوینگے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہان بصیغہ جمع فرمایا یعنی منافقین مین سے بعض ایسے ہین کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا الی آخرہ
اور اسمین صیغہ بخلوا ومعرضون وغیرہ جمع فرمائے کیونکہ خصائل نفاق مین منافقین یکسان ہوتے ہین کمی بیشی تھوڑی ہوتی ہو اور مفسرین رحمہم اللہ
نے ذکر کیا کہ سبب نزول آیت کریمہ کا واقعہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب کا ہو اور ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ یہی سبب نزول بہت سے مفسرین نے جنمین
ابن عباس رضہ وحسن رح بھی ہین بیان کیا ہو اور اسمین ایک حدیث بھی آئی جو ابن جریر رحہ وابن ابی حاتم نے یہان لکھی ہو مترجم کہتا ہے کہ وہ
ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہو کہ ثعلبۃ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالیٰ

مجھے مال ومتاع روزی کرے آپنے کہا کہ ویحک یا ثعلبہ قلیل تو دی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ۔ بربادی تیری او ثعلبہ تھوڑا مال ایسا کہ جسکا تو شکر ادا کرے ایسے بہت مال سے بہتر ہے جسکے شکریہ کی تو طاقت نہ رکھے۔ اُسنے پھر دوسری بار آپسے درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ کیا تو اس امر پر راضی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مانند ہو پس قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میں چاہوں کہ پہاڑ میرے واسطے سونے وچاندی کے ہو جاویں تو ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے عرض کیا کہ قسم اُس ذات پاک کی جس نے آپکو حق کیساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور حق عز وجل مجھے مال عطا کرے تو میں ہر حقدار کو اُسکا حق پہونچا دونگا پس آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ اللهم ارزق ثعلبة مالا اے میرے اللہ تعالیٰ تو ثعلبہ کو مال عطا فرما دے۔ ابوامامہ نے کہا کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں اور وے کیڑوں کی طرح بڑھنا شروع ہوئیں یہانتک کہ اُسپر مدینہ کی آبادی میں رہنا دشوار ہوا پس آبادی سے باہر وادی میں رہا اور یہ شروع کیا کہ ظہر وعصر کی نماز کو جماعت سے پڑھتا اور باقی میں جماعت چھوڑدی پھر اور بڑھا در ہو کر کثرت زیادہ ہوئی تو اور دور جنگل میں چلا گیا یہانتک کہ جماعت بالکل چھوڑدی صرف جمعہ کے روز جماعت میں حاضر ہوتا اور بکریوں کی بڑھا ور ویسی ہی کیڑوں کی طرح جاری تھی یہانتک کہ جمعہ بھی چھوڑا اور یہ شروع کیا کہ آنے جانیوالے لوگوں سے راہ میں ملتا اور خبریں دریافت کر لیتا۔ ایک روز رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُسنے بکریاں پالیں اور بہت بڑھا ور ہے اُسپر مدینہ میں سکونت دشوار ہوئی اور اس کا سب حال بیان کیا تو آپنے تین مرتبہ یا ویح ثعلبہ زبان مبارک سے کہا یعنی ثعلبہ کی خرابی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اموال میں سے صدقات لینے کا حکم نازل کیا تو آپنے جہینہ میں سے ایک اور بنو سلیم میں سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونوں کو مسلمانوں سے صدقات لینے کی کیفیت لکھدی اور دونوں سے کہدیا کہ ثعلبہ اور فلان مرد سلمی کی طرف بھی گذرنا اور دونوں کے صدقات لے آنا پس دونوں روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کی درخواست کی اور آنحضرت صلعم کا فرمان اُسکو پڑھ سنایا۔ اُسنے کہا کہ یہ اور کچھ نہیں یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کی بہن صدقہ ہے میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا تم جاؤ جب فارغ ہونا تو اسطرف پھر ہوتے جانا۔ وہ دونوں روانہ ہوئے اور فلان مرد سلمی نے جب اُن کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سُنا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا اُنمیں سے اچھے اچھے سن سال والے صدقہ کیلئے چھانٹ نکالے اور لیکر دونوں کا استقبال کیا اُن دونوں نے جب اُن اونٹوں کو دیکھا تو کہا کہ بھائی ایسے ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے دینا تجھپر نہیں واجب ہے اور ہم اُن کو تجھ سے لینا نہیں چاہتے ہیں اُسنے کہا کہ واجب نہیں سہی مگر تم ہی لو میرے دل کی خوشی اسی میں ہے یہ سب صدقہ ہی کیلئے ہیں اور ان دونوں نے اُنھیں کو لے لیا اور اسی طرح اور لوگوں سے موافق حکم کے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے۔ اُسنے کہا کہ مجھے تم فرمان تو دکھلاؤ اسکو پڑھکر کہنے لگا کہ یہ اور کچھ نہیں یہ جزیہ ہے یہ اور کچھ نہیں جزیہ کی بہن صدقہ ہے اب تم اسوقت تو جاؤ میں اپنی رائے سے غور کروں۔ وہ دونوں روانہ ہو کر نبی صلعم کے پاس آئے اور ہنوز دونوں نے کچھ عرض نہیں کیا تھا کہ آپنے دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یا ویح ثعلبہ۔ ثعلبہ کی خرابی وبربادی آئے اور مرد سلمی کو دعا دی۔ پھر ان دونوں نے سلام کر کے حال بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا اور فلان مرد سلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار کیساتھ ہم کو دیئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ عز وجل نے نازل فرمایا۔ ومنهم من عاهد الله الخ۔ اور رسول اللہ صلعم کے پاس ثعلبہ کے اقارب میں سے ایک شخص موجود تھا اُس نے وحی الٰہی کو سنا اور روانہ ہو کر ثعلبہ کو آگاہ کیا کہ تیرے حق میں یوں نازل ہوا ہے تیری خرابی تو نے کیا کیا۔ پس ثعلبہ روانہ ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کر لیجئے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے پس ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور رسول صلعم نے اسکو فرمایا کہ او ثعلبہ یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے میں نے تجھے حکم دیا تھا تو نے اسکی اطاعت نہ کی پس جب آنحضرت صلعم نے اُسکا صدقہ قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ اپنے ٹھکانے لوٹ گیا پس آنحضرت صلعم نے اپنی حیات میں قبول نہ فرمایا

پھر جب آپ نے وفات پائی تو اُسنے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبول صدقہ کی درخواست کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت سید عالم صلعم نے قبول نہ کیا
مین نہین قبول کرونگا اسی طرح حضرت عمر رضؓ نے باقتدار آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ کے قبول نہ کیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
کی اقتدار سے قبول نہ کیا یہان تک کہ اسی عہد مین ثعلبہ مرگیا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ فرمائی لقولہ ۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ۔ کیا منافقون نے نہین جانا
کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن کے سر و نجوی کو ۔ اے مایسرون بہ و ماتیناجون بہ بینہم ۔ یعنی سر و نجوی
مصدر مین مراد سرّ وہ چیز جو سر کے ساتھ رکھتے ہین یعنی خفیہ دل مین رکھتے یا آپس مین بطور اسرار کے رکھتے ہین مثلاً زکوٰۃ و صدقہ کو دل مین تاوان
خیال کرنا یا آپس مین بھید کے طور پر اُسکی گفتگو کرنا جس سے اور کوئی آدمی واقف نہ ہو اور نجوی وہ جو آپس مین کالون کان آہستہ مشورہ
کرتے ہین اور اسمین تہدید ہے کہ منافقین جو آپس مین خفیہ آنحضرت صلعم پر طعن کرتے ہین یا منافقانہ کفر کے مشورہ کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ کوئی
جانتا نہین تو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے حاصل معنی یہ ہین کہ کیا منافقون کو باوجود
اسقدر مدت تک آنحضرت صلعم کی تعلیم و تفہیم کرنے اور دعوی اسلام کے یہ نہین معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے جو چیزین بندون سے غائب ہین
وہ سب جانتا ہے اور منافقون کے اسرار مخفیہ و راز خفیہ اور پوشیدہ مشورت کی باتین سب اللہ تعالیٰ کو علم قدیم سے معلومات اور وقت وقوع کے معلوم
ہین پس وہ ڈرین اور اپنی نادانی پر افسوس کرکے صدق دل سے توبہ کرین ف ۔ وفی العرائس قولہ تعالیٰ ومنہم من عاہد اللہ الآیۃ ۔ یہ ایسے لوگون
کا بیان ہے جو مال و جاہ دنیاوی پر اور اپنے افعال پر مغرور ہوئے اور محبت الٰہی مین سے کچھ مزہ نہ پایا جیسے مومنون کو ملتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ
ایمان کا مزہ اُسنے پایا جو راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین بنانے اور محمد صلعم کے رسول ماننے پر ۔ اور حدیث مین ہے کہ تین باتین ہین
جسمین ہون اُس نے اُن سے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول باقی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کفر مین پڑنے سے
ایسا ڈرے جیسے آگ مین سے نکالا ہوا پھر اُسمین جا پڑنے سے ڈرتا ہے اور جو کسی سے محبت کرے تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اُس سے محبت کرے پس
منافقون کو محبت الٰہی سے کچھ بھی نصیب نہوا اور اگر سوئی کے ناکے برابر محبت کا مزہ پایا ہوتا تو اُس کے شوق جمال مین اپنی ہستی قربان کر دیتے نصرآبادی
نے کہا کہ رفضل و بیدار احسان مین ۔ ان لوگون نے اپنی ذات سے ایسے احسان کو دیکھا کہ ہنوز اُسکو نہین کیا اور ایسا صدقہ دیکھا کہ ابھی اسکا کچھ وجود بھی نہ تھا اور
اپنی ذات کے حق مین بہت ایسے افعال بطور تخییل کے ثابت کرلئے کہ جو قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین چنانچہ کہا کہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین ۔ یعنی بڑا عیب
یہ تھا کہ مال ملنے پر ان افعال کے پیدا کرنے کیواسطے اپنے آپ کو قادر سمجھ لیا حالانکہ مخلوقات و حوادث جو کچھ ہین سب کو مع افعال کے اوتعالیٰ خلاق
العلیم ہی پیدا کرتا ہے اور طرہ یہ کہ اپنے افعال خیالیہ پر صالحین بھی خود ہی بن گئے ۔ ہان اُمیدوار رہتے کہ اوتعالیٰ مال عطا کرے اور وہی توفیق
نیک عطا فرمادے پھر شاید ہم بندون کو فضل سے بخشدے ۔ سو یہ تو نہ کیا بلکہ خود ہی قادر بن گئے اور دیگر طرہ یہ کہ افعال پر صلاحیت معلق کی یعنی یہ
افعال موجب اسطرح یقین کرلئے بالجملہ یہ سب امور جہالت تھے کہ ایمانی معرفت سے بے بہرہ تھے اسی پر شدومد کے ساتھ عہد باندھا ایسی چیز کا جو محض
حضرت اوتعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا عہد توڑا حالانکہ جو سوال تھا وہ پورا ہوگیا پس اُن کے جاہلانہ نفاق کے کلمات سے بخل پیدا ہوا
جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے پس بخل کیا اور راہ ہدایت سے منہ موڑا اور حق سے پھر گئے کیونکہ وعدہ سخاوت
مین خلاف کیا تو خیانت اور بخل اور دروغگوئی اُن پر لازم ہوگئی چنانچہ حق تعالیٰ نے مصرح فرمادیا ۔ فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون
پھر سعادت و نکوئی سے بالکل انکا محروم ہونا بیان کردیا بقولہ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الآیۃ ۔ بخل کی سزا مین نفاق بڑھادیا اور بعض نے کہا کہ بڑھایا نہین بلکہ
یہ تو بخل کی میراث ہے یعنی وعدہ خلافی و دروغگوئی اور خیانت ۔ شیخ ابوحفص سے پوچھا گیا کہ بخل کیا ہے تو فرمایا کہ حاجت کے وقت ایثار کو ترک کرنا ۔

مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ مین ہے اور شاید اسمین ناسخ کی تحریف ہوئی ہے فلیتامل ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ جس بخل و نفاق پر اُن کی جبلت ہے اور جسکی موافقت مین اُن سے جھوٹے عہد واقع ہوتے ہین اُس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ۔ کما قال تعالیٰ الم یعلموا ان اللہ یعلم سرہم الآیۃ حق تعالیٰ نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ اسکا علم قدیم پاک جسکی شان ایسی بڑی ہے کہ کبھی تصور و خیال مین نہین آسکتا ہے وہ علم پاک تمام مخلوقات کے اوپر محیط ہے اُس کا علم پاک ہمارے دلی راز و بھید خوب جانتا ہے پس ہم کو اپنی معرفت دی کہ اسکا علم ایسا ہے اور ہم کو خوف دلا دیا کہ ظاہر و باطن اسکی جناب مین سچے و صادق رہین اور ہمیشہ فنیاے دنی سے دل اُٹھائے ہوئے مقامات ملکوت و جبروت کے منتظر رہین اور جب ہم نے جانا و پہچانا تو دیکھا کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ نے ہم کو اپنی درگاہ لایزال سے حیا و شرم کرنے کو اور اسکی عظمت و جلال کے سامنے پانی پانی ہو جانے کو تعلیم فرما دیا کیونکہ جب وہ علام الغیوب ہے تو ضرور ہمارے دلی خطرات وغیرہ بلکہ اس سے بھی تمام اخفی جس سے ہم خود متنبہ نہین ہوتے ہین او تعالیٰ سب جانتا ہے ۔ واضح ہو کہ سر وہ ہے کہ تیرے نفس سے ہو اور تو اپنے نفس سے اُسکو خود نہ جانتا ہو اور نجوی وہ ہے کہ تو اپنے نفس سے اُسکو جانے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اسکو نہ جانے اور تجکو یہ علم نہ ہو کہ یہ میرے نفس کی جانب سے ہے پس نجوی بھی ایک قسم کا سر ہے لیکن سوائے نجوی کے بھی سر السر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ سر وہ ہے جسپر سوائے علام الاسرار کے یعنی حق عزوجل کے کوئی مطلع نہ ہو اور نجوی وہ ہے جسپر فرشتے حافظین بھی مطلع ہو جاتے ہین ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھین منافقین مذکورین کے اصناف قبائح مین سے یہ امر ذکر کیا کہ اہل طاعت و یقین کے افعال کو مانند اپنی ریاکاری پر محمول کرتے اور بعض کے ساتھ تمسخر کرتے ہین ۔ کما قال تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ

وہ جو طعن کرتے ہین دل کھول کر خیرات کرنیوالے مسلمانون کو اور اُن پر جو نہین رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

مگر اپنی محنت کا پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہین اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور اُن کو دکھ کی مار ۔

منافقون کی عادات مین سے یہ بھی ہے کہ کوئی اُن کی زبان سے نہین چھوٹتا ہر حال مین وہ عیب لگاتے ہین حتی کہ جو لوگ اخلاص سے صدقہ دیتے ہین تو اگر اُن مین سے کوئی بہت سا مال صدقہ دے تو کہتے ہین کہ اُسنے دکھلانے کو یہ کام کیا اور اگر کسی کو کم میسر ہوا اور اُسنے خفیف سی چیز صدقہ دی تو مسخرہ پن سے کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو اُسکے صدقہ کی کیا ضرورت ہے نعوذ باللہ من اعتقادا تہم و کلماتہم ۔ اور واضح ہو کہ بندہ کی نیت سچی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور ثواب جمیل عطا فرماتا ہے حق عزوجل نے اسی نیت پر محمول فرمایا ہے اگرچہ او تعالیٰ قادر مختار ہے لہذا حدیث مین ثابت ہے کہ بچو آگ سے اگرچہ ایک ٹکڑے چھوہارے کے عوض ہو ۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ امر معروف مین سے کسی امر کو بنظر حقارت مت دیکھ یعنی مت خیال کر کہ یہ کیا ہے کیونکہ اخلاص نیت سے او تعالیٰ اُسی کو قبول فرما دے اور خود حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک فاجرہ عورت نے ایک کتے کو جو پیاس سے مرا جاتا تھا پانی پلایا تو وہ بخشی گئی اور نیز ایک مرد کا بھی ایسا ہی حال مروی ہے دونون قصے صحیح بخاری مین ثابت ہین اور خود معلوم ہے کہ حق عزوجل کے نزدیک افعال بتکلف یا دنیاوی طور سے مزین کی قدر نہین بلکہ بندہ مومن کی تمنا اپنے پروردگار کی رضا جوئی مین اور اپنے اصلی گھر کی طرف رغبت صادقہ مین ہے پس منافقون کی نظر عیب جوئی کی اہل ایمان کے بالکل خلاف ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی بقولہ ۔ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لمز عیب لگانا اور توضیح اوپر قولہ یلمزونک فی الصدقات مین گذر چکی ہے پس یلمزون بمعنی یعیبون یعنی عیب لگاتے ہین اور قتادہ رح نے کہا اے یطعنون یعنی طعن کرتے ہین مطوعین اے متطوعین تطوع بمعنی تبرع اور نفل عبادت جو واجب نہ ہو اور

من المؤمنین بیان مطوعین کا ہے اور الذین موصول مبہم کا بیان نہیں ہے بلکہ الذین مرفوع بروجہ مذمت ہے اور اُس کی توضیح یہ کہ ضمیر جیسے نفس ذات کی طرف راجع ہوتی ہیں ویسے اسم اشارہ و موصول میں ذات موصوف مقصود ہوتی ہے خواہ وصف ایسا ہو جو قابل مدح ہے جیسے قولہ الذین یؤمنون بالغیب الآیۃ۔ یا وہ وصف قابل مذمت ہو جیسے یہاں الذین یعنی یہ لوگ جنہیں نفاق کی صفت مذمومہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس صفت ذمیمہ والے لوگوں کا یہ حال ہے کہ عیب لگاتے ہیں ان مومن صادق بندوں کو جو نوافل طاعات بجالاتے ہیں۔ فِي الصَّدَقٰتِ صدقات میں۔ چنانچہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب آیۃ الصدقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے وعظ و نصیحت درباب صدقہ فرمائی پس ایک شخص نے بہت سا مال حاضر کیا یعنی اسلئے کہ آنحضرت صلعم اپنی رائے مبارک سے محل صدقات میں صرف فرما دیں اور زیادہ بھلائی ہو تو منافقوں نے کہا کہ اُسنے دکھلانے کو ایسا کیا اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ فقط آدھا صاع یعنی قریب ڈیڑھ سیر کے چھوہارے لائے تو منافق کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے صدقہ سے بے پرواہ ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری و مسلم۔ اور ابوبکر البزار وغیرہ نے ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ سے اور مجاہد و ابن اسحاق وغیرہم سے روایت کی کہ مطوعین میں سے عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درم صدقہ دینے والے اور عاصم بن عدی قریب چار من پختہ خرما صدقہ کرنے والے تھے جنکو منافقین نے کہا کہ ریاکاری سے صدقہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلعم نے عبدالرحمن بن عوف کو کہا کہ اللہ تعالیٰ برکت دے اسمیں جو تونے صدقہ دیا اور اسمیں جو تونے اپنے واسطے رکھ چھوڑا اور درحقیقت وہ صدق دل سے بدون ریاکاری کے صدقہ لائے تھے۔ اور اللہ عزوجل نے تصدیق نازل فرمائی اور منافقوں کی مذمت کی کہ مطوعین کو عیب لگاتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ اور ان مومن بندوں کو جو نہیں پاتے مگر بقدر جہد و کوشش کے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ تو ایسے جہد سے لانیوالوں کے ساتھ مسخرہ پن کرتے ہیں۔ ابوعقیل رات بھر مزدوری کر کے آدھے چھوہارے صدقہ لائے تو منافقوں نے تمسخر کیا پس اللہ عزوجل نے انکا عذر نازل فرمایا اور منافقوں کے حق میں فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ سخریہ کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ یہاں حقیقت سخریہ مراد نہیں بلکہ منافقوں کی بدحرکت کے مقابلہ میں ویسی ہی جزا بیان فرمائی پس یہ بطریق مقابلہ ہے اور مفاد اسکا یہ کہ دنیا میں بھی اپنے مومن بندوں کی طرف سے انتصار ہو گیا اور مآل اس سخریہ کا عقاب شدید ہے جو دار آخرت میں منافقوں کیلئے مہیا ہوا اور بندہ اگر دو غلاموں میں سے ایک کو مطیع و سرفراز کرے اور دوسرے کو عاصی و خوار تو دوسرا ضرور مسخرہ بنا پس منافقین اس سے زیادہ سخت غضب میں گرفتار ہیں جسقدر مومنوں سے سخریہ نہیں کرتے ہیں کما قال تعالیٰ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور منافقوں کیلئے عذاب دُکھ دینے والا ہے۔ اہل طاعت کے صدقہ کا یہ اوپر ہی اوپر کا اثر ہے کہ حق عزوجل نے اُنکو دنیا میں باین کرامت سرفراز کیا اور دار آخرت کی کرامت خود امر جمیل جلیل جزیل ہے۔ ابوالسلیل نے اپنے باپ یا چچا سے روایت کی کہ مقام بقیع کے جلسہ میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ فرماتے تھے جو کوئی کچھ صدقہ کریگا میں قیامت میں اُسکے واسطے اسکا شاہد ہوں گا تو میں نے اپنے عمامہ میں سے ایک یا دو کھوے بغرض صدقہ دینے کے تب مجھے خطرہ بشری آگیا اور میں نے عمامہ کی گرہ باندھ لی پھر ایک شخص آیا جس کے مانند سیاہ و پست قد بدشکل میں نے بقیع میں نہیں دیکھا اور اپنے ساتھ ایک اونٹنی لایا کہ اُس کے مثل خوبصورت میں نے نہیں دیکھی اور کہا کہ یارسول اللہ یہ صدقہ ہے آپنے کہا بہت اچھا پھر فرمایا کہ لے یہ خوبصورت اونٹنی لیجا۔ پھر ایک منافق نے صدقہ دینے والے کو عیب لگایا کہ یہ شخص اور یہ اونٹنی اس طرح صدقہ دے ڈالی واللہ یہ تو اس سے اچھی ہے۔ اسکو آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ وہ شخص تجھ سے اور اس اونٹنی دونوں سے اچھا ہے تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ تیرے ساتھیوں میں سے جو لوگ ڈھیروں اونٹ والے ہیں اُن کیلئے ویل ہے یعنی ہلاکت یا جہنم ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مگر کون یارسول اللہ تو فرمایا کہ ڈھیروں والوں میں سے سوائے اُس کے جس نے یوں دیا اور یوں دیا یعنی دائیں بائیں لپ بھر بھر کے

اشارہ کیا۔ پھر تین مرتبہ کہا کہ مزہد و مجہد فلاح یاب ہوا۔ مزہد وہ جس نے عیش و عشرت میں زہد و تنگی کی۔ اور مجہد وہ کہ جس نے عبادت میں خوب کوشش کی ہے۔ رواہ احمد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلعم کو منافقوں کے لئے استغفار کرنے سے منع فرما دیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

تو اُنکے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اُنکے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے اُن کو اللہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ع

یہ اُسپر کہ وہ منکر ہوے اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

اسمین اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا کہ منافق لوگ قابل مغفرت نہیں چنانچہ فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو اُن کیلئے مغفرت مانگ۔ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا اُن کیلئے مغفرت مت مانگ۔ یعنی دونوں مساوی ہیں اگر کہا جائے کہ استغفر صیغہ امر ہے جو از قسم انشاء ہے پھر خبر کیونکر ہے تو جواب یہ کہ درحقیقت انشاء ہے اور خبر بیان مجازاً ہے بقرینہ قولہ اولا تستغفر لہم۔ اور توضیح یہ کہ جب امر و نہی دونوں کو اُن کے حق میں جمع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ دونوں یکساں ہیں یعنی اُن کے حق میں یہ حکم ہو کہ استغفر بصیغہ امر یا یہ حکم ہو کہ لاتستغفر۔ دونوں ایک ہیں تو معلوم ہوا کہ مغفرت کی اُنکو صلاحیت نہیں پس مقصود یہ ہوا کہ سواء لہم ان یقال فیہم افعل کذا او لاتفعل۔ یعنی اُن کے حق میں یکساں ہے خواہ مغفرت مانگنے کا حکم ہو یا اُس سے ممانعت ہو۔ پس مراد خبر ہے کہ استغفار اُن کے حق میں بیفائدہ ہونے میں ایسا ہے کہ جیسے منع و عدم استغفار چنانچہ منصوص کر دیا۔ بقولہ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر تو اُن کیلئے ستر بار استغفار کرے تو ہرگز کبھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہیں بخشے گا۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا اور آنحضرت صلعم پر ظاہر میں ایمان رکھتا اور باطن میں دشمن و ایذا کے درپے رہتا اور اُسی نے کہا تھا کہ اے لوگو تمہیں نے محمد اُن کے ساتھیوں کو کھانا کپڑا دیکر جمع کر رکھا ہے ورنہ سب ساتھ چھوڑ کر متفرق ہو جاتے اور تبوک کے مقام میں اسی نے کہا تھا کہ اگر لوٹ کر مدینے پہنچے تو ہم میں سے عزت والے بے عزتوں کو نکال باہر کرینگے۔ بالجملہ اس کے اقوال و افعال قبیحہ بہت ہیں ولیکن اُسنے منافقانہ اپنا مال بھی اہل ایمان پر خرچ کیا اور بدر کے قیدیوں میں جب عباس گرفتار ہوے تو اُس نے ایک قمیص اُنکو پہنائی تھی اور بعض علماء نے لکھا کہ آنحضرت صلعم اسکا عوض دینا چاہا کرتے تھے پس روایت ہے کہ جب وہ مرا تو اُسکے بیٹے نے جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ منافق نہیں بلکہ خالص مومن تھا بمقتضائے بشریت آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ اُس کے لئے استغفار فرماویں پس آپ نے منظور فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی قولہ استغفر لہم او لاتستغفر لہم ان تستغفر لہم الخ۔ اگر کہا جائے کہ منافق مذکور ایک تھا جسکا واقعہ ہے اور آیت میں لہم بصیغہ جمع ہے تو جواب یہ کہ حکم عام منافقوں کا بمانند اسکے بیان فرما دیا۔ اور علیٰ ہذا قولہ ان تستغفر لہم۔ بحرف شرط بھی بیان حکم عام کیلئے ہے اور آیندہ وقوع کیلئے نہیں کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُسکے لئے استغفار کیا تھا تب آیت نازل ہوئی اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ میں ستر سے استغفار بڑھاؤں گا تب نازل ہوا قولہ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم الآیۃ۔ یعنی اُنکے حق میں یکساں ہے خواہ تو استغفار کرے یا نہ کرے الیٰ آخر الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ کیا آیت کریمہ میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ سے ستر عدد مخصوص مراد ہے تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ کثرت مراد ہے جیسے اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں کہ ستر بار تجھے منع کیا مگر تو نہیں سمجھتا ہے۔ پھر یہ سوال ہوا کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر فرمایا کہ میں ستر بار سے بڑھاؤں گا تو اُسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا بیضاوی ؒ وغیرہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے عدد مخصوص سمجھا ہونکہ وہی اصل موضوع لہ ہے پس دوسری آیت میں بیان کر دیا گیا کہ مراد کثرت ہے نہ خاص ستر کا عدد اور اس جواب کو کشاف وغیرہ میں رد کر دیا کہ

آنحضرت صلعم افصح العرب اور اعلم باسالیب قرآن مجید تھے آپ پر یہ بات مخفی نہیں ہوسکتی تھی کہ یہ بطور ضرب المثل کے بمعنی کثرت ہے اور کیسے مخفی ہوسکتی جبکہ اسکے پیچھے ہی قولہ ذٰلک بانھم کفروا باللہ الخ موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صواب ہے کہ بیشک آپ پر مراد مخفی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا البعض نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں اُن پر آپ کی رحمت و شفقت بدرجہ کمال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی شان ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم نے کہا و من عصانی فانک غفور رحیم۔ اور یوں نہ فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اُس کے واسطے تیرا عذاب الیم ہے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ امت کو باہم ایسے ہی ترحم کی طرف ارشاد کیا اور نیز جبتک امر محکم نہ ہو تب تک تا دیل رخصت میں جو خالی از ہوا و ہوس اتباع نفس ہو اجازت چاہنے کا طریقہ معلوم ہوگیا اور شیخ عکبری رح نے تبیان فی اعراب القرآن میں کہا کہ آنحضرت صلعم کا کلام اس قبیل سے ہے کہ لفظ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جسکو محتمل ہو باوجود علم اس امر کے کہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں چنانچہ قبعثری کا قصہ اس امر کا شاہد ہے کہ حجاج ثقفی اُسپر غصہ ہوا اور کہا کہ لاحملنک علی الادھم۔ تجھے بیڑیوں پر لادونگا یعنی تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالونگا تو قبعثری نے جواب دیا کہ مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب یعنی امیر ادھم گھوڑے و اشہب گھوڑے پر سوار کردیا کرتا ہے یعنی ادھم بمعنی بیڑی کو ادھم بمعنی اسپ ادھم لیلیا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے اس امر سے کمال رحمت و رافت کا قصد کیا اور منافقون کو اپنی طرف سے بالکل کوتاہی نہ کرنے کا اعتبار دلایا پس اُن کو بالکل طمع نہ رہی کہ دنیا ہوا و ہوس میں کاٹو پھر آخرت میں بھی استغفار وغیرہ کا حیلہ نکل آویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطعاً اُن کو قابل استغفار نہ ہونے سے آگاہ فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ یہ یاس و بالکل محرومی اُن کے حق میں استغفار قبول نہ ہونے کی بسبب اس امر کے ہے کہ انھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کے ساتھ پس ظاہر کردیا کہ تیرا استغفار اُن کے حق میں قبول نہ ہونا کچھ اس وجہ سے نہیں کہ ہماری طرف سے کچھ بخل ہو یا تجھ میں کوئی قصور رہے بلکہ فقط اس جہت سے ہے کہ اُن میں بسبب کافر ہونے کے صلاحیت ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے قطع کردیا کہ کافر کبھی مغفور نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور ایسی قوم کو جو فاسق ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے یعنی کافروں کو ہدایت نہیں ملتی پس معلوم ہوا کہ منافق کافر ہیں اور کبھی مغفور نہ ہونگے۔ مراد ہدایت سے یہاں ایسی ہدایت کہ مقصود تک پہنچ ہوجاوے اور فسق سے مراد وہ فسق و نافرمانی ہے جس سے کفر ہوجاوے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کا نفاق کے افعال پر خوش ہونا وغیرہ بیان فرمایا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

خوش ہوئے پچھاڑی ڈالے گئے بیٹھ رہ کر جدا رسول اللہ سے اور بُرا لگا کہ لڑیں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ

اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہے

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اگر اُن کو سمجھ ہوتی سو ہنس لیویں تھوڑا اور رووین بہت سا بدلا اُس کا جو کماتے تھے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش و فرحناک ہوئے وہ لوگ جو مخلف ہوئے یعنی ایسے کردیئے گئے کہ پیچھے رہیں یعنی اُن کو توفیق ساتھ جانے کی حاصل نہ ہوئی بقولہ تعالیٰ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القاعدین ۔ یہ حال اُن لوگوں کا ہے جو غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلعم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ منافقون کی ایک جماعت تھی۔ اگر کہا جائے کہ تین سچے مومن بھی پیچھے رہے تھے از انجملہ کعب بن مالک ہیں تو جواب یہ کہ ہاں و لیکن یہ لوگ خوش نہ تھے بلکہ بمشیت تقدیری پیچھے رہے اور دل سے ناخوش تھے پس فرق ظاہر ہوگیا اور عنقریب قصہ تخلف کعب رضی اللہ عنہ آویگا اور اللہ تعالیٰ نے

صادقین مومنون کو متخلفین کے نام سے یاد نہین فرمایا چنانچہ وہین مصرح بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ مخلفون بمعنی متروکون ہے یعنی چھوڑے گئے اور یہ ایک جماعت منافقون کی تھی جنھون نے آنحضرت صلعم سے تخلف کی اجازت لی تھی کہ ہم مدینہ مین چھوڑے جاوین یا نائب ہین تاکہ غسان وغیرہ اقوام عرب کے حملے سے مدینہ کو محفوظ رکھین پس اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرماکر ظاہر کردیا کہ ان لوگون کی نیت فقط یہ تھی کہ ساتھ نہ دین اور خلاف رسول صلعم کے طور اختیار کرین چنانچہ فرمایا فرح المخلفون - خوش ہوئے پیچھے چھوڑنے والے بِمَقْعَدِهِمْ قعود و مقعد دونون مصدر ہین اسے لقعودہم - اپنے بیٹھ رہنے سے یعنی مخلفین جو مدینہ مین بیٹھ رہے تھے وہ خوش ہوئے اپنے بیٹھ رہنے سے - خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خلاف رسول اللہ صلعم کے - اے بخلفوا خلاف الرسول پس خلاف مفعول مطلق منصوب ہے یا مفعول لہ ہو اسے لاجل خلاف الرسول یعنی بغرض خلاف کرنے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہے - یا خلاف ظرف ہے جو جہۃ امام یعنی روبرو کے مخالف ہے - کما قال ابوعبیدہ وغیرہ اسے بعد رسول اللہ - قطرب نے کہا کہ بمعنی خلف ہے یعنی بغرض مخالفت رسول صلعم کے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے - وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور مکروہ رکھا انھون نے اس امر کو کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ مین - کیونکہ انکے پاس ایمان و اعتقاد بقاء دار آخرت و فناء دنیا نہین اور نفاق و اعتقاد حیات دنیا و اتباع شہوات طبع و نفس موجود پس دنیا و اسکے لذات چھوڑکر راہ حق مین جان و مال فدا کرنے کو مکروہ جانا بخلاف مومنون کے کما قال تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاہدوا باموالہم وانفسہم الآیۃ - اور تقدیم اموال بر انفس مشعر ہے اُن کے کمال بخل پر راہ خیر مین مال دینے سے کمال بخیل ہین - وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ - اور منافقون نے آپس مین بعض نے بعض سے کہا کہ جہاد کو نہ نکلو اس گرمی مین - پس آپس مین امر معروف سے ایک دوسرے کو منع کیا اور آرام طلبی و چین جسمانی جو مقتضائے طبع و نفس ہے اسکی اتباع کی اور غزوہ تبوک شدت گرمی و وقت پختگی خرمائے مدینہ واقع ہوا تھا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا تو کہدے کہ اے لوگو جہنم کی آگ تو حرارت مین اس گرمی سے کہین سخت و شدید ہے لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ اگر سمجھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے کیونکہ جب اُن کو جہاد کے واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول نے حکم دیا تھا تو اُن کو روا نہ تھا کہ پھر ہین جیسے اُن کو نفاق و کفر ہی نہ کرنا چاہیے پس جب حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کے فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ خواہش نفس کو غالب رکھا تو مومن نہ ہوئے جیسے حدیث مین ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا جب تک اُسکی خواہش نفس اُس فرمان کی مطیع نہ ہوجائے جسکو مین لایا ہون - اور جب مومن نہوئے تو چند روزہ زندگی دنیاوی کے بعد آخرت مین اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے اور وہ آگ دائمی ہے سو اگر سمجھ رکھتے تو چند روزہ ایسے ناقص لذت جسمانی کیلیے ہمیشہ کی آگ اختیار نہ کرتے اور اپنے نفاق و افعال ذمیمہ چھوڑ دیتے - کیونکہ کوئی سمجھدار چند روز جسم و زبان کے مزہ کیلیے ایسا عذاب لیگا مگر منافقون کی سمجھ ہی پر شامت تھی بوجہ کفر و نفاق کے اندھے بہرے بن گئے تھے کہ دائمی عذاب اختیار کیا - فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا - اے فلیضحکوا ضحکا قلیلا ولیبکوا بکاء کثیرا یا زمانا قلیلا و زمانا کثیرا یعنی جب تم نے دائمی آگ اختیار کی تو تھوڑا سا یا تھوڑے دن ہنس لو اور بہتیرا رو - صیغہ امر بقصد حتم و قطع وقوع کے بمعنی خبر ہے یعنی انجام یہ ہوگا کہ چند سے زندگانی فانیہ مین جیسی کچھ یہ زندگی بیماری و آفات و آلام کے ساتھ ہوتی ہے ہنسوگے اور پھر ہمیشہ بے انتہا رویا کروگے جو مرا اُسکی قیامت گویا قائم ہوگئی اور جب اصلی قیامت ہوگی تو اہل کفر و طغیان پر یہ دن بڑا سخت ہوگا اللہم انی اعوذ بک بسلنی ایای والمومنین جمیعا عن العذاب والکربات وانت ارحم الراحمین - اور منافقون کا یہان ہنسنا بھی بمقابلہ عذاب آخرت کے ہے اگرچہ کوئی منافق فقیر محتاج درد دکھ مین گرفتار ہو تو عذاب آخرت کے مقابلہ مین اُسکا حال گویا قابل ہنسنے و خوش ہونے کے ہے لہذا عموما فرمادیا کہ تھوڑا ہنسو اور بہت رو - جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اے یجزون جزاء باعمالہم - بدلا دیئے جاوینگے منافق لوگ یہ بدلا اُن افعال و اعمال کا جو چند روزہ زندگی مین کرتے تھے اگر جزاء آخرت مراد ہے تو لیبکوا کثیرا

سے متعلق ہی یعنی دائمی رونا اُنکا اُن کے اعمال کی جزا رہی اور محتمل ہی کہ ضحک قلیل و بکا کثیر دونون سے متعلق ہو پس دنیا مین جو منافقون کو ملتا ہی حسن بے
کہ شی واللعب و ہنسی کھیل مین پڑے رہتے ہین بطریق استدراج ہی۔ کما فی قولہ تعالی فتحنا علیہم ابواب کل شی الآیۃ۔ اور اسی معنی مین احادیث
ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ مومن ہمیشہ ابتلا مین رہتا ہی شکر گزار و صابر کہ کفارہ گناہون سے پاک مرتا اور اپنے پروردگار سے ملتا ہی اور منافق
درخت کھجور کی طرح کسی آندھی سے جھونک نہین کھاتا یہان تک کہ ایک بار جڑ سے گر جاتا ہی بالجملہ منافق اسقدر ناسمجھ ہوتا ہی کہ دار آخرت سے بالکل
منکر فقط دنیا کی زندگی پر اعتماد کرتا ہی اور مومن دار آخرت کا اقرار کرتا اور ایمان رکھتا ہے پس یہ امر تو ایمان کیواسطے ضروری ہی پھر جنت و دوزخ
و عظمت و جلال الٰہی کا شہود تو یہ خاص بندون کو ہوتا ہی جنمین سے اول انبیا علیہم السلام ہین لہذا آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لو تعلمون ما اعلم
لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا۔ رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رض یعنی اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ مترجم کہتا ہے کہ
یہ رونا اس دنیا مین اپنی تقصیرات و نقص عبادات مین گرانمایہ ہی اور حدیث مین بندہ صالح و فضل کو فرمایا کہ تنہائی مین اللہ تعالی کو یاد کیا اور اُسکے
آنسو جاری ہوے۔ بالجملہ دنیا مین ضحک مورث غفلت و ممنوع ہی اور ابن عباس رض وغیرہم نے کہا کہ قولہ فلیضحکوا قلیلا الخ یعنی دنیا چند روزہ ہی
اسمین ہنس لین جب یہ منقطع ہوئی تو وہان جاکر ایسا رونا روئین گے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ابن ابی الدنیا کی روایت مین ہی کہ پھر دوزخیون سے دربان
کہین گے کہ اے شقی بدبخت لوگو تم نے دنیا مین سونا چھوڑا احسان و نیکوکارون پر اللہ تعالی رحم فرماتا تھا آج تمھاری کون فریاد سنے گا پھر دوزخی
لوگ اپنے باپ ماں اولاد کو جو جنت مین ہون پکارین گے کہ ہم قبرون سے پیاسے اٹھے اور تمام قیام محشر مین پیاسے رہے اب بھی بہت پیاسے
ہین سو تم کو جو کچھ اللہ تعالی نے پانی و رزق روزی دیا ہی اسمین سے ہماری طرف بھی بہا دو پس چالیس برس چلایا کرینگے کوئی جواب نہ دیگا۔
پھر جواب ملیگا کہ اللہ تعالی نے یہ نعمتین کافرون پر حرام فرمائین تم وہین پڑے رہو گے دنی حدیث آخر۔ دوزخی آنسو و پیپ روئین گے اور زخم کی جدولین پڑجاوینگی
اور حرارت دوزخ کی شدت و ہول و سختی عذاب مین آیات و احادیث بہت ہین کقولہ تعالی کلا انہا لظی نزاعۃ للشوی۔ قولہ و قیل لہم ذوقوا عذاب الحریق
قولہ کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا لیذوقوا العذاب الآیۃ۔ و فی الحدیث عن ابی ہریرۃ رفعا سب سے کمتر عذاب والا دوزخی وہ ہوگا جسکے پاؤن
مین آگ کی دو جوتیان ڈالی جاوینگی جن سے اُس کا دماغ اُبلے گا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم و قد رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری و ہو و البخاری
عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نحوہ۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا۔ اگر اس مسجد مین سو ہزار یا زیادہ آدمی ہون اُن مین ایک دوزخی آدے اور اُس کی سانس اُن کو
پہونچے تو سب لوگ مع مسجد کے جل جاوین۔ رواہ ابو یعلی و ہو غریب۔ انس رض رفعہ۔ اگر آتش دوزخ کی ایک چنگاری پورب مین ہو تو پچھم مین اُس کی
گرمی معلوم ہو رواہ الطبرانی۔ و انس رض رفعہ آتش دوزخ ہزار برس دھونکی گئی کہ سپید ہوگئی پھر ہزار برس کہ سرخ ہوئی پھر ہزار برس کہ سیاہ ہوگئی کہ مانند
رات کے اسکی لپٹ مین چمک نہین ہی۔ رواہ الترمذی و ابن مردویہ وغیرہما۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا تمھاری یہ آگ ستر اجزا مین سے ایک جزو آتش دوزخ
کا ہے دو بار سمندر مین بجھائی گئی ورنہ کسی کو اس سے نفع نہ ہوتا۔ رواہ احمد بسند صحیح و بعضا منہ فی الصحیحین۔ واضح ہو کہ حق عز و جل ہر چیز پر قادر ہی
اور کیفیت خلق اشیا بطریق پیدا وار دنیا سراسر حکمت آلہیہ ہی۔ فافہم۔ ف۔ و فی العرائس قولہ فلیضحکوا قلیلا۔ آہ۔ دنیا مین جتنا چاہین ہنس لین
جب منقطع ہو کر حق عز و جل کی طرف جاوینگے تو ایسے روئین گے جو کبھی منقطع نہ ہو۔ قلت کذا قال الحسن و ابو رزین و قتادہ و ربیع بن الہیثم و زید بن اسلم
و بہ فسر الحبر بن عباس۔ شیخ ابویزید نے کہا کہ اسمین تعلیم ہی کہ ہنسو کم تاکہ دنیا تمھین نہ لبھاوے اور بہت رویا کرو کہ دار آخرت محبوب نظر آوے اور
مولی کی طرف شوق بڑھاوے۔ طاہر مقدسی رح نے کہا کہ خدمت گار بہت نہین ہنستا اور اس دار محنت و غم مین رونا لائق ہے جب ضحک بسبب
ظہور نور جمال ہو تو وہان رونا و ہنسنا یکسان ہی بہت رونا بشوق مشاہدہ ہوتا ہی پھر بفرحت وصال و رنہ گریہ مریدین بخیال حزن و فوت ایام ہے

قال تعالیٰ تری اعینھم تفیض من الدمع الآیۃ بسبب اچانک انکشاف غیب کے واقع ہوا جریری نے کہا کہ ایک آنکھ تو خیر پر روتی ہے اور ایک عبادت پر اور ایک خوف سے جسمین محبت کا لگاؤ ہوا اور ایک ہیبت و ڈر سے اور ایک تحقیق یہ اقسام ہین پھر ان منافقون کے ازلی شقی ہونے سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی و جہاد مین لیجانے سے منع کر دیا۔ بقولہ۔

فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا

سو اگر پھر لیجاوے تجکو اللہ کسی فرقے کی طرف اُن مین سے پھر یہ رخصت چاہین تجھسے نکلنے کو تو تو کہہ تم ہرگز نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑوگے

مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ۝

میرے ساتھ کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو ساتھ پچھاڑی والون کے

فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ فاء تفریع۔ رجع متعدی و رجوع لازمی۔ کرخی نے لکھا کہ رجوع کے معنی کسی چیز کا وہین پہونچا دینا جہان تھی۔ اور حرف ان شرطیہ جو محل مشکوک پر داخل ہوتا ہے اشارت دلاتا ہے کہ آدمی کو حیات فانی پر اعتماد نہ چاہیئے معنی یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس مقام تبوک سے لوٹا کر پہونچا وے مدینہ مین۔ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ اُن مین سے ایک گروہ کی طرف ضمیر منہم یا تو منافقین کی طرف راجع ہے یا جملہ متخلفین کی طرف۔ پس اگر منافقین کی طرف راجع ہے تو اُن مین سے ایک طائفہ یعنی ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ بہت سے منافقین ساتھ آئے تھے اور تھوڑے مدینہ مین بچھڑ رہے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو روایت پہونچی کہ بارہ آدمی تھے یا اسلیئے کہ سب باقی منافقون کے حق مین یہ حکم نہ تھا کیونکہ اُن مین بعض نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی اور اگر ضمیر جملہ متخلفین کی طرف ہے تو متخلفین مین سے ایک ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ سب بچھڑ نیوالے منافق نہ تھے بلکہ بعض مومنین صادقین ایسے تھے کہ اُن کے واسطے ٹھیک عذر تھے اور بعضون کے لیئے عذر نہ تھے اور بچھڑنے پر نادم تھے ہان بعض منافق جو بچھڑنے پر خوش تھے سو انھین منافقون کو مراد لیا اور حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے لوٹا کر مدینہ پہونچا دے جہان یہ ٹکڑی منافقون کی ہے فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ پھر یہ ٹکڑی والے تجھ سے اجازت چاہین نکلنے کی یعنی کسی دوسرے سفر جہاد مین جو اس سفر تبوک کے بعد ہو وے ساتھ چلنے کی اجازت مانگین فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا پس تو اُن سے کہدے کہ ہرگز تم نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا اور ہرگز تم مقاتلہ نہ کروگے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے یعنی مت نکلو و مت مقاتلہ کرو پس بجائے نہی کے صیغہ مضارع بطریق خبر فرمایا کہ اسمین مبالغہ ہے اور ایذان اس حال کا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو توفیق نہ ہوگی اور یہ اُن کے بچھڑنے کی وجہ سے اُن کے حق مین عقوبت ہے کہ اُن کو مجاہدین کے دفتر سے گرا دیا چنانچہ فرمایا۔ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اے لانکم یعنی یہ عقوبت تم پر اسوجہ سے کہ تم اول بار یعنی غزوہ تبوک مین بچھڑ کر بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے۔ کما قال فرح المخلفون بمقعدہم خلاف رسول اللہ۔ پس مومنین اس سے الگ ہین کیونکہ وے بچھڑ جانے پر رنجیدہ تھے چنانچہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ مرۃ مؤنث ہے پس قیاس یہ تھا کہ اولیٰ بجائے اول ہو جواب یہ کہ مضاف بجانب معرفہ متعددہ مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین جیسے ہندۃ افضل النساء و فضلی النساء اگرچہ مذکر لانا اکثر ہے اور مضاف بجانب نکرہ مطابقہ مین فقط تذکیر ہی آئی ہے جیسے ہندۃ افضل امرأۃ اور جائز نہین فضلی امرأۃ۔ کیونکہ افعل التفضیل مستعمل بحرف من کے ساتھ اسکو سخت مشابہت ہے۔ کذا فی الکشاف۔ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ۔ پس تم بیٹھ رہو خالفین کے ساتھ ہو کر۔ یہ امر بطریق عقوبت و ذلت ہے اور خالفین سے بقول ابن عباس رض وہ مرد لوگ مراد ہین جو غازیون سے بچھڑ رہے اور اسی کو ابن جریر رح نے صحیح کہا۔ لیکن اسمین تامل ہے اسلیئے کہ یہ لوگ تو خود بھی منافق تھے اور کہا گیا کہ خالف بمعنی فاسد ہے ماخوذ از قول عرب کہ خلف اللبن اے فسد یعنی دودھ بگڑ گیا اور فلان

خالف اہل بیتہ یعنی فلانا اپنے گھرانے والوں میں فاسد ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ خالفین سے عورتیں مراد ہیں کہ ہمیشہ پیچھے رہتی ہیں۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ خالفین اسکی جمع نہیں ہوسکتی بلکہ خوالف یا خالفات ہونا چاہیئے تھا اور جواب یہ ہے کہ لڑکے و عورتیں و عاجز مرد سب کی وجہ سے بطریق تغلیب بصیغہ مذکر خالفین جمع آئی ہے۔ فافہم۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خالفین کے ساتھ یعنی متخلفین کے ساتھ بیٹھ رہنے کا حکم دیا کیونکہ اُن میں جہاد کی لیاقت نہ تھی جیسے عورتیں و لڑکے ہوتے ہیں۔ رازی رح نے کہا کہ اس آیت میں دلالت ہے کہ آدمی جب دوسرے سے مکر و فریب و نفاق دیکھے اور اُسکو مشاہدہ پاوے کہ ایسے ہی سامان کرنے میں مصر ہے تو اُس سے تعلق قطع کر دے اور اسکی مصاحبت سے احتراز کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو منع کر دیا کہ طائفہ نفاق کو جہاد میں ساتھ نہ لیجاویں بغرض اُن کی عقوبت و ذلت کے تو اُنکے جنازے پر نماز وغیرہ بھی ذلال کیواسطے منع فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور نماز نہ پڑھ اُن میں کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُسکی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور مرے ہیں بے حکم

مفسرین و دیگر علماء نے کہا کہ نزول اس آیت کا اُسوقت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن ابی منافق پر نماز پڑھی۔ واضح ہو کہ عبداللہ مذکور انصار میں گروہ خزرج کا سردار تھا مگر اسلام کی حالت میں منافقوں کا سردار رہ گیا۔ مرد فربہ دراز قد تھا کہ جب عباس بن عبدالمطلب بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تو کسی شخص کی قمیص اُنکے بدن پر نہ آئی سوائے اس منافق کی قمیص کے اور اُسکے باپ کا نام اُبی تھا اور ماں کا نام سلول اور وہ اپنے باپ ماں دونوں کی طرف منسوب تھا یعنی عبداللہ بن اُبی بن سلول کہلاتا تھا۔ اور اکثر ایام میں اُس سے افعال نفاق ظاہر ہوئے اور تا دم مرگ منافق رہا پھر آئمہ کے دو قول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر نماز پڑھی یا نہیں سوا ابن جریر رح کی روایت انس رض سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے منع کر دیا تھا ولیکن ابن کثیر رح نے کہا کہ اسناد ضعیف ہے اور صحاح کی روایات مثبت ہیں کہ نماز پڑھی چنانچہ امام احمد و ترمذی نے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو آنحضرت صلعم اُسکے جنازہ پر نماز کیلئے بلائے گئے جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو میں پھر کر آپکے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس دشمن خدا ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں جو فلاں روز یوں کہتا تھا اور فلاں روز یوں اور اسطرح چنانچہ اسکے افعال منافقانہ شمار کرتا جاتا اور آنحضرت صلعم تبسم فرماتے یہاں تک کہ جب میں نے بہت کہا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر ذرا مجھ سے ہٹو تو مجھے مختار کیا گیا پس میں نے اختیار کیا یعنی قولہ تعالیٰ استغفر لہم او لا تستغفر لہم الآیۃ۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں ستر بار سے استغفار بڑھا دوں تو بخشش کر دیجائیگی تو میں بڑھا تا پھر آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اُسکی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ اُسکے دفن سے فراغت ہوئی اور میں نے اُس روز آنحضرت صلعم کی حضور میں اپنی جرأت کرنے سے تعجب کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول خوب دانا تر ہے پھر قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ کچھ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں ولا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ۔ پھر اسکے بعد کبھی آنحضرت صلعم کسی منافق کی قبر پر نہیں کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وفات فرمائی۔ قال الترمذی حسن صحیح۔ وقد رواہ البخاری وقد جاء فی الصحیحین بالفاظ متقاربۃ مفسرۃ و مجملۃ و یا دل الروایات علی معنی واحد۔ اور صحاح و مسند کی روایات سے ثابت ہے کہ منافق مذکور نے اپنے مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب آپ اُسکے پاس گئے تو فرمایا کہ تجھے یہودیوں کی محبت نے ہلاک کیا اُسنے کہا کہ میں نے آپکو اپنے حق میں صلوۃ وغیرہ کیلئے بلایا ہے اور اس لئے نہیں بلایا کہ مجھے ملامت کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اُسوقت بھی نفاق پر جما ہوا تھا۔ بہرحال اُس نے وصیت کی تھی کہ آنحضرت صلعم اُسپر نماز پڑھیں اور جب وہ مر گیا تو اُسکے بیٹے نے جو سچا مومن تھا اور اُسکا نام بھی عبداللہ تھا آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ اپنے تن مبارک سے ملی ہوئی قمیص عطا فرمادیں شاید وہ منافق آگ سے بچے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی دور نہیں کرسکتی ہے کما فی السراج اور عبداللہ نے عرض کیا کہ یا حضرت اگر آپ نہ تشریف لاویں تو ہم پر عار باقی رہیگا اور کوئی مسلمان نہ کھڑا ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ منافق مذکور جب گڑھے میں رکھ چکا گیا تب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور نکلوا کر اُسکے سر سے پاؤں تک

اپنا لعاب دہن مبارک ملوایا جو عطر سے زیادہ معطر تھا اور اُسکو اپنی قمیص پہنائی۔ کما فی روایۃ النسائی۔ اور بات یہ ہوئی کہ قمیص منگوانے میں دیر ہوئی
کہ لوگوں نے قبر میں اتار دیا پھر پیچھے سے آپ وہاں تک پہونچے فتدبر واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص
مبارک اُسکو مکافات قمیص عباسؓ میں پہنائی تھی اور سراج وغیرہ ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی پاک قمیص اس پلید نجس کو دیتے
ہیں تو فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی دور نہیں کریگی اور مجھے امید ہے کہ اس سبب سے بہتیرے مسلمان ہوجاوینگے چنانچہ یہ دیکھکر بہت سے خزرجی
مومن ہوگئے بالجملہ حق تعالیٰ نے منافق پر نماز پڑھنے سے منع فرمادیا بقولہ۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ اور مت نماز پڑھ کسی پر انہیں سے
یعنی منافقوں میں سے۔ یہ مؤید ہے کہ اوپر قولہ طائفۃ منہم میں بھی ضمیر راجع بجانب منافقین ہے نہ کل متخلفین تاکہ تفکیک ضمائر لازم نہ آئے۔ مَّاتَ
اَبَدًا واحدیؒ نے کہا کہ مات جملہ صفت احد واقع و موضع اُس کا جر ہے گویا یوں کہا کہ علی احد منہم میت اور ابدًا متعلق لا تصل ہے اے لا تصل ابدا
علی احد منہم مات یعنی مت نماز پڑھ کبھی کسی پر اُن میں سے جو مرجاوے پس کلمہ دوام کے واسطے ممانعت ہوگئی اور بیضاویؒ نے کہا کہ مات ابدًا مستقل
ہے مراد اس سے کفر پر موت ہے کیونکہ کافر کی زندگی بھی موت ہے کہ وہ آخرت کا نفع اُٹھانے کیلئے نہیں بلکہ عذاب پانے کیلئے زندہ ہے پس گویا زندہ
ہی نہیں ہوا بلکہ دائمی مردہ ہے اور قول اول ارجح ہے یعنی مراد دوام ممانعت ہے لہذا امام احمد وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعد نزول اس آیت کے تا وفات
شریف آپ نے کسی منافق پر نماز نہیں پڑھی اور جنازہ کو پوچھتے پس اگر تعریف کی جاتی تو اُس پر نماز پڑھ دیتے ورنہ اہل جنازہ سے کہتے کہ تم جانو اور
جنازہ۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہو۔ زجاج نے کہا کہ جب میت دفن ہوتی تو رسول اللہ صلعم اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور
اُسکے لئے دعا کرتے پس منافق کے حق میں ایسا کرنے سے منع فرمائے گئے۔ بعض نے کہا کہ قیام یہاں بمعنی اصلاح ہے یعنی اُن میں سے کسی شخص کی
قبروں کے اہتمام و اصلاح میں قیام نہ کیجئے اور بعض نے کہا کہ علی بمعنی عند ہے یعنی دفن و زیارت کے واسطے قبر کے پاس نہ کھڑے ہوں اور اول
اولی ہے پھر آنحضرت صلعم کو اس ممانعت کی وجہ بتلائی بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اے لانہم یعنی اسلئے کہ ان لوگوں نے کفر کیا
اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ اور مرے درحالیکہ وے فاسق تھے یعنی کافر تھے کہ قبل موت کے اُنھوں نے کفر سے
توبہ نہیں کی۔ اب یہ وہم نہیں ہوتا کہ کفر سے فسق گھٹا ہوتا ہے پھر فاسقون کیوں فرمایا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ اظہار ہے اُنھوں نے کفر کے ساتھ
فسق بھی جمع کیا کیونکہ بعض کافر تو جس اعتقاد پر ہے اسمیں امانت دار ہوتا ہے بخلاف نفاق کے کہ یہ طریقہ سب کے نزدیک بدتر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کافر
پر کیونکر نماز پڑھی تو جواب یہ کہ ہم لوگ ظاہر حال پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا اللہ تعالیٰ دانا تر ہے چنانچہ جب حکم دیا تب کبھی نماز نہ پڑھی و فی تفسیر
الحافظ عمر بن الخطابؓ ایسے شخص کے جنازہ پر نماز نہ پڑھتے جسکا حال چھپا ہوتا جب تک اُس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نماز نہ پڑھتے کیونکہ حذیفہ
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلعم نے اعیان منافقین سے آگاہ کردیا تھا اسیواسطے حذیفہؓ کو صاحب سر الرسول صلعم کہتے ہیں کہ اس بھید سے کوئی صحابی
سوائے اُن کے آگاہ نہ تھا اور ابو عبیدؒ نے کتاب الغریب میں روایت کی کہ عمرؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حذیفہؓ نے چٹکی لی اس سے مقصود
یہ تھا کہ نماز نہ پڑھو پس عمرؓ نے نہ پڑھی واضح ہو کہ سبب نزول اگرچہ قصہ منافق واحد ہے لیکن ممانعت عام ہے اور قمیص میں تکفین کرنے سے ممانعت
نہیں فرمائی اسلئے کہ قمیص دینے سے انکار کرنا خلاف کرم تھا۔ کذا قال البیضاوی۔ اور یہ اس تقدیر پر کہ نماز پڑھنے سے پہلے ممانعت آگئی تھی اور بعد اسکے
ظاہر ہے کہ قمیص وغیرہ سے خود ممانعت ظاہر ہے کیونکہ نماز جو بڑی بزرگی ہے یعنی دعا و استغفار جب وہ کافر و منافق کے حق میں کارآمد نہیں تو کوئی
امر مفید نہ ہوگا اور منافق کے حق میں اس ممانعت سے ظاہر ہے کہ مومن کے حق میں یہ امر موجب کرامت ہے چنانچہ دفن مومن میں شرکت موجب ثواب جزیل
کہ ادنی بمانند کوہ اُحد ہے حدیث صحیح سے ثابت ہوا۔ بالجملہ اہل نفاق و کفر نہایت خبیث ہیں اور ظاہر حال میں کثرت مال و اولاد سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے

کہ شاید وے کچھ مقبول ہوں تو اللہ عزوجل نے اس وسوسہ پر متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا

اور تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ یہی چاہتا ہے کہ عذاب کرے اُنکو اُن چیزون سے دنیا مین

وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۝

اور نکلے اُن کی جان جبتک کافر رہین

اعجاب پسند کرنا بنظر تحسین اور توضیح اسی کے مثل آیت سابقہ مین اسی سورہ مین گزری۔ وَلَا تُعْجِبْكَ خطاب آنحضرت صلعم کو اور اہم مقصود اُمت ہین اور ضمیر مضاف الیہ ۔ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ مین منافقین کی طرف راجع ہو پس محتمل ہو کہ وہی قوم منافقین مراد ہو جو پہلی آیت مین مراد تھی یا دوسری اور اولیٰ یہ کہ مطلق منافقین کی طرف راجع ہو کیونکہ مقصود عموم ہو حتیٰ کہ قیامت تک کیلئے شامل۔ المعنی۔ اور تجھے اعجاب مین نہ ڈالین اُنکے اموال ونہ اولاد یعنی اے اہل ایمان تم لوگ منافقون کے اموال کثیرہ و اولاد کو بنظر تحسین نہ دیکھو۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا انما کلمہ انحصار۔ ان یعذبہم جملہ بتاویل مفرد ہوکر مفعول یرید۔ المعنی یہی چاہتا ہو اللہ تعالیٰ کہ منافقون کو اُنکے ان اموال و اولاد سے دنیا مین عذاب کرے یعنی یہ چیزین اُن کے حق مین نعمت نہین بلکہ عذاب ہین پس بطور استدراج کے اُن کو یہ چیزین ملین اس سے کہ شے دنیا مین اُن چیزون مین ایسے منہمک ہوے کہ بجاے اُس کے شکریہ و طاعت الٰہی کے ناشکری کی پس زکوٰۃ و صدقہ و خیرات اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر خرچ کرتے اور ایمان کیساتھ طاعت و جہاد وغیرہ سب سے منہ موڑا تو یہ چیزین اُن کے حق مین عذاب ہوگئین اور یہ امر اُن کے حق مین ازل سے مقدر تھا پس قولہ یرید اللہ کے یہی معنی ہین۔ حاصل یہ کہ اُن کے حق مین قہری استدراج یون ہی مقدر ہو کہ ان چیزون سے دنیا مین عذاب پاوین تو اہل ایمان کو مال و اولاد پر نظر کرکے کسی کی خوبی نہ سمجھنی چاہیے بلکہ جب یہ چیزین طاعت الٰہی کے ساتھ نہون تو عذاب ہین جیسے منافقون کے حق مین فرمایا کہ ان چیزون سے دنیا مین اُنکے لیے یہی مقصود کہ عذاب کیا وین۔ وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ۔ زہوق سختی و تکلیف کے ساتھ نکالنا۔ اور حدیث مین صحیح ہوا کہ کافرون کی روح بسختی تمام نکالی جاتی ہو کیونکہ معائنہ عذاب و عدہ غضب الٰہی سے تھرتھراتی اور بدن مین گھسی جاتی ہو۔ المعنی اور بسختی شدید اُن کی روحین نکالی جائین درحالیکہ وے کافر ہون یعنی دنیا مین اُن چیزون سے عذاب اُٹھاوین حتیٰ کہ کافر مرین اسطرح کہ اُن کی روحین بسختی تمام اُن کے بدنون سے کھینچی جاوین۔ اعوذ باللہ من الکفر والموت علیہ اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ پہلے گذری پھر اسی سورہ مین یہان اُسکو مکرر فرمایا۔ تو جواب یہ کہ دنیا سے تعلق خاطر ہی عاقبت سے اندھا و کافر و فاسق کردیتا ہو اور باعث تعلق اسی اموال و اولاد مین دائر ہو اسی سے ترک طاعات بالخصوص ترک جہاد ہو پس مکرر تنبیہ کرنا اسمین امر اہم ہو جیسے شرک سے وعید کرنا جبکہ بہت اہتمام کے لائق تھا تو اُسکو سورہ نسا مین مکرر فرمایا۔ رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا کہ اوپر جو یہی آیت کریمہ گذری اُس سے یہان چار حرف مین فرق ہو۔ اول وہان فلا تعجبک۔ یہان ولا تعجبک تو وہان خیرات مین خرچ کرنے سے کراہت کرنے پر بفاء تفریع فرمائی اور یہان شمار اُن کے قبائح کا اور مقصود اصلاح نفس مومن و دفع وساوس ہو۔ دوم وہان ولا اولادہم۔ یہان۔ بدون حرف لا کے فرمایا مگر لا محذوف ہو پس وہان تو بسبب مقام ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ظاہر ہوئی جیسے کہتے ہین کہ مجھے تو نہ وزیر بھلا معلوم ہو نہ بادشاہ اور یہان دونون مین مساوات ہوگئی پس دونون چیزین منافقون کے حق مین یکسان ہین۔ سوم وہان لیعذبہم۔ اور یہان ان یعذبہم۔ یہ پس تنبیہ ہو کہ لام تعلیل ہونا و نہونا واحد ہو کیونکہ درحقیقت ارادہ و افعال الٰہی عزوجل بدون علت کے ہوتے ہین اور وہان علت کا دخل محال ہی۔ چہارم وہان فی الحیوۃ الدنیا۔ یہان فی الدنیا اس تنبیہ کے لئے کہ دنیاوی حیات کچھ حیات نہین لہذا ترک ذکر حیات سے اُسکی دنارت و خست ظاہر ہوگئی۔ **وقال المترجم** وہان خرچ مین بخل پر

مستفرع کرنا مقتضی حیات تھا یعنی یہ بخل اسی قدر حیات دنیا کیلئے جو محض بے اعتبار ہے اور یہاں بیان اس امر کا کہ دنیا میں اُن کو یہ چیزیں موجب عذاب ہیں نہ نشان قبول و منزلت فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو

نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

چھوڑ دے رہ جاویں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش آیا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر ہوئی اُن کے دل پر سو اُن کو بوجھ نہیں

پہلے بیان ہوا کہ منافقون کے حق میں اُنکے اموال و اولاد عذاب ہیں کہ اُنھیں کو اصل مقصود خیال کرکے زندگی پر حریص و موت کے نام ڈرے ہوے اور خرچ و ذکر و جہاد سے نہایت بیزار و شہوات دنیاوی میں منہمک رہتے ہیں پس کوئی بندہ مومن اُنکے اموال و اولاد کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل بندہ مومن کو نور ایمان عطا فرماتا ہے جس سے وہ دنیا کو بمقابلہ آخرت کے جیسے ٹھکورا بمقابلہ تخت سلطنت کے دیکھتا ہے بخلاف منافق و کافر کے کہ آخرت سے اندھے ہیں پس اسی کو تمام نعمت جانتے اسی وجہ سے حیات دنیاوی پر بنظر شہوات حریص ہیں نہ بنظر طاعات پس جہاد سے بخوف موت مال و اولاد چھوٹنے و زندگی دنیاوی سے محروم ہونیکے گریز کرتے اور بچھڑتے ہیں چنانچہ اُنکے احوال و اقوال کو جا بجا مذمت کے طور پر اپنے علم قدیم کے موافق حکایت فرمایا از انجملہ یہاں فرمایا۔ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ۔ احتمال ہے کہ سورہ سے پوری سورہ مراد ہو اور ہو سکتا ہے کہ ٹکڑا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ یہی سورہ براۃ مراد ہے جسمیں منافقون کی قلعی کھل گئی کہ اسی میں جہاد کا عموماً حکم اور اسی میں آیۃ السیف ہے۔ المعنی اور جب اُتاری گئی سورہ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ نازل فرمائی اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اے بان آمنوا۔ بدین حکم کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ اور اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر جہاد کرو یعنی سورہ اس حکم کے ساتھ نازل کی گئی اور ہو سکتا ہے کہ اَنْ آمنوا میں ان تفسیری ہو یعنی وہ سورہ وکلام جو نازل کیا گیا یہ حکم ہے کہ ایمان لاؤ الخ۔ اور یہ حکم عام ہے تمام مومنین کو شامل ہے اور منافقون پر بھی جاری ہے کیونکہ وے لوگ سچے مومن نہ تھے پس اُن کے حق میں اسطرح کہ سچے طور پر ایمان لاؤ اور خالص نیت سے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہوکر جہاد کرو پس آنحضرت صلعم خود جہاد کرنیوالے تھے۔ الحاصل جب ایسا حکم نازل کیا گیا تو۔ اِسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ طول بالفتح دسترس و فراخی و قدرت یعنی اجازت مانگنے لگے تجھسے اے محمد صلعم اُنمیں سے دسترس و فراخی والے جنکو مال و زاد راہ سفر جہاد و سواری کی اچھی طرح قدرت حاصل تھی۔ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ اور کہنے لگے کہ چھوڑ دیجیے ہم کو ہم قاعدین کیساتھ ہو رہیں۔ یہ اجازت مانگنے کا حاصل مطلب بیان ہوا۔ قاعدین جمع قاعد یعنی بیٹھنے والے اور مراد لڑکے نابالغ و لنجے اپاہج وغیرہ جنمیں عورتیں بھی شامل ہیں جنکو قاعدات کہنا چاہیے لیکن معذور مردون کے لفظ سے قاعدین جمع آئی ہے پھر احتمال ہے کہ متمول منافقون نے صاف صاف یہی بات کہی ہو کہ ہمیں ان لوگون کے ساتھ چھوڑ دیجیے۔ اور شاید حاصل مطلب و نتیجہ بیان ہوا کہ اجازت مانگنے کا نتیجہ یہ کہ قاعدین کیساتھ بیٹھ رہیں اور خلاصہ یہ کہ جب جہاد کا حکم آیا جو بدون ایمان کے ٹھیک نہیں تو ایسے تندرست متمول آ کے اجازت لینے کہ ہمیں قاعدین کیساتھ چھوڑ دیجیے حالانکہ یہ ایمان کا مقتضی نہیں کہ حیات دنیا پر بھروسا کرکے آخرت سے محروم و خوار ہو لہٰذا مومن اسکو نہیں پسند کریگا کیونکہ وہ بنور الٰہی سمجھدار ہو جاتا ہے لہذا منافقون کی قلعی کھول دی کہ۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ خوالف جمع خالفة بہا رتانیث بمعنی وہ عورتیں جو مردون کے پیچھے گھر بیٹھی رہجاتی ہیں اور صیغہ صفت مرد کے واسطے بھی رجل خالفة بولتے ہیں یعنی ایسا مرد جو کسی کام کا نہیں پس ہو سکتا ہے کہ بلحاظ الفاظ کے صیغہ صفت کی جمع خوالف ہو کیونکہ خالف بدون تا کے جمع خوالف نہیں آتی اسلیے کہ سوائے فوارس و نواکس و ہوالک وغیرہ چند الفاظ معدود کے فاعل کی جمع بروزن فواعل نہیں آتی ہے۔ طبع بمعنی مہر کرنا۔ المعنی یہ لوگ راضی ہوے و پسند کیا اپنے حق میں اس بات کو کہ خوالف کیساتھ ہو رہیں یعنی زنانہ نامردے بنکر عورتون کیساتھ ہو رہیں اور مہر کردی گئی اُن کے دلون پر سو وے کچھ سمجھتے نہیں یعنی زندگی دنیاوی جو آنکھون دیکھی یقینی ناپائدار ہیچ ہے

اُسکے اعتقاد پر انکے نفس باقی پائدار آخرت چھوڑنا وہان عذاب بلا مین ہمیشہ گرفتار ہونا محض حماقت ہے اسکو نہین سمجھتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے وجود کو اور اُن کے ساتھ نہ دینے کو ہیچ کر دیا اور اپنے پاک رسول و مومنین کے فضائل بطور مدح فرمائے بقولہ تعالیٰ۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ز

لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہین ساتھ اسکے لڑے ہین اپنے مال اور جان سے اور انھین کے ہین خوبیان

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ ع

اور وہی پہونچے مراد کو تیار رکھے ہین اللہ نے انکے واسطے باغ بہتی ہین نیچے انکے نہرین رہا کرین انھین مین یہ ہے بڑی مراد ملنی

دنیا مین بندون کی صدق نیت و حسن طویت اپنے مولیٰ پر جان و مال فدا کرنا ہی بندگی کی علامت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ عزوجل چاہے تو سب کافر ایک پل مین فنا ہو جاوین و چاہے تو سب ایک آن مین سر ٹیکدین مگر اُسکی حکمت کاملہ وہی جانتا ہے بندہ تو اپنی حقیقت اور ایک پتی کی ماہیت نہین معلوم کر سکتا وہ قادر مختار ہے جو چاہے حکم فرمادے پس جہاد کا حکم دیا جسمین ایمان والے ثابت قدم رہے اور منافق نکل گئے اور وہ کس قطار و شمار مین ہین اپنی ہی عاقبت خراب کی لہٰذا بحرف استدراک فرمایا۔ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ یعنی منافق پڑے پیچھے چھوٹتے رہو کسی کا کیا نقصان ہے اور رہا جہاد قائم ہونا تو بہتر بندون کو اُسکی توفیق دی کہ رسول اللہ عزوجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو رسول کے ساتھ مین ایمان لائے ہین۔ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ ان سبنے اپنے مالون و جانون کیساتھ جہاد کیا۔ تمام جہاد اُنکا یہ تھا کہ مال و جان کی طرف لگاؤ نہ رکھا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہونا شرع شریف سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ جو کوئی اپنا سب مال یکبارگی خیرات کر دے اسنے شرع کے موافق نہ کیا اور خلاف مرضی الٰہی سبحانہ تعالیٰ کام کیا کیونکہ یہ حکم نہین ہے الا بضرورت خاصہ پس دل کسی چیز سے نہ لگائے اور اپنی جان و جہان کو شرع کے تابع کر دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندون کی مدح و منزلت بیان فرمائی۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ خیرات جمع خیرہ بتشدید یا تھا پھر تخفیف کیگئی یعنی اسکی بھلائی اور مراد ہر طرح کی بھلائی ہے خواہ دنیاوی ہو یا اُخروی ہو کہ الف لام استغراق ہے۔ اور بعض نے حورون سے تفسیر کی و اول اقوی و اولیٰ ہے۔ المعنی اور انھین بندون کیلئے تمام بھلائیان ثابت ہین دنیا مین بھی مانند اجر و غنیمت و نور ایمان وغیرہ کے اور آخرت مین خصوصًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی بندے فلاح پانیوالے ہین۔ دونون جگہ اسم اشارہ اُنکی منزلت و خوبی ظاہر فرمانے کیلئے مکرر فرمایا اور فلاح کامل انھین بندون کو حاصل ہے اُسکا تھوڑا بیان جو سمجھ مین آسکتا ہے ذکر کیا بقولہ تعالیٰ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مہیا کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُنکے لئے جَنّٰتٍ ایسی جنتون کو۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جنکے مکانون ہرے بھرے درختون کے نیچے نہرین ہین۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جب ان جنتون مین داخل ہونگے حکم لگا دیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہنے کو ملیگا کبھی نکالے نہ جاؤگے نہ مرگے نہ یہان کی طرح طرح طرح کی نئی نئی نعمتون سے کبھی اُکتاؤگے جو چاہوگے یہین پاؤگے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ جو بیان ہوا بڑا بھاری فوز ہے جسکی حقیقت ناقص بیچارہ آدمی کیا سمجھ سکتا ہے **فــ فی العرائس** قولہ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ ہر ایک کا جہاد مختلف اُسکی شان کے لائق ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے ادائے امانت رسالت کا پورا بوجھ اُٹھانے مین کوشش و جہاد کیا اور مومنون نے اتباع سنت و حکم نبوت کی تعمیل مین جان فدا کی معیت جو کلام پاک معہ سے ظاہر ہے مومنین صحابہ رضوان اللہ علیہم کیلئے کمال کرامت ہے اور اشارات سے ثابت ہوا کہ حسن مشاہدہ سے تحقق ایمان ہے کہ انہین رسول پاک کے ساتھ آپکے یاران جان نثار آپکے طفیل مین شریک ہوکر سب بمحض فضل حضرت باری تعالیٰ عزوجل کرامت پائی پھر مرتبہ نبوت فضل خاص کرامت کاملہ خاصہ ہے پھر حق تعالیٰ نے کشف انوار جمال کے عطا و نوال مین بھی اپنے پاک رسول کے ساتھ پاک مومن بندون کو شریک کیا اور فرمایا واولئک لہم الخیرات کیونکہ اولئک کے اشارہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ سب

مومنین ہی اصل ہین خیرات مشاہدات وظہور انوار قرب وصال ہین جو دنیا مین بطرز خاص ہی عاقبت مین بتمام خوبی وظہور خاص پاوینگے پھر اُن کے وصف مین اور بھی بڑھایا اسطرح کہ سابقہ سعادت ازلی کے انعام سے یہ لوگ قہر کی گرفت وسختی سے نجات پائے ہوئے ہین بقولہ تعالیٰ واولئک ہم المفلحون۔ تمام فلاح وکمال مراد وتمنی سے فائز ہین چنانچہ اُسی کی تصدیق کرتا ہی قولہ تعالیٰ اعد اللہ لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم۔ قرب وصال کے ہرے بھرے باغون اور مشاہدات کے بستان ہین جنکے نیچے بحر ذات سے علوم ازلیات کی نہرین جاری ہین جسنے اُن نہرون سے ایک بار پانی پیا وہ ان اوصاف سے متصف ہوگیا اور مشاہدۂ ذات مین باقی دائم۔ پس یہ فوز عظیم یون ہی کہ حدوث سے نجات ہوا اور حضرت قدیم عز وجل کے مشاہدہ تک رسائی حاصل ہو۔ بعض نے قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ کے اشارہ مین کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت مین انتہا درجہ کا اجتہاد کیا یعنی جہاد جو جان ومال سے کوشش ہی اُسکو رسول اللہ صلعم نے ادائے رسالت مین پورا کیا پس کافرون سے لڑائی بھی منجملہ ادائے رسالت کے شمار ہی اور مومنون نے اس طرح یہ جہاد کیا کہ جو امر شرع مین وارد ہوا اُسمین اپنی جان سے کوشش کی چنانچہ جو حکم شرعی کہ جان فدا کرنے سے متعلق ہی اسمین جان سے دریغ نہین کیا یعنے جیسے کفار سے جہاد کرنا اور جو حکم متعلق بمال ہی اُسمین مال فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ آیات مذکورۂ الصدر سے منافقون کی مذمت مین ثابت ہوا کہ خالفین کیساتھ بیٹھ رہنے پر راضی ہوے وخالفین وہ لوگ جو باہر چلے جانیوالے مجاہدین کے بعد پیچھے رہے مانند معذور مردو اطفال وعورتون کے حالانکہ اُن پر خالفین کا اطلاق بوجہ مذمت نہین بلکہ بمعنی لغوی ہی لہذا آگے کلام مین عذر صحیح والون کے معذور ہونے ومعاف وغیرہ ہونیکے احکام کو اور منافقون کے مذموم ہونے کو بیان فرمایا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

اور آئے بہانے کرتے گنوار تا رخصت ملے اُن کو اور بیٹھ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہونچیگی اُنکو جو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

منکر ہین اُنمین دُکھ کی مار ضعیفون پر تکلیف نہین نہ مریضون پر نہ اُن پر جن کو پیدا نہین جو خرچ کرین

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا

جب دل صاف ہون اللہ اور رسول کے ساتھ نہین نیکی والون پر الزام کی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور نہ اُن پر کہ جب

مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ؕ

تیرے پاس آئے تا اُنکو سواری دے تو نے کہا مجکو پیدا نہین جو تمکو سواری دون اُلٹے پھرے اور اُنکی آنکھون سے بہتے ہین آنسو اس غم سے کہ اُنکو پیدا نہین جو خرچ کرین

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

راہ الزام کی اُن پر ہی جو رخصت مانگتے ہین تجھسے اور مالدار ہین خوش لگا کہ رہ جاوین ساتھ پچھلی عورتون کے اور مہر کی اللہ نے اُن کے دل پر سو وہ نہین جانتے

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ معذرون جمع معذر بتشدید ذال معجمہ جمہور کی قراۃ ہی پھر اُسکے اشتقاق مین دو قول ہین ایک کہ ماخوذ از عذر یعذر تعذیراً یعنی باب تفعیل سے بمعنی التقصیر ہی یقال عذر فی الامر یعنی کام مین تقصیر کی اور اُسکو پورا نہ کیا اور نیز یہ مراد ہوتی ہی کہ ایسا عذر لایا جسکو وہ عذر سمجھا مگر حقیقت مین عذر نہین ہی۔ بنابرین آیت مین یہ معنی ہوے اور آئے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے ناقص عذر والے یعنی باطل عذر لائے پس اس تفسیر پر یہان جھوٹے عذر کرنیوالون کا بیان شروع ہی جنکو اللہ تعالیٰ نے معذور نہین رکھا۔ قول دوم یہ کہ معذرون در اصل معتذرون تھا تا کو ذال مین ادغام کردیا تو معذرون ہوا اور معتذر وہ شخص جسکو واقعی عذر ہو پس آیت مین یہ بیان ہی کہ جو لوگ سچے عذر والے تھے وہ اجازت حاصل کرنے کیلئے اپنا عذر بیان کرنے آئے اور اللہ تعالیٰ

واسکے رسول سے منھ نہین چھپایا اور نہ بے پروائی سے بیٹھ رہے بخلاف جھوٹے منافقون کے کہ وہ عذر کرنے نہین آئے۔ اسی پر دلالت کرتی ہو قرأة ابن عباسؓ
کہ معذرون بتخفیف ذال معجمہ از اعذر یعنی باب افعال پڑھا بمعنی عذر کو اپنی حد تک پہونچایا یعنی عذر مین معذورون سچے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ
فرماتے تھے کہ یہ اہل عذر کا بیان ہو اور کہا کہ آیت کے معنی مین یہی قول اظہر ہو۔ نحاسؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ مدار اس روایت کا کلبیؒ پر ہو اور وہ ضعیف
ہین جواب یہ کہ حدیث کی روایت مین کلبیؒ متروک ہین مگر تفسیر کی روایت مین اگر اُن کی روایت کا شاہد یا متابع موجود ہو تو معتبر ہو جیسا کہ میزان الاعتدال
وغیرہ مین منصوص ہو اور یہان باسناد جید حضرت مجاہدؒ سے بھی مثل قول ابن عباسؓ کے مروی ہو کما ذکرہٗ الحافظؒ ایضاً پس تفسیر مقبول ہوئی اور شیخ
حافظؒ نے کہا کہ کلام مابعد یعنی قولہ وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ الخ اسی پر دلالت کرتا ہو کہ اہل عذر کی معذرت کیلئے آنے کا بیان کیا اور جھوٹون کے
نہ آنے پر مذمت فرمائی۔ اسی کو علماء بیان مین سے فراء و زجاج و ابن الانباری و اخفش و ابو عبید و ابو حاتم و بغوی نے کہا ہو۔ فالمعنی اور حاضر ہوئے
عذر کرنے کو وہ لوگ جو سچے عذر والے تھے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے۔ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اُن کے لیے اجازت دیدی جاوے یعنی اُن کا واقعی
عذر سنکر آنحضرت صلعم اُنکو بسبب اُنکے عذر کے یہ اجازت دیدین کہ اچھا تم اپنے وطن مین رہو ساتھ نہ چلو۔ **قال المترجم** مجاہدؒ کے قول سے
روایت کلبیؒ پر شہادت لانا محل تامل ہو اسواسطے کہ ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ان معذرین اعراب سے مراد بنو غفار کے
چند آدمی ہین جنھون نے آکر اعتذار کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا عذر صحیح نہ رکھکر قبول نہ فرمایا۔ ایسا ہی حسن بصری و قتادہ و محمد بن اسحاق کا
قول ہو اور غایت امکان جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اول قول مجاہدؒ کا نقل قول ابن عباسؓ ہو اور دوسرا قول اپنی تحقیق ہو پس اس تقدیر پر قول
مجاہد درحقیقت متابعت کلبیؒ کے واسطے ثبوت قول خیر الامۃ و ترجمان القرآن ابن عباسؓ ہوگا۔ فافہم اور حق یہ ہو کہ احتمال ہر دو تفسیر بحسب
اللفظ مساوی ہو کیونکہ معتذر عذر باطل و عذر صحیح دونون طرح کے عذر والے کو بولتے ہین چنانچہ عذر باطل والے کی مثال قولہ تعالےٰ
یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم۔ بدلیل قولہ قل لا تعتذروا۔ کیونکہ رد فرمایا تو معلوم ہوا کہ عذر باطل تھا اور عذر صحیح والے کی مثال قول شاعر
ومن یبک حولا کاملا فقد اعتذر پس لے فقد جاء بعذر صحیح یعنی ایسا عذر لایا کہ وہ معذور قرار دیا جاسکے اب رہا یہ کہ لیکر ان دونون معنی
مین سے کسی کو ترجیح دیجاوے بمانند سبب نزول و کلام مابعد وغیرہ کے تو بنو غفار کے چند مرد مانند خفاف بن ایماء وغیرہ کے حق مین اگر نزول
قرار دیا جاوے اور قولہ وقعد الذین کذبوا۔ دوسرے منافقون کے حق مین رکھا جاوے تو معتذرین بعذر صحیح کے معنی ظاہر ہوتے ہین ولیکن
بعض اہل تفسیر نے کہا کہ سبب نزول اسکا بنو اسد و غطفان ہین کہ اُنھون نے منافقانہ عذر کیا کہ ہم لوگ اہل عیال و سخت محتاجی مین ہین۔
اور بعض نے کہا کہ گروہ عامر بن الطفیل ہین جنھون نے کہا کہ ہم اگر آپکے ساتھ جہاد کرین تو قبیلہ طے کے دیہاتی ہمارے یہان لوٹ مار کرینگے **قال المترجم**
جن کے حق مین سبب نزول روایت کیا گیا اُن کے حق مین بھی یہ امر منصوص نہین کہ درحقیقت سچے تھے یا جھوٹے تھے پس اللہ تعالیٰ داناتر ہو اور اسکی
تعیین نہ کھلنا کچھ مضر نہین بلکہ ہر دو صورت مین احکام برآمد ہوتے ہین چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ آدمی کا نفس جس امر کو عذر سمجھے وہ عذر نہین ہوتا جبتک کہ شرع
اُسکو معذور نہ فرماوے ورنہ عذر مین کاذب ہوگا اور دوسری تفسیر پر نکلا کہ عذر صحیح ہو تب بھی امام سے اجازت لے لینا چاہیئے جبکہ عموماً جہاد اُسپر
لازم آجاوے اگر عذر نہ ہو۔ اسی واسطے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وجاء المعذرون من الاعراب۔ مین معذرین سے احتمال ہو کہ عذر مین جھوٹے
مراد ہون اور احتمال ہو کہ عذر مین سچے مراد ہون اور بر تقدیر دوم قولہ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ دوسرے دیہاتیون کے
حق مین ہوگا جو منافق تھے کہ عذر کرنے نہین آئے المعنی اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنھون نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو یعنی اللہ تعالیٰ و رسول
پر ایمان لانے کے دعویٰ ہین جو لوگ جھوٹے تھے وہ بلا عذر بیان کئے بیٹھ رہے یا منافقانہ عذر کرتے تھے وہ درحقیقت دعوے ایمان مین جھوٹے

ہونے سے جہاد کو نہ نکلے۔ بالجملہ پہلے حق عز و جل نے شہر مدینہ کے منافقون کا حال بیان کیا پھر دیہاتی جھوٹے و سچے لوگون کا حال ذکر فرمایا پھر اُنکا عذاب بقولہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور عنقریب پہونچے گا اُن لوگون کو جنھون نے کفر و انکار کیا ہے یعنی ان دیہاتیون مین سے منکر منافق رہے مرتے دم تک یا جو سوائے انکار کے کسل وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ نہین رہے ہین اُنکو عذاب الیم یعنی دکھ کی مار پاوینگے دنیا مین اسطرح کہ قتل و خوار ہون گے اور عاقبت مین دائمی آتش جہنم ہے۔ پھر اللہ تعالی نے سچے عذر والون کو بیان کیا اور ماسوائے اُن کے جھوٹون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالی۔ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ۔ لیس فعل ناقص جو دلالت کرتا ہے عموم نفی پر یعنی نہ تھا اور نہ ہوگا قیامت تک۔ قولہ علی الضعفاء مع معطوفات کے ملکر خبر واقع اور قولہ حرج اُسکا اسم ہے اور قولہ اذا آخر متعلق بحرج ہے نہ لیس۔ اور باقی ترکیب کلام آگے مذکور ہوگی اور کلام یہان سے دور تک باہم متصل ہے ہان بیچ مین بحکم بلاغت کاملہ بعض جمل معترضہ وارد ہین۔ جب یہ تنبیہ ہو چکی تو اب جاننا چاہیئے کہ ضعفاء جمع ضعیف جیسے بہت بوڑھا آدمی جو آمد و رفت و قتال کی طاقت نہین رکھتا اور اُمید ہے کہ لڑکے و عورتین بھی گناہ دفع ہونے کے حکم مین ضعفاء کے تحت مین داخل ہون لیکن مرد ضعیف جبکہ نیت کا سچا مومن ہے تو وہ باوجود فعل جہاد نہ کرنے کے ثواب و فضل الٰہی سے حصہ پاویگا چنانچہ آگے تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالی بخلاف عورتون کے کہ جہاد کی صلاحیت ہی نہین رکھتی ہین وَلَا عَلَى الْمَرْضَى جمع مریض خواہ مرض قابل دفع ہو جیسے بخار وغیرہ کا بیمار یا نہین جیسے اپاہج وغیرہ اور ممکن ہے کہ اپاہج قسم اول مین داخل ہو۔ المعنی نہین ہے ضعیفون پر اور نہ بیمارون پر وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ۔ اور نہ اُن تندرست لوگون پر جو وہ چیز نہین پاتے جسکو راہ جہاد و سامان مین خرچ کرین حَرَجٌ کچھ حرج یعنی جو بندہ کہ ضعیف ہو یا بیمار ہو یا اُسکو نفقہ جہاد نہین ملتا ہے تو اُن مین سے کسی پر جہاد کیلیئے نہ نکلنے مین کچھ حرج نہین ہے یعنی کچھ گناہ نہین ہے۔ ہر سہ اقسام مین سے ہر ایک پر نفی مستقل فرمائی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ معذور وہی ہوگا جسمین یہ عذر جمع ہون اور تاکہ سب کا مساوی معذور ہونا ظاہر ہو اور حرج کے نکرہ ہونے کا فائدہ یہ کہ کچھ بھی حرج نہین لیکن اُسکے ساتھ ایک شرط فرمائی بقولہ۔ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ یعنی کچھ حرج نہین جبکہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کیلیئے ایام قعود مین ناصح بنین یعنی خیر خواہ بندے خیر خواہی کا کام انجام دین بایں طور کہ جیسے خیر خواہ غلام اپنے آقا کے سامنے و پیٹھ پیچھے نیکی چاہتا رہتا ہے ویسے ہی یہ لوگ بھی آدمیون کو ایمان و طاعت وغیرہ کی نصیحت کرتے رہین اور پوشیدہ و ظاہر یکسان رہین یا یہ معنی کہ قول و فعل سے جس طرح اُن سے ممکن ہو ایسی بات کرین جسکا نفع اسلام و مسلمین کی طرف عاید ہو پس ظاہر ہوا کہ بوڑھا اگر لڑائی مین کوئی تدبیر جانے اور زبان سے نہ بتلاوے تو اُسنے نصح کو ترک کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان لوگون سے گناہ دور کیا گیا ہے اور ان کو ممانعت نہین چنانچہ جو معذور اُن مین سے بدون حرج و تنگی شرعی کے خود نکلے تو ثواب جزیل پاویگا۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ۔ لے ما علیہم من سبیل۔ ان لوگون پر کوئی راہ نہین یعنی گناہ کے بار ڈالنے کو اُن پر کوئی راہ نہین اور نہ اُن کے عتاب کیئے جانے کی کوئی راہ ہے۔ اللہ تعالی اگرچہ قادر مختار ہے جسکو چاہے عتاب کرے اور جسکو چاہے مجرم فرما دے سب اُسی کی ملک و مخلوق ہین لیکن یہ کمال تفضل و احسان کا بیان ہے کہ ان بندون کو ضعف و بیماری وغیرہ کے دکھ دیے اور وے صابر ہین تو اُسکے شکر مین اُنکو اپنے فضل سے کمال مطمئن فرمایا اور یہ دو طرح سے ایک یہ کہ کوئی راہ اُنپر نہین رکھی اور دوم یہ کہ بجائے ضمیر کے محسنین فرمایا یعنی بجائے ما علیہم کے ما علی المحسنین فرما کر شرف و فضل سے سرفراز کیا کہ انکو خواہی نہ قدر وسعت طاعت سے بھی بندگان محسنین مین شامل ہین اور یہ محض فضل الٰہی ہے کہ حرج کو اُن سے دور کیا اور نہ بندہ ہر وقت اپنے معبود عز و جل کی بندگی ہی کیواسطے ہے لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے یعنی ان معذور بندون کیواسطے غفور رحیم ہے یا یہ معنی کہ اللہ تعالی ایسے بندون پر مغفرت و رحمت فرماتا ہے جو خطاوار ہو جاوین تو ان بندون معذور کو خیال کرو جنکو محسنین فرمایا کہ اُن پر کیسی عظیم مغفرت و رحمت فرماویگا حاصل معنی یہ کہ جہاد کیلیئے نہ جانے مین معذور بندون پر مانند ضعیف و بیمار و لنجے اپاہج وغیرہ کے اور بیچارے محتاج بندون کے کچھ گناہ نہین ہے۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ اور نہ اُن بندون پر کہ جن کے ساتھ یون

معاملہ پیش آیا کہ اِذَا مَآ اَتَوْكَ جب تیرے پاس آئے لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ تو اُن کو سوار کر دے یعنی اُن کے واسطے سواری کا سامان کر دے۔ قُلْتَ
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ درحالیکہ تو نے کہا کہ میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کر دوں تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو پھرے اس حال میں کہ اُنکی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔ اس غم سے کہ اتنا نہیں پاتے وہ لوگ جو راہ
جہاد میں خرچ کریں واضح ہو کہ قولہ اذا ما اتوک میں ما زائدہ برائے تاکید اور جملہ شرط ہے تولوا کی اور قلت لا اجد۔ حال از ضمیر کاف اتوک ہے باضمار
حرف قد یعنی قد قلت لہم ای لا اجد الخ پس الذین موصول کا صلہ قولہ تولوا الخ اور قولہ واعینہم حال از فاعل تولوا ہے اور قولہ حزنا مفعول لہ تفیض کا ہے
وقولہ ان لا یجدوا منصوب بحزن بنا برآنکہ یہ حزن کا مفعول لہ ہے یا بتقدیر کلام حزنا علی ان لا یجدوا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اعینہم تفیض فرمایا یعنی اُنکی آنکھیں بہتی تھیں حالانکہ
آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پس تفیض الدموع من اعینہم کیوں نہیں آیا تو جواب یہ کہ اعینہم تفیض زیادہ بلیغ ہے کیونکہ مشعر ہے کہ اس کثرت سے آنسو تھے کہ گویا اُنکے
لیے میں آنکھیں بہتی تھیں اور گویا آنکھیں سراپا آنسو ہو کر بہنے لگی تھیں۔ حاصل تمام کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک اصول بتلا دیا جس سے معذور و غیر معذور
ظاہر ہو گیا پس عذروں میں سے جو مقبول عذر ہیں کہ جنکے ہوتے ہوئے آدمی گنہگار نہوگا اُنمیں سے بعض لازمی ہیں جیسے بڑھاپا یا خلقی ضعف کہ اُسکے ساتھ
جہاد کی استطاعت نہوئے اور بعض امراض ایسے ہیں کہ اچھے نہیں ہوتے اور استطاعت نہیں رہتی جیسے اندھا یا لنگڑا ہونا اور بعض ایسے ہیں کہ جبتک ہیں تب تک
معذور ہے جیسے شدت بخار وغیرہ اور اسی قبیل سے فقر و محتاجی ہے کہ اس سے استطاعت جاتی رہتی ہے پس جب تونگر ہو جاوے تو معذور نہ رہیگا پس ایسے لوگ معذور
ہیں اگر بیٹھ رہیں اور اس حالت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کریں اور نصح کو مقدم رکھیں تو یہ محسنین میں داخل ہونگے اور ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
عیسی علیہ السلام کے حواریوں نے پوچھا کہ یا حضرت ہمکو للہ ناصح بتلا دیجئے فرمایا کہ وہ شخص للہ ناصح ہے جو حق الٰہی کو لوگوں کے حقوق پر مقدم رکھے اور جب دو کام
ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا اُسکو پیش آوے تو پہلے آخرت کا کام کرے پھر دنیا کے کام پر متوجہ ہو۔ اوزاعی رح نے کہا کہ بلال بن سعد کیساتھ لوگ استسقا کیلئے نکلے
پس بلال نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم اپنی طرف سے بدی کا اقرار کرتے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم سب مقر ہیں کہ ہم خطاوار ہیں پس بلال نے دعا مانگی کہ اے
پروردگار ہمارے تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ما علی المحسنین من سبیل اور ہم سب اپنی خطاواری کا اقرار کرتے ہیں سو ہمکو بخشدے اور ہم پر رحم فرما اور ہم پر پانی
برسادے۔ لوگوں نے بھی اُن کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے آمین کہی پس اللہ تعالی نے اُن پر پانی برسایا۔ ابن ابی حاتم نے باسناد حسن زید بن ثابت رض سے روایت
کی کہ میں وحی لکھا کرتا تھا پس میں سورۂ براۃ لکھتا تھا سو قلم میرے کان میں تھا کہ ہم کو قتال کا حکم دیا گیا اور آنحضرت صلعم وحی کے منتظر تھے کہ اتنے میں عبداللہ
بن ام مکتوم جو اندھے تھے حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں کیا کروں تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الخ اور ابن عباس رض
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم عام دیدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ تبوک کے جہاد میں چلیں پس آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے ایک ٹکڑا آیا جنمیں
عبداللہ بن مغفل بن مقرن المزنی بھی تھے اور مجاہد نے کہا کہ یہ سات آدمی انصاری تھے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سات انصار وغیرہ میں سے سالم بن عمیر
یا بن عوف اور علبہ بن زید و عبدالرحمن بن کعب و عمرو بن اللحام و عبداللہ بن مغفل مزنی و حرمی بن عبداللہ و عیاض بن ساریہ تھے اور بعض نے بعض کی
جگہ بعض دیگر کا نام لیا بالجملہ اُن ساتوں نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم کو کسی طرح سواری عطا کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ واللہ مجھے کوئی چیز نہیں
ملتی جس پر تمکو سوار کروں تو یہ لوگ بہت غمگین ہو کر روتے ہوئے لوٹے اور اُن پر شاق گذرا کہ جہاد سے باز رہیں اور سواری و نفقہ اُنکے پاس نہ تھا پس اللہ
عزوجل نے اُنکی حرص قبول فرما کر اُنکو معذور رکھا اور محسنین میں داخل کر لیا اور صحیحین میں آنحضرت صلعم سے مرفوع روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو
تم نے مدینہ میں ایسے لوگ چھوڑے ہیں کہ تم کوئی وادی نہیں طے کرتے اور کوئی راہ نہیں چلتے مگر وے تمھارے ساتھ ہیں صحابہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ
اور وہ ہیں وے مدینہ میں فرمایا کہ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنکو عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مگر وے تمھارے ساتھ اجر میں شریک ہیں یعنی جو ثواب

تم کو ملتا ہی ویسا ہی انکو بھی ملتا ہی۔ اور ایک حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون کو فرمایا کہ جو تم مین ضعفا رہین تم کو انھین کی برکت سے رزق ملتا ہی حاصل اسکا خلوص صدق نیت ہی اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہو اور بعض احادیث مین ثابت ہی کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہی اور صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جو صدق دل سے جہاد کا قصد رکھے وہ ثواب پاویگا اگرچہ اپنے بستر پر مرے فافہم اور واضح ہو کہ جن لوگون نے سواری مانگی تھی اُنکے بارہ مین ابراہیم بن ادہم و حسن بن صالح وغیرہم سے روایت ہی کہ ان لوگون نے جانور سواری نہین مانگے تھے بلکہ جوتیان چاہی تھین کیونکہ شدت طپش سے پاؤن مین آبلہ پڑتے تھے آدمی چل نہین سکتا تھا پس انکا رونا اُن کے صدق دل کا شاہد ہی پس اللہ تعالیٰ عز وجل نے ان سب کو معذور فرمایا اور محسنین مین داخل کیا پھر ان لوگون کو بیان کیا جو منافقانہ جھوٹے عذر کرتے تھے بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا السَّبِيْلُ حرف انما بعض کے نزدیک تاکید مبالغہ ہی اور بعض کے نزدیک حصر کیلیے ہی اور سقاقسی نے کہا کہ اسمین کوئی مانع نہین ہی کہ حصر کیواسطے ہو۔ اور سبیل سے مقصود راہ مواخذہ و عقوبت ہے۔ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ یعنی راہ مواخذہ وعذاب تو اُنھین لوگون پر ہی جو تجھ سے اجازت مانگتے ہین بیٹھ رہنے کی اور حال یہ کہ وے تونگر ہین یعنی سواری و زاد راہ اُنکے پاس موجود ہی اور کسی عذر واقعی سے معذور نہین ہین حاصل آنکہ تخلف کا گناہ وعذاب بغیر اعذار مذکورہ سابقہ کے بیٹھ رہنے والون پر ثابت ہی پھر اللہ تعالیٰ نے بطور جملہ مستانفہ کے اُنکے بغیر عذر اجازت مانگنے و بیٹھ رہنے کے سبب کے طور پر فرمایا۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ راضی ہو بیٹھے اس بات پر کہ خوالف کے ساتھ رہین۔ خوالف جمع خالفہ یعنی عورت جو مردون کے پیچھے گھر مین رہجاتی ہی حاصل آنکہ اُنکی اجازت بے عذر مانگنے کا سبب یہ کہ تن پروری و تن آسانی کو پسند کرکے کمینہ پن پر راضی ہو کر عورتون کے ساتھ ہونا پسند کیا۔ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون پر مہر کردی پس اپنی بدانجامی سے غافل ہوے۔ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پس وہ جانتے نہین کہ اسمین کیا خرابی و بدانجامی ہی۔ واضح ہو کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ جو بغیر عذر شرعی اجازت مانگتے تھے اور بات یہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے جب تبوک کے جانے مین عموماً سب مسلمانون کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور وقت پر روانہ ہوے تو جمہور مومنین اور بعض منافقین ساتھ گئے پس مومنین تو تصدیق وایمان کی راہ سے اور منافقین ظاہری ریاکاری و خوف دنیاوی سے اور راہ مین و مقام تبوک مین جو آیات در بارۂ قبائح و ذمائم منافقین کے نازل ہوئین اُنکا حال مفصل اوپر گذرا اور مدینہ مین پانچ قسم کے لوگ باقی رہے ایک عورتین و بچے و اُن کے مانند اور دوم وہ مومنین جنکو سواری نہین ملی اور سوکر بیٹھ رہے اور سوم وہ مومنین جو باوجود تصدیق و ایمان کے اتفاق سے بسبب عدم مساعدت مشیت الٰہی کے جانے سے رہگئے اور اپنے حال پر افسوسناک و غمگین تھے۔ چہارم منافقین جنھون نے جھوٹے بہانے کرکے اجازت لی باوجودیکہ اُنکو سب طرح قدرت تھی پنجم وہ منافقین جو بدون عذر اور بدون اجازت کے رہ گئے اور منافقین عموماً اپنے تخلف سے خوش تھے پس تبوک مین برابر قرآن مجید ذمائم و قبائح منافقین کے بیان مین نازل ہوتا رہا یہان تک کہ بطور خبر غیب کے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ جب مدینہ پہونچو گے تو منافقین عذر کرنے آوینگے۔

الحمد للہ والمنہ کہ پارہ دسوان تمام ہوا اور گیارہوان پارہ قولہ تعالیٰ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ سے انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوتا ہی۔ وللہ الحمد والمنۃ اولاً و آخراً والحمد للہ رب العالمین۔

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱۰ ار
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۸ ار
جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲ ار
کنز الدقائق ۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ عہ ر
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۲ ار
رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۸ ار

فقہ فارسی

ہدایہ ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمۂ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ عللہ ر
شرح سفر السعادت ۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف ۔ ہیہ ر
تحجیح انجح ۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ ر
تذکرۃ الجمعۃ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔ ۴ ار
تبیان ۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین ۔ ار
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ ۔ ۲ ار
نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔ ۱ ر
مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶ ر
شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہ ر
مسلک المتقین ۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان ۔ عہ ر
فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ عہ ر
قدوری ۔ بترجمۂ مولانا ابو القاسم ۔ ۶ ر
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔ ۱۵ ار
کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳ ار
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ۲ ر
شرح مختصر وقایہ گورمیری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہ ر
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ار
رسالۂ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ ے ر
فتح القدیر ۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد جنائی گندہ ضخیم جدید الطبع ۔ عللہ ر
ہدایہ ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات ۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات ۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل ۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ للعہ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل ۔ معہ ر
شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔ عہ ر
شرح وقایہ خرد ۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۔ ۱۰ ار
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند لمتداول ۔ ہیہ ر
ملا مسکین ۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے ۔ عہ ر
مستخلص الحقایق ۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ عہ ر
عینی شرح کنز الدقائق ۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں ۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہیں ۔ عللہ ر
مختصر وقایہ محشی ۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول ۔ ۱۱ ر
عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ر
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ر
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۳ر
آبجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ
از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل ۵ ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان بالتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسپر طلبا کی آسانی کے
لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۲ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۲ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بےمثل شرح ہے - ۱۲ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱۲ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بےبہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند - حضرت لقمان کے
نسخو قابل قدر نصائح - ۲ر ۲ پائی